1

دینی، دعوتی، اصلاحی اور فکری خطبات کا مجموعہ

افکارِ دل

تالیف

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

خلیفۂ مجاز

حضرت مولانا ظریف احمد صاحب قاسمی ندوی مدنی مدظلہ العالی

خلیفۂ مجاز

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ

ناشر

دارالبحوث والنشر

مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

rtware\Inpage2.4\A02 not found.

سلسلہ مطبوعات مرکز احیاء الفکر الاسلامی..................................(۱۸)

نام کتاب:	افکار دل
تالیف:	مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی
صفحات:	۴۶۰
تعداد:	۱۱۰۰
قیمت:	۱۰۰/روپے
باہتمام:	عبدالستار عزیزی

پہلا ایڈیشن ۲۰۱۰ء م ۱۴۳۱ھ - دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۴ء م ۱۴۳۶ھ

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر مرکز احیاء الفکر الاسلامی

ناشر

دارالبحوث والنشر

مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

Mb.9719831058,9719639955

E-mail:masood_azizinadwi@yahoo.co.in

Website: www.mifiin.org

ملنے کے پتے

☆ دارالکتاب، دیوبند سہارنپور (یوپی) ☆ نعیمیہ بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور

☆ مکتبہ ابوالحسن، محلّہ مفتی سہارنپور ☆ مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ اتحاد بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور ☆ الفرقان نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسرا ایڈیشن

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ناکارہ کی کتاب ''افکارِ دل'' کو بہت مقبولیت عطا فرمائی، طلبہ وطالبات نے اس کو پسند کیا، بلکہ بہت سے علماء نے بھی رفیق سفر کے طور پر اس کو ساتھ رکھا، زبان بہت سادہ اور عام فہم استعمال کی گئی ہے، اس لئے عوام نے بھی اس کو پسند کیا، اور چند ہی دنوں میں اس کا ایڈیشن ختم ہوگیا، مجلس نشریات اسلام کراچی سے بھی اس کی طباعت ہوئی، اور وہاں بھی اس کو پسند کیا گیا، کئی سال سے اس کا ایڈیشن ختم ہورہا تھا، لوگوں کی برابر طلب آرہی تھی، مگر بعض وجوہ کی بنا پر اس کی طباعت نہ ہوسکی، اب اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل خاص سے اس کی دوبارہ طباعت کی جارہی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اللہ کرے کہ یہ ایڈیشن بھی اسی طرح پذیرائی حاصل کرے، جیسا کہ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

والسلام

محمد مسعود عزیزی ندوی — ۹؍صفر ۱۴۳۶ھ

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی — ۳؍دسمبر ۲۰۱۴ء بروز بدھ بعد نماز عشاء

تعارف وتبصرہ

حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی

بانی ''جامعہ ابوہریرہ'' ومدیر ماہنامہ ''القاسم'' خالق آباد، نوشہرہ، پاکستان

مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی درس وتدریس، قلم وتحریر کے ساتھ ساتھ بیان وتقریر کے بھی رسیا اور قابل رشک خطیب ہیں ''افکار دل'' موصوف کے دینی، دعوتی، اصلاحی، اور فکری خطبات کا حسین مجموعہ ہے، جہاں سے پڑھا، جس عنوان کو لیا، تقریر تو ہے ہی بلکہ اس سے بڑھ کر ایک علمی، ادبی سلیس تحریر بھی ہے، تقریر کو تحریر کے قالب میں ''افکار دل'' ہی میں پڑھا جاسکتا ہے۔

موضوعات کا انتخاب، موضوع سے متعلق دلائل، قرآنی آیات واحادیث، حکایات وواقعات، بالخصوص اکابر علماء دیوبند، مشائخ ندوہ اور مشاہیر سہارنپور کے دلچسپ ایمان افروز اور روح پرور قصص نے مواعظ کی اثر انگیزی کو ''بردل ریزد'' کا مصداق بنادیا ہے، جس وعظ کو بھی پڑھا دل نے چاہا اسے دوبارہ پڑھ کر یاد کر کے خطبہ جمعہ میں اور جامعہ ابوہریرہ میں طلبہ کو سنادوں، تاکہ ایمان اور عمل صالح کی انگیخت ہو، زبان صاف، بیان شستہ اور تحریر شگفتہ ہے، وعظ ونصیحت کے ساتھ ادبی چاشنی اور تاریخی تذکروں نے مواعظ کی تاثیر کو دوبالا اور اثر پذیری کو سہ آتشہ بنادیا ہے۔

دراصل مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی کا اپنا قلب صاف ہے، اہل اللہ اور صالحین کے صحبت یافتہ ہیں اور اکابر ومشائخ سے نسبت تلمذ ہے، مشائخ کی انہیں دعائیں حاصل ہیں، اپنا صفائے باطن رکھتے ہیں، اس لئے وہی چھلکتا ہے جو ان کے ظرف باطن میں ہے، علمی، تعلیمی، تبلیغی، اصلاحی حلقے اور لائبریریاں اسے خصوصیت سے اپنے اپنے حلقۂ افادہ میں اہمیت وترجیح سے جگہ دیں، تو ان شاء اللہ اتحاد امت اور فروغ علم وعمل کے عمدہ ثمرات مرتب ہوں گے۔

ماہنامہ القاسم — عبدالقیوم حقانی

فروری ۲۰۱۱ء — مدیر ماہنامہ ''القاسم'' خالق آباد، نوشہرہ، پاکستان

اجمالی فہرست

(۱) انسان کی زندگی میں عقیدہ کی اہمیت ۴۵
(۲) محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۵۱
(۳) اللہ کا ذکر اور زندگی کا سکون ۶۹
(۴) زبان کی حفاظت پر جنت کی گارنٹی ۸۳
(۵) آخرت میں قلب سلیم کام آئے گا ۱۰۱
(۶) اچھے کام میں اپنے بھائی کی مدد کیجئے! ۱۱۵
(۷) دعوت الی اللہ ایک اہم کام ۱۳۰
(۸) اعمال کا دارو مدار نیتوں پر موقوف ہے ۱۴۷
(۹) بزرگوں کی صحبت اختیار کرو ۱۶۳
(۱۰) مومن کی کامیابی کے آٹھ اصول ۱۸۱
(۱۱) حلال طریقے سے کمانا بھی ایک فریضہ ہے ۲۰۲
(۱۲) دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزارو ۲۱۷
(۱۳) مال کی کثرت فساد کا سبب بن سکتی ہے ۲۳۱
(۱۴) اللہ کے محبوب اور مقبول بندے ۲۴۰
(۱۵) میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ ۲۵۹
(۱۶) والدین کی اطاعت وفرمانبرداری ۲۶۶
(۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے ۲۸۲
(۱۸) والدین کے ذمہ اولاد کے کیا حقوق ہیں؟ ۲۸۸
(۱۹) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے ۳۰۹
(۲۰) تکبر ایک مہلک مرض ہے ۳۲۷
(۲۱) پڑوسیوں کے ساتھ معاملہ کیسا ہو؟ ۳۴۳
(۲۲) عفو ودرگزر اللہ کو پسند ہے ۳۵۶
(۲۳) توبہ سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں ۳۷۰
(۲۴) قربانی کا پیغام مسلمانوں کے نام ۳۷۷
(۲۵) زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوش نوا ۳۸۷
(۲۶) کب تیرے ہمراہ یہ دنیا کا میلہ جائے گا ۴۰۲
(۲۷) اللہ تعالی کے شکر گزار بندے ۴۱۶
(۲۸) اسلام کے ارکان ۴۲۴
(۲۹) خواہش نفس اور لمبی آرزوئیں ۴۴۱
(۳۰) اسلام میں سو فیصد داخل ہوجاؤ ۴۵۲

3

فہرست

عناوین .... صفحات

دوسرا ایڈیشن: ج
تعارف وتبصرہ: حضرت مولانا عبد القیوم حقانی .... د
مقدمہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ۲۹
تقریظ حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی ۳۱
تقریظ حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آباد ۳۴
تقریظ حضرت مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی ۳۵
تعارف صاحب کتاب ۳۶
پیش لفظ ۴۳

(۱) انسان کی زندگی میں عقیدہ کی اہمیت

عقیدہ کی مثال ۴۶
عقیدہ کسے کہتے ہیں؟ .... //
عقیدہ کا اجمال ۴۷
عقیدہ کی تفصیل .... //
تین بنیادی عقائد .... //

اللہ ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے ۴۸

اللہ کے حکم کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا ۴۹

ہر چیز پر اللہ کی حکمرانی ہے .... //

عقیدہ کی پختگی ضروری ہے .... //

(۲) محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا ۵۲

نبی کی محبت کے بغیر ایمان مکمل ہو نہیں سکتا .... //

دلوں کی دھڑکن کی تحقیق ۵۳

دل تو اللہ کا اقرار کر رہا ہے .... //

اللہ تعالی سے محبت کے لیے رسول کی اتباع ضروری ہے ۵۴

یہ تو جھوٹی محبت ہے ۵۵

اللہ کے رسولؐ کی زندگی آپ لوگوں کے لیے نمونہ ہے .... //

آدھا تیتر اور آدھا بٹیر ۵۶

محبوب کا ہر عمل پسندیدہ ہوتا ہے ۵۷

محبت آدمی کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے .... //

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضور سے محبت ۵۸

محبت رسول میں گھر کا سارا مال قربان ۵۹

غار ثور میں حضورؐ کے ساتھ ۶۰

محبت میں تکلیف کو برداشت کرنا .... //

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حضور سے محبت ۶۱

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضور سے محبت ۶۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضور سے محبت ۶۳

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حضور سے محبت ۶۴

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی حضور سے محبت ۶۵

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی حضور سے محبت .... //

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی حضور سے محبت .... //

ڈھال کے لیے اپنے بیٹے کو پیش کرنا ۶۶

حضور کی محبت سارے لوگوں سے زیادہ ہونی چاہئے ۶۷

حضورؐ کی مکمل پیروی کر کے ہی منزل مقصود تک پہنچا جا سکتا ہے ۶۸

(۳) اللہ کا ذکر اور زندگی کا سکون

دین کے کچھ تقاضے ۷۰

ہر انسان کو سکون کی تلاش ہے .... //

تمام چیزوں کا مقصد صرف سکون حاصل کرنا ۷۱

ظاہر میں اللہ اللہ اور دل میں اپنے ساتھی ۷۲

ظاہر میں خرید و فروخت دل میں اللہ اللہ .... //

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر ۷۳

ہر کام میں اللہ کی طرف دھیان ہو .... //

جسم اور روح کی غذا ۷۴

اللہ کی طرف دھیان کرنے کی پہلی مثال .... //

اللہ کی طرف دھیان کرنے کی دوسری مثال ۷۵

اللہ کی طرف دھیان کرنے کی تیسری مثال ۷۶

زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ کی یاد ضروری ہے .... //

حضرت شبلی اور اللہ کا ذکر ۷۷
اللہ کے ذکر میں مزہ ہی مزہ ہے ۷۸
محبت مجازی کی خاطر ذکر الٰہی .... //
مجازی محبت حقیقی محبت میں بدل گئی ۸۰
متقی اور پرہیزگار ہی اللہ کا محبوب ہے ۸۱

(۴) زبان کی حفاظت پر جنت کی گارنٹی

چھوٹی سی زبان ۸۴
پکا اور سچا مسلمان کون؟ .... //
زبان کی حفاظت پر جنت کی گارنٹی ۸۵
سب سے اچھی اور سب سے بری چیز زبان ہے .... //
زبان کا ایک ایک لفظ لکھ لیا جاتا ہے ۸۶
مومن جب وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا کرتا ہے ۸۷
دین کی سچائی کی وجہ سے میں نے اسلام قبول کیا ۸۸
اچھی زندگی کا مدار زبان کی صحت پر ہے ۸۹
اللہ کے فرشتوں کی میموری کی کوئی انتہا نہیں .... //
اسلام لانے سے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۹۱
نکاح وطلاق میں زبان کی اہمیت .... //
زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے زبان پر کنٹرول کرنا ہوگا ۹۲
وہی بات کہیں جو دل میں ہو ۹۳
عورتیں زبان کی حفاظت کے سلسلہ میں لاپرواہ ہوتی ہیں .... //
عین جوانی میں جا کر دعا کی قبولیت کا اظہار ۹۴

عورتوں میں ناشکری کی صفت زیادہ ہوتی ہے ۹۴
زبان کی حفاظت بہت ضروری ہے ۹۵
آپس میں ایک دوسرے کا مذاق مت اڑاؤ ۹۶
دو چیزوں کی گارنٹی سے جنت کی گارنٹی ۹۷
زبان کی سچائی اور اس کی تاثیر ۹۸
آج مسلمان ہار گئے اور اسلام جیت گیا ۹۹

(۵) آخرت میں قلب سلیم کام آئے گا

دل ہانڈی اور زبان چمچہ ۱۰۲
انسان کے جسم میں سب سے اہم عضو دل ہے .... //
دل صحیح تو پورا جسم صحیح ۱۰۳
آخرت میں قلب سلیم نفع دے گا ۱۰۴
دل کی بیماری ۱۰۵
اللہ تعالیٰ قلب سلیم کی قدر کریں گے .... //
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ سے محبت اور دل کی صفائی .... //
سویا ہوا اور مردہ دل ۱۰۶
دل کی بیداری کی ایک مثال ۱۰۷
دل کا روشن دان ہماری آنکھیں ہیں ۱۰۸
مرد بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور عورتیں بھی .... //
جب دل سیاہ ہو جاتا ہے تو کچھ بھی نہیں سوجھتا ۱۰۹
دل پر ہی ہماری زندگی کا دارومدار ہے ۱۱۰
دل کی صفائی ضروری ہے .... //

دل کیسے سنورے گا؟ ۱۱۱

صحبت کی تاثیر .... //

صحبت سے زندگی میں انقلاب آجائے گا ۱۱۳

دل کو جگانے کی کوشش کی جائے ۱۱۴

(٦) اچھے کام میں اپنے بھائی کی مدد کیجیے!

تعاون دودھاری تلوار ہے ۱۱۶

کہاں تعاون کرنا اور کہاں نہیں .... //

ہر انسان ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے ۱۱۷

ہر آدمی دوسرے آدمی کا محتاج ہے ۱۱۸

اللہ نے زمین وآسمان کی تمام چیزوں کو آپ کے لیے مسخر کردیا .... //

انسان سب چیزوں کا محتاج ہے ۱۱۹

آپس میں رشتہ داریاں کس طرح ہوئیں ۱۲۰

دنیا کے سب مرد وعورت ایک ماں باپ کی اولاد ہیں ۱۲۱

عدوان پر مدد نہ کرنے کی مثال ۱۲۲

ظالم کی ادنی سی مدد بھی جہنم میں لے جائے گی ۱۲۳

بھلے کام پر مدد کرنی چاہیے .... //

اچھا کام ثواب کا باعث اور برا کام سزا وعذاب کا باعث ۱۲۴

برے کام پر مدد نہیں کرنی چاہیے ۱۲۵

غلط بات پر اپنے بھائی کی بھی مدد نہیں کرنی چاہیے ۱۲۶

حق بات پر مدد کرنی چاہیے .... //

کوئی برائی دیکھو تو نکیر کرنی چاہیے ۱۲۷

ظالم اور مظلوم کی مدد کی جائے ۱۲۸

(٧) دعوت الی اللہ ایک اہم کام

مدد اور تعاون کے بھی ضابطے ہیں ۱۳۱

دعوت کس کو کہتے ہیں؟ .... //

دینی دعوت کے لیے ایک جماعت ہر وقت ہونی چاہیے ۱۳۲

بنی اسرائیل کے لوگوں پر اللہ کا عذاب ۱۳۳

انسان ہر وقت خطرہ میں ہے ۱۳۴

اچھائیوں کا حکم دینا بھی تعاون کی ایک شکل ہے .... //

دعوت کا کیسا انداز ہونا چاہیے ۱۳۵

حکمت سے دعوت دی جائے ۱۳۶

حضور کی دعوت ونصیحت کا انداز ۱۳۷

ہدایت دینا اللہ کا کام ہے ۱۳۸

حکمت سے دعوت کا ایک واقعہ ۱۳۹

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی سچائی کا واقعہ ۱۴۰

دعوت میں طریقہ بھی عمدہ اختیار کیا جائے ۱۴۱

بحث ومباحثہ میں بھی اچھا طریقہ اختیار کیا جائے ۱۴۳

دعوت کے اصولوں کو مضبوطی سے پکڑلو ۱۴۵

اللہ تعالی ہمیں سچا داعی بنائے .... //

(٨) اعمال کا دارومدار نیتوں پر موقوف ہے

جیسی نیت ویسے ہی اس پر اجر وثواب ۱۴۸

جتنی دیر عبادت کی اتنی ہی دیر ثواب ملا ۱۴۹

نیت دل کا عمل ہے	۱۴۹
تین قسم کے لوگوں سے اللہ کا سوال	۱۵۰
مالدار سے پوچھا جائے گا	//
عالم سے پوچھا جائے گا	۱۵۱
طاقت والے سے پوچھا جائے گا	//
اللہ کے راستے میں کون شمار ہوگا؟	۱۵۲
نیت کے بغیر ثواب نہیں مل سکتا	//
نیت کے سلسلہ میں ایک شخص کا واقعہ	۱۵۳
اللہ تعالیٰ دلوں کے جذبات کو دیکھتا ہے	۱۵۴
پسندیدہ چیز اللہ کے راستے میں خرچ کی جائے	//
ہر کام میں اللہ کی رضامندی پیش نظر ہو	۱۵۵
اخلاص نیت کی ایک مثال	//
چھوٹی سی نیکی پر بخشش کا اعلان	۱۵۶
برتن میں جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے	۱۵۷
اللہ کی رضا ہر جگہ کام آنے والی ہے	//
گناہوں کی وجہ سے انسان کی ہیئت بدل جاتی ہے	۱۵۸
اللہ تعالیٰ کو بوڑھوں سے حیا، مگر بوڑھوں کو شرم نہیں	۱۶۰
اگر اللہ کی رضا کی نیت ہے تو زندگی کا ہر لمحہ کامیاب	//
ہمارے سب کام اللہ کی رضا کے لیے ہونے چاہئے	۱۶۱

(۹) بزرگوں کی صحبت اختیار کرو!

انسان کی طبیعت گناہ کی طرف مائل ہوتی ہے	۱۶۴

پیدا ہونے والا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے	۱۶۴
بچہ کے ماں باپ اس کو اپنے رنگ میں رنگ دیتے ہیں	۱۶۵
اللہ تعالیٰ بہترین رنگ ریز ہے	//
اللہ سے ڈرو!	۱۶۶
کوئی دیکھے یہ نا دیکھے مگر اللہ دیکھ رہا ہے	//
سچے لوگوں کے ساتھ رہو	۱۶۷
اللہ سے سب سے زیادہ علماء ڈرتے ہیں	//
علماء کی توہین و ناقدری کا وبال	۱۶۸
سچے ہر جگہ اور ہر زمانہ میں موجود ہیں	۱۶۹
سچوں کو تلاش کیا جائے	//
اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا	۱۷۰
اللہ والوں کی پہچان کیا ہے؟	//
وقت کو اگر صحیح جگہ استعمال نہ کیا تو وہ تمہیں ختم کردے گا	۱۷۱
صحبت کی تاثیر اور جادوگروں کا ایمان	۱۷۲
جادوگروں کے خلاف فرعون کا حکم	۱۷۳
دل کو صاف کرنے کے دو طریقے	۱۷۴
حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۱۷۵
حضرت گنگوہی کا امتحان	۱۷۷
رشید احمد، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی بن گئے	//
بیعت کے فوائد	۱۷۸
نیک عمل حیات طیبہ کا ذریعہ	۱۷۹
اللہ والا بننے کے لیے کیا کرنا پڑے گا	//

(۱۰) مومن کی کامیابی کے آٹھ اصول

کامیاب زندگی کیسے بنائیں؟ ۱۸۲

اہل دنیا کی کامیابی کا معیار .... //

قرآن کریم میں کامیابی کے آٹھ اصول ۱۸۳

نماز میں خشوع وخضوع .... //

صحابہ کرام کا خشوع ۱۸۴

فضولیات سے اعراض ۱۸۵

زکوۃ دینے والے مومن کامیاب ہیں ۱۸۸

زکوۃ دینے والے انگریز کے مال کی حفاظت ۱۸۹

دل کا تزکیہ ۱۹۱

شرم گاہوں کی حفاظت .... //

جسم کے اعضاء کا زنا ۱۹۲

غلط راہ اختیار کرنے والا حدوں کو پار کرنیوالا ہے ۱۹۳

امانت کا پاس ولحاظ کرنے والے ۱۹۴

بات بھی امانت ہے ۱۹۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امین تھے .... //

منافقین کی تین علامتیں ہیں ۱۹۶

عہد کا پاس ولحاظ کرنے والے ۱۹۷

نمازوں کی پابندی کرنے والے ۱۹۸

کامیاب ہونے والے آٹھ قسم کے لوگ ۲۰۰

جنت الفردوس کے وارث .... //

(۱۱) حلال طریقے سے کمانا بھی ایک فریضہ ہے

کسب حلال ۲۰۳

فرائض کے بعد کمانا بھی فرض ہے .... //

توکل کرنے والا ۲۰۴

اسلام میں رہبانیت نہیں ۲۰۵

روزی کمانا بھی پیغمبروں کی سنت ہے .... //

زیادہ ہوشیاری حرام کا ذریعہ بن جاتی ہے ۲۰۶

دینی فرائض کو سمجھنا ضروری ہے ۲۰۷

ایک ڈاکٹر کی مثال ۲۰۸

آدھا ٹکٹ لینے پر خلافت واپس ۲۰۹

سامان کی زیادتی پر حضرت تھانوی کا اصول ۲۱۰

ملازمین کو ڈیوٹی پوری دینی چاہئے .... //

پہلے اساتذہ دس منٹ کی تنخواہ بھی وضع کرادیتے تھے ۲۱۱

لین دین میں کمی زیادتی کرنا .... //

ناپ تول میں کمی ہلاکت کا باعث ۲۱۲

برکت حلال کمائی میں ہے .... //

برکت کیا چیز ہے؟ ۲۱۳

حرام کا ایک پیسہ پوری کمائی کو حرام کردیتا ہے .... //

حلال کمائی بھی عبادت ہے ۲۱۴

حلال وحرام کا نفع ونقصان ۲۱۶

(۱۲) دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزارو

انسان ہر وقت مشکلات میں گھرا ہوا ہے ۲۱۸
پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو .... //
دنیا میں سفر کے لیے ہم تیاری کرتے ہیں ۲۱۹
آخرت کے لمبے سفر کی تیاری نہیں کرتے ۲۲۰
دنیا کے مکان کی فکر ۲۲۱
آخرت کے سفر سے واپسی نہیں ہوگی ۲۲۲
یہ دنیا بس اسٹیشن کی طرح ہے .... //
دنیا کی مثال ریل کی پھاٹک کی طرح ہے ۲۲۳
دنیا مسافر خانہ ہے .... //
ہر جاندار کو روزی دینا اللہ کا کام ہے ۲۲۴
سکون کس زندگی میں ہے ۲۲۵
حضرت امام مالک کا واقعہ ۲۲۶
حضرت مولانا یعقوب صاحب کا واقعہ .... //
حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور دنیا کی حقیقت ۲۲۸
حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی کا واقعہ ۲۲۹
گالیوں کے بدلہ ہدیہ .... //

(۱۳) مال کی کثرت فساد کا سبب بن سکتی ہے

زندگی گزارنے کا اللہ نے ایک نظام بنایا ہے ۲۳۲
ہر انسان اپنی ضروریات پوری کرنے میں لگا ہوا ہے .... //

زندگی کو مسافر خانہ کی طرح سمجھنے والا انسان ۲۳۳
اگر اللہ ہمیں زیادہ مال و دولت دیدے .... //
مال ملنے کے بعد یہ جذبہ رہے اس کی کوئی گارنٹی نہیں ۲۳۴
مسلمانوں کو سب کچھ آخرت میں ہی ملے گا ۲۳۵
اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں بھی دے سکتا ہے .... //
اللہ تعالیٰ اپنی مصلحت سے دیتا ہے ۲۳۶
حضورؐ نے اپنے صحابہ کے لیے مال کی کثرت کو پسند نہ فرمایا ۲۳۷
مسلمانوں کو مال و دولت کی حرص و طمع ہوگئی ۲۳۸
اللہ کے شکر گزار بندے .... //

(۱۴) اللہ کے محبوب اور مقبول بندے

سب اللہ ہی کے بندے ہیں ۲۴۱
اللہ تعالیٰ کو کون پسند ہے؟ .... //
اللہ کے مخصوص بندوں کی تیرہ صفات ہیں ۲۴۲
مقبول بندے کی پہلی صفت .... //
انسان اور جنات کی پیدائش کا مقصد ۲۴۳
مقبول بندے کی دوسری صفت ۲۴۴
مقبول بندے کی تیسری صفت ۲۴۵
مقبول بندے کی چوتھی صفت ۲۴۶
فرض نماز کے بعد افضل نماز تہجد ہے .... //
ہم کوشش کریں کہ اللہ کے مقبول بندے ہو جائیں ۲۴۷
مقبول بندے کی پانچویں صفت ۲۴۸

مقبول بندے کی چھٹی صفت ۲۴۹
مقبول بندے کی ساتویں صفت ۲۵۱
مقبول بندے کی آٹھویں صفت ۲۵۲
مقبول بندے کی نویں صفت ..... //
مقبول بندے کی دسویں صفت ۲۵۴
مقبول بندے کی گیارہویں صفت ۲۵۵
مقبول بندے کی بارہویں صفت ۲۵۶
مقبول بندے کی تیرہویں صفت ..... //
مقبول بندوں کو بالاخانے ملیں گے ۲۵۷

(۱۵) میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟

انسان کو بس اپنی فکر ہے ۲۶۰
روزی روٹی کا مسئلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے ..... //
حضرت یعقوب علیہ السلام کی نصیحت ۲۶۱
حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا جواب ۲۶۲
خود کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ ۲۶۳
ہر انسان اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے ۲۶۴
ہمیں بھی اپنی اولاد کی آخرت کی فکر کرنی چاہیے ۲۶۵

(۱۶) والدین کی اطاعت وفرمانبرداری

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک ۲۶۷
ماں باپ کو اف تک نہ کہو ..... //
اللہ تعالی کی اطاعت کے بعد والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ ۲۶۸

ہمارے وجود کا ذریعہ ہمارے والدین ہیں ۲۶۹
اپنے نور چشم سے کسی کو حسد نہیں ہوتا ..... //
والدین اگر خوش ہیں تو اللہ بھی خوش ہے ۲۷۰
ماں کے قدموں کے نیچے جنت اور باپ جنت کا دروازہ ہے ..... //
ماں باپ کی اطاعت سے مال میں برکت ۲۷۱
پاک دامن بھی رہو ۲۷۲
اللہ کی یہ سنت ہے ۲۷۳
جیسی کرنی ویسی بھرنی ..... //
ماں باپ کی نافرمانی کی سزا دنیا ہی میں ملے گی ۲۷۴
ماں کی نافرمانی کی وجہ سے کلمہ طیبہ کا زبان سے نہ نکلنا ..... //
جہاں اللہ کی نافرمانی ہو وہاں بات نہیں ماننی چاہیے ۲۷۶
ہجرت کی اجازت سے انکار ..... //
والدین کی خوشی سے جنت کے دروازے کا کھلنا ۲۷۷
میرے لیے جنت کا دروازہ بند ہو گیا ۲۷۸
والدین کے دوست واحباب کی عزت کرنا ۲۷۹
والدین اگر خوش ہیں تو جنت پکی ۲۸۰
والدین کے نام پر صدقہ خیرات کرنا بھی حسن سلوک میں داخل ہے ..... //
بوڑھے کمزور شخص کی عقل بچوں جیسی ہوتی ہے ..... //

(۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے

اللہ تعالی بہت مہربان ہیں ۲۸۳
اللہ تعالی کی رحمت بہت وسیع ہے ..... //

تمام بیماریوں کا علاج استغفار ہے ۲۸۴
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے ۲۸۵
اللہ سے روزی کے لیے سوال کرنا ۲۸۶
رحمت خداوندی بہانہ تلاش کرتی ہے .... //

(۱۸) والدین کے ذمہ اولاد کے کیا حقوق ہیں؟

اپنے جگر گوشہ کی اچھی تربیت کریں ۲۸۹
اولاد ایک بہت بڑی نعمت ہے .... //
نیک اولاد کے لیے پیغمبروں کی دعا ۲۹۰
اولاد کی تربیت .... //
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بیٹے کے لیے ۲۹۱
بچہ کی پیدائش کے وقت اذان وتکبیر کہی جائے ۲۹۲
بچہ کا بہترین نام رکھنا چاہیے ۲۹۳
عقیقہ اور اس کا طریقہ ۲۹۴
عقیقہ میں غریبوں کو دعوت دی جائے ۲۹۵
بوڑھی عورتوں کی غلط سوچ ۲۹۶
بچے کا پہلا کلمہ کیا ہونا چاہیے؟ ۲۹۷
مگر ہمارے ماحول میں کیا ہوتا ہے .... //
بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو نماز کا حکم دیا جائے ۲۹۸
بچہ جب دس برس کا ہو جائے .... //
بچے کی تعلیم وتربیت کی فکر کیجیے! ۲۹۹
بوڑھے باپ کی شکایت بیٹے کے بارے میں ۳۰۰

ماں باپ بچے کی اچھی تربیت کریں ۳۰۰
خدا کے بعد والدین کی اطاعت ۳۰۱
بچی پیدا ہونے پر ناراضگی ظاہر کرنا ۳۰۲
تین بچیوں پر جنت کی خوشخبری .... //
تمہیں کس جرم میں مارا گیا؟ ۳۰۳
زمانہ جاہلیت کا ایک واقعہ ۳۰۴
یہ قبیح عمل آج بھی ہے .... //
اولاد ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ۳۰۵
والدین کتنا بھی چھوڑ جائیں اولاد ناشکری ہی کرتی ہے ۳۰۶
مرنے کے بعد صرف تین چیزیں کام آتی ہیں ۳۰۷

(۱۹) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے

ہر انسان کو اچھے برے کی تمیز ہے ۳۱۰
دنیا کی ساری چیزیں انسان کے لیے ہیں .... //
انسان دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہے ۳۱۱
ایک مومن دوسرے مومن کا مذاق نہ اڑائے ۳۱۲
آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ ۳۱۳
کسی کو برے القاب سے مت پکارو .... //
مستی میں ہم جو چاہے کہہ دیتے ہیں ۳۱۴
اللہ کی پکڑ سخت ہے ۳۱۵
بدگمانی سے بچو! .... //
ایک دوسرے کی ٹوہ میں مت پڑو ۳۱۶

آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو ۳۱۷

کیاتم میں سے کوئی اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ ...... //

اس سے ہر شخص کو بچنا چاہئے ۳۱۸

غیبت کے بعد کیا ہوگا؟ ۳۱۹

غصہ کے وقت حکمت عملی سے کام لینا چاہئے ۳۲۰

کسی کی خبر پر بغیر تحقیق کے عمل نہ کرو ۳۲۱

حضرت سلیمان علیہ السلام کا معاملہ کی تحقیق کرنا ...... //

ہمیں بھی اس سے سبق لینا چاہئے ۳۲۲

تحقیق کے بغیر الجھنا شرمندگی کا باعث ہوسکتا ہے ...... //

کسی کو حقیر سمجھنا جہنم کا باعث ہوسکتا ہے ۳۲۳

مسلمان ہونے پر شکر ادا کرنا چاہئے ۳۲۴

خالق کو مخلوق سے پیار ہوتا ہے ...... //

سب کو ایک دن مرنا ہے ۳۲۵

لوگوں کو نصیحت کرو تا کہ وہ خدا کو یاد کریں ۳۲۶

(۲۰) تکبر ایک مہلک مرض ہے

انسان بہت کمزور پیدا کیا گیا ہے ۳۲۸

بڑائی میری چادر ہے ...... //

تکبر انسان کو ذلیل خوار بنا دیتا ہے ۳۲۹

مقصد کا جاننے والا اللہ ہے ۳۳۰

شیطان کا سجدہ سے انکار کرنا ۳۳۱

بڑائی انسان کو نیچے گرا دیتی ہے ...... //

حضرت ابوعبداللہ اندلسی کا واقعہ ۳۳۲

ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ہدایت دی ۳۳۳

ایک چھوٹی سی غلطی پر شیخ وقت کی پکڑ ...... //

شیخ کی آزمائش ۳۳۴

شیخ سے مریدین کا اصرار ۳۳۵

شیخ صاحب کا سارا علم بھی ختم ہوگیا ...... //

سب کے ساتھ عاجزی وانکساری سے پیش آؤ ۳۳۶

بچوں کی دعوت پر لبیک کہنا ۳۳۷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع وانکساری ...... //

ہماری حقیقت ہی کیا ہے ۳۳۸

اپنی چال میں نرمی اختیار کرو! ۳۳۹

کسی پر تنقید نہیں کرنی چاہئے ۳۴۰

اللہ تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے ...... //

ولی کی صفت کیا ہے ۳۴۱

اللہ تعالیٰ دلوں کو پھیرنے والا ہے ...... //

بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کریں ۳۴۲

(۲۱) پڑوسیوں کے ساتھ معاملہ کیسا ہو؟

ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کا خیال کرے ۳۴۴

پڑوسی کے کیا حقوق ہیں ...... //

سب کے حقوق الگ الگ ہیں ۳۴۵

پڑوسی کے مزاج کا خیال رکھنا چاہئے ۳۴۶

جو پڑوسی کے حقوق نہ پہچانے وہ مومن نہیں ۳۴۷
پڑوسی کے حقوق کے سلسلہ میں بار بار تاکید ۳۴۸
پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں .... //
کھانے کی چیزوں میں بھی پڑوسی کا خیال کرو ۳۴۹
پڑوسیوں کے آپسی سلوک سے جنت اور جہنم میں جانا ۳۵۰
پڑوسیوں کا خیال رکھنے سے مجھے جنت ملی .... //
پڑوسی کی ہمدردی سے ایک مجوسی کا اسلام قبول کرنا ۳۱۵
پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے سے اکثر جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں .... //
راستہ کے بارے میں پکڑ ہوگی ۳۵۲
آخرت میں فیصلہ اعمال پر ہوگا ۳۵۳
اپنا مکان بناتے وقت بھی پڑوسی کا خیال کرو ۳۵۴

(۲۲) عفو و درگزر اللہ کو پسند ہے

دنیا کا نظام عفو و درگزر پر قائم ہے ۳۵۷
غلطی پر تنبیہ بھی رحمت کی وجہ سے ہے .... //
غصہ کے وقت صبر و تحمل سے کام لینا ۳۵۸
موٹے دماغ والے سے اعراض کرو! ۳۵۹
غصہ کے وقت شیطان مردود سے پناہ لینی چاہئے ۳۶۰
غصہ کے وقت حضرت عمر کا واقعہ ۳۶۱
ہمیں بھی قرآن کی آیت پر عمل کرنا چاہئے ۳۶۲
آج ہمارا حال کیا ہے؟ .... //
ہر آدمی اپنے اندر خدا کا خوف پیدا کرے ۳۶۳

ہم لوگ احکم الحاکمین سے نہیں ڈرتے ۳۶۴
زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا .... //
ہمارے اندر انتقام کا جذبہ ہے ۳۶۵
بے زبان جانوروں پر رحم کھاؤ .... //
بدکار عورت کا جنت میں جانا ۳۶۶
موذی جانور کو تکلیف دینے سے پہلے مارو ۳۶۷
بوڑھوں پر بھی رحم کرنا ضروری ہے .... //
آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو ۳۶۸

(۲۳) توبہ سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں ۳۷۱
خدا کی شفقت سب سے بڑی ہے ۳۷۲
اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والوں کو پسند کرتا ہے .... //
جنت میں ہر چیز خواہش کے مطابق ملے گی ۳۷۳
گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں ۳۷۴
ہر انسان سے گناہ سرزد ہوتا ہے ۳۷۵
نبی بھی اپنے نفس کی براءت نہیں کرسکتا .... //
توبہ کرنے سے انسان صاف ستھرا ہو جاتا ہے ۳۷۶

(۲۴) قربانی کا پیغام مسلمانوں کے نام!

عیدالاضحیٰ ایک عظیم یادگار ہے ۳۷۸
اکلوتے بیٹے کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے .... //

بیٹے کی قربانی کا نظارہ ۳۷۹

اسماعیل علیہ السلام کی جگہ پر دنبہ کی قربانی ۳۸۰

اللہ تعالیٰ کے یہاں تقویٰ پہنچتا ہے ۳۸۱

قربانی کیا چیز ہے؟ .... //

قربانی کا کیا فائدہ ۳۸۲

جو محبوب چیز ہو اس کو اللہ کے راستے میں قربان کرو ۳۸۳

قربانی اچھے جانور کی کرنی چاہئے .... //

اپنے دوستوں کو اچھی چیز دینا چاہتے ہو ۳۸۴

جو استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ نہ آئے .... //

قربانی مستقل ایک فریضہ ہے ۳۸۵

ہمارے لیے کتنی سہولت ہے .... //

(۲۵) زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوش نوا

انسان کی طبیعت آرام طلبی کی خوگر ہے ۳۸۸

اپنے کام کے لیے آدمی رات دن برابر کر دیتا ہے ۳۸۹

یہ دنیا لہو ولعب ہے .... //

یہ دنیا انسان کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے ۳۹۰

دنیا میں کتنا بھی مال چھوڑ کر مرے تو بھی کم ہے ۳۹۱

ابھی وقت ہے توبہ کر لو! ۳۹۲

میرے کتے کی داڑھی آپ سے اچھی ہے ۳۹۳

اچھا برا تو مرنے کے بعد ہی معلوم ہوگا .... //

اللہ تعالیٰ اچانک آنے والے حادثات سے بچائے ۳۹۴

موت کا کوئی وقت ہمیں معلوم نہیں ۳۹۵

اللہ کے مقابلہ میں دنیا کی چیزوں کی محبت باعث خسارہ ہے ۳۹۶

دنیا میں اسراف وفضول خرچی سے بچیں .... //

وسعت کے مطابق مکان بنانا فضول خرچی نہیں ۳۹۸

دنیا سے فائدہ حاصل ضرور کرو مگر اس کو دل میں مت بساؤ .... //

دنیا کے ساتھ فرائض کی پابندی ۳۹۹

دنیا کی محبت خدا اور رسول سے زیادہ ۴۰۰

دنیا کا کوئی کام خدا اور رسول سے زیادہ محبوب نہیں ہونا چاہئے .... //

(۲۶) کب تیرے ہمراہ یہ دنیا کا میلہ جائیگا

جنت میں انسان جس چیز کی تمنا کرے گا مل جائے گی ۴۰۳

دنیا میں کسی کی خواہش پوری نہیں ہو سکتی ۴۰۴

بعض دفعہ انسان اپنی موت کی تمنا کرتا ہے .... //

وہاں کی تکلیف ہمیشہ رہنے والی ہے ۴۰۵

جو بویا وہی کاٹیں گے ۴۰۶

یہ دنیا امتحان گاہ ہے .... //

اللہ جس کو چاہے جنت دیدے ۴۰۷

اللہ نے اس دنیا میں کوئی چیز بیکار نہیں بنائی ۴۰۸

کوئی چیز مصلحت سے خالی نہیں .... //

سورج ہماری زمین سے پندرہ کروڑ کلومیٹر دور ہے .... //

یہ تو اللہ کا نظام ہے ۴۰۹

سارہ نظام اللہ نے ہمارے فائدے کے لیے بنایا ہے ۴۱۰

اللہ نے پہاڑ کس مقصد کے لیے بنایا ۴۱۱
دنیا کی ساری چیزیں انسان کے لیے فائدے کے لیے ..... //
متقیوں کی حوصلہ افزائی ۴۱۲
اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرو ..... //
ہم اللہ کی نعمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتے ۴۱۳
سب کچھ اللہ کی جانب سے ہوتا ہے ۴۱۴
انسان جو کوشش کرتا ہے وہ پاتا ہے ..... //

(۲۷) اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے

اللہ نے یہ کارخانہ بیکار نہیں بنایا ۴۱۷
شکر کس چیز کا نام ہے؟ ..... //
اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے کم ہی لوگ ہیں ۴۱۸
حضرت انسان سب سے مشرف ہے ..... //
اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لیے پیغمبروں کو بھیجا ۴۱۹
اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کریم بھی ہے ۴۲۰
شکر گزاری نعمت کی زیادتی کا سبب ہوتی ہے ..... //
ایک ہلکی سی تکلیف پر بھی اللہ سے شکوہ کرتے ہیں ۴۲۱
صحت و تندرستی اور بیماری اللہ کی جانب سے ہے ۴۲۲
اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں سے خوش ہوتا ہے ..... //

(۲۸) اسلام کے ارکان

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ۴۲۵
بغیر ستون کے مکان کا کھڑا رہنا ناممکن ہے ..... //

اسلام کا پہلا ستون ۴۲۶
اللہ کے حکم کے بغیر کوئی چیز نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتی ..... //
سب خاصیتیں اللہ کے حکم کی منتظر ہیں ۴۲۷
ساری چیزیں اللہ کے حکم کی تابع ہیں ..... //
اسلام کا دوسرا ستون ۴۲۸
نماز مومن کی روحانی غذا ہے ..... //
دوسرے رکن کی مزید تفصیل ۴۲۹
جماعت کا مطلب کیا ہے؟ ۴۳۰
اسلام کا تیسرا ستون ۴۳۱
زکوۃ نہ دینے سے ہمارا ہی نقصان ہے ..... //
اسلام کا چوتھا ستون ۴۳۲
رمضان کا مہینہ اللہ کا مہینہ ہے ۴۳۳
جس چیز کا انسان کو احساس نہیں اس سے ناواقف ہوتا ہے ..... //
روزہ ایک قسم کی ورزش ہے ۴۳۴
روزہ میں ہر بری چیزوں سے دور رہے ..... //
روزہ میں تراویح کا بھی اہتمام ضروری ہے ۴۳۵
اسلام کا پانچواں ستون ..... //
حج کرنے میں ہم کوتاہی کرتے ہیں ۴۳۶
شادی کرنا الگ فریضہ اور حج کرنا الگ فریضہ ہے ۴۳۷
یہ سب باتیں شریعت میں نہیں ہیں ۴۳۸
حج تو نماز کی طرح اللہ کا ایک فریضہ ہے ..... //
حاجی اللہ کا مہمان ہوتا ہے ۴۳۹

سب سے بڑا میزبان اللہ ہے.......... ۴۳۹

(۲۹) خواہش نفس اور لمبی آرزوئیں

میری امت پر دو چیزوں کا زیادہ خوف.......... ۴۴۲
انسان کا نفس تین طرح کا ہوتا ہے.......... ۴۴۳
نفس امارہ.......... //
دوسرا نفس، نفس لوامہ.......... ۴۴۵
تیسرا نفس، نفس مطمئنہ.......... ۴۴۶
نفس مطمئنہ والوں کا استقبال.......... ۴۴۷
لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق عزت دو.......... ۴۴۸
یہی طریقہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کے لیے اختیار کرتا ہے.......... //
دنیا کی ہوس کبھی پوری نہیں ہوگی.......... ۴۴۹
ہماری آرزوئیں کس کام کی.......... ۴۵۰
دنیا دار الامتحان ہے.......... //
خواہش کے غلام ہرگز نہ بنیں!.......... ۴۵۱

(۳۰) اسلام میں سو فیصد داخل ہو جاؤ

اللہ تعالیٰ کا مختلف انداز سے خطاب کرنا.......... ۴۵۳
اسلام میں داخل ہونے کا مطلب.......... ۴۵۴
حیاۃ طیبہ کا استحقاق.......... //
اللہ کی طرف سے استقبال.......... ۴۵۵
مسلمان کثرت کے باوجود بے حیثیت.......... ۴۵۶

اپنے دو فٹ کے حصے پر اسلام کو نافذ کرو.......... ۴۵۷
شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو.......... //
تقویٰ کا لباس بہتر ہے.......... ۴۵۸
شیطان آپ کا کھلا دشمن ہے.......... ۴۵۹
اپنی فکر کرنی چاہئے.......... ۴۶۰

ware\Inpage2.4\
not found.

مقدمہ

مرشدالامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، امابعد!

دین کی تبلیغ وتعلیم کے مؤثر ذرائع ووسائل میں خطبات ایک اہم ذریعہ ہیں، اور قرون اولی میں- جن کا حدیث شریف میں خیر القرون کی تعبیر سے ذکر آیا ہے- یہی وہ ذریعہ تھا جس سے بندوں کا تعلق اللہ سے جوڑنے، دین کو تقویت پہنچانے کا حوصلہ بلند کرنے اور عظیم سے عظیم تر کارنامے انجام دینے کا جذبہ پیدا کرنے کا کام لیا جاتا تھا، بعد میں اور بھی ذرائع پیدا ہوئے، ان ذرائع میں کتابوں ورسالوں اور خطوط وغیرہ کا زیادہ استعمال کیا جانے لگا؛ لیکن ان سب کے ساتھ خطبات اور تقریروں کی اہمیت برقرار رہی، اور آج بھی ان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، جب کہ آج کے ترقی یافتہ زمانہ میں ایسے ایسے ذرائع سامنے آ گئے ہیں، جن سے بڑی تیز رفتاری سے کام لیا جارہا ہے، اخبارات، ریڈیو اور اب الکٹرانک میڈیا نے اس میں زیادہ سرعت پیدا کردی ہے؛ لیکن یہ چیز خطبات اور تقریروں کی افادیت کو متأثر نہ کرسکی، بلکہ اس سے اس کی افادیت اور بڑھ گئی، اور تقریروں کو تحریر میں لانے کے ذریعہ اس کی اشاعت کا میدان اور وسیع ہوگیا، اسی کے ساتھ پریس اور طباعت کے مرحلہ کے آسان ہوجانے کے نتیجہ میں خطبات اور تقریریں کتابوں کی شکل میں زیادہ سے زیادہ سامنے آنے لگیں، چنانچہ خاص طور سے اصلاحی خطبات اور تبلیغی تقریروں کے کئی کئی جلدوں میں مجموعے تیار ہوکر ادھر متعدد علماء اور واعظین کے سامنے آئے، جس سے ان لوگوں کو فائدہ پہونچنا

آسان ہوا، جن کے لیے خطبات کی مجلسوں اور اجتماعات وغیرہ میں شرکت کرنا دشوار تھا۔

مولوی محمد مسعود عزیزی ندوی (وفقہ اللہ وبارک فیہ) نے جو ایک تعلیمی ودینی ادارے کے ذمہ دار اور تقریر وتحریر دونوں طریقہ سے خدمت دین کا جذبہ رکھتے ہیں، یہ اصلاحی وتبلیغی تقریریں مختلف موقعوں پر کی تھیں، جن کو ان کے چاہنے والوں نے نقل کرکے مجموعہ کی شکل میں مرتب کردیا، جو اب ''افکار دل'' کے نام سے طباعت کے مرحلہ میں ہے، ان کی خواہش ہوئی کہ اس میں میری بھی شرکت ہوجائے، جس کے لیے بطور مقدمہ یہ سطریں قلمبند کردی گئیں، اللہ تعالی قبول فرمائے اور اس کے نفع کو عام کرے۔

محمد رابع حسنی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۹؍شعبان ۱۴۳۱ھ

18

تقریظ

حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی

مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم،امابعد

اسلام نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ مکمل اسلامی زندگی اختیار کرنے کا طریقہ اسلامی شریعت کی روشنی میں بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے،اس طریقے کو اختیار کئے بغیر ہماری اسلامی زندگی ناقص رہ جائے گی،اور ہم اسلام کے سچے اور مخلص نمائندے نہیں قرار پاسکتے،اللہ تعالی نے اسلامی زندگی اختیار نہ کرکے صرف دنیا کی چمک دمک میں مشغول رہ کر جینے والوں کی سخت آ گاہی دی ہے،اور اپنی کتاب عزیز میں بالکل صاف فرمادیا ہے:"ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو فى الآخرة من الخاسرين"۔(۱)

اسلام کو چھوڑ کر جو بھی کسی مذہب کو اختیار کرے گا تو وہ قابل قبول نہیں ہوگا،اور آخرت میں وہ سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔

علماء اسلام نے ہر زمانے میں اللہ تعالی کا پیغام اور ایک پاکیزہ خوش نصیب زندگی گزارنے کے لیے ہر نوعیت کی کتابیں تحریر فرمائی ہیں،ان کتابوں کو پڑھنا اور ان کے فوائد سے دامن بھرنا بھی ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے،تاکہ وہ اپنے مذہب کی صحیح ترجمانی اور ہر جگہ اس کی نمائندگی کر سکے۔

---

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۸۵

اس ضرورت کے ماتحت ہمارے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فاضل جناب مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب نے پیش نظر کتاب ''افکار دل'' قرآن وحدیث کی روشنی میں تیار کی ہے،اس کتاب کے مرکزی عناوین پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انہوں نے اس کی تالیف میں بڑی گہرائی اور گیرائی سے کام لیا ہے۔

اس کتاب کے چند مرکزی عناوین پیش کئے جارہے ہیں:

(۱) اللہ تعالی کا ذکر اور زندگی کا سکون (۲) محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۳) زبان کی حفاظت پر جنت گارنٹی (ضمانت)۔(۴) آخرت میں قلب سلیم کام آئے گا (۵) اچھے کام میں اپنے بھائی کی مدد کیجئے (۶) دعوت الی اللہ ایک اہم کام (۷) اعمال کا تعلق نیتوں سے ہے (۸) مومن کی کامیابی کے ۸/اصول (۹) حلال طریقے سے کمانا ایک فریضہ ہے (۱۰) دنیا میں ایک مسافر کی طرح زندگی گزارو (۱۱) اللہ کے محبوب اور مقبول بندے (۱۲) میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ (۱۳) والدین کی اطاعت وفرمانبرداری (۱۴) اللہ تعالی کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے (۱۵) والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق (۱۶) تکبر ایک مہلک مرض (۱۷) پڑوسیوں کے ساتھ معاملہ (۱۸) عفوودرگزر اللہ کو پسند ہے (۱۹) سچی توبہ سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں (۲۰) انسان کی زندگی مانند مرغ خوش نوا کے ہے (۲۱) دنیا کے سازوسامان کی حقیقت (۲۲) اللہ تعالی کے شکر گزار بندے (۲۳) اسلام کے ارکان (۲۴) امت خواہش نفس اور لمبی آرزوؤں میں مبتلا ہے:

یہ چند اہم عنوان اس کتاب کے ہیں،جو دراصل صحیح انسانی زندگی کی تعمیر اور سچی اسلامی سیرت کو اپنانے اور صالح معاشرہ کو بنانے کے لیے مناسب طریقوں کو-مؤلف کتاب مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب نے کتاب وسنت اور سلف صالح کی زندگی کی روشنی میں-اس کتاب میں بیان کردیا ہے،وہ خود بھی صالح اور داعی الی اللہ اور صالحین سے ان کا گہرا ربط ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کی اس پسندیدہ کوشش کو قبول فرمائے،اور نفع عام وخاص کا باعث بنائے،عربی شاعر نے کہا تھا:

ترى الرجل النحيف فتزدريه
وفـى أثوابـه أسـد مـزير
ويعـجبك الطـرير فتبتليه
فيخلف ظنك الـرجل الطـرير

تم بظاہر ایک نحیف وکمزور آدمی کو دیکھ کر اسے نظر انداز کردیتے ہو؛ لیکن اس کے لباس میں ایک طاقتور دل کا شیر چھپا ہوتا ہے، اور تم کو ایک خوبرو آدمی بہت متأثر کرتا ہے؛ لیکن اس کو آزمانے کے بعد تم کو مایوسی ہوتی ہے۔

مجھے اپنے بارے میں یہ عرض کرنا ہے کہ میں اللہ تعالی کے نیک بندوں سے محبت کرتا ہوں لیکن میں خود ایسی نیکی سے بے بہرہ ہوں، ہوسکتا ہے اس کی جزاء میں اللہ تعالی مجھے بھی کوئی نیکی عطا فرمادیں۔

راقم الحروف
سعید الرحمٰن اعظمی — ۱۸؍جولائی ۲۰۱۰ء
مدیر "البعث الاسلامی" ندوۃ العلماء لکھنؤ — ۵؍شعبان ۱۴۳۱ھ

تقریظ

حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی

دار المعارف الاسلامیہ الہ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماشاء اللہ عزیزم مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی کی متعدد تصنیفات منصۂ شہود پر آچکی ہیں، جو پسند کی جارہی ہیں، میں نے ان کی بعض کتب سے استفادہ کیا ہے، اور اقوال سلف میں کچھ نقل بھی کیا ہے۔

اب یہ مجموعہ خطبات "افکار دل" سامنے ہے، اس کو سرسری طور سے بالاستیعاب دیکھا، ماشاء اللہ نہایت مفید مضامین کو جمع کردیا ہے، اور وعظ کی جو شان ہے کہ امت کے اندر جو خامیاں وکوتاہیاں ہیں، ان کی نشاندہی کی جائے اور کتاب وسنت سے ان کے علاج کی طرف رہنمائی کی جائے، وہ اس مجموعہ میں الحمد للہ مذکور ہے، مثلاً عقائد کی اصلاح، اخلاق کی تربیت، نفوس کا تزکیہ اور صحبت صالحین کی ضرورت، اسی طرح ذکر اللہ کی اہمیت وغیرہ پر شافی کلام موجود ہے، جن کی امت کو احتیاج ہے، فجزاہم اللہ۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ مولانا سلمہ سے مزید اس قسم کا اصلاحی کام لے اور قبول فرمائے اور امت کو اس کی قدر اور اس پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

۱۲؍شوال ۱۴۳۱ھ — محمد قمر الزماں الہ آبادی
دار المعارف الاسلامیہ، الہ آباد

تقریظ

حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ

استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارا یہ دور فتنوں کا ہے، حدیثوں میں اس کی پیشن گوئیاں بہت ہیں، جن کا ظہور جا بجا ہو رہا ہے، سمجھنے والے سمجھ رہے ہیں اور اللہ کی توفیق سے محفوظ ہیں، اور مبتلا ہونے والے مبتلا ہوتے جا رہے ہیں، خاص طور سے ہمارا نوجوان طبقہ جس کے اندر سطحیت اور انفعالیت بہت بڑھی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے وہ اس کا شکار زیادہ ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے۔

خوشی کی بات ہے کہ ان کو فتنوں سے بچانے اور فکری بے راہ روی سے محفوظ رکھنے کی جو کوششیں کی جا رہی ہیں، ان میں ہمارے نوجوان فاضل، صاحب قلم عزیز گرامی مولوی مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی بھی ہیں، جنھوں نے نوجوانوں کی مجلسیں سجا کر ان کو مختلف موضوعات پر تحریر و تقریر کے ذریعہ حقیقت آشنا بنانے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی صحیح رہنمائی فرمائے اور صحیح رہنمائی کرنے کی توفیق دے، ان کی مختلف تقریروں کا یہ مجموعہ ''افکار دل'' جو اشاعت پذیر ہونے جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے نفع کو عام کرے اور قبول فرمائے اور مزید توفیق سے نوازے۔

عبداللہ حسنی ندوی
استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۵؍شوال ۱۴۳۱ھ
۱۵؍ستمبر ۲۰۱۰ء بروز بدھ

تعارف صاحب کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی بن حافظ عبدالستار بن منشی عبدالعزیزؒ بروز جمعہ ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۹۴ھ بمطابق ۵؍اپریل ۱۹۷۴ء مظفری قصبہ مظفرآباد ضلع سہارنپور (یوپی) میں پیدا ہوئے، عزیزی کی نسبت اپنے دادا حضرت منشی عبدالعزیزؒ کی طرف کرتے ہیں، جو ایک عبادت گذار، نیک و پرہیزگار آدمی تھے، جن کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا تھا اور علماء ربانیین اور صلحاء متقین سے گہرا تعلق تھا۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم محلّہ کی مسجد میں حافظ محمد اخلاق صاحبؒ سے حاصل کی اور یہیں قرآن مجید کے آخری دو پارے حفظ کئے، نو سال کی عمر میں ۱۲؍شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۳؍جولائی ۱۹۸۳ء سنیچر کے روز کو جامعہ بیت العلوم پیپلی مزرعہ، یمنا نگر (ہریانہ) میں داخل کئے گئے اور وہاں نو سال رہ کر قرآن کریم بروایت حفص تجوید و ترتیل کے ساتھ حفظ کیا، اور سند حاصل کی، وہاں اردو، ہندی، انگریزی پڑھی، فارسی اور عربی نحو و صرف کی چند کتابیں پڑھیں، نیز جامعہ اردو علی گڈھ کے امتحانات میں بھی شریک ہوئے اور ''ادیب'' ''ادیب ماہر'' کے امتحانات دیئے اور فرسٹ ڈویژن سے پاس ہوئے، اور کمپیوٹر سیکھا، وہیں کے دوران قیام اردو میں ''مختصر تجوید القرآن'' نامی ایک کتاب تصنیف کی، جس پر اس فن کے علماء نے تقاریظ لکھیں اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے مقدمہ اور حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ نے اپنی رائے لکھی، اس کتاب نے علمی حلقوں میں قبولیت حاصل کی، کراچی سے بھی اس کی

اشاعت ہوئی، یہاں تک کہ بہت سے مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب کی گئی۔

اس کے بعد ۱۴؍شوال ۱۴۱۲ھ میں ''مدرسہ فیض ہدایت رحیمی'' رائے پور میں داخلہ لیا اور یہاں دوسال گزارے اور درس نظامی کے مطابق کافیہ وشرح جامی تک تعلیم حاصل کی۔

رائے پور کے قیام کے دوران حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ (ت:۱۹۹۶ھ) کی صحبت اختیار کی، جو عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ (ت:۱۹۶۲ء) کے خادم خاص اور خلیفہ تھے، ان کے دست مبارک پر بیعت کی، انکی مجلسوں میں شریک رہے، صحبت کا فیض اٹھایا، سفر وحضر میں ان کے ساتھ رہے، ان سے دینی وروحانی تربیت حاصل کی، اور پنجوقتہ نمازوں میں ان کی امامت کرنے کا بھی شرف حاصل کیا، ان کی وفات کے بعد ان کے حالات وسوانح پر ''حیات عبدالرشید'' کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی، جس نے کافی مقبولیت حاصل کی، اور اس کے چار ایڈیشن شائع ہوگئے۔

اعلیٰ تعلیم

اس کے بعد ۷؍شوال ۱۴۱۴ھ مطابق ۳۰؍مارچ ۱۹۹۴ء میں ''مدرسہ ضیاء العلوم'' میدان پور رائے بریلی میں داخل ہوئے اور یہاں عالیہ اولیٰ تک تعلیم حاصل کی، یہاں کے ماہر اساتذۂ کرام سے استفادہ کیا اور مدرسہ کے علمی دعوتی وفکری ماحول اور آب وہوا سے متاثر ہوئے حتی کہ علم ومطالعہ اور تحریر ونگارش میں اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کیا، اور آخری سال میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سالانہ امتحان میں شریک ہوئے، امتحان میں کامیابی کے بعد ۱۳؍شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۵؍مارچ ۱۹۹۵ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے اور یہاں تین سال میں ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء کو شرعی علوم اور عربی زبان وادب میں عالمیت کی سند حاصل کی۔

فقہ وفتاوی میں اختصاص

اگلے سال ماہ شوال ۱۴۱۸ھ میں درجہ فضیلت میں داخل ہوئے اور دوسال میں فقہ وافتاء

میں تخصص کیا اور سند حاصل کی، شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۹۹ء میں ندوہ سے فراغت حاصل کی، ندوۃ العلماء میں قیام کے دوران دوسالوں (۱۹۹۶ء/ ۱۹۹۷ء) میں مولانا قاری ریاض احمد مظاہری صدر شعبۂ تجوید وقراءت سبعہ وعشرہ سے قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔

ندوہ کے خاص اساتذہ

مندرجہ ذیل اساتذۂ کرام سے بطور خاص استفادہ کیا: مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، صحافی وادیب حضرت مولانا واضح رشید حسنی ندوی، امام وخطیب حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مفتیٔ اعظم ندوہ حضرت مولانا مفتی محمد ظہور صاحب ندوی، ادیب دوراں مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری، محدث جلیل مولانا ناصر علی ندویؒ، مفسر قرآن مولانا برہان الدین سنبھلی، فقیہ زماں مولانا عتیق احمد بستوی، خطیب عصر مولانا سید سلمان حسینی ندوی، داعی الی اللہ مولانا سید عبداللہ محمد حسنی ندویؒ، ولی کامل مولانا یعقوب صاحب ندوی وغیرہم۔

حضرت مفکر اسلام سے خاص تعلق

ندوۃ العلماء میں قیام کے دوران حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے بیعت ہوئے اور ان کی علمی مجلسوں اور صحبتوں سے فیضیاب ہوئے، یہاں تک کہ حضرت کے قریب ہوگئے اور اخیر دور میں حضرت کی خدمت اور تین وقتوں کی نماز کی امامت کی بھی سعادت حاصل کی اور حضرت کی صحبت بابرکت سے خصوصی فیض اٹھایا اور متعدد کتابوں پر حضرت نے مقدمے تحریر فرمائے، نیز نکاح بھی حضرت مولانا نے پڑھایا اور خود حضرت نے ہی ولیمہ بھی کیا۔

تالیفات

عربی واردو زبان میں مختلف موضوعات پر چھوٹی بڑی تقریباً ۳۰؍کتابیں لکھیں۔

عربی

(۱) ریاض البیان فی تجوید القرآن (۲) مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا

(۳) الإمامة فی الصلاة مسائلہا وأحکامہا (۴) التدخین بین الشرع والطب

اردو

(۵) مختصر تجوید القرآن (۶) بچوں کی تمرین التجوید

(۷) جیب کی تجوید (۸) رہنمائے سلوک وطریقت

(۹) فقہ حنفی کے مراجع اوران کی خصوصیات

(۱۰) امامت کے مسائل واحکام

(۱۱) حیات عبدالرشید (۱۲) سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ

(۱۳) تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (۱۴) تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ

(۱۵) تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ (۱۶) تذکرہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ

(۱۷) چند مایہ ناز اسلاف (قدیم وجدید) (۱۸) مقالات ومشاہدات

(۱۹) مکتوبات اکابر (۲۰) چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول

(۲۱) افکار دل (۳۰ رخطبات کا مجموعہ) (۲۲) مدارس اسلامیہ کا نظام-تحلیل وتجزیہ

(۲۳) تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

(۲۴) سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۲۵) تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید رائے پوری

(۲۶) قادیانیت-نبوت محمدی کے خلاف بغاوت (۲۷) میری والدہ مرحومہ

(۲۸) لڑکیوں کی اصلاح وتربیت (۲۹) نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالاؒ

(۳۰) تصوف اور اکابر دیوبند

اسفار

پہلی مرتبہ ۲۰۰۰ء میں پڑوسی ملک پاکستان کا سفر کیا اور وہاں بہت سے علماء، صلحاء اور ادباء سے ملاقات کی اور استفادہ کیا، پھر ۲۰۰۱ء میں جنوبی افریقہ کا سفر کیا اور وہاں مسلمانوں کے حالات اوران کی دینی، اصلاحی، دعوتی سرگرمیاں دیکھیں اور اسلامی مکاتب ومدراس اوران کے تجارتی مراکز کا معاینہ کیا اور بہت سے اسلامی دانشوروں اور علماء کرام سے ملاقات کی۔

اس کے بعد جنوبی افریقہ کے پڑوسی ممالک جیسے ''بوٹسوانہ'' کا نومبر ۲۰۰۱ء میں سفر کیا، پھر رمضان ۱۴۲۱ھ مطابق دسمبر ۲۰۰۱ء میں شوازی لینڈ کا سفر کیا، اس کے بعد زمبابوے بھی جانا ہوا، اور ۲۰۰۲ء میں کویت کا سفر کیا اور یہاں شیخ نادر عبدالعزیز نوری (جنرل سکریٹری جمعیۃ الشیخ عبداللہ النوری الخیریہ، ومدیر علاقات خارجیہ وزارۃ اوقاف کویت) اور شیخ عبداللہ العلی المطوع (صدر جمعیۃ الاصلاح الاجتماعی، ومالک شرکۃ علی عبدالوہاب) اور فاضل استاذ شیخ یوسف جاسم الحجی (صدر انٹرنیشنل اسلامک چیریٹی آرگنائزیشن) سے ملاقات کی اور یہاں دس روز قیام رہا اور سرکاری مہمان رہے، اسی سال متحدہ عرب امارات دبئی کی بھی زیارت کی اور یہاں تین دن قیام کیا۔

ماہ رمضان ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰۰۳ء میں عمرہ کے لیے حجاز مقدس کا سفر کیا اور حرم مکی کے قریب ''مدرسہ صولتیہ'' میں قیام کیا، اس کے بعد مدینہ منورہ جاکر مسجد نبوی کی زیارت کی، اس میں نماز پڑھی اور ریاض الجنۃ اور روضۂ اطہر پر حاضری دی۔

۲۰۰۴ء میں ایک افریقی ملک ''ملاوی'' کی راجدھانی ''للونگوے'' کا سفر کیا، پھر ''زامبیا'' گئے اور وہاں ''چیپاٹا'' اور ''زامبیا'' کی راجدھانی ''لوساکا'' گئے، اور یہاں علماء اور صلحاء، دعاۃ سے ملاقات کی، جو وہاں سیاہ فام لوگوں اور نئی نسل کی اسلامی تعلیم وتربیت کی خدمت انجام دے رہے ہیں، وہاں کے اکثر لوگ جود وسخاوت اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا اور دینی ودعوتی خدمت کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، ایک جم غفیر کی موجودگی میں راجدھانی کی

مسجد ''النور'' میں بیان کیا، اور ان کے سامنے کتاب وسنت کی روشنی میں دعوت الی اللہ کے اصول وضوابط اور فضائل واحکام پیش کیئے اور مسلموں اور غیر مسلموں میں ان کی دعوتی اوراصلاحی خدمات اور سرگرمیوں کو سراہا، تقریباً ایک ماہ یہاں قیام رہا ، ماہ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰۰۵ء میں اپنے والدین کے ساتھ مناسک حج بیت اللہ اور عمرہ کی ادائیگی کے لیے حجاز مقدس کا سفر کیا، اس کے بعد جنوبی افریقہ متعدد مرتبہ جانا ہوا، کئی مرتبہ موزمبیق بھی جانا ہوا، اور ۲۰۱۱ء میں ملیشیا اور سنگاپور کا بھی سفر ہوا، اس کے درمیان حج اور عمرہ کے اسفار بھی ہوئے۔

مئی ۲۰۱۴ء میں قطر کا سفر کیا ، جہاں پر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی کے ایک خلیفہ حضرت مولانا ظریف احمد صاحب ندوی سے ملاقات ہوئی ، حضرت مولانا ظریف احمد صاحب نے موصوف کو سلاسل اربعہ میں اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی۔

سابقہ مشغولیات

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فراغت کے بعد ۲۰۰۰ء میں ''جامعہ بیت العلوم'' پہلی مزرعہ، یمنا نگر (ہریانہ) میں مدرس اور مفتی کی حیثیت سے تقرر ہوا، اس کے بعد جامعہ میں ناظم تعلیمات کے منصب پر فائز ہوئے، اور وہاں صرف ایک سال قیام فرما کر سبکدوشی حاصل کی۔

مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا قیام

پھر اس کے بعد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی سرپرستی میں ۲۰ر رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۹ر اکتوبر ۲۰۰۰ء کو قصبہ مظفر آباد ضلع سہارنپور (یوپی) میں ''مرکز احیاء الفکر الاسلامی'' کے نام سے ایک دینی، دعوتی اور علمی مرکز قائم کیا، جو اسلامی تعلیم وتربیت کی خدمت انجام دے رہا ہے، اس کی بنیاد صحیح اسلامی فکر

پر رکھی گئی ہے ، اس کا مقصد علوم اسلامیہ کی اشاعت وحفاظت اور سیرت نبوی اور قرآن وحدیث کے مطابق نئی نسل کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا ہے۔

مرکز کے شعبہ جات

مرکز کی زیر نگرانی حسب ذیل ادارے کام کر رہے ہیں:

(۱) جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ (۲) جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات
(۳) ڈپلومہ ان انگلش لنگویج اینڈ لٹریچر (۴) اے ایس پبلک اسکول
(۵) مکتبہ الامام أبی الحسن العامۃ (۶) دار البحوث والنشر
(۷) دار الافتاء (۸) جمعیۃ اصلاح البیان
(۹) مجلس صحافت اسلامیہ (۱۰) شعبۂ تعمیر مساجد
(۱۱) شعبۂ دعوت وارشاد (۱۲) شعبۂ کمپوٹر (۱۳) مطبخ
(۱۴) شعبہ صنعت وحرفت (ایم آئی ٹی سی)

موجودہ عہدے اور ذمہ داریاں

ناظم: مرکز احیاء الفکر الاسلامی
مہتمم: جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ
شیخ الحدیث: جامعۃ فاطمۃ الزہراء للبنات
جنرل سکریٹری: دار البحوث والنشر
چیف ایڈیٹر: ماہنامہ ''نقوش اسلام''
پرنسپل: ایم آئی ٹی سی

والسلام
حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

۱۱ر دسمبر ۲۰۱۴ء

پیش لفظ

۲۰۰۹ء کی ابتداء سے مرکز احیاء الفکر الاسلامی میں بدھ کے روز بعد نماز مغرب کچھ نوجوانوں کو اکٹھا کر کے ایک دعوتی پروگرام کیا جاتا ہے، جس میں دین کے مختلف موضوعات پر کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں، اس طرح یہ پروگرام ہر ہفتہ ہوتا ہے، نوجوان اس سے دلچسپی لیتے ہیں، اور اس میں شرکت کرتے ہیں، اللہ تعالی راقم کے ذہن میں جو باتیں ڈالتا ہے، وہ ان کے سامنے بیان کردی جاتی ہیں، زمانے کی ترقی اور سہولت کی بنا پر ان کے ریکارڈ کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے، تاکہ جو لوگ یا نوجوان حاضر نہیں ہوسکتے ان کو بھی بذریعہ ریکارڈنگ یا اشاعت کی شکل میں ان بیانات کا پیغام پہنچ سکے، بعض احباب کی خواہش پر اور خود کے دلی داعیہ کی بنا پر ان کی اشاعت کا خیال آیا، کہ اگر ان کو شائع کردیا جائے تو ان کا فیض متعدی ہوجائے گا، اس لیے بعض دوستوں نے ان کی نقل وترتیب کا بھی اہتمام کیا، اس طرح پیش نظر مجموعہ تیار ہوگیا، جس میں کل ۳۰ رتقریریں ہیں، جن میں سے اکثر تو ہفتہ واری پروگرام میں بدھ کے روز نوجوانوں کے سامنے پیش کی گئی ہیں، اور بعض تقریریں وہ بھی ہیں جو جمعہ کی نماز سے پہلے مرکز کی جامع مسجد میں لوگوں کے سامنے ہوئیں۔

راقم اپنے نوجوان سامعین کے ساتھ اپنے معاونین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے، جنھوں نے اس میں کسی بھی قسم کا تعاون کیا، خاص طور پر قاری محمد ندیم جو گشت کرتے ہیں اور نوجوانوں کو دعوت دیتے ہیں، اور عزیزان گرامی مولوی مسیح اللہ ندوی، مولوی محمد جاوید ندوی جنھوں نے ریکارڈ شدہ تقریروں کو قلم بند کیا، اور عزیزم مولوی حمید اللہ قاسمی کبیر نگری جنھوں نے ان

تقریروں کو کمپوز کیا، اور ذیلی عناوین لگا کر قارئین کے لیے دلچسپ بنایا اور قرآنی آیات اور احادیث کی تخریج کا فریضہ بھی انجام دیا، اللہ تعالی ان تمام دوستوں کو دونوں جہاں میں سرخروئی نصیب فرمائے۔

اسی طرح سے راقم اپنے مرشد ومربی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی، حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی مدظلہم العالی اور حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ کا بھی تہہ دل سے ممنون ومشکور ہے کہ ان حضرات نے اس مجموعہ پر اپنی گرانقدر تحریریں ثبت فرمائیں، اللہ تعالی سب کو اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے۔

یہ ناکارہ اللہ تعالی سے دعا کرتا ہے کہ بیانات کے اس مجموعے ''افکار دل'' کو قبول فرمائے اور اس کے فیض سے سیاہ کار کو بھی مستفیض فرمائے اور قارئین کو بھی، قارئین سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ناکارہ کے لیے ایمان پر حسن خاتمہ کی دعا ضرور فرمادیں، اللہ تعالی دونوں جہاں میں سرخروئی نصیب فرمادے۔ آمین

والسلام

محمد مسعود عزیزی ندوی
رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی
مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

۲۷/رشوال ۱۴۳۱ھ
۷/اکتوبر ۲۰۱۰ء بروز جمعرات
بعد نماز مغرب

انسانی زندگی میں عقیدہ کی اہمیت

یہ بیان ۲۴؍دسمبر ۲۰۰۸ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کے مہمان خانہ میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسانی زندگی میں عقیدہ کی اہمیت

عقیدہ کی مثال

محترم دینی بھائیو! آج کی اس مجلس میں ہمیں عقیدہ سے متعلق گفتگو کرنی ہے، اللہ تعالی عقیدہ کو سمجھنے پھر صحیح عقیدہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے عزیزو! انسانی زندگی میں عقیدہ کی جو اہمیت ہے، اس کی مثال اس طرح ہے جس طرح کسی بھی عمارت میں بنیاد کی، یعنی اگر بنیاد صحیح، درست اور مضبوط ہوگی تو اس پر تعمیر ہونے والی ہر عمارت مضبوط اور دیر پا ہوگی اور اگر بنیاد میں کسی قسم کی کمی ہوگی یا بنیاد صحیح مٹیریل (Material) اور صحیح مال لگا کر اور اچھے انداز پر نہیں رکھی جائے گی، تو اس پر تعمیر ہونے والی ہر عمارت بے کار، بے سود، بے فائدہ اور کمزور ہوگی اور اس کے بھیانک نتائج جلد آشکارا ہو جائیں گے۔

دوستو! بالکل اسی طرح اپنی زندگی کی بنیاد کو سمجھو! اگر ہماری زندگی کی بنیاد صحیح عقائد اور صحیح اصول پر قائم ہوگی تو ہماری زندگی میں ہونے والا ہر عمل چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، نتیجہ کے اعتبار سے بڑا سودمند، فائدہ مند، باثمر، مضبوط اور اللہ تعالی کے یہاں مقبول اور مبرور ہوگا، اس لئے آج آپ اس نکتے کو سمجھ لو کہ یہ کیسی بیش بہا اور قیمتی چیز ہے۔

عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

میرے بھائیو! عقیدہ کہتے ہیں کسی بات کا یقین دل میں جمانا اور اس کو خدا کا حکم سمجھنا اور

پھراس کے مطابق عمل کرنا، اسی لیے فاران کی چوٹی پر نبی برحق حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کے لوگوں کو اکٹھا کر کے جو پہلی آواز لگائی تھی "قولوا لااله الااللّٰه تفلحوا" (۱) کہ اے لوگو! اللہ کو ایک مانو، کامیابی تمہارے قدم چومیں گی، اس میں سب سے پہلے اسی عقیدہ کی دعوت دی گئی ہے، جس پر انسان کی زندگی کی عمارت تعمیر ہوسکتی ہے۔

عقیدہ کا اجمال

دوستو! عقیدہ کا اجمال یہ ہے: " آمنت باللّٰه كما هو باسمائه وصفاته وقبلت جميع احكامه، اقرار باللسان و تصديق بالقلب" کہ ایمان لایا میں اللہ پر، جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور اپنی صفات کے ساتھ ہے، اور میں نے اس کے تمام احکام کو قبول کیا، اور اس بات کا میں زبان سے اقرار کرتا ہوں اور دل سے تصدیق کرتا ہوں۔

عقیدہ کی تفصیل

تفصیلی طور پر اس کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے: "آمنت باللّٰه وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر والقدر خيره وشره من اللّٰه تعالى والبعث بعدالموت" یعنی ایمان لایا میں اللہ پر، اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور ہر اچھی بری تقدیر پر کہ یہ سب کچھ اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر۔

تین بنیادی عقائد

اسلام کے تین بنیادی عقائد ہیں:

(۱) توحید کا عقیدہ

(۲) رسالت کا عقیدہ

(۱) مسند احمد حدیث ۲۲۱۰۸

(۳) آخرت کا عقیدہ

پہلا عقیدہ توحید کا ہے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، جس نے اس کائنات کو پیدا کیا، اس کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں، وہ وحدہ لاشریک ہے، اکیلا ہے۔

دوسرا عقیدہ رسالت کا ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

تیسرا عقیدہ آخرت کا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور بھی زندگی ہے جس کو آخرت کہا جاتا ہے، جو کچھ انسان اس دنیا میں کرے گا، اسے اللہ تعالی کے سامنے کھڑا ہو کر جواب دینا پڑے گا، اور یہ عقیدہ سب انبیاء کرام کا رہا، اس لیے کہ دین کا تصور اس کے بغیر ادھورا ہوتا ہے۔

اللہ ہی ہر چیز کا خالق ومالک ہے

عزیزو! غور سے سن لو کہ آج سے تم اپنے اس عقیدے کو پختہ اور مضبوط کرو گے کہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان میں تمام چیزوں کا پیدا کرنیوالا اللہ ہے، اور زمین وآسمان کا نظام بھی اللہ کے حکم سے چلتا ہے، اللہ ہی پیدا کرتا ہے، اللہ ہی مارتا ہے، اور اللہ ہی دوبارہ زندہ کرے گا، اللہ ہی ہدایت دیتا ہے، اللہ ہی بیماری دیتا ہے، اللہ ہی شفا دیتا ہے: " الذى خلقنى فهو يهدين والذى هو يطعمنى ويسقين واذا مرضت فهو يشفين والذى يميتنى ثم يحيين" (۱) اللہ ہی کھلاتا ہے، اللہ ہی پلاتا ہے، اللہ ہی اولاد دیتا ہے، کسی میں کوئی طاقت نہیں کہ وہ کسی جان کو پیدا کردے اور کسی کی ہمت نہیں کہ وہ کسی کو ماردے، مگر جب اللہ کا حکم آجائے تو کوئی بھی سبب بن سکتا ہے، اللہ ہی نفع پہنچاتا ہے، اللہ ہی نقصان پہنچاتا ہے، اللہ کے علاوہ پوری دنیا مل کر تم کو نقصان پہنچانا چاہے یا نفع پہنچانا چاہے تو کوئی نہیں ہے اللہ کے سوا جو نفع یا نقصان پہنچائے۔

(۱) سورہ شعراء آیت ۷۸ تا ۸۱

اللہ کے حکم کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا

میرے بھائیو! اس بات کی گرہ باندھ لو کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا، اللہ کے حکم کے بنا ایک ذرہ بھی نہیں اڑ سکتا، اللہ کے علاوہ کسی میں پیدا کرنے کی طاقت نہیں، اللہ کے علاوہ کسی میں موت دینے کی طاقت نہیں، اللہ کے علاوہ کسی میں شفاء دینے کی طاقت نہیں، اللہ کے علاوہ کسی میں نفع نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں، اللہ کے علاوہ کسی میں اولاد دینے کی طاقت نہیں، کوئی دوا اس وقت تک فائدہ نہیں پہنچا سکتی جب تک کہ اللہ کا حکم نہ ہو، کوئی انجکشن اس کے حکم کے بغیر آرام نہیں پہنچا سکتا، جادو، سحر، ٹونا اور ٹوٹکا انسانی زندگی میں تصرف نہیں کر سکتا "الا باذن اللہ"، مگر اللہ کے حکم سے۔

ہر چیز پر اللہ کی حکمرانی ہے

دوستو! تم ہوا میں اڑو، سمندر میں تیرو، دنیا کا چکر لگاؤ، چاند پر پہنچو، ستاروں پر کمندیں ڈالو، مگر یاد رکھو "الا لہ الخلق والامر" (۱) اللہ ہی کے حکم سے سب کچھ ہے، اسی کے قبضہ میں سب کچھ ہے، اسی کے تصرف میں سب کچھ ہے، اللہ سے مانگو، اللہ دے گا، اولاد اللہ دے گا، شفاء اللہ دے گا، روزی اللہ دے گا، راحت اللہ دے گا، یاد رکھنا آج کے بعد غیر اللہ کے سامنے سجدہ نہ کرنا، سر نہ جھکانا، اللہ کو چھوڑ کر کسی فقیر، پیر، ولی، غوث، ابدال اور صاحب قبر یا پجاری سے نہ مانگنا، کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا، اللہ کے علاوہ کسی کو صاحب تصرف نہ سمجھنا "ان الحکم الا للّٰہ" (۲)۔

عقیدہ کی پختگی ضروری ہے

دینی بھائیو! اگر آج تم نے تمام شرکیہ باتوں سے توبہ کر لی اور یہ عقیدہ ذہن میں بٹھا لیا کہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہے، اللہ نے ہی اس کائنات کو اور دنیا کے نظام کو بنایا اور وہی اس کو

(۱) سورۂ اعراف آیت ۵۴ (۲) سورۂ انعام آیت ۵۷

چلاتا ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری پیغمبر ہیں، اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، اور آپ کی شریعت پر چلے بغیر نجات نہیں ہوگی، ان باتوں کو ذہن میں رکھ کر اگر تم نے اللہ کے احکامات کو مانا، اس کے رسول کی سچی پیروی کی اور شریعت پر مکمل عمل کیا تو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری جنت پکی ہے، بس انہی چند معروضات پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

اللہ تعالی ہم تمام کو اپنے عقائد درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور شریعت کے احکامات پر عمل کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

یہ بیان ۷؍جنوری ۲۰۰۹ء
بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کے
مہمان خانہ میں نوجوانوں کے
ایک مجمع میں ہوا۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا

دینی بھائیو اور نوجوانو! سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اللہ سے محبت کرنے والے بن جائیں، کیونکہ اللہ کی محبت ایک ایسی چیز اور ایک ایسا جوہر ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے خالق و مالک سے سب کچھ حاصل کر سکتا ہے، اگر انسان کو اس سے حقیقی محبت حاصل ہو جائے، تو سب کچھ اسی کا ہے، سچ ہے "من کان للہ کان اللہ له" جو اللہ کا ہو گیا تو اللہ اس کا ہو گیا۔

نبی کی محبت کے بغیر ایمان مکمل ہو نہیں سکتا

لیکن اس کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت کریں؛ کیونکہ اصل کامیابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و تعلق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے میں ہے، اس لیے ؎

خدا کا ماننے والا مسلماں ہو نہیں سکتا
بجز حب نبی کامل ایماں ہو نہیں سکتا

کیونکہ انسان صرف اللہ کی محبت، اللہ کی وحدانیت کا یقین رکھنے سے اور صرف اللہ کو ماننے سے مسلمان نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ اس وقت دنیا میں جتنی بھی قومیں آباد ہیں، جتنے بھی

افراد اور جتنے بھی انسان ہیں، وہ سب اللہ کا اقرار کرتے ہیں، سوائے دہریوں کے، وہ کسی کو نہیں مانتے، اللہ کا تصور ان کے یہاں نہیں، باقی جتنی بھی قومیں ہیں، وہ سب مانتی ہیں کہ کوئی نہ کوئی پالنہار ہے، کوئی نہ کوئی اس سنسار کا بنانے والا اور اس دنیا کا چلانے والا ہے۔

دلوں کی دھڑکن کی تحقیق

سائنسدانوں نے جب ہمارے دلوں کی دھڑکن کی تحقیق کی یعنی جو ہمارے دلوں سے دھک دھک کی آواز آتی ہے، جس کو ہر آدمی محسوس کرتا ہے، جب اس کی مشین کے ذریعہ سے جانچ کی گئی، اس کو پھیلا کر بڑا کیا گیا، جیسا کہ مشین کے ذریعہ سے فوٹو کاپی چھوٹی اور بڑی کی جاتی ہے اور لوڈسپیکر کی آواز کم اور زیادہ کی جاتی ہے، اسی طرح دل کے دھڑکنے کی آواز کو جب مشین کے ذریعہ سے پھیلایا گیا، اور بڑا کیا گیا، تو معلوم ہوا کہ یہ آواز اللہ اللہ کی ہے، اور یہ آواز ہر انسان کے دل سے آتی ہے، دنیا کے اندر جتنی بھی مخلوقات ہیں، چاہے جانور ہوں یا انسان، چاہے وہ چرند و پرند ہوں یا جنگل کے چوپائے وغیرہ، کوئی بھی جانور ہو، سب کے دلوں کی دھڑکنے کی جو آواز ہے، جب اس آواز کو بڑا کیا گیا اور بغور اسے سنا گیا تو یہ دھک دھک کی آواز اللہ اللہ کی آواز معلوم ہوئی اور صاف سنی گئی۔

دل تو اللہ کا اقرار کر رہا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کو مانو یا نہ مانو، مگر تمہارا دل تو مان رہا ہے، تم اپنی زبان سے اقرار کرو یا نہ کرو، اس کا کچھ بگڑنے والا نہیں، لیکن تمہارا دل جس پر تمہاری زندگی کی گاڑی چل رہی ہے اور تمہاری مشینری کا جو اہم پرزہ ہے، وہ تو مان ہی رہا ہے، انسان کی زندگی کی اہم چیز کیا ہے؟ دل ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ان فی الجسد مضغة فاذا صلحت صلح الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهی القلب" (۱) انسان کے جسم

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۵۰

کے اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، اگر وہ صحیح ہو جاوے تو پورے جسم کا نظام صحیح ہو جائے گا، اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورے جسم کا نظام بگڑ جائے گا، سن لو وہ دل ہے، یعنی اگر دل صحیح ہو جائے، تو انسان کی پوری مشین صحیح ہو جائے گی، اور اگر دل گڑبڑ ہو جائے، تو انسان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، تو جب دل کی یہ اہمیت اور پوزیشن ہے اور وہ اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ کوئی ہے اس کائنات کا پیدا کرنے والا، اس کا بنانے والا، چاہے کوئی مانے یا نہ مانے، چاہے وہ دہریہ کمیونسٹ ہو، مگر اس کا دل تو کہہ رہا ہے اللہ اللہ!۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کے لیے رسول کی اتباع ضروری ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ضروری ہے، اس لیے اگر ہماری محبت رسول سے ہوگی، تو ہم کامیاب ہوں گے اور ہمارا دین اور ہمارا ایمان مکمل کہلائے گا، برخلاف اس کے کہ اگر ہم نے صرف خدا کو مانا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کی، اور آپ کی اطاعت نہ کی تو ہم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔

محمد کی اطاعت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی اطاعت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا، قرآن کریم میں حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا "قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونی يحببكم الله" (۱) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کا دم بھرتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ مجھے اللہ سے محبت ہے، تو تمہارا دعویٰ اس وقت تک جھوٹا ہے، تم اپنے دعوے میں اس وقت تک پکے نہیں ہو، جب تک کہ تم میری اتباع نہ کر لو، میری پیروی نہ کر لو، یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، تو جب اللہ کے رسول کی اتباع کر لو گے تو سمجھا جائے گا کہ تمہیں اللہ سے سچی محبت ہے۔

(۱) سورہ آل عمران آیت نمبر ۳۱

یہ تو جھوٹی محبت ہے

کوئی آدمی کسی سے محبت کا دعویٰ کرے، جیسا کہ ہمارے دوستوں میں سے بہت سے ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے فلاں سے محبت ہے، اور میری پکی دوستی ہے، ایک طرف تو پکی اور سچی محبت و دوستی کا دعویٰ کر رہا ہے مگر دوسری طرف ایک کپ چائے پلانے کو تیار نہیں ہے، تو بھلا آپ ہی بتاؤ؟ کیسے سمجھا جائے گا کہ اس کی محبت سچی ہے، یہ تو جھوٹی محبت ہے، اسی طرح محبت کا تو دعویٰ کر رہے ہیں مگر ایک روپیہ ادھار دینے کو تیار نہیں، یہ کیسی محبت؟ آپ ہی بتائیں، اگر کوئی آپ سے کہے کہ مجھے آپ سے بہت محبت ہے، اور ملاقات کے لیے آتا نہیں، تو آپ سمجھیں گے کہ وہ جھوٹا ہے اپنی محبت کے دعوے میں، واقعی اگر آپ اللہ سے سچی محبت کا دعویٰ کرتے ہو، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اور مکمل اتباع کرو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی آپ لوگوں کے لیے نمونہ ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرے رسول کی مانو، ان کی اتباع کرو، ان کی پیروی کرو، ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلو، ان کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرو اور جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع کریں اس سے رک جاؤ، ارشاد ربانی ہے "وما آتاکم الرسول فخذوه ومانهاكم عنه فانتهوا" (۱) کہ جس چیز کا تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو اسے لے لو، اسے اختیار کرلو اور جس چیز سے روکیں اس سے باز آجاؤ، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا "لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة" (۲) اللہ کے رسول کی زندگی میں تمہارے لیے اسوہ ہے، آئیڈیل ہے، جب تم میرے رسول کی اتباع کروگے تو میں سمجھوں گا کہ تم کو مجھ سے محبت ہے۔

(۱) سورۂ حشر آیت نمبر ۷ (۲) سورۂ احزاب آیت نمبر ۲۱

آدھا تیتر اور آدھا بٹیر

اس لیے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہمارے دلوں میں حضور کی محبت ہے یا نہیں، اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری محبت نہیں ہے، تو ہم نہ پکے مسلمان، نہ پکے مومن، ہمارا ایمان کچا ہے، آدھا تیتر اور آدھا بٹیر والی بات ہے، فرق کیا ہے مسلمان اور غیر مسلموں میں؟ وہ بھی تو اللہ کو مانتے ہیں، کہتے ہیں کہ بھگوان ہے اور کوئی مہاشکتی ہے، بس وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول نہیں مانتے، ان کو یقین نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانو، ان کی اتباع و پیروی کرو، تو سمجھوں گا کہ تمہیں یقین ہے، تو جب اللہ کے رسول سے ہمیں محبت ہو جائے گی، اللہ کے رسول کی محبت کو ہم اپنے سینے کے اندر بٹھالیں گے، تو ہمیں محبوب کا ہر عمل پسندیدہ معلوم ہوگا، کیونکہ محبوب کا ہر عمل پسندیدہ ہوتا ہے، جیسا کہ آج کل کھیل کی دنیا میں کوئی کھلاڑی کوئی بنیان یا نیکر پہن لے، تو سب لوگ جو کھیل کی دنیا کو پسند کرتے ہیں، وہ وہی نیکر اور وہی کچھا پہنیں گے؛ کیونکہ ان کے کسی محبوب نے پہنا ہے، جو شرٹ یا کوئی خاص قسم کا انڈرویئر یا بنیان اس نے پسند کرلیا، تو لوگ بھی وہی استعمال کریں گے، اور آج کل (Advertise) ایڈورٹائز کا بھی یہ ایک طریقہ ہے کہ کوئی بڑا مشہور کھلاڑی ہوتا ہے، تو کمپنیاں اس کو اپنا کپڑا پہنا کر یا کوئی اور چیز دے کر اس سے ایڈورٹائز کرواتی ہیں، اس طرح وہ کمپنی مشہور ہو جاتی ہے، جیسا کہ آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ ہندوستانی کھلاڑی مثلاً سہارا کمپنی کا کپڑا پہن کر کرکٹ کھیلتا ہے، تو یہ کس کا ایڈورٹائز ہو رہا ہے، یہ سہارا کمپنی کا ہو رہا ہے، کیونکہ کھلاڑی کبھی ساؤتھ افریقہ میں، کبھی زمباوے اور کبھی آسٹریلیا یا دوسری کسی غیر ملکی سرزمین پر کھیلتے ہیں، تو گویا کہ کھلاڑیوں کو دوگنا نفع ہو رہا ہے، یعنی ان کی کمائی دونوں طرف سے ہو رہی ہے، ایک تو انہیں کھیل کا پیسہ مل رہا ہے اور دوسرا ایڈورٹائز کا، تو جتنا اس کی کمپنی کا ایڈورٹائز ہوگا، جتنی اس کی شہرت ہوگی، اتنا ہی اس کمپنی کا فائدہ ہوگا۔

محبوب کا ہر عمل پسندیدہ ہوتا ہے

چونکہ قاعدہ ہے کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے تو اس کو اس کی ہر ادا، ہر چیز اچھی لگتی ہے، اور اس کو اختیار بھی کرتا ہے، تو جس کو جس کھلاڑی سے محبت ہوگی، وہ اس کھلاڑی کی شرٹ کی طرح سے شرٹ خرید کر لائے گا، جس طرح وہ پہنتا ہے، اسی طرح وہ کپڑا پہنے گا، اور فخر سے کہے گا کہ فلاں کھلاڑی پہنتا ہے اور فلاں ہیرو ایسا کرتا ہے اور کمنٹری اس طرح سنیں گے گویا کہ پورا قلب اور ذہن و دماغ اسی میں رہتا ہے، یہ محبت کا تقاضہ ہے کہ اس کی محبت ہمارے دلوں میں ہے، تو اگر ہم اللہ کے رسول سے سچی محبت کرتے ہیں، تو ہم چاہیں گے کہ ہم اسی طرح چلیں، جس طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے، ویسے ہی کھانا کھائیں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے تھے، ویسے ہی ہم سوئیں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تھے، ویسے ہی ہم غسل کریں جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تھے، ویسے ہی ہم زندگی گزاریں جس طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم گزارتے تھے، یعنی ہم اپنے قول میں، اپنے عمل میں، اپنے فعل میں، اپنی نجی زندگی میں، ویسے ہی ہوں جیسے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جیسے آپ سوتے تھے، کھاتے تھے اور کرتے تھے ویسے ہم بھی کریں گے، یہی محبت کا تقاضہ ہے۔

محبت آدمی کو اندھا اور بہرہ بنادیتی ہے

ہمیں اگر کسی سے محبت ہے، تو بار بار اسی کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں، اسی کا ذکر بار بار ہوتا ہے، کوئی بھی بات ہو، کوئی بھی مسئلہ ہو اور کہیں بھی موقع ملے تو ہم اسی کا تذکرہ کرتے ہیں، اور کسی نہ کسی بہانے سے اس کا تذکرہ کرکے اس کا نام لیا جاتا ہے، اگر بیوی سے محبت ہے تو کہیں بھی جائے گا تو اسی کا تذکرہ کرے گا کہ میری بیوی بہت اچھا کھانا بناتی ہے، ایسے چلتی ہے، ایسے لگتی ہے، اتنی اچھی ہے، بہت مطیع و فرمانبردار ہے، کوئی بھی بات ہو، کوئی بھی

31

موقع ہو، اسی کا تذکرہ کرے گا، اور اس کے ایک ایک عمل میں لذت محسوس کرے گا، جس کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے، تو ہر وقت اسی کے خیال میں مست رہتا ہے، اور سوچتا ہے کہ وہ ایسا کر رہا ہوگا، ویسا کر رہا ہوگا، لیکن اگر ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ویسے ہی محبت ہو جائے، تو کیا ہم اپنے حبیب کا ہر وقت ذکر نہیں کریں گے؟ کیا ہر وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہوگا؟ بلاشبہ ہمارے گھر میں اور ہماری زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوگا، اگر ہم کھیت میں کام کر رہے ہوں یا بازار میں، ہر وقت آپ کا تذکرہ ہوگا، چاہے دوکان میں کام کریں یا دفتر میں بیٹھے ہوں، ہر موقع پر انہیں کا خیال رہے گا، اور اگر ہم مجمع میں ہوں تب بھی انہیں کا خیال رہے گا کہ ہمارے نبی ایسا کرتے تھے، ہم بھی ایسا ہی کریں، یہ ہے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اور یہ ہے محبت کا تقاضہ، اور محبت کے بارے میں ہے کہ "حبك الشئ يعمي ويصم"(۱) یعنی محبت آدمی کو اندھا اور بہرہ بنادیتی ہے، اگر کسی سے آدمی کو محبت ہو جائے تو اس کے لیے مر مٹنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضور سے محبت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی، اور حقیقت میں انہوں نے محبت اور جانثاری کی ایسی مثالیں پیش کیں، جن کی نظیر پیش کرنے سے دنیا کی تاریخ قاصر ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انبیاء اور پیغمبروں کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیا کے سب سے بڑے اور سب سے اچھے انسان تھے، ان کی محبت کا انداز اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سب سے پہلے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوی کیا تو اس وقت یقین کرنے والے اور آپ پر ایمان لانے والے پہلے شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

(۱) مسند أحمد حدیث نمبر ۲۰۷۰۵

محبت رسول میں گھر کا سارا مال قربان

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مال جمع کرنے کا حکم دیا کہ جس کے پاس جو بھی ہو وہ لے آئے، تو حضرت عمر فاروقؓ نے گھر کا آدھا مال لاکر پیش کر دیا، اور یہ خیال کیا کہ آج تو میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بازی لے جاؤں گا، اس کے بعد حضرت ابوبکر اپنا مال لے کر آئے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم نے پوچھا کہ ابوبکر! گھر کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو گھر چھوڑ کر آیا ہوں، یعنی پورا کا پورا مال آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس ۞ صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

ابوقحافہ کا بیان ہے:

ابوقحافہ: ”اے اسماء! (بنت ابوبکر) میں سوچتا ہوں کہ ابوبکر اپنے ساتھ سارا مال و دولت لے جا کر کہیں تمہیں مصیبت میں نہ ڈال دے“۔

اسماء: ”دادا جان ایسی کوئی بات نہیں ہے، ابا حضور ہمارے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں“۔

اسماء رضی اللہ عنہا گھر کے ایک کونے میں جہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ مال و دولت رکھتے تھے، وہاں کچھ پتھر رکھ دیتی ہیں، اسے کپڑے سے ڈھکنے کے بعد دادا کا ہاتھ پکڑ کر کہتی ہے۔

اسماء: دادا جان اس پر ہاتھ رکھئے- ابوقحافہ چونکہ نابینا تھے- ڈھیر پر ہاتھ رکھنے کے بعد اسے دولت سمجھتے ہوئے ابوقحافہ بالکل مطمئن ہو جاتے ہیں اور ننھی اسماء سے کہتے ہیں۔

ابوقحافہ: ”اے اسماء! اگر ابوبکر اتنا سارا مال و دولت چھوڑ گیا ہے تو کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے، اس نے جو بھی کیا اچھا کیا، اس رقم سے تمہاری ضرورتیں پوری ہوتی رہیں گی۔

اسماء: ”واللہ ابا جان نے ہمارے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے، ایسا کر کے تو میں نے بوڑھے اور نابینا دادا کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے“ یہ ہے محبت کا انداز اور یہ ہے جانثاری

اور جان و مال کی قربانی۔

غار ثور میں حضورؐ کے ساتھ

جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم ہوا، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے، تو جہاں پر آپ ٹھہرے وہ ایک غار تھا، جس کو ”غار ثور“ کہا جاتا ہے، چونکہ غار ثور غیر آباد جگہ تھی، وہاں پر سانپ، بچھو، کیڑے مکوڑوں کا خطرہ تھا، آپ کہیں بھی غیر آباد اور نئی جگہ پر جائیں گے، تو آپ خطرہ محسوس کریں گے، کیونکہ عام طور پر غار کے اندر سوراخ وغیرہ ہوتے ہیں، تو جب آپ نے غار ثور کے اندر پڑاؤ ڈالا، غار میں بہت سے سوراخ تھے، اس لیے غار کو جلدی جلدی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صاف کیا، اور سوراخوں کو بند کیا، مگر پھر بھی ایک سوراخ باقی رہ گیا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے زانو پر سر رکھ کر لیٹ گئے اور سو گئے، حضرت ابوبکر نے سوراخ پر اپنے پیر کے انگوٹھے کو رکھ دیا کہ کہیں کوئی موذی جانور نہ نکل جائے اور آپ کو تکلیف پہنچائے، تھوڑی دیر کے بعد اس سوراخ سے ایک سانپ نے حضرت ابوبکر کو ڈس لیا، یعنی اس انگوٹھے پر کاٹ لیا، چونکہ وہ زہریلا سانپ تھا، اس لیے اپنا اثر بھی دکھایا، مگر قربان جائیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کہ ذرہ برابر آپ نے حرکت نہیں کی کہ کہیں میرے محبوب کی نیند خراب نہ ہو جائے، سانپ کے کاٹنے سے آدمی نہیں مرتا بلکہ وہ تو اس کے خوف اور دہشت سے مرتا ہے، مگر حضرت ابوبکر صدیق نے سانپ کے کاٹنے اور تکلیف کے باوجود اپنے جسم کو نہیں ہلایا کہ کہیں میرے محبوب کی نیند میں خلل نہ پڑ جائے، یہ ہے محبت اور محبت کی انتہا۔

محبت میں تکلیف کو برداشت کرنا

تکلیف کی وجہ سے حضرت ابوبکر کے آنسو چہرہ انور پر گر گئے، تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے اور حضرت ابوبکر کے چہرے پر بے چینی محسوس کی، تو پوچھا کہ اے

ابوبکر! کیا ہوا؟ تو انہوں نے جواب دیا یارسول اللہ! سانپ نے کاٹ لیا، اور میں نے اس لیے نہیں بتایا اور نہ حرکت کی کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ ہو، اور نیند میں خلل پڑے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دکھاؤ کہاں پر کاٹا ہے، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگایا، فوراً شفا ہوگئی، یہ نبی کا تھوک تھا، نبی کے تھوک میں بھی شفا تھی، اس لیے فوراً راحت وآرام ہوگیا، یہ ہے محبت کا انداز، جب محبت ہوجاتی ہے تو ایسے ہی ہوتا ہے، ماں کو چونکہ بچے کی محبت ہوتی ہے اس لیے آپ خود دیکھتے ہوں گے کہ ماں کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کرتی ہے، نہ جاڑے کی فکر، نہ گرمی کی پرواہ، حتی کہ اپنی نیند بھی خراب کرتی ہے اور اپنے جگر کے ٹکڑے کے لیے معلوم نہیں کتنی تکلیفیں اور مشقتیں اٹھاتی ہے، اس کو چوٹ لگ جائے تو پریشان ہوجاتی ہے، اس کے کپڑے میلے یا گیلے ہوجائیں تو ان کو بدلتی ہے، تو یہ کیا ہے؟ یہ محبت کی علامت ہے، اسی طریقے سے حضرت ابوبکر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حضور سے محبت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت تھی کہ حضور کا ذکر آتے ہی وجد میں آجاتے، ایک مرتبہ آپ مدینہ منورہ میں گشت کررہے تھے، تو گشت کے دوران ایک بوڑھی عورت کی آواز ان کے کانوں میں آئی، تو اس کو غور سے سننے لگے، بوڑھی عورت حضور کی شان میں شعر پڑھ رہی تھی، تو آپ اطمینان کیساتھ بیٹھ کر سننے لگے کہ میرے حبیب کا ذکر ہورہا ہے، میرے محبوب کا تذکرہ ہورہا ہے، ان کو بہت مزہ آیا، وہ ان کی یاد میں تڑپ اٹھے اور اندر جاکر پھر اس بوڑھیا سے فرمائش کی کہ پھر وہی اشعار سنائیں، جو آپ کچھ دیر پہلے پڑھ رہی تھیں، چنانچہ انہوں نے پھر سنائے، حضرت عمرؓ پھر لطف اندوز ہوئے، وہ اشعار یہ ہیں: ؎

علی محمد صلوة الابرار   صلی علیه الطيبون الاخيار

قدكان قوما بكى بالاسحار   ياليت شعرى والمنايا اطوار

هل تجمعنى وحبيبى الدار

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیک اور اچھے لوگ درود پڑھ رہے ہیں، وہ راتوں کو جاگنے والے اور سحر کے وقت روزہ رکھنے والے تھے، موت تو آنی ہی ہے، کاش مجھے یقین ہوجائے کہ مرنے کے بعد مجھے محبوب کا وصل نصیب ہوگا۔

حضرت عمر کافی دیر تک وہیں زمین پر بیٹھے رہے اور اتنے غمگین ہوئے کہ کئی دن تک بیمار رہے، یہ ہے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضور سے محبت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ حضرت عثمان غنی کے گھر جارہے تھے، تو حضرت عثمانؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم گننے لگے کہ میرے گھر تک کتنے قدم پڑ رہے ہیں، صحابہ کرامؓ نے دیکھ لیا اور حضور سے بتادیا، تو آپ نے پوچھا اے عثمان! یہ کیا کررہے ہو؟ تو حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ میں آپ کے قدم مبارک کے نشانات شمار کررہا ہوں کہ میرے گھر تک حضور کے کتنے قدم ہوتے ہیں، جتنے قدم ہوں گے، اتنے ہی غلام آزاد کروں گا، اگر آپ کے پچاس قدم ہیں تو پچاس غلام آزاد کروں گا، آزاد کرنے کا مطلب یعنی جو ان کے دام ہیں، ان کو خرید کر ان کی قیمت ادا کردوں گا، اور اس زمانے میں غلام ہوتے تھے اور ان کی قیمت درہم اور دینار ہوتی تھی یعنی آج کی قیمت میں لاکھوں روپیہ، یہ کیا چیز کہلوا رہی ہے محبت، جب محبت ہوجاتی ہے تو ایسا ہی جذبہ انسان کے اندر پیدا ہوجاتا ہے، ترتیب وار میں اس لیے بتارہا ہوں کہ تھوڑی تھوڑی بات چند جلیل القدر صحابہ کے بارے میں ہوجاوے تاکہ ہمارے دلوں میں بھی محبت کی کوئی چنگاری جل جائے اور ہمیں بھی اس کے نتیجے میں محبت نبی کا کچھ نہ

کچھ ذرہ حاصل ہو جائے اور ہماری آخرت سنور جائے اور ہم بھی اپنی محبت کے دعوی میں کچھ کامیاب ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے رسول کی صحیح اور حقیقی محبت عطا فرمائے، آمین۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضور سے محبت

حضرت علیؓ نوجوانوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے اور حضورؐ کے چچا کے لڑکے تھے، بچپن سے آپ کی خدمت میں رہے، اور بعد میں آپ کے داماد بھی ہو گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ چھوڑ کر مدینہ جانے کا حکم ہوا (یعنی ہجرت کا) تو اس رات اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لٹایا، حالانکہ وہ خطرہ کی رات تھی، اس رات میں کفار اور مشرکین مکہ آپ پر حملہ کرنے والے تھے، اور مکہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھتے تھے، کیونکہ سارے لوگ یہ جانتے تھے کہ آپ امین اور صادق ہیں، اگر کسی نے دس روپیہ رکھ دیا، تو چاہے دس مہینہ کے بعد، یا دس سال کے بعد لے تو دس کے دس پورے وہی نوٹ ملتے تھے، اس میں ذرہ برابر گڑ بڑی نہیں ہوتی تھی، چاہے وہ چاندی کا زیور یا سونے کا گہنہ کیوں نہ ہوتا، جو امانت رکھتے وہی واپس لوٹاتے، اس میں ذرہ برابر گھوٹالہ اور گڑبڑی نہیں کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہہ کر جارہے ہیں کہ اے علی! یہ امانتیں سنبھالو اور صبح کو لوگوں کی امانتیں ان کے حوالہ کر کے مدینہ آجانا، قربان جائیے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر، وہ ذرہ برابر گھبرائے نہیں، حالانکہ ان کو خطرہ تھا کہ کہیں ان پر حملہ کر کے ان کی بوٹیاں بوٹیاں نہ کر دی جائیں؛ لیکن آپ عشق رسول میں سرشار تھے، جیسے پولیس والے گھر پر چھاپہ مارنے آتے ہیں، تو جب اصل مجرم ان کو نہ ملے، تو پولس والے کیا کرتے ہیں، ان کے گھر والوں کو تنگ کرتے ہیں، پریشان کرتے ہیں، اور ایسے ہی اگر چور ڈاکو وغیرہ آجائیں اور حملہ کریں اور ان کو گھر میں مطلوبہ سامان یا مطلوبہ آدمی نہ ملے تو وہ دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے توڑ پھوڑ کرتے ہیں، اور گھر والوں کو حیران کرتے ہیں، اور یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو کہہ

کر جارہے ہیں، مگر حضرت علیؓ گھبرائے نہیں؛ کیوں نہیں گھبرائے، کیا چیز تھی؟ وہ محبت رسول تھی کہ کچھ بھی ہو جائے، اپنی جان کی بازی لگا دوں گا، اس کے بعد مشرکین مکہ آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ بستر پر کوئی آرام سے لیٹا ہے مگر وہ ہکا بکا رہ جاتے ہیں، جب وہ دیکھتے ہیں کہ یہ تو حضرت علی ہیں، ایسے خطرناک موقع پر حضرت علی ذرہ برابر نہیں گھبرائے، واقعی ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ انکار کر دیتا اور کہتا کہ حضرت معاف فرمائیں، اس کے علاوہ کوئی اور خدمت آپ مجھ سے لے سکتے ہیں، مگر مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا، اس لیے کہ یہ خطرہ سے خالی نہیں؛ لیکن وہ کیا چیز تھی، محبت رسول اور عشق نبی تھا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حضور سے محبت

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر کی بڑی صاحبزادی اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن ہیں، کتنی قربانیاں دیتی ہیں، جب حضورؐ سفر ہجرت پر نکلے اور غار کے اندر تشریف فرما تھے، اس وقت حضرت اسماء ہی کھانا پہنچاتی تھیں، جب پہلے دن کھانا دے کر واپس آرہی تھیں، تو راستہ میں ابوجہل ٹکرا گیا اور سوال کر بیٹھا کہ اے اسماء! کہاں گئی تھی، آپ کے والد صاحب اور حضور کہاں پر ہیں، حضرت اسماء نے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہے مگر میں بتاؤں گی نہیں، ابوجہل نے دھمکی بھرے لہجے میں کہا کہ بتاؤ، ورنہ تمہیں ماروں گا، تو حضرت اسماء نے جواب دیا کہ کچھ بھی کرلو میں نہیں بتاؤں گی، پھر ابوجہل نے بیچاری حضرت اسماء کو زوردار تھپڑ مارا اور پیٹا، جس سے وہ گر گئیں اور بیہوش ہو گئیں، پھر بھی انہوں نے جواب دیا کہ میری جان جا سکتی ہے مگر میں بتا نہیں سکتی، یہ ہے محبت، جب آدمی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے اور اپنی جان پر کھیل جاتا ہے، اس کے بعد دوسرے دن کھانا لے کر آئیں، تو حضور نے ان کے چہرے پر کچھ نشانات دیکھے تو دریافت فرمایا اے اسماء یہ کیا ہے؟ تو حضرت اسماء نے پورا واقعہ سنا دیا جو ان کے ساتھ پیش آیا تھا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی حضور سے محبت

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے پکڑ لیا اور پکڑ کر مارنا شروع کر دیا، اتنا مارا کہ آپ لہولہان ہوگئے بلکہ آپ کی زندہ ہی بوٹیاں کاٹنے لگے اور آپ کی بوٹیاں کاٹتے کاٹتے کہنے لگے کہ اے خبیب! کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ اگر تیری جگہ محمد ہوں یعنی تجھے چھوڑ دیا جائے اور تیری جگہ محمد کو رکھ دیا جائے "أتحب أن یکون محمد مکانك وأنت ناج" تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ تھے، جو تاریخ میں محفوظ ہیں کہ اگر میں اپنے خاندان میں، اپنے گھر والوں میں، اپنے اہل وعیال میں اور اپنے بال بچوں میں خیریت سے ہوں اور محمد کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو مجھے یہ گوارہ نہیں" واللہ ماأحب أن أکون آمنا وادعا فی أھلی وولدی وأن محمداً یوخز بشوکة"(۱) میری بوٹی بوٹی ہوسکتی ہے، میرے جسم کے تمام اعضاء الگ الگ کر سکتے ہو؛ لیکن مجھ کو یہ برداشت نہیں کہ میرے نبی کو ایک کانٹا بھی چبھے، یہ کیا چیز تھی، یہ کون سا جادو تھا، یہ محبت تھی اور حقیقی محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی حضور سے محبت

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جب ایمان لائیں، تو ابوجہل ان کو طرح طرح کی سزائیں دیتا تھا، ایک دن اس نے ان کی شرم گاہ پر برچھی ماری اور ان کو بری طرح سے زخمی کر دیا، مگر وہ اپنے ایمان سے پھرنے والی نہیں تھیں، بس احد احد کے نعرے لگاتی ہوئیں شہید ہوگئیں، یہ کیا چیز تھی، یہ محبت تھی۔

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی حضور سے محبت

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شہدائے احد کی تجہیز وتکفین اور اللہ رب العزت کی حمد وثنا سے فارغ ہوکر مدینہ کا رخ کیا، تو ان

(۱) صور من حیاۃ الصحابہ حصہ اول صفحہ ۹ / عبدالرحمٰن رافت پاشا

کا گزر بنو دینار کی ایک انصاری خاتون کے پاس سے ہوا، جس کے شوہر، بھائی اور باپ اسی غزوے میں شہید ہوگئے تھے۔

قافلے کو دیکھ کر وہ کہنے لگی لوگو! بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟۔

لوگوں نے کہا کہ اے ام فلاں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بخیر ہیں اور بحمد للہ تو جیسا چاہتی ہے ویسے ہی ہیں"، مگر تمہارے باپ، بھائی اور شوہر شہید ہوگئے ہیں۔

پھر انہوں نے کہا "مابال محمد" محمد کا کیا حال ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا کہ تمہارے باپ، بھائی اور شوہر کی لاش فلاں جگہ پڑی ہوئی ہے، تو اس عورت نے پھر کہا مجھے محمد کے بارے میں بتاؤ، تو تیسرے نے کہا محمد خیریت سے ہیں اور فلاں جگہ ہیں۔

تو انصاریہ کہتی ہے کہ ذرا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھ لوں، تا کہ میرے بے قرار دل کو قرار آجائے، جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتی ہیں تو بے ساختہ پکار اٹھتی ہے۔

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی
اے شہِ دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

وہ بوڑھی عورت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتی ہے تو اس کو اطمینان ہوتا ہے اور کہتی ہے کہ جب محمد ہیں تو سب کچھ ہے، محمد کے بعد ہر مشکل آسان ہے، یہ کیا چیز کہلوا رہی ہے۔

دوستو! بھائی قربان، شوہر قربان، باپ قربان، مگر کسی کی پرواہ نہیں، ہاں پرواہ ہے تو محمد کی، یہ ہے محبت اصلی اور حقیقی محبت۔

ڈھال کے لیے اپنے بیٹے کو پیش کرنا

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جہاد میں نکلنے کا حکم دیدیا تو ایک عورت جن کے پاس بڑے لڑکے نہیں تھے اور وہ عورت بالکل نوجوان تھی، صرف ایک بچہ تھا

اور وہ بہت چھوٹا، بھائی باپ جنگ میں شہید ہو چکے تھے، تو وہ پریشان سی ہوگئی اور تڑپ اٹھی کہ کاش! میرے پاس بھی کوئی نوجوان اولاد ہوتی، تو اسے جنگ میں بھیجتی، تو وہ یہ سوچ کر حضور کے پاس گئی اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! میری کوئی نوجوان اولاد نہیں ہے بس یہی ایک بچہ ہے، آپ اس کو اپنے ساتھ جنگ میں لے جایئے، تو آپ نے فرمایا کہ یہ بچہ کیا کرے گا جنگ میں، جنگ تو بچوں کا کھیل نہیں ہے، تو عورت نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اسے کسی مجاہد یا کسی لڑنے والے کو دیدیجئے جب دشمن کی طرف سے تلوار یا کسی اور چیز سے حملہ ہوگا تو یہ بچہ ڈھال کا کام کرے گا، اللہ اکبر! یہ کیا چیز کہلوا رہی ہے محبت۔

آج کوئی ماں ہے، جو اپنے ننھے منھے سے بچے کو جہاد میں ڈھال کے طور پر پیش کرسکتی ہے، نہیں نہیں، آج کل کوئی ایسی ماں موجود نہیں ہے، وہ تو محبت تھی اور محبت میں انسان اپنی جان دیدیتا ہے۔

حضور کی محبت سارے لوگوں سے زیادہ ہونی چاہئے

دوستو! جب محبت ہوجاتی ہے تو جس سے محبت ہوتی ہے، اس کے عشق میں ایسی ہی مثالیں اور نظیریں پیش آتی ہیں، جیسی آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں، اور یہ محبت رسول ہی ایسا جوہر ہے جس کے ذریعہ سے ایمان مکمل ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”لایؤمن احدکم حتی اکون أحب الیه من والده وولده والناس أجمعین“(۱) تم میں سے کوئی کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری محبت تمہارے والدین اور تمہاری آل اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو یعنی کہ میں تمہارا محبوب بن جاؤں، تمہارے گھر والوں سے بھی اور تمہارے بال بچوں سے بھی زیادہ، اگر وہ تمہیں محبوب ہیں تو تمہارا ایمان کامل نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے کامل ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ سب سے زیادہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہئے، اپنی بیوی یا اپنے بال بچوں، یا اپنے

(۱) صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۴

والدین اور اپنے قریب سے قریب تر آدمی سے بھی زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونی چاہئے، جب ایسی محبت ہوجائے گی تب جا کر ہمارا ایمان کامل درجہ کو پہنچے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی کر کے ہی منزل مقصود تک پہنچا جاسکتا ہے

اس لئے ہر کام میں حضور ہی کو اسوہ بناؤ، اور آپ کی مکمل اتباع کرو، حضور نے فرمایا ”لایؤمن أحدکم حتی یکون هواه تبعالماجئت به“، تم میں کوئی مکمل مؤمن اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ تمہاری خواہشات اور تمہارے کام سب میری خواہش اور مرضی کے مطابق نہ ہوجائیں۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۞ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

اگر منزل تک پہنچنا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو، کیونکہ جس کو جس سے محبت ہوتی ہے تو وہ ہر معاملہ میں اسی کی نقل کرتا ہے، اسی طرح کھاتا ہے جیسے وہ کھاتا ہے، اسی طرح پہنتا ہے، اسی طرح چلتا ہے اور اسی طرح زندگی بسر کرتا ہے، غرضیکہ اسی کی طرح ہر کام کرتا ہے، محبت کا تقاضہ تو یہی ہے، اور آج تو ہماری جان کا مطالبہ بھی نہیں ہو رہا ہے، جس طرح کے صحابہ کرام نے قربانی اور جان نچھاوری کے نمونے پیش کئے ہیں، بلکہ یہ کہا جا رہا ہے کہ جو آپ نے بتایا ہے اسے مان لو اور جس سے منع فرمایا ہے اس سے رک جاؤ ”ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نهاکم عنه فانتهوا“(۱) یہی ہے محبت کا تقاضہ، اگر حضور سے ہماری محبت پکی اور سچی ہے، تو آپ نے جس چیز سے منع کیا ہے، اس سے باز آجاؤ اور جس کا حکم دیا ہے اس کو اختیار کرلو، جب ہمارے اندر یہ چیز پائی جائے گی تو ہمارا ایمان مکمل ہوجائے گا اور ہماری دونوں جہاں میں کامیابی ہوگی، اللہ تعالی اپنے حبیب کی سچی محبت عطا فرمائے۔

(۱) سورۂ حشر آیت نمبر ۷

اللہ کا ذکر اور زندگی کا سکون

یہ بیان ۱۴؍جنوری ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کے مہمان خانہ میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

اللہ کا ذکر اور زندگی کا سکون

دین کے کچھ تقاضے

عزیز دوستو! اور دینی بھائیو! گذشتہ ہفتہ ہم نے عرض کیا تھا کہ اگر انسان کو اللہ کی محبت اور اس کے رسول کی محبت حاصل ہو جائے، تو اس کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے، اور ایمان کے کامل ہونے کے بعد ہر مومن بندے سے دین کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، جن کو پورا کرنا لازمی اور ضروری ہوتا ہے، اب کن کن چیزوں کے تقاضے ہیں، جن کو ہمیں اپنی زندگی میں شروع کرنا ہے، تو ہم ایک ایک چیز کو لے کر چلتے ہیں۔

ہر انسان کو سکون کی تلاش ہے

عزیز دوستو! ہر انسان کو سکون کی تلاش ہے، مگر سکون کہاں ملتا ہے؟ کس چیز سے ملتا ہے؟ کیسے ملتا ہے؟ میرے عزیزو! سکون صرف اللہ کے ذکر سے ملتا ہے، اس لیے آج کے دن ہم اللہ کے ذکر کے موضوع پر گفتگو کریں گے، اللہ کے ذکر پر اور اللہ کی یاد پر، اس لیے کہ ہر انسان کو تلاش ہے سکون کی، راحت کی، آرام کی، کماتے کیوں ہیں؟ تاکہ آرام سے بیٹھ کر کھائیں، گھر کیوں بناتے ہیں؟ تاکہ گرمی میں، سردی میں، برسات میں سکون سے زندگی گزار سکیں، بینک بیلنس کیوں رکھتے ہیں؟ تاکہ ضرورت کے موقع پر ہماری ضرورت پوری ہو جائے اور ہمیں سکون حاصل ہو جاوے، چنانچہ ہم زندگی کے جتنے بھی کام کرتے ہیں، مقصد سب کا ہوتا ہے کہ سکون اور راحت حاصل ہو جائے، کہ کھائیں گے، کمائیں گے، ہمیں

راحت ملے گی، بیوی بچوں کو راحت ملے گی، ماں باپ کو راحت ملے گی اور ہمارے عزیز واقرباء کو راحت ملے گی، ان کو سکون ملے گا، یہ مقصد ہوتا ہے ہمارے کمانے کا، غرضیکہ ہمارا مقصد سکون حاصل کرنا ہے، تو اللہ نے واضح طور پر قرآن کریم میں فرمایا "الذین آمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللّٰہ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب" (۱) کہ وہ لوگ جو ایمان لائے ان کے دلوں کو، ان کے قلوب کو راحت وسکون اور اطمینان اللہ کے ذکر سے ملتا ہے، اللہ کی یاد سے ملتا ہے اور سن لو! اللہ کے ذکر سے قلوب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، چونکہ زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں سکون حاصل ہو جائے، اس لیے ہم مختلف انداز سے اس کے حصول میں لگے ہوئے ہیں۔

تمام چیزوں کا مقصد صرف سکون حاصل کرنا

بھائی! ہمارا کھانا پکانا، ہمارا رہنا سہنا، ہماری زندگی، ہماری معاشرت اور ہماری معیشت، بلکہ زندگی کے جتنے بھی کام ہیں، سب کا مقصد یہ ہے کہ سکون مل جائے، راحت مل جائے، یہ تو ہماری اپنی تلاش کی ہوئی چیزیں ہیں، یہ تو انسان کی اپنی تحقیق کی ہوئی چیزیں ہیں کہ ہمیں کن کن چیزوں سے راحت وسکون ملتا ہے؛ لیکن اللہ نے فرمایا کہ اگر تم اطمینان اور سکون کی زندگی گزارنا چاہتے ہو، تو اطمینان وسکون کی زندگی گزارنے کے لیے اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرنے کا منشاء یہ ہے کہ ہر وقت اللہ ذہن میں رہے، ایک منشاء تو یہ ہے کہ اللہ اللہ کریں، اللہ کا ذکر کریں، دوسرا منشاء اللہ کو یاد کرنے کا یہ ہے کہ ہم بازار والی زندگی میں بھی اللہ کو یاد کریں، انفرادی زندگی میں بھی اللہ کو ذہن میں رکھیں اور اجتماعی زندگی میں بھی اللہ کو یاد کریں، جب ہم اندھیرے میں ہوں تب بھی اللہ کو یاد کریں، جب اجالے میں ہوں تب بھی اللہ کو یاد کریں، مقصد یہ ہے کہ ہر وقت اللہ ہمارے ذہن میں رہے، جب ہماری یہ کیفیت ہوگی تو ہمیں حقیقی سکون اور حقیقی راحت وآرام میسر ہوگا، جو ایک بڑی دولت اور نعمت غیر مترقبہ ہے۔

---

(۱) سورۂ رعد آیت ۲۸

ظاہر میں اللہ اللہ اور دل میں اپنے ساتھی

ایک بزرگ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک آدمی بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، ظاہر میں اللہ کے سامنے رو رہا تھا، گڑگڑا رہا تھا، دعائیں مانگ رہا تھا، لیکن جب بزرگ نے اس کے دل کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو اس کا دل اللہ کی یاد میں نہیں تھا، وہ گڑگڑا رہا تھا، آہ وزاری کر رہا تھا، رو رہا تھا؛ لیکن ذہن میں یہ خیال تھا کہ میرے ساتھی کہاں ہیں، وہ مجھے دیکھ لیتے کہ میں کتنا رو رو کر اللہ سے مانگ رہا ہوں، کتنا رو رو کر اللہ کا ذکر کر رہا ہوں، اس بات کا ہمیں اور آپ کو تو پتہ نہیں چلے گا، ہم تو یہ دیکھیں گے کہ یہ بیچارہ کتنا گڑگڑا رہا ہے، آنکھوں میں آنسوں ہیں، کعبہ کے غلاف کو پکڑ رکھا ہے اور اپنے لیے اللہ سے دعائیں مانگ رہا ہے، ہمیں تو یہی نظر آئے گا؛ لیکن بزرگ نے جب دل کی طرف توجہ ڈال کر دیکھا تو ظاہر میں وہ یہ سب کام کر رہا تھا مگر اس کا دل اپنے ساتھیوں کو تلاش کر رہا تھا کہ ہمارے گاؤں والے ساتھی کہاں ہیں، تاکہ انہیں یہ پتہ چل جائے کہ میں کتنی محنت اور لگن سے اللہ کا ذکر کر رہا ہوں، اللہ سے دعائیں مانگ رہا ہوں، ظاہر میں کر رہا ہے اللہ کا کام مگر اس کا دل اللہ کی یاد میں نہیں، اس کا دھیان اللہ کی طرف نہیں ہے۔

ظاہر میں خرید وفروخت دل میں اللہ اللہ

پھر انہیں بزرگ نے ایک دوسرے شخص کو عرفات میں دیکھا، عرفات کا وہ میدان جہاں پر حاجی جاتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں، وہاں ٹھہرنا اور قیام کرنا ضروری ہے، اس کے بعد ہی حج ہوتا ہے، وہ آدمی سامان بیچ رہا تھا، تو اس کے دل کو بزرگ نے ٹوہ کے دیکھا، تو ظاہر میں وہ سامان بیچ رہا تھا، لو بھائی ایک روپیہ کی، پانچ روپیہ کی، ایک ریال کی، پانچ ریال کی؛ لیکن اس کا دل اللہ کی طرف متوجہ تھا، اللہ کی یاد میں مشغول تھا، تو ایسے آدمی کے لیے دنیا وآخرت میں نیک بختی اور بھلائی ہی بھلائی ہے، اس طرح ہمارا دل اگر اللہ کے ذکر میں رہے، صرف یہ نہیں

کہ تسبیح ہاتھ میں ہو بلکہ دل سے ذکر ہو، ظاہر میں تو ہماری تسبیح گھوم رہی ہے، ظاہر میں تو ہم اللہ اللہ کررہے ہیں لیکن دھیان کہیں اور ہے، تو ایسا ذکر بیکار ہے۔

برزبان تسبیح ودردل گاؤخر

ہونا تو یہ چاہئے کہ دھیان اللہ کی طرف ہو، اللہ کے ذکر کی معرفت حاصل کرکے اللہ کے ذکر میں دل لگائیں، اللہ کے ذکر میں دل لگا کر سکون کی زندگی حاصل کریں، ورنہ تو دنیا کے جتنے بھی کام ہیں، جتنے بھی جھمیلے ہیں، چاہے پیسہ ہو، چاہے دولت ہو، چاہے زن ہو، مال ہو، دھن ہو جتنی بھی چیزیں انسان کی ہوسکتی ہیں، اطمینان قلب حاصل نہیں ہوسکتا، دیکھئے کتنا بڑا مالدار، کتنا بڑا دولت مند؛ لیکن پریشان، کس وجہ سے؟ اللہ کا ذکر تو کرتا ہے، مگر دھیان کہیں اور رہتا ہے کہ یہ مال چوری نہ ہوجائے، کبھی ڈکیتی نہ پڑجائے، رات میں نیند نہیں آتی، مثلاً طبیعت خراب ہوجائے، گھر میں سب کچھ ہے، مگر روٹی جو کی کھا رہا ہے، حالانکہ مرغ بھی کھا سکتا ہے، لیکن ڈاکٹر نے بتلا رکھا ہے کہ بغیر نمک مرچ کی دال کھانی ہے، تو یہ سکون نہیں ہوا، ایک آدمی چٹنی روٹی کھاتا ہے، مگر پاؤں پھیلا کر اطمینان وسکون سے سوتا ہے اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے، اس لیے زندگی میں اگر اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہر وقت خدا کو یاد کرو، اگر مالدار ہو تو اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہو، دیکھو ایک وہ بھی انسان تھا کہ سامان بیچ رہا تھا، مگر دھیان اس کا اللہ کی طرف تھا، تو یہ بھی عبادت ہے۔

ہر کام میں اللہ کی طرف دھیان ہو

دوستو! ہماری زندگی ایسی ہونی چاہئے کہ ہم ٹرک چلائیں، کار چلائیں، گھوڑا بوگی چلائیں، آفیس میں بیٹھیں، یا دکان کھول کر بیٹھیں، یا کھیت میں کام کریں، جو بھی کام کریں، مگر ہمارا دھیان اللہ کی طرف ہو، اور اللہ کی رضا کے لیے ہو، کام جو بھی کریں، وہ اللہ کی رضا کا ذریعہ بن جائے، وہ کام دین بن جائے، تو دنیا کے کام بھی ہوجائیں، دنیا کی ضروریات بھی پوری

ہوجائیں اور ہمارا دین بھی بن جائے، ثواب بھی مل جائے، اسی طرح ہم کوشش کریں کہ اللہ کے ذکر کی ہمیں لذت نصیب ہوجائے، اللہ کے ذکر میں ہمیں مزہ حاصل ہوجائے اور ہم اللہ کی یاد، اللہ کے ذکر میں سرشار رہیں، اور ہمارا وقت اللہ کے ذکر میں گزرے اور ہمیں حقیقی سکون حاصل ہوجائے، ہماری زندگی کی چلت پھرت، دوڑ دھوپ کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ ہمیں سکون حاصل ہوجائے۔

جسم اور روح کی غذا

مگر یہ سکون ہمیں کب حاصل ہوگا، اگر ہمیں اللہ کی معرفت، اللہ کے ذکر میں مزہ اور اللہ کی یاد کی لذت نصیب ہوجائے، تو ہمیں سکون حاصل ہوجائے گا، اس کو اس طرح سمجھئے کہ ایک تو ہمارے جسم کی غذا ہے جس سے ہماری زندگی کی گزر بسر ہوتی ہے، ظاہری طور پر ہم اس پر اعتماد کرتے ہیں، دوسرے جسم کے اندر ایک روح ہے اس کی غذا اللہ کا ذکر اور اللہ کی یاد ہے، اس لیے جب ہم سانس لیتے ہیں اور صبح وشام کرتے ہیں، تو ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ہم ہر وقت اللہ کے ذکر میں سرشار رہیں، یہی ہماری روح کی اصل غذا ہے۔

اللہ کی طرف دھیان کرنے کی پہلی مثال

آپ اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ کسی کا کوئی عزیز بیمار ہوجائے، اور اس کو ہاسپٹل لے گئے، ساتھ میں ایک دو آدمی گئے اور باقی لوگ گھر پر ہیں، تو ہم دوکان پر بیٹھیں بزنس کررہے ہیں، دفتر میں بیٹھے ہیں، یا کھیت میں کام کررہے ہیں، یا بوگی چلا رہے ہیں، یا گھر کا کام کررہے ہیں، مگر دھیان ہمارا کہاں رہتا ہے؟ اس وقت ہمارا دھیان اس عزیز رشتہ دار پر ہوگا، جو ہاسپٹل میں بھرتی ہے کہ معلوم نہیں کیا ہورہا ہوگا، آپریشن ہورہا ہوگا، یا انجکشن لگ رہا ہوگا، واپس گھر کب آئے گا، پتہ نہیں کتنی پریشانی میں مبتلا ہوگا، جب دوپہر میں گھر آتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ وہاں سے فون آیا کہ نہیں، خیریت بھی ہے؟ کیا ہوا؟ پھر کاروبار پر چلے

جاتے ہیں، پھر گھر فون کرتے ہیں، اور ہاسپٹل میں فون کرتے ہیں، حالانکہ ہم کام کررہے ہیں، ہم کھیت میں کام کررہے ہیں، دوکان میں بھی بیٹھے ہیں، دفتری کاموں میں بھی مشغول ہیں، مگر ہمارا دھیان ہاسپٹل میں ہے، ایسا ہوتا ہے کہ نہیں؟ ہم تو کام کررہے ہیں مگر ہماری فکر ہاسپٹل میں ہے، پتہ نہیں کیا ہورہا ہوگا؟ کیا پوزیشن ہوگی؟ ابھی فون کروں گا اور گھر پر بھی فون کروں گا، کوئی خبر یا کوئی اطلاع آئی کہ نہیں؟ اگر یہی فکر اور سوچ ہماری اللہ کے سلسلہ میں ہوجائے، تو جو کام ہم کریں گے، اس پر ثواب ملے گا اور حقیقی سکون بھی نصیب ہوجائے گا۔

اللہ کی طرف دھیان کرنے کی دوسری مثال

اسی طرح جب ہم کوئی غلط کام کرلیتے ہیں مثلاً کسی کا سامان ہم نے اٹھالیا، جیسا کہ راستہ میں دس یا پانچ کا نوٹ پڑا تھا، ہم نے ادھر ادھر دیکھا اور اٹھانے کی کوشش کی، اگر اللہ کا ذکر اور اس کی یاد ذہن میں ہے، تو چاہے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، مگر یہ خیال آئے گا کہ اللہ دیکھ رہا ہے، تو وہ پانچ کا نہیں بلکہ ہزار کا بھی نوٹ ہوگا تو بھی چھوڑ دے گا، اور اس کو نہیں اٹھائے گا، اور اس راستے سے گزر جائے گا، اور ذرہ برابر اس کی پرواہ نہیں کرے گا کیونکہ وہ سمجھے گا کہ جو میرا ہزار کا نوٹ تھا، وہ تو میری جیب میں ہے، یہ کسی اور کا ہے، کیونکہ اس کے دل میں اللہ کا خوف ہے، کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے، کون دیکھ رہا ہے؟ اللہ دیکھ رہا ہے، یہ بھی اللہ کا ذکر ہوا، ذکر کا مطلب کیا ہے، اللہ کو یاد کرنا، جب اللہ یاد آیا تو گناہ سے بچ گیا، یہ چیز چھوڑ کر چلا گیا، کہیں کوئی غلط کاری کا خیال آیا، تو فوراً رک جائے گا، یہی اللہ کا ذکر ہے، اگر ہمیں ایسے ہی اللہ کے ذکر کی معرفت نصیب ہوجاوے اور اللہ کا استحضار ہوجائے تو زندگی کے ہر مرحلے میں، زندگی کے ہر موڑ پر برے کام سے بچ جائیں گے، کوئی بھی کام ہو، کسی بھی طریقے کا ہو، کسی بھی انداز کا کام ہو تو ہم انشاء اللہ اس سے بچ سکتے ہیں۔

اللہ کی طرف دھیان کرنے کی تیسری مثال

ایک بادشاہ نے ایک بستی پر حملہ کیا، اور اس میں جتنے مسلمان تھے، سب کو شہر خالی کرنے کا حکم دیا، مسلمانوں نے ڈر کر بستی کو خالی کردیا، وزیروں نے دیکھا کہ جس شہر میں ہم جاتے ہیں، سب مسلمان ڈر کر بھاگ جاتے ہیں؛ لیکن اس بستی میں دو ملاجی ہیں، وہ نہیں گئے، اور فلاں مسجد میں اللہ کا ذکر کررہے ہیں، بادشاہ کو اس کے بارے میں اطلاع دی گئی، بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں پکڑ کر جلدی سے میرے پاس لاؤ، ان کی کیسی ہمت ہوئی کہ وہ رک گئے، وہ لوگ گئے اور ان سے بتایا کہ بادشاہ کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ تم کو پکڑ کر بادشاہ کے سامنے حاضر کریں، تو انہوں نے کہا کہ ہم تو مسجد میں ہیں، اللہ کا ذکر کررہے ہیں، مگر وہ لوگ نہیں مانے اور کہا کہ جب تم کو طلب کیا گیا ہے تو تم چلو، بہر حال سپاہی ہتھکڑیاں لگا کر انہیں لے گئے اور بادشاہ کے دربار میں حاضر کیا، بادشاہ نے کہا کہ آپ لوگ کیوں نہیں گئے، جب کہ ہماری طرف سے اعلان عام ہوگیا تھا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسجد میں تھے اور اللہ کا ذکر کررہے تھے، تو اس نے کہا کہ اب دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں، یقیناً تمہارا برا حشر ہونے والا ہے، اب تم کو کون بچائے گا، تو انہوں نے اطمینان سے جواب دیا، ہمیں اللہ بچائے گا، ہاتھ میں جو ہتھکڑیاں لگی تھیں، وہ ٹوٹ کر نیچے گرگئی اور بادشاہ پر کپکپی سی طاری ہوگئی، فوراً ان لوگوں کو بادشاہ نے چھوڑ دیا، یہ حقیقی ذکر تھا، اللہ کی یاد میں وہ مطمئن رہے، اس لیے وہ ذرہ برابر گھبرائے نہیں، اور گاؤں کے سب لوگ ڈرپوک تھے، بادشاہ کے حکم سے بھاگ گئے، مگر ان کے دل میں اللہ کی یاد تھی، وہ گھبرائے نہیں۔

زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ کی یاد ضروری ہے

عزیزو! جب اللہ تعالی کی حقیقی معرفت اور اللہ کا ذکر نصیب ہوجاتا ہے، تو پھر ہمیں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، اس لیے ہمیں کوشش کرنی ہوگی کہ ہمیں اللہ کے ذکر کی حقیقی معرفت

اور حقیقی لذت نصیب ہوجائے، زندگی کے جس میدان میں ہم ہوں، جس شعبہ میں ہوں، ہمارا خیال بس اللہ کی طرف ہو، اگر ہم نماز پڑھ رہے ہوں اور ہمارا دھیان اللہ کی طرف نہ ہو، تو ہماری نماز بیکار ہے، اگر دھیان اللہ کی طرف ہوگا، تو چاہے ہم کھانا کھا رہے ہوں، یا کھیت میں ہل جوت رہے ہوں، تجارت کر رہے ہوں، آفس میں بیٹھے ہوں، تو یہ تمام کام عبادت ہیں اور ان پر بھی ثواب ہے، اگر گاڑی چلا رہے ہو، اور تمہارا دھیان اللہ کی طرف ہے، تو یہ بھی عبادت ہے، دوکان پر بیٹھے ہو، مگر دھیان اللہ کی طرف ہے تو یہ بھی عبادت ہے، گھر میں باتیں کر رہے ہیں ابا سے امی سے، یہ بھی عبادت ہے، بیوی بچوں میں ہوں اور ان سے بات چیت کر رہے ہوں، مگر دھیان اللہ کی طرف ہے، تو یہ بھی عبادت ہے، ایسا ذکر ہمیں نصیب ہوجائے، ایسی معرفت اور ایسی اللہ کی یاد ہمیں نصیب ہوجائے، پھر زندگی میں سکون ہی سکون، راحت ہی راحت ہے، اللہ تعالی ہمیں اپنا ذکر اور اپنی معرفت عطا فرمادے۔

حضرت شبلی اور اللہ کا ذکر

دوستو! دنیا میں جتنے بھی بزرگ گذرے ہیں، سب اللہ کی یاد میں مست رہتے تھے، ان کا چلنا پھرنا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، سب عبادت میں شمار ہوتا تھا، اور ان کا ایک ایک منٹ بھی اللہ کی یاد میں صرف ہوتا تھا، وہ اللہ کی یاد سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہوتے تھے، آپ لوگوں نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنا ہوگا، ایک مرتبہ ان کو چوٹ لگ گئی، تو زخم سے خون گرنے لگا، تو جہاں خون ٹپکتا، وہاں لفظ ''اللہ'' بنتا جاتا تھا، شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے رگ وپے میں اللہ ایسا رچ بس گیا تھا، مرید ساتھ میں تھے، وہ جلدی سے بھاگے کہ حضرت کو کیا ہوگیا، تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت کا خون جہاں گر رہا ہے، وہاں ''اللہ'' بنتا جارہا ہے، تو معلوم ہوا کہ ان کے رگ وپے میں ان کے گوشت پوست میں اللہ اس طرح رچ بس گیا تھا کہ جہاں بھی ہوں، اللہ ہی کا تذکرہ ہو۔

اللہ کی معرفت نصیب ہوجائے تو زندگی میں سکون ہی سکون ہے، اس طرح کے بیشمار واقعات ہیں، جتنے بھی بزرگ ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت جنیدؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت حسن بصریؒ اور ان کے بعد جتنے بھی اہل اللہ گزرے ہیں، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت رائے پوریؒ، حضرت مولانا الیاسؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ سب کا یہی حال تھا کہ اللہ کی یاد میں ایسے مست تھے کہ زندگی کے ہر لمحے میں اللہ ہی کو یاد کرتے تھے اور پوری زندگی میں سکون حاصل تھا؛ لیکن ہم پریشانی میں کیوں مبتلا ہیں، اگرچہ ہمارے پاس رزق بھی ہے، مکان بھی ہے، مال بھی ہے، مگر پھر بھی پریشان ہیں؛ کیونکہ ہمارا دھیان اللہ کی طرف نہیں ہے۔

اللہ کے ذکر میں مزہ ہی مزہ ہے

عزیزو! اگر ان پریشانیوں سے نکلنا ہے، اپنی زندگی میں انقلاب لانا ہے، اور اچھی زندگی گزارنی ہے، تو ہر موقع پر اللہ کو یاد کرو، زندگی کے ہر لمحے میں اللہ کو ذہن میں رکھو، اور اپنی روحانی غذا ذکر کے ذریعہ حاصل کرو، تو انشاء اللہ سکون وراحت نصیب ہوگی، اگر اس میں کوتاہی ہوگی، تو ساری چیزوں سے لطف ختم ہوجائے گا؛ لیکن اگر اللہ کا ذکر نصیب ہوجائے تو مزہ ہی مزہ اور لطف ہی لطف ہے، اس سلسلہ میں کوشش کریں، اگر زبان پر ذکر ہوگا تو مزہ آئے گا، زبان کو بھی دل کو بھی، اگر یقین نہ آئے تو پانچ منٹ ذکر کرکے دیکھ لو، اگر سچے دل سے اور یکسو ہوکر ذکر میں لگ جاؤ تو دنیا کو بھول جاؤ گے اور ذکر الٰہی کی حلاوت ولذت محسوس کروگے۔

محبت مجازی کی خاطر ذکر الٰہی

اس سلسلہ میں آپ لوگوں کو ایک واقعہ بتاتا ہوں کہ ایک بادشاہ کے محل میں ایک شہزادی تھی، بہت ہی حسین وجمیل اور خوبصورت، اتنی خوبصورت کہ تصور بھی نہیں کرسکتے، ہم دیکھتے

ہیں کہ اچھی چیز کو دیکھ کر منہ میں پانی آجاتا ہے اور وہ تو شہزادی تھی، بادشاہ کی بیٹی تھی، عالیشان محل میں رہتی تھی، جہاں صبح وشام ہزاروں خوشبوئیں، ہزاروں کپڑے استعمال ہوتے تھے، طرح طرح کے پرفیوم اور چمک دمک کے سامان، جہاں صبح وشام رونق ہی رونق رہتی تھی، جہاں ہزاروں کارندے بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے تھے محل لائٹوں اور قمقموں سے جگمگاتا رہتا تھا، وہاں پر ہر قسم کی آرائش وزیبائش تھی، اسی محل میں بادشاہ کے کارندوں میں سے ایک کارندہ نوجوان حسین وجمیل تھا، بادشاہ کی لڑکی اس پر فریفتہ ہوگئی، آہستہ آہستہ وہ نوجوان بھی اس کی طرف مائل ہونے لگا، اور آنکھوں آنکھوں میں اشارے، کنائے ہونے لگے، اور ایک دوسرے کے بغیر بے قرار ہونے لگے۔

الفت مزہ جب ہے کہ دونوں ہوں بے قرار
دونوں طرف سے آگ برابر لگی ہوئی

غرضیکہ دونوں میں اتنی محبت ہوگئی کہ خط وکتابت کا سلسلہ شروع ہوگیا، ملاقات کا موقع نہیں ملتا، مگر خط وکتابت کے ذریعہ ایک دوسرے کا پیغام پہنچ رہا تھا، تو عقل کی شہزادی، بادشاہ کی لڑکی نے عقل دی کہ یہاں سے تم استعفیٰ دیدو اور تم کسی جنگل میں جاکر اللہ اللہ کرو، جب تمہاری شہرت ہوجائے گی اور چاروں طرف سے لوگ آنے شروع ہوں گے، پورے علاقہ میں چاروں طرف تمہارا چرچہ ہوگا، تو لوگ وہاں پہنچیں گے کہ فلاں بزرگ بہت اچھے ہیں، اور اللہ اللہ کرتے ہیں اور میرے ابا حضور بھی بزرگوں سے مل کر خوش ہوتے ہیں، تو میں وہاں آجاؤں گی، تو وہ استعفیٰ دے کر بوریا بستر لے کر چل دیا، اور شہزادی کی محبت کی خاطر بزرگی کا لبادہ اوڑھ لیا اور ایک جنگل میں جاکر چھپر ڈال لیا، بس اللہ اللہ کرنا شروع کردیا، تو گزرنے والے لوگ دیکھنے لگے کہ بہت ہی اچھا بزرگ بیٹھا ہے، کوئی بڑا بزرگ ہوگا، حالانکہ اس کو اندر سے شہزادی سے ملنا تھا۔

مجازی محبت حقیقی محبت میں بدل گئی

چنانچہ یہ نوجوان ہمہ وقت اللہ کی یاد میں مست رہتا تھا، نہ تو دنیا سے مطلب، نہ اور کسی سے، بس ہمیشہ اللہ کا ذکر زبان پر رہتا، ابھی دو تین مہینہ ہی ذکر میں گزرے تھے کہ اس کی زندگی بدل گئی، اس نے دو تین مہینہ خوب اللہ کا ذکر کیا اور نمازوں کی پابندی کی، تو حضرت جی بن گیا، ابھی تو نقلی تھا، جب اس نے اللہ اللہ کی ضربیں لگائیں اور اللہ کا اتنا نام لیا کہ چاروں طرف سے چلنے والے رک گئے کہ حضرت جی بیٹھے ہیں، چند دنوں کے بعد اس کی زندگی بدل گئی، اور علاقے میں اس کی بزرگی کی شہرت ہوگئی، اب کیا ہوا کہ اس کی شہرت بادشاہ کے یہاں بھی پہنچی، کہ فلاں جگہ پر بہت اچھا بزرگ ہے، تو شہزادی کو بھی موقع ملا، اس نے کہا کہ ابا حضور! میں اس بزرگ کے پاس جانا چاہتی ہوں اور اس سے دعائیں لے کر آتی ہوں، ابا حضور خوش ہوئے اور کہا کہ میرے لیے بھی دعا کرالینا اور اپنے لیے بھی، چنانچہ اس کی حفاظت کے لئے پورا دستہ کمانڈروں کا ساتھ ہوگیا، رائفل، بندوقیں سب ساتھ میں لیے ہوئے تھے، لڑکی نے سوچا کہ جب اس کے پاس جاؤں گی تو سب کو ہٹادوں گی اور اکیلی چپ چاپ اندر چلی جاؤں گی، بالآخر وہ اس کے پاس پہنچ گئی اور آواز لگائی، اس نے اندر سے پوچھا کہ کون؟ لڑکی نے جواب دیا کہ میں وہی تمہاری پرانی معشوقہ ہوں، جس نے تمہیں یہاں اللہ اللہ کرنے کے لیے بھیجا ہے، آج موقع ملا ہے، میں حاضر ہوں، تجھے جو کرنا ہے کرلے، تو میرے لئے پریشان ہوتا تھا، میرے لیے تڑپتا تھا، کھانا نہیں کھاتا تھا، آج تیرے لیے آگئی ہوں؛ لیکن اس نے جواب دیا کہ مجھے تو مالک حقیقی مل گیا ہے، میں حقیقت میں بزرگ ہوگیا ہوں، اللہ والا ہوگیا ہوں، اب تو میرے لیے غیر محرم ہے، میرے سامنے مت آ، میں تو اللہ سے لو لگالی، اب تو میں نے اصل سے محبت کرلی، اللہ سے محبت کرلی اور اب چلی جاؤ، مجھ سے ملاقات نہ کرو، اب مجھے تیری ضرورت نہیں، دیکھئے کیا بن گیا، جب حقیقی ذکر

نصیب ہوجاتا ہے تو زندگی ایسے بدل جاتی ہے، نقل سے اصل ہوجاتا ہے۔

متقی اور پرہیزگار ہی اللہ کا محبوب ہے

جو بھی اللہ کی اطاعت کرے گا، اللہ کی فرمانبرداری کرے گا، اور جو بھی اس کے ذکر میں لگا رہے گا، اس کو اللہ تعالی ضرور اپنا قرب عطا کردیتے ہیں اور دنیا اس کے پاؤں میں آتی ہے، اگر ہم بھی اللہ کا ذکر کریں، اس کی یاد میں ہمیشہ مشغول رہیں، تو ایک نہ ایک دن ضرور ہم ولی بن جائیں گے، اللہ کے یہاں کسی کی اجارہ داری نہیں ہے، اللہ سے جو بھی لو لگائے گا، اللہ اس کا ہے، اللہ کے یہاں یہ نہیں ہے کہ بڑے خاندان کا ہے، یہ چھوٹے خاندان کا ہے، یہ فلاں مولوی صاحب کا بیٹا ہے، یا فلاں مالدار، وزیر، بادشاہ یا ایم پی کا بیٹا ہے، اللہ سے جو بھی لو لگائے گا، اللہ اس کو حاصل ہوجائے گا، جس طرح ایک غلام جس کا بادشاہ کے یہاں کوئی مقام و مرتبہ نہ تھا، اب وہی بادشاہ اپنے لیے سعادت سمجھ کر دعا کی درخواست کرنے کے لیے اپنی بیٹی کو روانہ کررہا ہے۔

اگر ہم سچے دل سے اللہ سے لو لگائیں تو ایک دن ضرور حضرت جی بن جائیں گے، حضرت جی اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہمارے علاقے میں حضرت جی ایک معیار ہے کیونکہ حضرت جی، اللہ والے اور بڑے مقام والے عارف کو کہتے ہیں، اس لیے اگر ہمیں اللہ کے ذکر کا لطف نصیب ہوجائے، ساری دنیا کے بزرگوں سے بڑا بن جائیں گے، بزرگ ایسے ہی تو بنتے ہیں، اس طرح اگر اللہ کے ذکر کی لذت نصیب ہوجائے تو زندگی میں انقلاب برپا ہو جائے گا، اور حقیقی زندگی نصیب ہوجائے گی، سکون کی زندگی نصیب ہوجائے گی، اللہ کے ذکر اور اللہ کی معرفت سے زندگی بدل گئی، ایک مجازی محبت کرنے والے نے ذرا سا سوچا، اپنے خدا کی حقیقی محبت حاصل کرلی، حقیقت میں اس کی زندگی بدل گئی، بس شرط یہ ہے کہ مانگنے والا مانگے، اللہ تو بہانہ تلاش کرتا ہے۔

اللہ اللہ ہے تو جان ہے ❖ ورنہ جان بھی بے جان ہے

اگر اللہ ہے، تو ہماری جان میں جان ہے، ورنہ وہ بھی بے جان، بے جان کیا ہے مٹی کا ایک پتلہ، ابھی ہمارے ماں باپ، ہماری مائیں بہنیں، بیوی بچے کتنی محبت کرتے ہیں، لیکن ابھی ادھر جان نکلی کہ محبت ختم، ادھر سوئچ آف ہوا، سارے رشتہ دار، بھائی بہن، ماں باپ، اعزہ واقرباء کہنے لگ جاتے ہیں کہ جلدی چلو قبر کھودو، تھوڑی دیر میں سب کا خیال بدل جاتا ہے، مہینہ دس دن کے اندر سب بھول جاتے ہیں، اس بے رخی کو دیکھ کر کسی عاشق نے اپنے معشوق سے کہا تھا۔

کیا کروگے تم آخر قبر پر میری آکر
تھوڑی دیر رولوگے اور بھول جاؤگے

لیکن ہماری محبت اگر خدا سے ہوگی، دنیا میں ہم نے خدا سے لو لگائی ہوگی، تو قبر میں بھی اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہوں گے، قبر میں ہر قسم کی آسائش ہوگی، قیمتی لباس ہوں گے، جنت کی ہوائیں آتی ہوں گی، برخلاف اس دنیا کے کہ ہمارے ماں باپ، بھائی بہن، بیوی بچے سب بیکار ثابت ہوں گے، چاہے جتنی محبت ہو، ادھر سوئچ آف ہوا، بٹن بند ہوا، دنیا کا جھمیلہ ختم، کوئی کسی کا پرسان حال نہیں کیونکہ یہ تو مجازی محبت ہے، حقیقی محبت تو خدا سے ہوتی ہے، اس لیے اللہ سے سچی لو لگالیں اور اللہ کا ذکر کرتے رہیں تاکہ اللہ کی معرفت اور قرب حاصل ہوجائے، اللہ تعالی ہم تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی معرفت کی لذت اور اپنی یاد کا لطف نصیب فرمائے۔

زبان کی حفاظت پر جنت کی گارنٹی

یہ بیان ۲۱/جنوری ۲۰۰۹ء
بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی
جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک
مجمع میں ہوا۔

زبان کی حفاظت پر جنت کی گارنٹی

چھوٹی سی زبان

آپ سبھی حضرات کو یہ معلوم ہے کہ ہمارے جسم کا ایک اہم حصہ زبان ہے،اس لیے آج زبان کے سلسلہ میں گفتگو کی جائے گی، کیونکہ "جِرْمُہٗ صَغِیْرٌ وَ جُرْمُہٗ کَبِیْرٌ" یہ زبان دیکھنے میں تو چھوٹی سی معلوم ہوتی ہے لیکن جرم کیسے بڑے بڑے کر دیتی ہے،تو ہم چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی کے اعمال اسی سے شروع کریں، کیونکہ جب ہمارا زبان پر کنٹرول ہو جائے گا تو بہت سے فائدے حاصل ہوں گے۔

پکا اور سچا مسلمان کون؟

زبان کی حفاظت انسان کی زندگی میں بہت اہم ہے،اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" (۱) کہ سچا پکا مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں، یعنی اس کی زبان سے، اس کی دست درازی سے، اس کی غلط باتوں سے، اس کے غلط الفاظ سے لوگ محفوظ رہیں، اس کی زبان کے شر سے لوگ محفوظ رہیں، اگر یہ چیز اس کے اندر ہے،تو وہ پکا سچا مسلمان ہے اور جس کو اپنی زبان پر کنٹرول (Control) نہیں ہے،اس کے کئی نقصانات ہیں، ایک تو یہ کہ زبان کی

(۱) صحیح البخاری حدیث ۹

حیثیت ایک چمچے کے سی ہے اور دل کی کیفیت ہانڈی کی سی ہے، تو چمچے سے وہی آئے گا جو کچھ ہانڈی میں ہوگا، تو ہمارا جسم بحیثیت ہانڈی کے ہے، بحیثیت ایک بڑی ڈیگچی یا ایک بڑے برتن کے ہے، اور ہماری زبان چمچہ ہے، اور چمچہ سے وہی نکلے گا جو ہمارے دل کے اندر ہوگا، زبان کی حیثیت اس اعتبار سے بہت اہم ہے، تو جس کے شر سے جس کی شرارتوں سے، جس کی بدکلامی سے لوگ محفوظ رہیں، ایسا مسلمان پکا اور سچا مسلمان ہے، آدمی زبان سے گفتگو کرتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کتنے پانی میں ہے، بعض مرتبہ وہ گفتگو کرتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ خوش اخلاق ہے، اچھا انسان ہے، اور زبان سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ آدمی کیسا ہے؟ بد اخلاق ہے، اس کی زبان کنٹرول میں نہیں ہے، زبان ایک اہم ذریعہ ہے انسان کی زندگی کو سمجھنے کا، انسان کی زندگی پر کنٹرول کرنے کا، اگر زبان کی حفاظت ہوگئی تو سمجھ لیجئے کہ زندگی مامون ہوگئی۔

زبان کی حفاظت پر جنت کی گارنٹی

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "من یضمن لی مابین لحییه ومابین رجلیه أضمن له الجنة" (۱) کہ تمہارے جسم کے اندر دو چیزیں ہیں، اگر تم ان دونوں کی ضمانت لے لو، تو میں تمہارے لیے جنت کی ضمانت لے لوں گا "مابین لحییه ومابین رجلیه" ایک تو وہ زبان ہے جو انسان کے جبڑوں کے درمیان ہے، دوسرے وہ جو انسان کے دونوں رانوں کے درمیان ہے، اور وہ شرمگاہ ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دو چیزوں کی ضمانت لے لو یعنی ان دونوں چیزوں کو غلط جگہوں پر استعمال نہ کرو، تو میں تمہارے لیے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔

سب سے اچھی اور سب سے بری چیز زبان ہے

آپ لوگوں نے لقمان حکیم کا نام سنا ہوگا، بہت بڑے حکیم گزرے ہیں، حکیم صاحب

(۱) صحیح البخاری حدیث ۵۹۹۳

جب اپنے مالک کے یہاں کام کرتے تھے، تو مالک نے ایک دن کہا بھائی لقمان! بکری ذبح کرو اور اس میں جو سب سے اچھی چیز ہے وہ مجھے پکا کر کھلاؤ، حکیم صاحب نے حکم کے مطابق بکری ذبح کی اور زبان پکا کر پیش کی، مالک نے بہت لطف لے کر کھایا، پھر دوسرے دن مالک نے کہا بھائی لقمان! بکری کے اندر جو سب سے بری چیز ہوتی ہے اس کو پکا کر لاؤ، تو حکیم صاحب دوسرے دن بھی زبان پکا کر لے گئے، مالک زبان دیکھ کر حیران ہو گیا اور کہا کہ کل بھی وہی چیز پکا کر لایا تھا اور آج بھی وہی پکا کر لایا، کیا چکر ہے، تو حکیم صاحب نے بتلایا کہ دیکھئے جسم میں سب سے اچھی چیز زبان ہے اور سب سے بری چیز بھی زبان ہے، اگر زبان پر قابو ہے تو زبان سب سے اچھی چیز ہوئی، اور اگر زبان پر قابو نہیں ہے، تو زبان سب سے بری چیز ہوئی۔

اگر زبان سے کسی کو گالی دے دی، تو دو تھپڑ لگا دے گا، اسی زبان سے اگر دشمن کے سامنے پیار سے پیش آئے تو دشمن موم ہو جائے گا، اگر اچھے اخلاق سے، محبت سے اس کے ساتھ پیش آئے تو یہ زبان اس کو آپ کا دوست بنا دے گی، اسی لیے انہوں نے یہ پیش کیا کہ انسان کے جسم میں سب سے اچھی چیز زبان ہی ہو سکتی ہے اور سب سے بری چیز بھی زبان ہی ہو سکتی ہے، اسی لیے اس کی تاکید کی گئی ہے۔

زبان کا ایک ایک لفظ لکھ لیا جاتا ہے

خود قرآن کریم میں اللہ تبارک تعالی نے ارشاد فرمایا کہ "مایلفظ من قول الالدیه رقیب عتید" (۱) کہ انسان جو بھی بولتا ہے، جو بھی لفظ زبان سے نکالتا ہے، تو لکھنے والے فرشتے رجسٹر پر فوراً لکھ لیتے ہیں، سچی بات بولی تو سچوں کی لسٹ میں نام لکھ دیا، جھوٹی بات بولی تو جھوٹوں کی لسٹ میں لکھ دیا، زبان ذرا سی ہے مگر انسان کو ادھر سے ادھر کرا دیتی ہے، یہی اچھوں میں شمار کرا دیتی ہے اور یہی بروں میں شمار کرا دیتی ہے، انسان کا جتنا زبان پر

(۱) سورۂ ق آیت ۱۸

کنٹرول ہوگا جتنی سچائی اس کے اندر ہوگی اتنا ہی اس کا وقار اور اس کی عزت ہوگی۔

مومن جب وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا کرتا ہے

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طاقت کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا تھا، ایک دفعہ جنگ ہوئی، تو ایک شہزادہ گرفت میں آیا اور اس کو پکڑ کر پیش کیا گیا، جس نے مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچایا تھا، جب پیش کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے قتل کا حکم جاری کر دیا کہ پھانسی دیدی جائے، اس زمانے میں بھی یہی قانون ہوتا تھا، اور ہر زمانہ میں رہا ہے کہ جو بڑا مجرم ہوتا ہے، اس کو سزائے موت پھانسی کی شکل میں دی جاتی ہے، قتل کے وقت یا پھانسی کے وقت مجرم کو یہ پیش کش کی جاتی ہے کہ تمہاری جو آخری تمنا ہو بتلا دو، آپ کو کسی سے کوئی بات کہنی ہے یا کسی سے بات کرنی ہے، وہ عرض کرو، پوری کی جائے گی، حالانکہ اس کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے، پانچ منٹ دو منٹ کا ٹائم دیا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب تو ہم نے تمہارے لیے پھانسی کا حکم جاری کر دیا، تم بتلاؤ کہ تمہاری آخری تمنا کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میری آخری تمنا یہ ہے کہ مجھے پانی کا ایک گلاس دے دو، پانی کا گلاس جب پیش کیا گیا، تو شہزادہ لے کر اس کو دیکھنے لگا، حضرت عمر نے پوچھا تم آخر کیوں نہیں پی رہے ہو، اس نے جواب دیا میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں میں اس کو منہ لگاؤں اور آپ کا جلاد فوراً میری گردن اڑا دے، اس لیے نہیں پی رہا ہوں، میں کانپ رہا ہوں، میں ڈر رہا ہوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جب تک تم یہ پانی نہیں پی لو گے تب تک ہم جلاد کو حکم نہیں دیں گے کہ تمہاری گردن اڑائے، شہزادہ چونکہ چالاک تھا، فوراً اس نے پانی زمین پر ڈال دیا اور کہا کہ حضرت آپ مجھ کو قتل نہیں کر سکتے ہو کیونکہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک تم اس پانی کو نہ پی لو گے تب تک تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا، تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ چلو ٹھیک ہے، ہم اپنے وعدہ پر قائم ہیں، اپنی زبان پر قائم ہیں، ہم تمہیں قتل نہیں

کریں گے، جاؤ ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں اور تم آزاد ہو۔

دین کی سچائی کی وجہ سے میں نے اسلام قبول کیا

شہزادہ نے کہا کہ حضرت جس دین کے اندر اتنی سچائی ہو کہ زبان کا اتنا پاس ولحاظ کیا جاتا ہے، اس دین پر میں ایمان لاتا ہوں، اور میں مسلمان ہوتا ہوں، یہ ہے سچائی کا نتیجہ کہ ذرا سی دیر میں کیا سے کیا ہو گیا، تھوڑی دیر کے لیے تو مسلمانوں کو برا معلوم ہوا کہ دشمن اسلام بڑی مشکل سے تو قبضہ میں آیا تھا، آج بھی یہ بچ گیا، مگر وہ مسلمان ہو گیا، اس سے بعد میں پوچھا گیا کہ آخر تو نے اس طرح کیوں کیا اور اسلام کیوں قبول کیا؟ تو اس نے کہا کہ میرے دل میں اسلام کی محبت تو پہلے ہی بیٹھ گئی تھی، مگر پہلے میں نے اسلام اس لیے نہیں قبول کیا، میں کلمہ اس لیے نہیں پڑھا تھا کہ لوگ کہتے کہ تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کر رہا ہے، مسلمان ہو رہا ہے، میں نے یہ حیلہ، یہ تدبیر، یہ چالاکی اس لیے کی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ شہزادہ ہو کر موت کے ڈر سے مسلمان ہو گیا، پانی میں نے اسی لیے منگوایا تھا، اور میں نے یہ چال چلی تا کہ کسی کو ذرہ برابر احساس نہ ہو کہ شہزادہ موت کے ڈر سے مسلمان ہو گیا، مجھے چونکہ معلوم تھا کہ امیر المومنین اپنی زبان کے پکے ہیں، اس لیے جب میں آزاد ہو گیا تو اسلام کا اعلان کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ زبان کتنی اہم چیز ہے، انسان کی زندگی میں اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے، اور کیسے کیسے نتائج نکل سکتے ہیں، زبان کی سچائی نے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا کہ ایک شہزادہ جو اسلام کا دشمن تھا، اسلام کو نقصان پہنچاتا تھا، وہ اسلام کی آغوش میں آ گیا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اس شہزادہ کو جنرل فوجی بنا دیا اور بعض چیزوں میں اس سے مشورہ لیتے تھے اور اپنی کابینہ کا ممبر بنا دیا، اپنا مشیر کار بنالیا، اپنے کاموں میں اس سے مشورہ طلب کرتے تھے، یہ ہے زبان کی اہمیت، خود سچ بولے اور سچائی پر قائم رہے، تو اسی سے وہ اتنا بڑا مسلمان بنا کہ اس کو حضرت عمر نے مشیر کار بنالیا اور یہاں تک کہ اس سے مشورہ کرتے تھے، زبان کی سچائی کی

تاثیر یہ ہوتی ہے، تو ہمیں کوشش کرنی ہے کہ اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھیں۔

اچھی زندگی کا مدار زبان کی صحت پر ہے

ہماری زندگی کا دارومدار زبان پر ہے، زبان اگر قبضے میں ہے تو ہر چیز سے ہماری حفاظت ہوگی، مثلاً اگر ہم صحیح بولیں گے تو ہمیں کوئی نہیں ٹوکے گا، اگر اپنے محلے میں، اپنے معاشرے میں، ہماری زبان سے سچ نکلے، صحیح بات نکلے اور کسی کا دل نہ دکھے، کسی کو گالی گلوچ نہ دے، تو سب ہماری عزت کریں گے کہ بھائی یہ صحیح اور سچا آدمی ہے، سچ بولتا ہے، اس کی زبان سے ہم نے آج تک گالی نہیں سنی، اس کی زبان سے آج تک جھوٹ نہیں سنا، اس کی زبان سے ہم نے آج تک کوئی بدتمیزی کا لفظ نہیں سنا، یہ بہت اچھا آدمی ہے، ایسا ہی ہونا چاہئے، اس کی بہت پیاری زبان ہے اور جس کی زبان سے گالی گلوچ، بدکلامی، بری بات نکلے تو آدمی اس کو اچھا سمجھتا ہے یا برا؟ پورے معاشرے میں اس کو برا سمجھا جاتا ہے کہ بھائی یہ آدمی تو بہت برا ہے، یہ تو بدکلام ہے، اس کی بات بھی گالی سے شروع ہوتی ہے اور گالی پر ہی ختم ہوتی ہے، جیسے آپ دیکھتے ہوں گے کہ بعض لوگ گالی ہی سے بات شروع کرتے ہیں اور گالی پر ہی ختم کرتے ہیں، تو اس کو سب لوگ برا سمجھتے ہیں، جس کی زبان کے اندر پیار نہ ہو، جس کی زبان کے اندر سچائی نہ ہو، جس کی زبان کے اندر مٹھاس نہ ہو، کڑواہٹ ہی کڑواہٹ ہو، اس کو کوئی بھی شخص اچھا نہیں سمجھتا، بلکہ سب لوگ اس کو برا سمجھتے ہیں، اس وجہ سے ہمیں کوشش کرنی ہے کہ ہم اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھیں اور اپنی زبان کی حفاظت کریں، تو انشاء اللہ عزت کی زندگی جئیں گے، یہ ہمارا دنیاوی فائدہ ہے۔

اللہ کے فرشتوں کی میموری کی کوئی انتہا نہیں

جیسا کہ ابھی بتلایا گیا ہے کہ جب ہم سچ بولیں گے تو ہمارا نام سچوں کی لسٹ میں لکھا جائے گا، اور جب ہم جھوٹ بولیں گے تو ہمارا نام جھوٹوں کی لسٹ میں لکھا جائے گا؛ کیونکہ جب ہم

کوئی بھی بات بولیں گے تو اللہ کے فرشتے سب ریکارڈ کرلیں گے، کہاں، کب اور کس وقت اور کس کے سامنے بولا تھا، ہم اپنے موبائل میں، اپنے کیمرے میں سب ریکارڈ کرلیتے ہیں، جب ہم اپنے موبائل میں کسی کی آواز کو ریکارڈ کرسکتے ہیں، تو اللہ کا ریکارڈر (Recorder) اللہ کا موبائل، فرشتوں کا موبائل بہت بڑا ہوتا ہے؛ کیونکہ ہمارے موبائل کی لیمٹ (Limit) ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ ہوتی ہے؛ لیکن اللہ اور اس کے فرشتوں کے موبائل اور ریکارڈر کی کوئی لیمٹ نہیں ہے، وہ تو پوری دنیا کے نظام کو ریکارڈ کرلیتا ہے، چونکہ فرشتوں کی میموری (Memory) کی کوئی انتہاء نہیں ہے، اس لیے وہ ہر چیز کو ریکارڈ کرلیتا ہے، بہرحال جب قیامت کے دن انسان کا منظر نامہ انسان کے سامنے پیش کیا جائیگا، جب اعمال نامہ پیش ہوگا تو سب لوگ اپنے اپنے ریکارڈ کو دیکھ کر کہیں گے "مالھذا الکتاب لایغادر صغیرۃً ولا کبیرۃً الااحصٰھا" (۱) کیا ہو گیا اس کتاب کو کہ اس نے تو ہر چھوٹی بڑی بات بھی ریکارڈ کر رکھی ہے، چونکہ انسان کی طبیعت میں فوراً جھوٹ بولنے کی عادت ہے، حالانکہ وہ کوئی کام کررہا ہوتا ہے اور ہم اس کو دیکھ رہے ہوتے ہیں؛ لیکن اگر اس سے فوراً پوچھا جائے تو وہ فوراً منکر ہوجاتا ہے، اسی طرح جب اللہ تعالی کے یہاں اس سے کہا جائے گا کہ تم فلاں کام کررہے تھے تو وہاں بھی کہنے کی کوشش کرے گا کہ ہم نہیں کررہے تھے، تو فوراً اس کے سامنے وہی سی ڈی، وہ ریکارڈ دکھایا جائے گا، تو وہ کہے گا کہ وہاں تو کوئی نہیں تھا، تو اللہ تعالی کہیں گے کہ ہاں ہمارے فرشتے تو وہاں موجود تھے، وہ سب لکھ رہے تھے اور ریکارڈ کررہے تھے، اور پھر اللہ تعالی اس کی زبان کو بند کردے گا اور اس کے جسم کے ہر عضو کو زبان دے گا، اس کے جسم کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے، ہاتھ بولیں گے، پیر بولیں گے، آنکھیں بولیں گی "یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون" (۲) اس کی زبان، اس کے ہاتھ، اس کے پیر اس کے خلاف گواہی دیں گے، غرضیکہ ہر چیز اس کے خلاف گواہی دے گی، وہ کہے گا تم کیسے بول رہے ہو،

(۱) سورۂ کہف آیت ۴۹ (۲) سورۂ نور آیت ۲۴

توو ہ بیک زبان بولیں گے "قالوا انطقنااللہ الذیٓ انطق کل شیٔ "(١) کہ اللہ ہی نے ہمیں قوت گویائی دی، جس نے ہر چیز کو بولنے کی صلاحیت دی۔

اسلام لانے سے پچھلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں

اللہ کے یہاں ایسا نظام ہے کہ اگر ستر سال کا کافر بھی ایک مرتبہ زبان سے یہ کہہ دے "لاالہ الا اللہ محمدرسول اللہ" تووہ مسلمان ہوجاتا ہے، ایمان والا ہوجاتا ہے، ابھی وہ کافر تھا، پوری زندگی بیکاراور خراب کام کئے، پوری زندگی اللہ کی نافرمانی کی، زبان سے چند الفاظ نکلے، کیا"لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ " اس کی دنیا بدل گئی، وہ مسلمان ہوگیا، اب تک جتنے بھی اس نے زندگی میں گناہ کے کام کئے تھے، سب معاف ہوگئے، حدیث میں آتا ہے کہ "الاسلام یھدم ماکان قبلہ"(٢) کہ اسلام سے پہلے جتنے بھی گناہ کئے تھے، سب معاف ہوگئے، تو زبان سے ذراسی بات نکلی، تو پورے گناہ معاف ہوگئے، ایک نئی زندگی مل گئی، ساری چیزیں مٹادی گئیں، اور ذرا اللہ کی شان میں، نبی کی شان میں غلط بات نکالنے سے، گستاخی کرنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے اور وہ جہنم میں چلاجاتا ہے۔

نکاح وطلاق میں زبان کی اہمیت

غیرمحرم عورت کی طرف دیکھنا اور نظر اٹھانا ناجائز وحرام ہے، اگر کسی عورت کی طرف محلّہ میں، معاشرے میں نظر اٹھا کر دیکھا، تو لوگ برا بھلا کہیں گے اور مار پیٹ کی نوبت آجائے گی، مگر اسی زبان سے ایک لفظ''نکاح'' نکالا کہ میں نے تمہیں نکاح میں قبول کیا، اب وہ جائز ہوگئی، اس کی شریک حیات بن گئی، اب چاہے وہ کسی کی بیٹی ہو، کسی کی بہن ہو، کسی کی پھوپھی ہو، کسی کی خالہ ہو، کسی کی برادرزادی ہو، کوئی بھی کچھ نہیں کہتا، بلکہ سارے لوگ حتی کہ محلے والے بھی خوش ہوجاتے ہیں، کیونکہ اس کے لیے یہ جائز ہوگئی، ابھی ایک لفظ نکالا کہ میں نے

(١) سورہ حم سجدہ آیت ٢١ (٢) صحیح مسلم حدیث نمبر ١٧٣

قبول کی اور وہ آپ کے لیے جائز ہوگئی، اب وہ کیا بن گئی آپ کی شریک حیات، آپ کی گاڑی کا پہیہ، آپ کی زندگی کی جو گاڑی ہے اس کا پہیہ بن گئی، اب زندگی کے خوشگوار لمحات اس کے ساتھ گزار سکتے ہو، چند الفاظ نکالنے سے یہ سب ہوگیا، اور اگر اسی زبان سے آپ کہہ دیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا، طلاق دیدی، تو وہ تمہارے لیے حرام ہوگئی، وہ آپ کے لیے غیر محرم ہوگئی، وہ آپ کے لیے ناجائز، اس کے لیے آپ ناجائز، دل تمہارے دور ہوگئے، آپس میں دوریاں ہوگئیں، یہ ہے زبان کا مزاج، زبان کا کردار، تھوڑی ہی دیر میں جائز کو ناجائز کردیتی ہے اور ناجائز کو جائز کردیتی ہے۔

زندگی کو کامیاب بنانے کیلئے زبان پر کنٹرول کرنا ہوگا

انسان کی زندگی کے اندر زبان بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے، جہاں زبان ذراسی غلط چلتی ہے، تو وہاں زندگی کا نظام بھی غلط چلنے لگتا ہے، اور ذراسی صحیح چلتی ہے تو نظام بھی صحیح چلنے لگتا ہے، اگر کسی دشمن سے نرمی سے بات کرلی تو ٹھنڈا پڑجائے گا اور اس کے تیور ٹھنڈے ہوجائیں گے، اس کے برخلاف اگر کسی دوست کو غلط بات کہہ دی تو مارنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے، زبان دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بنادیتی ہے، انداز گفتگو، زبان کی چاشنی، زبان کی شیرینی ایسی چیز ہے، ابھی چونکہ ہم نوجوان ہیں، ابھی شباب ہیں، اور ہماری زندگی کی ابتداء ہے، تو ہمیں سوچنا ہے، ہمیں معاہدہ کرنا ہے، ہمیں اقرار کرنا ہے کہ ہم پوری زندگی میں اپنی زبان کی حفاظت کریں گے، اور صحیح استعمال کریں گے، اس سے کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے، اس سے کبھی غلط نہیں بولیں گے، اس سے کبھی کسی کو گالی نہیں دیں گے، زبان سے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے، زبان سے کسی کی شان میں گستاخی نہیں کریں گے، اور اس زبان سے ہر ایسے کام کریں گے جس سے اللہ اور اس کے رسول راضی ہوں، ہمارے دوست واحباب راضی ہوں، ہمارے محلے والے، ہمارے معاشرے والے، ہمارے پڑوس

کے رہنے والے اور ہمارے دوست واحباب راضی ہوں، اس طرح ہمیں کوشش کرنی ہے اور زبان کی حفاظت کرنی ہے۔

وہی بات کہیں جو دل میں ہو

میرے عزیزو! اس کی تاکید قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی، اس لیے وہی بات کہنی چاہئے جو دل کے اندر ہے، اس کے برخلاف نہ کہنا چاہئے کیونکہ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے "یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم" (۱) کہ ایسی بات وہ نکالتے ہیں، جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، بات وہی نکالیں جو ہمارے دلوں میں ہو، کیونکہ ہم آدمی کی گفتگو سے پتہ لگا لیتے ہیں کہ وہ خوش اخلاق ہے یا بداخلاق، اس کے اندر تہذیب ہے یا نہیں، اگر وہ مہذب ہے تو فوراً اس کی بات چیت سے پتہ چل جاتا ہے، آج سے ہم معاہدہ کریں کہ ہماری زندگی اس انداز پر رہے گی، اس انداز سے چلے گی کہ اس میں کسی کی حق تلفی نہیں کریں گے، کوئی ایسی چیز نہ ہوگی جس سے دوسروں کو تکلیف ہو اور جس سے زندگی کے اندر کوئی دشواری پیش آئے، زبان کے سلسلہ میں بہت سارے واقعات ہیں، جن سے زبان کی اہمیت اور زبان کی حفاظت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

عورتیں زبان کی حفاظت کے سلسلہ میں لاپرواہ ہوتی ہیں

بعض مرتبہ زبان سے غلط بات نکل جاتی ہے، مثال کے طور پر بچہ جب روتا ہے یا شرارت کرتا ہے تو عورتیں کہہ دیتی ہیں تو مرجاتا تو اچھا ہوتا، حالانکہ زبان سے نکل رہا ہے، دل سے ایسی بات نہیں ہوتی، تو بعض مرتبہ، بعض اوقات قبولیت کے ہوتے ہیں، اگر وہ قبول ہوجائے تو کیا سے کیا ہوجائے، بعض مرتبہ انسان کی زبان سے کچھ بھی نکلتا ہے، وہ بات فوراً قبول ہوجاتی ہے، ایک عورت نے بددعا کردی اپنے بچے کے لیے کہ اللہ تجھے اٹھالے، یہ بددعا اللہ

(۱) سورہ آل عمران آیت ۱۶۷

کے یہاں قبول ہوگئی، قبول تو ہوئی لیکن قبولیت کے آثار بعد میں ظاہر ہوئے، بچہ جب چھوٹا تھا، اس کے لیے وہ پریشان رہتی تھی، رات میں استنجاء کروانا، پیشاب پاخانہ کروانا، اس سے پریشان ہوکر اس نے کہہ دیا کہ اللہ اس کو اٹھالیتا تو اچھا ہوتا، میری نیند خراب ہوتی ہے، تو فوراً اس کی دعا قبول ہوگئی، مگر قبولیت کے آثار بعد میں ظاہر ہوئے۔

عین جوانی میں جاکر دعا کی قبولیت کا اظہار ہوا

بچہ جب بڑا ہوا، پڑھنے لکھنے لگا، سمجھدار ہوگیا، محلّہ میں قدر وعزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا، اس طرح دن گزرتے گئے اور بچہ جوانی کی دہلیز کو پہنچ گیا، جوان ہوگیا، اب اس کی شادی کی فکر ہوئی، شادی ہونے والی تھی، شادی کے انتظامات ہورہے تھے، یہ بچہ اتنا خوبصورت کہ دیکھتے ہی جی لگے، اتنی پیاری جوانی اور اتنا پیارا شباب کہ وہ سب کو اچھا لگے، سب اس کا احترام کریں، ماں بھی دیکھے تو خوش رہے کہ میرا نوجوان بیٹا کتنا خوبصورت ہے، اب شادی کی تیاریاں ہورہی ہیں، بس شادی سے چند دن پہلے اللہ نے اپنے یہاں بلالیا اور اس کا انتقال ہوگیا، چونکہ اس کی والدہ نے بددعا کی تھی جس کی قبولیت کے آثار اب ظاہر ہوئے، اللہ نے کہا ہم نے تمہیں امانت دی تھی، دولت دی تھی، تم نے اس کی ناقدری کی، تم نے اس کی عزت نہیں کی، تو اب ناقدری کا نتیجہ بھگت، ہم نے تمہیں بچہ دیا تھا تم تو بہت پہلے کہہ رہی تھی کہ اللہ اس کو اٹھالیتا، مگر میں آج اٹھا رہا ہوں، تاکہ تمہیں احساس ہو، بعض مرتبہ احساس نہیں ہوتا، اور انسان پتہ نہیں کیا سے کیا بول دیتا ہے، اسی لیے جہنم میں سب سے زیادہ لوگ زبان پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے جائیں گے، اللہ تعالی اس سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

عورتوں میں ناشکری کی صفت زیادہ ہوتی ہے

عورتوں کے اندر ناشکری کی صفت بہت ہوتی ہے، ذرا ذرا سی بات پر مردوں کو طعنہ دیتی ہیں اور ناشکری کرتی رہتی ہیں، گھر میں ذرا سی بات ہوئی فوراً ناشکری کے الفاظ زبان سے نکل

جاتے ہیں، نمک نہ ہو یا کوئی اور چیز نہ ہو گھر میں، تو عورت کیا کہہ دیتی ہے کہ جب سے یہاں آئی ہوں تب سے کچھ نہیں دیکھا، حالانکہ پچاس سال کی ہوگئی، اولادیں پوتے، پڑپوتے، لکڑ پوتے سب ہوگئے؛ لیکن ایک دن گھر میں اتفاق سے کوئی چیز نہیں ہوئی تو کیا کہہ دیتی ہے کہ جب سے اس گھر میں آئی ہوں تب سے اس گھر میں کچھ نہیں دیکھا، چونکہ ناشکری بہت بڑا گناہ ہے، اس سے بچنا چاہئے، اگر عورت سے گھر میں کوئی بات ہو جائے تو اس کے ساتھ پیار ومحبت سے پیش آؤ، اس کی طرف سے اگر کوئی ایسی بات ہو جاوے تو خود اپنی طرف سے نرم گوشہ اختیار کرلو، زبان پر کنٹرول کرلیں، اس نے تھوڑی سے غلطی کردی تو آپ زبان پر کنٹرول کرلیجئے، اگر شوہر کی طرف سے کوئی ایسی بات ہوگئی، تو بیوی اپنی زبان پر کنٹرول کرلے، اگر دونوں گرم ہوجاویں، تو کیا ہوگا، معاملہ خراب ہوجائے گا، جب معاملہ خراب ہو گا تو پیار نہ ہوگا، پھر اس کا نقصان ہوگا، اگر کوئی بات شوہر کہہ دے اور اس نے فوراً جواب دیا اس کو برداشت نہیں ہوا، اسی طرح بیوی نے کوئی بات کہی اور شوہر کو برداشت نہ ہوا اور فوراً جواب دیدیا تو دوریاں ہوتی چلی جائیں گی، محبت ختم ہوجائے گی، پیار ختم ہوجائے گا، اچھا خاصہ گھر چل رہا تھا، مگر ذراسی ناچاقی وناتفاقی ہوئی، گھر برباد ہوگیا، دوریاں ہوتی چلی گئیں، ایسی دوریاں کہ اچھا خاصہ گھر اجڑ گیا۔

زبان کی حفاظت بہت ضروری ہے

زبان کی حفاظت پر کنٹرول بہت ضروری اور اہم ہے، آپ لوگ کوشش کریں کہ آج سے کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے، وعدہ کرتے ہیں نا انشاءاللہ کہ زبان سے کسی کو گالی نہیں دیں گے، زبان سے کسی کی شان میں کوئی گستاخی نہیں کریں گے، یقیناً اگر آپ نے ایسا کیا یعنی زبان کی حفاظت کی، تو کامیاب ہیں، ورنہ دنیا کے تمام فتنے فساد، لڑائی، جھگڑے زبان کی وجہ سے ہوتے ہیں کہ تو نے یوں کہا تھا، میں نے یوں کہا تھا، اب آپس میں زبان کی وجہ سے لڑائی ہوگئی، تو یہ

زبان کا ٹکڑا، زبان کی ذراسی بے احتیاطی سے انسان کو کہاں سے کہاں پہنچادیتی ہے، جھگڑے میں، لڑائی میں، زندگی کو تباہ وبرباد کردیتی ہے۔

دوستو! اس لیے اس کی حفاظت کریں اور کوشش کریں کہ ہماری زبان ایسی زبان بنے جس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش ہوں، اور کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں، کسی کو طعن وتشنیع نہ کریں، کسی کو طعنے نہ دیں، کسی کو گالی گلوچ نہ دیں، کسی کے اوپر تہمت نہ لگائیں، یہ سب زبان سے ہوتا ہے، کسی کی غیبت بھی زبان سے ہوتی ہے کہ وہ ایسا کرتا ہے، ویسا کرتا ہے، اس کا تو کچھ نہیں بگڑ رہا ہے، مگر ہمارے نامہ اعمال خراب ہو رہے ہیں، ہم گناہ کے کام کررہے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الغيبة أشد من الزنا" (۱) غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے، یہ کس سے ہو رہی ہے؟ زبان سے ہو رہی ہے، دوسرے کی برائی تم کررہے ہو اور کہہ رہے ہو کہ میں سچ کہہ رہا ہوں، یہ سچ بات فلاں کی جو تم کہہ رہے ہو یہی تو غیبت ہے، اگر یہ بات اس میں نہیں ہے، اور تم یونہی نقل کررہے ہو تو یہ تو تم جھوٹ بول رہے ہو، پھر تو ڈبل گناہ کررہے ہو "سبحانك هذا بهتان عظيم" یہ تو بڑا بہتان ہے، گناہ کبیرہ ہے، اگر اس میں وہ بات ہے جو تم کہہ رہے ہو تو یہ غیبت ہے، اور اگر اس کے اندر وہ بات نہیں ہے تو یہ گناہ اور الزام ہے، یہ کون کرارہی ہے، زبان کرارہی ہے۔

آپس میں ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑاؤ

عزیز دوستو! بہتان ہو، الزام ہو، یا چغل خوری ہو، یہ سب زبان کرارہی ہے، زبان ہی دوسرے کی شان میں گستاخی کراتی ہے، دوسرے کا مذاق اڑواتی ہے "یاایھا الذین آمنوا لایسخر قوم من قوم عسیٰ أن یکونوا خیرا منهم" (۲) کہ اے مومنو! ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑاؤ، شاید کہ تم جس کا مذاق اڑا رہے ہو، وہ اللہ کے نزدیک تم سے زیادہ اچھا ہو، تم تو

(۱) رواہ البیہقی فی شعب الایمان/۶۴۶۵ (۲) سورۂ حجرات آیت ۱۱

دیکھ رہے ہو باؤلا سا لگ رہا ہے، مگر اللہ کے یہاں اس کا کیا مقام و مرتبہ ہے، ہم کو نہیں معلوم، قرآن منع کر رہا ہے کہ کسی کا مذاق نہ اڑاؤ، کسی کا تمسخر مت کرو، تو دیکھئے زبان کی وجہ سے کتنا بڑا گناہ ہوتا ہے، اور عورتوں کو بھی منع کیا" ولا نساء من نساء عسى أن يكن خيراً منهن" کہ عورتیں بھی ایک دوسرے کی غیبت نہ کریں، ایک دوسرے کا تمسخر نہ کریں، ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں، شاید جس عورت کا مذاق اڑا رہی ہے، وہ اللہ کے نزدیک محبوبہ ہو اور مقبولہ ہو، یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جن کی زندگی کے ہر ماحول میں، زندگی کے ہر لمحہ میں ضرورت پڑتی ہے، اس کی ضرورت ہمیں کھیت میں بھی ہے، کھیت میں کس کی باری ہے؟ دوسرے کی، اور پانی لگالیا ہم نے، یا میری باری ہے اور لگالیا کسی دوسرے نے، زبان سے جھوٹ بول رہا ہے، حالانکہ باری تمہاری ہے، اسی طرح اناج ہوا ہے دس کوئنٹل اور بتلا رہا ہے کہ کم ہوا، یا اس کے برعکس، یہ سب کون کرا رہی ہے، زبان، اس کا عذاب کس پر پڑے گا سب جسم پر، زبان تو اندر ہے۔

دو چیزوں کی گارنٹی سے جنت کی گارنٹی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زبان اور شرمگاہ کی اگر تم ضمانت لے لو، تو میں تمہارے لیے جنت کی ضمانت لے لونگا، آپ اندازہ لگائیں کہ ہماری زبان کہاں ہے، کتنے کور کے اندر ہے، یہ دو کور کے اندر ہے، پہلا کور ہونٹ، دوسرا کور دانت، تب جا کر زبان ہے، اللہ نے اس کو کچھ مصلحت کے تحت رکھا ہے، کہ سوچ سمجھ کر استعمال کرو، کتنی حفاظت سے اس کو اندر لگا رہا ہوں اور تم جہاں چاہو کھول دو، یا جہاں چاہو وہاں استعمال کرو، میرے بھائیوں اللہ اس کو کہیں اور بھی لگا سکتا تھا، لیکن اللہ نے کتنی حفاظت سے لگایا ہے، اوپر ہونٹ، پھر اندر دانت اور چاروں طرف سے محفوظ، کوئی کیڑا کانٹا اندر نہ جا سکے، آدمی ٹوٹ پھوٹ جائے، گال کٹ جائے، دانت ٹوٹ جائیں، مگر زبان کو کچھ نہ ہو، کتنی محفوظ جگہ ہے، دوسری چیز کیا ہے، انسان کی شرمگاہ، اس کے بھی دو کور ہیں، ایک پائجامہ کا، دوسرے کرتہ کا،

اس کو سوچ سمجھ کر کھولنا، ان پردوں کو سوچ سمجھ کر ہٹانا، اگر زبان کو کھولو تو سوچ سمجھ کر کھولو، کہاں کھولنا بس وہیں کھولنا، کہاں استعمال کرنا ہے بس وہیں استعمال کرنا، دونوں چیزیں ڈبل پردے میں رکھی گئیں ہیں، ان کی اہمیت کی وجہ سے، اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اگر تم ان دو چیزوں کی گارنٹی لے لو تو میں تمہارے لئے جنت کی گارنٹی لے لوں گا" (۱) اس سے پتہ چلا کہ زبان بہت اہم ہے۔

مقصد یہاں یہ احساس دلانا ہے کہ ہم اپنی زبان پر کنٹرول کریں، اور اپنی زبان کو قبضہ میں رکھیں، اور اپنی زبان کی حفاظت کریں، اس لیے کہ ہم لوگ ابھی نوجوان ہیں، ابھی سے ہماری زندگی میں زبان پر کنٹرول ہو جائے اور ہماری زندگی میں سچائی آجائے، کیونکہ زبان ہی میں سچائی اور جھوٹ ہے اور اسی میں بھلائی اور برائی ہے۔

زبان کی سچائی اور اس کی تاثیر

ایک چھوٹا سا واقعہ آپ کو سنادوں سچائی کا، کہ سچ کے اندر کتنی جان ہے، کاندھلہ یہاں سے بہت قریب ہے، ایک زمانہ تھا کہ وہاں پر ایک زمین کے سلسلہ میں جھگڑا ہو گیا، مسلمان کہنے لگے کہ زمین ہماری ہے، ہم اس میں مسجد بنائیں گے، ہندو کہنے لگے کہ زمین ہماری ہے اور ہم اس میں مندر بنائیں گے، معاملہ انگریز جج کی عدالت میں گیا، اور چونکہ معاملہ سنگین تھا، معاملہ کنٹرول میں نہیں آرہا تھا، تو جج نے دونوں فریق کو مشورہ دیا کہ آپ بھی ایک کمیٹی بنائیں اور آپ بھی ایک کمیٹی بنائیں اور دونوں میرے پاس آؤ تو معاملہ کو نمٹا دیا جائے گا، جج انگریز بڑا سمجھدار تھا، اس نے مسلمانوں کو پہلے بلوا کر پوچھا کہ تم بتلاؤ کہ تمہارا کون آدمی ہے جس پر تم اعتبار کرتے ہو، تم اس کے فیصلہ پر اٹل رہو گے، تو مسلمانوں نے کہا جی ہاں ایک بزرگ ہیں مفتی الٰہی بخش صاحب (جو مولانا الیاس صاحب تبلیغی جماعت کے بانی کے دادا تھے) تو ان سے کہا گیا کہ فلاں تاریخ میں فیصلہ ہوگا اور جو فیصلہ ہوگا سب لوگ اس کو مان لیں

(۱) صحیح البخاری حدیث ۵۹۹۳

گے، اسی طرح جج نے ہندوؤں سے معلوم کیا کہ تمہارا کون آدمی ہے جس پر آپ لوگ اعتماد کرتے ہو، اتفاق سے انھوں نے بھی مفتی الٰہی بخش کا نام پیش کیا کہ جیسا وہ فیصلہ دیں گے ہمیں منظور ہوگا، تو مسلمان خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ اب مزہ آئے گا اور ایک شاندار مسجد بنائیں گے۔

ادھر جو ہندو تھے وہ سمجھدار تھے، لیکن ان کو افسوس ہو رہا تھا کہ نام تو ہم نے بھی ملا جی کا لیا کہ وہی فیصلہ کریں گے، پتہ نہیں معاملہ کیا ہو جاوے، ہندو تو مرجھائے ہوئے تھے، مگر مسلمان خوش تھے، تو جس دن تاریخ رکھی ہوئی تھی، اس روز سب لوگ آ گئے، جج نے کہا کہ بھائی الٰہی بخش سے پوچھو کہ یہ زمین کس کی ہے، تو مسلمان دل میں یہ سوچ رہے تھے کہ اگر ہماری زمین ہوگی تو ہم ایک شاندار مسجد بنائیں گے اور ہندو ادھر یہ کہہ رہے تھے کہ اگر زمین ہمیں ملی تو ایک شاندار مندر بنائیں گے، تو جب مفتی الٰہی بخش سے پوچھا گیا کہ بھائی یہ زمین کس کی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ زمین ہندو لوگوں کی ہے، اب مسلمانوں کی حالت خراب کہ اس بڈھے نے کیا کر دیا، تھوڑی دیر ان کو بے عزتی محسوس ہوئی کہ بڈھے نے لٹیا ڈبو دی، ادھر ہندو لوگوں نے کہا کہ جس مذہب کے اندر یہ سچائی ہے، اسی مذہب کو قبول کرلو کیونکہ ہندو لوگ سمجھدار تھے، مصلحت تو یہ بتلا رہی تھی کہ جھوٹ بولا جائے، ظاہری آثار تو یہی بتا رہے تھے کہ مفتی صاحب جھوٹ بولیں گے اور مسجد شاندار بنائیں گے؛ لیکن بول گئے اس کے خلاف، ظاہر میں تو مسلمانوں کو خراب لگا، مگر ہندو سمجھدار تھے، انھوں نے کہا کہ جس دین اور جس دھرم کے اندر یہ سچائی ہے اس کو قبول کرلو، سچائی کی بنا پر انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔

آج مسلمان ہار گئے اور اسلام جیت گیا

اس جج نے فیصلہ سنانے کے بعد یہ نوٹ بھی لکھا کہ آج مسلمان ہار گئے؛ لیکن اسلام جیت گیا، مسلمان اس وجہ سے ہار گئے کہ ان کی نیت درست نہیں تھی، وہ یہ سوچ رہے تھے کہ

اس جگہ کو ہم ہڑپ لیں گے؛ لیکن وہاں سچائی تھی، اس لیے وہ لوگ ہار گئے، لیکن اسلام میں سچائی ہے اور الٰہی بخش نے کہا کہ یہ جگہ ہندوؤں کی ہے، بس ذرا سا سچ بولا تو کیا سے کیا ہو گیا، وہ لوگ مسلمان ہو گئے، اس بنیاد پر اسلام کی جیت ہوئی، اور پھر انھوں نے خود اس جگہ پر مسجد بنائی، ایسی سچائی اگر ہمارے اندر آ جاوے تو یقیناً ہم کامیاب ہیں، لیکن ہم لوگ عام طور پر جھوٹ بول جاتے ہیں کہ کوئی گڑبڑی کی اور جھوٹ بول دو، بچ جاؤ گے، لیکن ایک نہ ایک دن پکڑے جائیں گے اور راز فاش ہو جائے گا۔

اس لیے ہم آج عہد کرتے ہیں کہ انشاء اللہ زبان پر کنٹرول کریں گے اور اس کی حفاظت کریں گے، تاکہ ہماری زندگی صحیح طریقہ سے چل سکے، کوشش کریں گے انشاء اللہ، سچ بولیں گے؟ کسی کو گالی نہیں دیں گے؟ کسی کی غیبت نہیں کریں گے؟ کسی کی شان میں گستاخی نہیں کریں گے؟ اگر آپ زبان کی حفاظت کرلو گے تو آپ کے لیے جنت پکی ہے، انشاء اللہ، ہم اس پر عمل کریں گے، اور اپنی زبان کو صحیح صحیح استعمال کریں گے اور اپنی زبان کی حفاظت کریں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آخرت میں قلب سلیم کام آئے گا

یہ بیان ۴؍فروری ۲۰۰۹ء
بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی
جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک
مجمع میں ہوا۔

آخرت میں قلب سلیم کام آئے گا

دل ہانڈی اور زبان چمچہ

عزیز دوستو! اور نوجوانو! گذشتہ ہفتہ ہم نے صبر کے موضوع پر گفتگو کی تھی اور اس سے پہلے ہفتہ میں زبان کی حفاظت پر، زبان کو ہم نے کہا تھا کہ زبان ایک چمچہ ہے، اور دل انسان کا ایک ہانڈی کی طرح ہے، اور چمچہ سے وہی نکلتا ہے جو ہانڈی میں ہوتا ہے، ہانڈی میں اگر مرغ ہے تو مرغ نکلے گا، اگر بینگن ہے تو بینگن نکلے گا، ہانڈی میں شلجم ہے تو شلجم نکلے گا، اگر بینگن بنایا تو مسور کی دال نہیں نکل سکتی، ایسا نہیں ہوسکتا کہ بنائے کچھ اور نکلے کچھ اور، جو چیز بنائی ہے وہی نکلے گی، چونکہ زبان بہت اہم ہے اور زبان پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے انسان کی زندگی میں بہت سی پریشانیاں آتی ہیں، ان کو جھیلنا پڑتا ہے اور انسان کو صبر کرنا پڑتا ہے اور چونکہ دل کی حقیقت ہانڈی کی ہے، اس لیے آج ہمیں دل کے موضوع پر بات کرنی ہے، آج کی بات دل سنوارنے کے موضوع پر ہوگی۔

انسان کے جسم میں سب سے اہم عضو دل ہے

انسان کے جسم میں سب سے اہم عضو دل ہے، آپ کسی سے ناراض ہوجائیں، تو وہ کہے گا کہ بھائی آپ ہم سے بات کیوں نہیں کرتے؟ تو آپ کہتے ہیں کہ دل نہیں چاہتا، چائے پی لو، تو آپ کہتے ہیں، کہ دل نہیں چاہتا، بھائی یہ کام کرلو، تو آپ کہتے ہیں کہ دل نہیں چاہتا، حالانکہ

سب کاموں کا تعلق الگ الگ ہے، بھائی بولتے کیوں نہیں؟ دل نہیں چاہتا، حالانکہ بولنے کا تعلق زبان سے ہے، مگر کہہ رہا ہے کہ دل نہیں چاہتا، اسی طریقے سے جتنے بھی ہم کام کر رہے ہیں، تو فوراً انسان کیا کہتا ہے کہ دل نہیں چاہتا، تو معلوم ہوا کہ سب کاموں کا مدار دل پر ہے، سب چیزوں کا کمپیوٹر دل ہے، اور انسان کی زندگی میں اور انسان کے جسم میں دل کی بہت اہمیت ہے، کیونکہ اگر کسی نے کسی کو گالی دیدی یا برا بھلا کہہ دیا، تو گالی دے رہی ہے زبان، اور سن رہا ہے کان، مگر دل پر اثر ہو رہا ہے، اس لحاظ سے سب کاموں کا دارومدار دل پر ہی ہوتا ہے، اگر انسان کا دل سنور جائے، تو انسان کی پوری زندگی کا نظام سنور جاتا ہے، اگر دل بگڑ جائے تو پوری زندگی کا نظام بگڑ جاتا ہے۔

دل صحیح تو پورا جسم صحیح

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”ان فی الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهی القلب“(١) انسان کے جسم میں ایک خون کا لوتھڑا ہے، اگر وہ صحیح ہو جائے تو پورا جسم صحیح رہتا ہے، اور اگر وہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے اور سن لو! وہ دل ہے، اگر دل کے اندر گڑبڑی ہو جائے تو پورا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور اگر دل صحیح ہے تو پورا نظام صحیح چلتا ہے، اس لحاظ سے اگر ہم نے دل کو سنوار لیا، دل کی ہم نے رگڑائی کر لی، تو ہماری زندگی کا نظام صحیح چلے گا، انسان پوری زندگی کوشش کرتا ہے کہ ہمارا دل صحیح ہو جائے، بزرگوں کے یہاں لوگ رہتے ہیں، خانقاہوں میں لوگ رہتے ہیں، اللہ اللہ کرتے ہیں، مدرسوں میں پڑھتے ہیں، مسجدوں میں اللہ اللہ کرتے ہیں، تبلیغ میں جاتے ہیں، کیوں؟ اس لیے کہ دل ٹھیک ہو جائے، بزرگوں کے یہاں رہے، اور اللہ اللہ کی، اور ان کی صحبت میں رہے تاکہ دل ٹھیک ہو جائے، اگر دل ٹھیک ہو گیا تو پورا نظام صحیح ہو گیا، اللہ تبارک وتعالی اس کی اہمیت کو قرآن کریم میں بیان کرتے ہیں

(١) صحیح البخاری حدیث نمبر ٥٠

کہ قیامت کے دن جس دن مال، بیٹے، اولاد، کوئی کام نہیں آئے گی ”یوم لاینفع مال ولابنون“ وہ قیامت کا دن، محشر کا دن جس میں نہ تو مال کام آئے گا اور نہ اولاد، مال سے آپ لوگ سامان خرید سکتے ہیں، مال سے آدمی کپڑے خرید سکتا ہے، مال سے آدمی کتاب خرید سکتا ہے، مگر علم نہیں خرید سکتا، مال سے آدمی دوا تو خرید سکتا ہے مگر صحت نہیں خرید سکتا، اسی طرح ساری چیزیں لے لی جائیں، اس طرح کہ آدمی مال سے سب کچھ خرید سکتا ہے، مگر اس کی اصلیت اور حقیقت کو نہیں خرید سکتا، اسی لیے اس دن نہ مال کام آنے والا ہے، نہ اولاد کام آنے والی ہے، اگر آپ بڑھاپے میں ہوں تو اولاد آپ کے کام آ جائے گی، کہیں لڑائی ہو گئی تو آپ کی طرف سے لڑے گی اور آپ کا ساتھ دے گی، یہاں تو ہماری اولاد کام آ رہی ہے اور ہمارا مال بھی کام آ رہا ہے، مال سے انسان دوسری چیز خرید سکتا ہے، مگر دل نہیں خرید سکتا ہے، مال سے سب کچھ خرید سکتا ہے مگر قلب سلیم نہیں خرید سکتا۔

آخرت میں قلب سلیم نفع دے گا

دل کا سنوارنا اتنا اہم ہے کہ اللہ تعالی خود فرما رہے ہیں ”یوم لاینفع مال ولابنون الامن اتی اللہ بقلب سلیم“(١) کہ کسی کو نہ مال نفع دے گا، اور نہ ہی اولاد کام آئے گی، مگر جو قلب سلیم لے کر آئے گا، قلب کہتے ہیں دل کو، اور سلیم کہتے ہیں صاف ستھرے کو، جس میں کسی قسم کی گندگی نہ ہو، نہ شرک وبدعت کی، نہ گناہ کی، اس لیے جو بنا ہوا دل لے کر آئے گا، جو صیقل دل لیکر آئے گا، جیسے کہ سنار کے یہاں کوئی چیز صیقل ہوتی ہے، جس طرح گھر میں برتن کو صاف کیا جاتا ہے، یا کپڑے کو صابن وغیرہ سے دھلا جاتا ہے، یا کسی کمرے کو جھاڑو سے صاف کیا جاتا ہے، تو ایسا دل جو صاف ستھرا ہو، جس کے اندر گندگی نہ ہو، جس کے اندر آلائش نہ ہو، بیماری نہ ہو، کیونکہ ہر چیز کے اندر بیماری ہوتی ہے، جیسے ملیریا یا ڈینگو بخار کی بیماری یا سر درد کی بیماری، نزلہ کی بیماری، کھانسی کی بیماری، دنیا بھر کی بیماریاں ہیں۔

(١) سورۂ شعراء آیت ٨٩

دل کی بیماری

ایک دل کی بھی بیماری ہوتی ہے، دل میں حسد ہوتا ہے، دل میں بغض ہوتا ہے، دل میں کینہ ہوتا ہے، دل میں کپٹ ہوتا ہے اور غضب ہوتا ہے، دل میں کئی طرح کی بیماریاں ہوتی ہیں، تو دل کو ان بیماریوں سے صاف کرنا ہے، دل اگر ان بیماریوں سے صاف ہوگیا اور ایسی پوزیشن میں ہم اللہ کے یہاں پہنچیں تو یہ دل ہمارے کام آئے گا۔

اللہ تعالیٰ قلب سلیم کی قدر کریں گے

کون سا دل؟ جو قلب سلیم ہے، صاف ستھرا دل ہے، پاک دل ہے، اس میں کسی قسم کی بیماری نہیں ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے دل کی قدر کریں گے جو قلب سلیم ہوگا، اس دن اس دل کی پوچھ ہوگی، اور اس کو میزان میں رکھا جائے گا اور اسی کو تولہ جائے گا، اسی پر اللہ تبارک وتعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے، کہ کون سا دل پاک ہے، کس دل کے اندر سچائی ہے، کس کا دل کینہ سے پاک ہے، کس کے دل کے اندر عداوت نہیں ہے، کس کے دل کے اندر دشمنی نہیں ہیں، کس کے دل کے اندر کسی سے بغض نہیں ہے، کس کے دل کے اندر کسی سے بھی کوئی کدورت نہیں ہے، کس کے دل میں کسی طرح کوئی رنجش تو نہیں ہے، ایسا دل دیکھا جائے گا، اگر ہمارا دل پر کنٹرول ہوگا اور ہمارا دل صاف ستھرا ہوگا، تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نوازا جائے گا اور اس روز ہمارا یہ دل کام آئے گا، اس لیے ہمیں دل کو ٹھیک کرنا ہے، دل کو بنانا اور سنوارنا ہے، دل کا تزکیہ کرنا ہے، دل کی صفائی کرنی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی اللہ سے محبت اور دل کی صفائی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل اللہ کی محبت میں کس قدر صاف تھا، ایک مرتبہ بکریاں چرا رہے تھے، چراتے چراتے ایک آدمی آیا، اس نے پڑھا "سبحان ذی الملک

والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والهيبة والقدرة والكبرياء والجبروت" تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جھوم گئے اور جھوم کر لطف لینے لگے کہ کیا کہہ دیا، میرے محبوب کا تذکرہ کر دیا، لوٹ پوٹ ہونے لگے، اور اس سے کہا کہ ایک مرتبہ بھائی یہ کلمات پھر کہہ دے، بہت مزہ آیا، تو اس نے کہا کہ کیسے کہہ دوں، کیا دو گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ بکریوں کا آدھا ریوڑ آپ کو دیدوں گا، پھر اس نے پڑھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوب لطف اور مزہ آیا، پھر خواہش کی کہ بھائی ایک مرتبہ اور پڑھ دو، پھر اس نے پوچھا اب کیا دو گے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بکریوں کا آدھا ریوڑ جو باقی ہے، یہ بھی دیدوں گا، پھر وہ پڑھنے لگا اور آپ کو خوب مزہ آنے لگا، آپ نے اپنی خواہش کا پھر اظہار کیا کہ بھائی ایک مرتبہ اور پڑھ دو، تو اس نے کہا کہ اب کیا دو گے؟ اب تو بکریاں بھی ختم ہوگئیں، تو حضرت ابراہیم نے کہا کہ اپنے آپ کو تیرے حوالے کر دوں گا اور آپ کی بکریاں چراؤں گا، جب اس نے پڑھا تو حضرت ابراہیم لوٹ پوٹ ہوگئے اور ان کو خوب مزہ آیا، اس کے بعد اس آدمی نے کہا کہ دیکھو میں کوئی بکریاں لینے والا نہیں ہوں، میں تو اللہ کا فرشتہ ہوں، اور تمہاری آزمائش کے لیے آیا تھا، دیکھئے اللہ سے کیسی محبت تھی اور دل کتنا صاف کتنا ستھرا تھا، اگر دل کے اندر ایسی سچائی ہو، اور دل کے اندر ایسی صفائی ہو تو محبوب کا نام آتے ہی آدمی جھوم جائے، لوٹ پوٹ ہو جائے، اللہ کا ذکر ہوتے ہی اس کے جسم کے اندر ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

سویا ہوا اور مردہ دل

ایک مرتبہ حضرت حسن بصری کے پاس ایک آدمی آیا، اور کہنے لگا کہ حضرت ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ کی بات سنتے ہیں لیکن دل کی کیفیت نہیں بدلتی اور کچھ فرق نہیں پڑتا، فرمانے لگے کہ بھائی ایک دل سویا ہوا ہوتا ہے اور ایک مویا ہوا، تو سویا ہوا دل جگانے سے جاگ جاتا ہے، نصیحت کرنے سے جاگ جاتا ہے اور ایسا دل جو مویا ہوا ہوتا ہے، مویا ہوا مطلب

مراہوا، وہ کیسے جاگے گا، اگر نصیحت سننے سے اللہ کی باتیں سننے سے دل کے اندر کوئی حرکت پیدا نہ ہو، دل کے اندر کوئی بیداری پیدا نہ ہو، تو ایسا دل مردہ ہوتا ہے، حسن بصری ایسے دل کو مویا ہوا دل یعنی مراہوا دل کہتے ہیں، ایسے دل کے اندر کوئی بیداری نہیں ہے، اگر آدمی کے اندر نصیحت سن کر، واقعہ سن کر کپکپی پیدا نہ ہو، اور فوری طور پر اس پر اثر نہ ہو، تو وہ زندہ دل نہیں ہے، تو عزیزو! زندہ دل بنانے کی ضرورت ہے، اگر دل صاف نہیں ہے، اس کے اندر بیداری نہیں ہے، تو ایسے دل کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ اثر ہی قبول نہیں کرتا، ایسا دل چاہئے جو بات کو قبول کرتا ہو، اور بات سے متاثر ہوتا ہو اور وہ آدمی کے اندر انقلاب پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، ایسے دل کی ضرورت ہے۔

دل کی بیداری کی ایک مثال

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ بہت بڑے شرابی کبابی تھے، ایک مرتبہ ان کے کان میں قرآن کریم کی اس آیت کی آواز آئی "الم یأن للذین آمنوا أن تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ" (۱) کیا ابھی ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے خوف کھائیں، اللہ سے ڈریں، تو انہوں نے کہا کہ بلیٰ! کیوں نہیں، اب وہ شرابی کبابی فوراً بیدار ہو گئے، دل ان کا مویا ہوا نہیں تھا، دل ان کا صاف تھا، بس بیدار تو تھا مگر غافل تھا، سویا ہوا تھا، لیکن دل کے اندر اثر قبول کرنے کی صلاحیت تھی، فوراً آیت سنی اور آگے پیچھے دیکھا، آنکھیں کھل گئی، ایک آنکھ ہوتی ہے جس سے ہم دیکھتے ہیں، اور ایک دل کی آنکھ ہوتی ہیں، آنکھیں بھی دو طرح کی ہوتی ہیں: ایک بصارت کی، دوسرے بصیرت کی۔

بصارت تو ہماری ظاہری آنکھیں ہیں، جن سے ہم دیکھ رہے ہیں، اور بصیرت وہ ہوتی ہے جس سے دل کی آنکھ دیکھتی ہے، بعض مرتبہ آدمی اپنی آنکھوں سے کچھ اور دیکھتا ہے، تو فرق ہو جاتا ہے، تو انہوں نے کن آنکھوں سے دیکھا؟ اور کن کانوں سے سنا، انہوں نے

(۱) سورۂ حدید آیت ۱۶

دل کی آنکھوں سے دیکھا، بصیرت سے دیکھا، ان کی زندگی بدل گئی، تاریخ میں ان کا نام روشن ہو گیا اور تاریخ میں ان کا ذکر ہوتا ہے، تو اللہ نے انہیں ایسا قبول کیا کہ رہتی دنیا تک ان کا نام روشن کر دیا اور انہوں نے اللہ کی ایک آیت پر لبیک کہا، وہ وقت آ گیا اور وہ بیدار ہو گئے، فوراً قبول کر لیا، اس لیے ہمیں بھی ضرورت ہے کہ ہمارا دل سنور جائے، دل کی جو بیماریاں ہیں وہ ختم ہو جائیں۔

دل کا روشن دان ہماری آنکھیں ہیں

ہم نے بتایا کہ دل کے اندر بہت ساری بیماریاں ہوتی ہیں، گھر کے اندر روشن دان ہوتا ہے، اس کے اندر سے گرد آتا ہے، ہوائیں آتی ہیں، روشنی تو آتی ہی ہے مگر گرد بھی آتا ہے، تو ہمارے دل کے روشن دان ہماری آنکھیں ہیں، آنکھوں سے جو کوڑا کرکٹ ہمارے دل میں آتا ہے، اس سے کائی جم جاتی ہے، تو جب ہم نے آنکھوں سے غلط دیکھا، غیر محرم کو دیکھا تو اس کی کائی دل پر جم گئی اور دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ گیا اور وہ کالا ہو گیا، اگر سامنے ہمارے عورت آ گئی اور اچانک ہماری نظر اس پر پڑ گئی تو معاف ہے، مگر دوبارہ اگر ہم نے دیکھا، تو گناہ ہے، پہلے اللہ نے معاف کر دیا مگر دوبارہ دیکھ لیا، یہ ارادی طور پر جان بوجھ کر دیکھا تو اس کی پکڑ ہو گی، اس لیے قرآن کریم میں اللہ نے دونوں کو مخاطب کیا ہے، عورتوں کو بھی کیا اور مردوں کو بھی کیا کہ دونوں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

مرد بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور عورتیں بھی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم" (۱) کہ مومن مرد اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور پھر عورتوں کو خطاب کیا کہ "وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن" (۲) کہ عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، غرضیکہ عورتوں اور مردوں دونوں کے لیے حکم ہے کہ اپنی

(۱) سورۂ نور آیت ۳۰ (۲) سورۂ نور آیت ۳۱

نگاہوں کو نیچی رکھیں، اس لیے کہ یہ نگاہ روشندان ہے، اس سے ڈاریکٹ (Direct) ہمارے دل پر اثر پڑے گا۔

جب دل سیاہ ہو جاتا ہے تو کچھ بھی نہیں سوجھتا

ہمارا دل جب سیاہ ہو جائے گا، پھر کیا ہوگا؟ اچھی بات بھی ہماری سمجھ میں نہیں آئے گی، قرآن کریم میں ایک جگہ اللہ نے فرمایا کہ ”ختم اللّٰہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوہ“(۱) کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی، ان کے کانوں پر سیل لگادی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈالدیئے، اب ان پر کوئی بات اثر نہیں کرتی، نہ اچھی نہ بری، کافروں کے متعلق، اللہ کے نافرمان بندوں کے متعلق، جن پر نہ نبیوں کی بات اثر کرتی ہے نہ اللہ کا کلام اثر کرتا ہے، ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی، سیل لگادی، اب کوئی بات نہ ان کے کانوں میں جاتی ہے، ان کے دلوں پر بھی مہر، کانوں پر بھی مہر، آنکھوں پر بھی مہر، سب پر مہر لگادی، جب دل سیاہ ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالی اس پر مہر لگا دیتا ہے، تو ہمیں اچھی بات بھی خراب معلوم ہوتی ہے، جو آدمی غلط ہوتا ہے، تو اس کو سارے لوگ خراب ہی معلوم ہوتے ہیں، چور کو سارے لوگ چور معلوم ہوتے ہیں، گالی دینے والا سوچتا ہے کہ سارے لوگ گالی دیتے ہوں گے؛ لیکن جو آدمی اچھا ہوتا ہے تو وہ سب کو اچھا سمجھتا ہے کہ یہ بھی اچھے، وہ بھی اچھے، اگر آدمی خراب ہے تو اس کو سارے خراب نظر آئیں گے، اگر ہمارے دل کی رگڑائی اور صفائی نہ ہو بلکہ ”فطال علیھم الأمد“ اور اس پر ایک مدت گزر جائے، تو اس پر گندگی جمتی چلی جاتی ہے ”فقست قلوبھم“(۲) دل پتھر ہو جاتے ہیں، اگر دل کی رگڑائی نہ ہو، اور اس پر زمانہ گزر جائے، تو ان کے دل پتھر ہو جاتے ہیں، اور پھر اس پر کوئی چیز اثر کرنے والی نہیں ہوتی، کان ہیں مگر سنتے نہیں ”ولھم آذان لایسمعون بھا“ اور دل ہیں مگر سمجھتے نہیں ”لھم قلوب لایفقھون بھا“ اور آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ”ولھم أعین لایبصرون بھا“ ایسے

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۷ (۲) سورۂ حدید آیت ۱۶

کانوں کا، ایسی آنکھوں کا اور ایسے دل کا کوئی فائدہ نہیں۔

دل پر ہی ہماری زندگی کا دار و مدار ہے

میرے دوستو! دل اس اعتبار سے بہت اہم ہے، چونکہ ہماری زندگی کی مشینری اور ہماری (Body) جسم کی مشینری کا محور ہمارا دل ہے، دل ہی فیصلہ کرتا ہے، اور دل ہی پر زندگی کا دارومدار ہے، جیسا کہ حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”دل گڑبڑ تو پورا نظام گڑبڑ، دل صحیح تو زندگی کا پورا نظام صحیح“ دل اٹیک ہو جاتا ہے، آپ سنتے ہیں کہ فلاں مر گیا، کیا ہو گیا، بالکل صحیح سالم تھا، مگر ہارٹ ٹیک (Heart Attack) ہو گیا، ہارٹ اٹیک کا کیا مطلب؟ ہارٹ کہتے ہیں انگریزی میں دل کو، دل کی حرکت بند ہو گئی، حرکت قلب بند ہو گئی، آدمی مر گیا، ہم بہت سنتے ہیں اخباروں میں بھی، تقریروں میں بھی کہ فلاں کا ہارٹ اٹیک ہو گیا، اس کی حرکت قلب بند ہو گئی، اور بس اس کا انتقال ہو گیا، ہم نے بتایا تھا کہ ہمارا دل کیا کہہ رہا ہے، اللہ اللہ، جتنے بھی لوگ ہیں، دہریہ کمیونسٹ بھی، جو اللہ کو نہیں مانتے، مگر ان کا دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے، جب سائنسدانوں نے اس آواز کو بڑا کیا، تو محسوس ہوا کہ وہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے تو دل بہت اہم چیز ہے، دہریہ کمیونسٹ لوگ اللہ کو نہیں مانتے، مگر ان کا دل اللہ کو مان رہا ہے، کہ کوئی ہے پالنہار، کوئی ہے اس سنسار کو بنانے والا، کوئی ہے اس سنسار کے نظام کو چلانے والا، وہ نہ مانیں مگر ان کا دل مان رہا ہے، تو یہ دل ہی گواہی دے رہا ہے، دل ہی اس کی ترجمانی کر رہا ہے۔

دل کی صفائی ضروری ہے

دوستو اور عزیزو! ہمیں کوشش کرنی ہے کہ دنیا کی آلائشوں اور گندگیوں سے دل کو صیقل کیا جائے اور دل کو صاف کیا جائے، بزرگوں کی صحبت میں جائیں، علماء اور صلحاء کی صحبت میں رہیں اور اللہ والوں کے پاس بیٹھیں، اور دل کو سنوارنے کی کوشش کریں، کیونکہ دل کی صفائی

بہت ضروری ہے۔

دل کیسے سنورے گا؟

لیکن دل کیسے سنورے گا؟ دل کو سنوارنے کا کیا طریقہ ہے؟ تو دل کو سنوارنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی بزرگ کی صحبت میں جائیں، وہاں اللہ اللہ کا ذکر کریں، وہاں بہت فائدہ ہوگا، صحبت ایک ایسی چیز ہے کہ یہ آدمی کو کندن بنا دیتی ہے، صحبت چاہے اچھی ہو یا بری، اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند ✿ صحبت طالح ترا طالح کند

اچھوں کی صحبت تمہیں اچھا بنادے گی اور بروں کی صحبت تمہیں برا بنادے گی۔

صحبت کی تاثیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں، ان سے مقابلہ کرنے کے لیے مصر کے تمام جادوگر آئے، ملک میں جتنے بڑے بڑے جادوگر تھے سب آئے، چونکہ فرعون نے اعلان کرادیا تھا کہ جتنے بھی ملک میں بڑے، نمبر ایک کے جادوگر ہیں، سب اکٹھے ہوجاویں اور فلاں تاریخ کو ہمارے ملک میں فلاں جگہ جادو کا مقابلہ ہے، اور یہ موسیٰ جو اپنے آپ کو اللہ کا نبی بتلاتا ہے، اس کو ہرانا ہے، چنانچہ سارے بڑے بڑے جادوگر جمع ہوگئے؛ لیکن جب حضرت موسی علیہ السلام نے کہا کہ تم اپنا جادو دکھلاؤ، تو جب ان لوگوں نے اپنے جادو کے کرشمے دکھلائے، اپنے جادو کے کرتب دکھلائے، اس کے بعد پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈالی، حضرت موسیٰ کی لاٹھی نے سانپ بن کر سب کے جادو کو کھالیا، چند منٹ کے اس معاملے میں سارے جادوگر کہتے ہیں کہ ہم موسی کے رب پر ایمان لاتے ہیں "آمنا برب العالمین رب موسی وھارون" (١) فرعون دیکھتا رہ گیا کہ ارے نالائقو! ہم

(١) سورۂ شعراء آیت ۴۸

نے تمہیں اس لیے بلایا تھا؟ تمہیں تو مقابلہ کے لیے بلایا تھا، تم پر بھی اس کے جادو کا اثر ہوگیا، یا تم نے اس سے سازش کی، ابھی تمہاری ایک ٹانگ اور ایک ہاتھ کٹوادونگا "لأقطعن أيديكم وارجلكم من خلاف ولأصلبنكم أجمعين" (١) میں تمہیں چھٹی کا دودھ یاد دلادوں گا، اور سب کو سولی پر چڑھادوں گا، وہ سب بیک زباں کہتے ہیں "فاقض مأانت قاض" (٢) جو تجھے کرنا ہے کرڈال، اب تو ہم موسی وہارون کے رب پر ایمان لے آئے، صحبت کا یہ اثر ہوتا ہے، نبی کی صحبت اتنی تیز رفتاری سے چلتی ہے اور اتنی زود اثر ہوتی ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں، جو عرب کے بدو تھے، عرب کے اندر بکریاں چراتے تھے، ان کی کوئی حیثیت اور کوئی Value نہیں تھی، مگر جب نبی کی صحبت اختیار کرلی، تو دنیا کے بڑے امام بن گئے، اللہ کے مقرب اور محبوب بندے ہوگئے بلکہ دنیائے انسانیت کے سب سے ممتاز اور سب سے بلند مقام کے لوگ بن گئے، بڑے بڑے امام بن گئے، آج دنیا کی تاریخ ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام، حضرت عثمان کا نام، حضرت عمر کا نام، حضرت علی کا نام، حضرت خبیب کا نام، سلمان فارسی کا نام، صہیب رومی کا نام، بلال حبشی کا نام کتنا بڑا مقام ان حضرات کو ملا، تھوڑی سی نبی کی صحبت ملی، کیا سے کیا بن گئے:

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

تو اب نبی نہیں ہیں، مگر "إن العلماء ورثة الانبياء وإن الانبياء لم يورثوا دينارا ولادرهما انماورثوا العلم فمن أخذ به أخذ بحظ وافر" (٣) یہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیا جو دنیا سے جاتے ہیں وہ درہم ودینار، بینک بیلنس چھوڑ کر نہیں جاتے، وہ تو علم کو چھوڑ کر جاتے ہیں وہ تو بس اپنے پیروکاروں کو چھوڑ کر جاتے ہیں، اپنے علماء کو چھوڑ کر جاتے

(١) سورۂ شعراء آیت ۴۹ (٢) سورۂ طٰہٰ آیت ۷۲ (٣) سنن ترمذی حدیث نمبر ۲۶۰۶

ہیں، جوامت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں، امت کی رہنمائی کا کام کرتے ہیں، ان کو چھوڑ کر جاتے ہیں، تو اب نبی نہیں ہیں، نبی کے وارثین، نبی کے کام کو آگے بڑھانے والے علماء ہیں، فضلا وصلحاء ہیں، اللہ کے مقرب ومخلص بندے ہیں، ان کی صحبت میں جائیں، ان کی صحبت میں جا کر چند منٹ، چند لمحے لگائیں، تو انشاء اللہ زندگی میں انقلاب آجائے گا، کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے والے جادوگروں کی چند منٹ میں زندگی نہیں بدل گئی، دس منٹ میں ان کی زندگی بدل گئی، عرب کے بدو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھوڑی دیر کے لیے آتے ہیں، وہ صحابی بن جاتے ہیں، رضی اللہ عنہم کا سرٹیفکٹ ان کے لیے جاری ہو جاتا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا، اس لیے کہ ان کے دل صاف ستھرے تھے۔

صحبت سے زندگی میں انقلاب آجائے گا

اگر کسی اللہ والے کی صحبت میں رہنے کا مزاج بن جائے، انشاء اللہ زندگی کے اندر انقلاب آجائے گا، ہمارا دل سنور جائے گا، اور اگر دل سنور گیا تو پوری زندگی کی کھیتی سدھر گئی، پوری زندگی کا نظام سنور جائے گا، جو لوگ علماء سے، بزرگوں سے جڑے ہوئے ہیں، ان کی زندگی الگ ہی ہے، اور وہ لوگ اس زمین پر فرشتے معلوم ہوتے ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ ان کے پاس جا کر ان کی صحبت میں رہ کر کیسا سکون محسوس ہوتا ہے، اس لیے ان کی صحبت میں پانچ منٹ کے لیے جائیے، پورے سال میں ایک مرتبہ جائیے، آپ ہر مہینہ نہیں جاسکتے، تو سال میں ایک مرتبہ جائیے، ایک گھنٹہ نہیں پانچ منٹ کے لیے جائیے، کسی بھی اللہ والے کے پاس، کسی بھی مولانا صاحب، حافظ صاحب، قاری صاحب کے پاس جائیے، جس کو آپ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ والا ہے، اس کی صحبت میں بیٹھیے، تو انشاء اللہ دل بدل جائے گا اور اگر دل نہ بدلا تو آپ کے دل کے اندر کمی ہے، اور اگر دل سویا ہوا ہے تو ان کی صحبت میں جا کر دل بیدار ہو جائیگا، دل کے اندر انقلاب برپا ہو جائے گا۔

دل کو جگانے کی کوشش کی جائے

ہمیں تو کوشش کرنی ہے کہ دل کو جگائیں، دل کے اندر تڑپ پیدا کرنی ہے، اللہ کے ذکر سے ''لا الہ الا اللہ'' کی ضربیں لگائیں، تو ضرور زندگی کے اندر انقلاب آئے گا، اور ہماری زندگی بدل جائے گی، زندگی کے جتنے جھمیلے ہیں سب صحیح ڈگر پر چلنا شروع ہو جائیں گے، تو عزیزو اور نوجوانو! ہمیں کوشش کرنی ہے کہ ہمارا دل صحیح ہو جائے، دل پر محنت کرنی ہے، جب دل صحیح ہو جائے گا تو زندگی کا نقشہ ہی کچھ اور ہو جائے گا اور زندگی کا نقشہ صحبت سے بدلے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دلوں کو بدلنے کی توفیق عطا فرمائے اور دلوں کی حفاظت کی اور دلوں کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے، کل قیامت میں جس دن کوئی کام آنے والا نہیں تو ہمارا یہ دل کام آجائے "الا من أتى الله بقلب سليم" کہ جس دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی، بلکہ یہ قلب سلیم کام آئے گا، یہ صاف ستھرا دل کام آئے گا، اللہ ہم سب کو ایسا دل، ایسا قلب سلیم عطا فرمائے۔

اچھے کام میں اپنے بھائی کی مدد کیجئے!

یہ بیان ۱۱رفروری ۲۰۰۹ء
بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع
مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع
میں ہوا۔

اچھے کام میں اپنے بھائی کی مدد کیجئے!

تعاون دو دھاری تلوار ہے

میرے بھائیو اور دوستو! دنیا اور دنیا کا سارا نظام اللہ نے انسان کے لیے بنایا ہے، ان کے بنانے کا جو منشاء ہے، وہ سب اللہ کی رضا اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے ہے، اس لیے دنیا کی ہر شیٔ اللہ کی وحدانیت، اس کی یکتائیت کے گن گاتی ہے؛ لیکن آپس میں انسانوں کا ایک دوسرے سے میل جول، ایک دوسرے سے تعلق، ایک دوسرے کا تعاون، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی، ایک دوسرے کے ساتھ غم گساری، ایک دوسرے کے دکھ درد میں، ایک دوسرے کی خوشی غمی میں، ایک دوسرے کی اچھائی میں، برائی میں اور ایک دوسرے کی ترقی میں، ایک انسان کو دوسرے انسان کی ضرورت ہوتی ہے، اس میں انسان دوسرے کی مدد کرتا ہے، ایک دوسرے کا تعاون کرتا ہے، تعاون اچھے انداز میں بھی کرتا ہے اور برے انداز میں بھی کرتا ہے؛ کیونکہ تعاون دو دھاری تلوار ہے، دو دھاری تلوار اس اعتبار سے ہے کہ اچھے انداز سے، اچھے راستہ میں کسی کی مدد کردی تو ثواب اور اللہ کی رضا حاصل ہوئی، اور اگر غلط راستہ میں غلط کام میں مدد کردی تو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہوا، اس اعتبار سے مدد کرنا، تعاون کرنا، دو دھاری تلوار ہے۔

کہاں تعاون کرنا اور کہاں نہیں

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ اے مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو، ایک دوسرے کا تعاون کرو نیکی پر، تقوی پر "وتعاونوا علی البر والتقوی" (۱)

(۱) سورۂ مائدہ آیت ۲

تعاون کرو بر پر۔ ''بر'' کہتے ہیں نیکی کو، اچھے کام کو، تو مدد نیک کام پر کرنی ہے، اچھے کام پر، بھلے کام پر اور تقوی پر، تقوی کہتے ہیں برے کام سے بچنے کو ''ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان'' اور مدد نہیں کرنی ہے گناہ کے کام پر اور ظلم پر ''اثم'' کہتے ہیں گناہ کو اور ''عدوان'' کہتے ہیں ظلم کو، یعنی گناہ اور ظلم والے کام پر مدد نہیں کرنی ہے، دو کاموں پر اللہ تعالی نے مدد کرنے کا حکم دیا ہے اور دو کاموں پر مدد کرنے سے روکا ہے، مدد کرنا ہے نیکی پر، نیک کام پر، اچھے کام پر اور برے کام سے بچنے پر، تقوی و پرہیزگاری پر، مدد نہیں کرنی ہے گناہ کے کام پر اور ظلم کے کام پر، چونکہ انسانی زندگی کا نظام اللہ تبارک وتعالی نے کچھ اس طرح بنایا ہے کہ ہر آدمی کو دوسرے کی ضرورت بنا دیا ہے، آدمی کے پاس سب کچھ ہے، پیسہ ہے اور پیسہ لے کر چارپائی پر گھر بیٹھا رہے، تو صرف پیسے سے، مال سے، دولت سے اس کی ضرورت پوری نہیں ہوگی، بلکہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے وہ محتاج ہے دوسرے کا، دوسرے کی مدد کا، دوسرے کے تعاون کا، تو کسی کو کسی چیز کی ضرورت ہے، کسی کو کسی دوسری چیز کی، مثلاً مزدور کو ضرورت ہے پیسے کی اور سیٹھ کو ضرورت ہے مزدور کی، تاکہ وہ بازار سے اس کے لیے سامان لائے، اس کا کام کرے۔

ہر انسان ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے

اللہ تعالی نے اس طرح نظام کو بنایا ہے کہ پیسہ والے کو ضرورت ہے مزدور کی، مزدور اس کا کام کرے گا، اس کے گھر کی صفائی کرے گا، اس کے گھر پر مزدوری کرے گا، اور مزدور کو کس چیز کی ضرورت ہے؟ پیسہ کی، اگر وہ اپنی طاقت وقوت کو لئے بیٹھا رہے اور کوئی کام نہ کرے، تو اسے کیسے روٹی مل جائے گی، تو اللہ نے انسانوں کا نظام کچھ اس طرح بنایا ہے کہ ایک ڈاکٹر ہے، اس کو پیسہ کی ضرورت ہے، اور ایک مریض ہے اس کو شفا کی ضرورت ہے، وہ ڈاکٹر کے پاس جائے گا، ڈاکٹر اس کو انجکشن لگائے گا اور تین خوراک دوا کی دے گا اور اس سے پچاس روپیہ لے لیگا، پیسہ والا ہے تو اس کو ضرورت ہے مزدور کی اور مستری کی، کیونکہ اس کو دیوار صحیح کرانا ہے، تو مستری دوسو روپیہ لے لیگا تب اس کی دیوار صحیح ہوجائے گی، غرضیکہ زندگی کے

ہر مرحلے میں، زندگی کے ہر میدان میں، انسان ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے۔

ہر آدمی دوسرے آدمی کا محتاج ہے

آپ مولانا صاحب، قاری صاحب، یا استاذ صاحب ہیں، آپ پڑھا رہے ہیں، تو آپ کو ضرورت ہے شاگردوں کی، اسی طرح شاگردوں کو پڑھنا ہے، تو انہیں استاذ کی ضرورت ہے، جو میں بول رہا ہوں اگر آپ لوگ نہ ہوں تو میرا بولنا بیکار ہے، تو ضرورت پڑی آپ لوگوں کی اور آپ کو ضرورت ہے علم کی، مسائل کی، اس کے لیے آپ کو آنا پڑا، ورنہ آپ لوگ گھر بیٹھے رہیں تو کیا آپ کو پتہ چل جائے گا؟ نہیں چل سکتا، گھر بیٹھے آپ کو کوئی چیز معلوم ہوسکتی ہے؟ نہیں، اور میں بھی نہ آتا اور آپ بھی نہ آتے، تو کیسے پتہ چل سکتا تھا، غرضیکہ اللہ تبارک وتعالی نے دنیا کا نظام اس طرح بنایا کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا ہے، اس کی ضرورت دوسرے سے وابستہ کردی ہے، استاذ کو شاگرد چاہیے اور شاگرد کو استاذ چاہیے، پیسہ والے کو کام کرنے والا چاہیے اور کام کرنے والے کو پیسہ چاہیے، اگر سودا بیچنے والا ہے تو اس کو خریدنے والا چاہیے، تو دونوں کی ضرورتوں کو ایسے پورا کردیا ہے، اس سے پتہ چلا کہ ہر آدمی دوسرے آدمی کا محتاج ہے۔

اللہ نے زمین وآسمان کی تمام چیزوں کو آپ کے لیے مسخر کردیا

اللہ تعالی کا فرمان ہے ''ألم تروا أن اللہ سخر لکم مافی السمٰوات ومافی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ وباطنۃ'' (١) کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان اور زمین کو اور آسمان وزمین کی جتنی چیزیں ہیں، سب کو تمہارے لیے مسخر کردیا ہے، ہوا کیوں چلائی تاکہ آپ کو فائدہ ہو، بادل کیوں بنائے، تاکہ بارش ہو، آپ کی کھیتی میں جان آجائے، یہ

(١) سورۂ لقمان آیت ٢٠

پہاڑ کیوں بنائے تا کہ زمین ہلنے سے بچ جائے، یہ سمندر، یہ دریا کیوں بنائے تا کہ آپ کی کھیتیاں ان سے سیراب ہوں، آپ کی ضرورت پوری ہو، اللہ نے یہ زمین کیوں بنائی تا کہ آپ اس پر گھر بنا کر رہیں، یہ کھیتیاں کیوں بنائی تا کہ آپ لوگ اس میں اناج غلہ اگا سکیں، آسمان وزمین کے اندر ساری چیزیں آپ کے لیے بنائی، سورج کیوں بنایا، تا کہ آپ کو روشنی حاصل ہو، سمندر، پہاڑ، دریا، سڑکیں، یہ روڈ نیز دنیا کی جتنی چیزیں ہیں، سب آپ لوگوں کے لیے بنائی، اللہ تبارک تعالی خود فرمار ہے ہیں ”کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ ساری چیزیں ہم نے تمہارے لیے بنائی ہیں اور تم پر اپنی ساری ظاہری وباطنی نعمتوں کو پورا کر دیا“۔

انسان سب چیزوں کا محتاج ہے

اگر ہمیں پانی کی ضرورت ہے تو ہینڈ پائپ، ندی، نالے، کنویں، نہریں وغیرہ بنادی، سانس کی ضرورت ہے تو ہوا بنادی تا کہ تمہاری ضرورت پوری ہو، روٹی کی ضرورت پوری کرنی ہے تو گیہوں اگا دیا، ساری چیزیں تمہارے لیے ہیں، کپڑے تمہاری ضرورت میں داخل ہیں، ریشم کے کیڑوں کو اللہ نے بنادیا تو ریشم کے کپڑے تیار ہونے لگے، معلوم ہوا کہ اس کائنات کے اندر سب چیزیں انسان کے لیے پیدا کی گئیں ہیں، گویا کہ انسان سب چیزوں کا ضرورت مند اور محتاج ہے، دنیا میں جتنی چیزیں بنائی گئیں، سب کی سب انسان کے لیے ہیں، تو انسان ان کا محتاج ہوا، اور دنیا کی کوئی چیز انسان کی محتاج نہیں ہے، آسمان اور سورج کو انسان کی ضرورت نہیں ہے، بارش کی ضرورت انسان کو ہے نہ کہ بارش کو انسان کی، ہواؤں کی ضرورت انسان کو ہے، ہواؤں کو انسان کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ انسان کو ان کی ضرورت ہے، یہ ندی نالے انسان کے ضرورت مند نہیں، وہ تو چل رہے ہیں، ہمیں ان کی ضرورت ہے، اللہ نے ان کو ہمارے لیے پیدا فرمایا ہے، اور پیدا کرنے کے بعد پھر آپس میں ہم لوگوں کو جوڑا، کہ دیکھو سب کچھ ہم نے تمہارے لیے پیدا کر دیا، اب تم کو آپس میں کیسے

رہنا ہے اور کس طریقہ سے زندگی گزارنی ہے اور کس طریقہ سے ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنی ہے، اور کس طریقہ سے ایک دوسرے کی مدد کرنی ہے اور کس طریقہ سے ایک دوسرے کا تعاون کرنا ہے، اللہ نے یہ سب چیزیں بنادی ہیں، یہ سب چیزیں بنانے کے بعد پھر ہدایت کی ہے، رہنمائی کی ہے کہ تمہیں کیسے اس دھرتی پر، اس آسمان کے نیچے زندگی گزارنی ہے اور کیسے آپس میں میل ملاپ رکھنا ہے اور کیسے آپس میں ایک دوسرے کی ضرورت میں کام آنا ہے، اس نقطے کو خود قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ ”یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکروانثی“ کہ ہم نے تم کو پیدا کیا ایک اکیلے مرد سے اور ایک اکیلی عورت سے اور پھر ”وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا“(۱) تمہاری قومیں، برادریاں بنادیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

آپس میں رشتہ داریاں کس طرح ہوئیں

شروع شروع میں دنیا کے اندر جب انسان تھوڑے تھے، کچھ مشرق میں تھے، کچھ مغرب میں، کچھ جنوب میں اور کچھ شمال میں، چاروں طرف تھے، پھر ان میں آپس میں قرب ہوا، زندگی کے تعلقات پر، رشتوں کے تعلقات پر، ایک دوسرے میں جوڑ ہوا، جب لوگ ایک دوسرے سے جڑے، ایک دوسرے میں رشتہ داریاں ہوئیں، ایک دوسرے سے تعلقات ہوئے، ایک دوسرے کی مدد کرنے لگے، ایک دوسرے کی ہمدردی کرنے لگے، تو جڑتے چلے گئے، جب جڑتے چلے گئے تو ایک دوسرے کی ضرورت بن گئے اور ایک دوسرے کی ضرورت میں کام آنے لگے، چنانچہ جیسے جیسے انسان بڑھتے گئے اور جیسے جیسے ان کا تعاون بڑھتا گیا دنیا میں ترقی ہوتی گئی، چنانچہ اس زمانے کی جو قومیں ہیں وہ نسبی طور پر جانی جانے لگی، عرب کے بعض قبائل میں یہ فرق ہوا کہ یہ بنو تمیم ہے، یہ بنو خزاعہ ہے، یہ بنو ہاشم ہے، یہ اس زمانہ کے ہیں، اسی طریقہ سے اپنے خاندانوں کے، اپنے قبیلوں کے، اپنی برادریوں کے تعارف، رشتے

(۱) سورۂ حجرات ۴۹/ آیت ۱۳

اور پہچان ہونے لگی کہ یہ مصری ہے، یہ ایرانی ہے، یہ شامی ہے، یہ ہندی ہے، یہ افریقی ہے، یہ امریکی ہے، چونکہ جو یورپین قومیں ان سب کے نسب کا کوئی حساب وکتاب نہیں تھا، لہٰذا انھوں نے اپنا تعلق علاقائی، صوبائی، وطنی لسانی اعتبار سے رکھا کہ یہ فرانسیسی ہے، یہ امریکی ہے، یہ یوروپی ہے، آسٹریلین ہے؛ لیکن ہمارے یہاں جو نسبی تعلقات ہیں، ان میں بھی اس کا اثر پڑا کہ یہ پنجابی ہے، یہ مصری ہے، یہ شامی ہے، یہ حجازی ہے، یہ نجدی ہے یہ ہندی ہے، یہ سندھی ہے، یہ بنگالی ہے، یہ چیزیں جب قائم ہوئیں تو برادریوں میں اسی حساب سے اور اسی عصبیت اور قومیت کی بنا پر جوڑ پیدا ہوگیا، اور ایک دوسرے سے میل جول کرنے لگے اور آپس کا تعاون بھی اس کی نذر ہوگیا۔

دنیا کے سب مرد وعورت ایک ماں باپ کی اولاد ہیں

لیکن اس آیت کے اندر جو نقطہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب کیوں بنایا، اللہ تعالی کہہ رہے ہیں کہ میں نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اس میں آپسی اخوت کو ابھارا، خونی رشتے کو ابھارا اور کچوکہ لگایا کہ دیکھو اپنی اصل کو یاد رکھو، تم سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو، آپس میں بھائی بہن ہو، تو ایک دوسرے کے کام آؤ، ایک دوسرے کی ہمدردی کرو، ایک دوسرے کو دشمن نہ سمجھو، مقصد یہ تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا تعاون کریں، ہمدردی کریں، ہم نے تم کو اسی لیے بنایا اور تمہاری اصل یہ ہے کہ تم سب بھائی بھائی ہو، اللہ تعالی جو قرآن کریم میں فرمارہے ہیں کہ ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک ہی عورت سے بنایا، اس کی یاد دہانی کرا رہا ہے تاکہ جذبہ اخوت ابھر جائے اور جوش آئے کہ ہاں حقیقت میں ہم لوگ آپس میں بھائی بہن ہیں، اور دوسرا نقطہ یہ ہے کہ جوش میں ہوش مت کھودینا کہ مدد کرنے میں اپنی برادری کو اور اپنے خاندان کو نہیں دیکھنا چاہئے، مدد کرنے میں ایک دوسرے کی نیکی دیکھنا چاہئے "تعاونوا علی البر والتقوی" (۱) کہا گیا ہے، نیکی میں اور تقوی میں تعاون ہو، لیکن اثم پر، ظلم پر، عدوان پر،

(۱) سورۂ مائدہ آیت ۲

گناہ پر، سرکشی پر، نافرمانی پر کوئی مدد نہیں۔

صحابہ کرام نے غزوہ احد میں، غزوہ خندق میں، غزوہ احزاب میں ان سب کے اندر ایسے نمونے پیش فرمائے ہیں جو تاریخ میں محفوظ ہیں، ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر پر بیٹھے ہوئے تھے، ان کے صاحبزادے جو بعد میں اسلام لائے، اسلام لانے سے پہلے جو بعض جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف شریک رہے اور تاریخ میں ایسا ہوا ہے کہ باپ مسلمان ہوگیا مگر بیٹا مسلمان نہیں ہوا، یا اسی طرح بیٹا مسلمان ہوگیا مگر باپ مسلمان نہیں ہوا، یا ایک بھائی مسلمان ہوگیا لیکن دوسرا بھائی مسلمان نہیں ہوا، بیوی مسلمان ہوگئی مگر شوہر مسلمان نہیں ہوا، شوہر مسلمان ہوگیا بیوی مسلمان نہیں ہوئی، اسی طرح کا مسئلہ یہاں تھا کہ حضرت ابوبکر تو پہلے مسلمان ہوچکے تھے، مگر ان کا ایک بیٹا جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔

عدوان پر مدد نہ کرنے کی مثال

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہنے لگے کہ اباجان ایک مرتبہ فلاں جنگ میں آپ میرے سامنے آگئے تھے، مسلمان ہونے کے بعد وہ اس واقعہ کو بیان کررہے ہیں کہ اباجان فلاں جنگ ہوئی تھی ہماری اور آپ کی، اس میں آپ میرے سامنے آگئے تھے، لیکن میں یہ سوچ کر آپ پر حملہ نہیں کیا کہ آپ میرے والد ہیں، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تو میرے سامنے آجاتا، تو میں تمہیں نہیں چھوڑتا اور تم میری تلوار سے نہیں بچ سکتے تھے، چھوڑتا تو کس پر، دین پر، تقوی پر، لیکن اگر تو میرے سامنے آجاتا تو میں تیری گردن اڑادیتا، وہ بیٹا تھا کیونکہ وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا، اور چونکہ جنگ مسلمان اور کافروں کی ہوئی تھی، تو یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے مسلمان ہوگئے، تب اس بات کو بیان کررہے ہیں، یہ کیا چیز تھی یہ غیرت تھی "وتعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان" کہ جب تعاون ہو تو دین پر، تقوی پر، طہارت پر، پاکیزگی پر اور جب ناپاکی ہو، جب گندگی ہو،

جب عداوت ہو، جب دشمنی ہو، للّٰہیت نہ ہو، اخلاص نہ ہو اور اللہ کی نافرمانی ہو تب کوئی تعاون نہیں، صحابہ کرام نے ایسے نمونے پیش کر کے دنیا کو دکھلا دیا۔

ظالم کی ادنیٰ سی مدد بھی جہنم میں لے جائے گی

ہم اپنے معاشرے میں رہ رہے ہیں، کس کے ساتھ مدد کرنا ہے، کس کے ساتھ مدد نہیں کرنا ہے، علامہ ابن کثیر نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ اگر کوئی ظلم پر مدد کے ارادے سے چلا، تو وہ اسلام سے خارج ہے، اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اور علامہ آلوسیؒ بڑے مفسر گزرے ہیں، انہوں نے قرآن کریم کی اس آیت "فلن أكون ظهيراً للمجرمين" (۱) کہ میں ہرگز مجرمین کا مددگار نہیں ہوں گا، پشت پناہی کرنے والا نہیں ہوں گا، اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز آواز لگائی جائے گی کہ کہاں ہیں ظالم اور ان کے مددگار، اگر کسی نے کسی حکمراں یا ظالم کی گناہ پر، کسی برے کام پر، کسی غلط کام پر مدد کی، یہاں تک کہ اس کا قلم دوات بھی ٹھیک کیا، تو اس کو قیامت کے دن لوہے کے صندوق میں بند کر کے جہنم کے اندر ڈال دیا جائے گا، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اگر کسی ظالم بادشاہ یا ظالم حکمراں کا ظلم کے سلسلہ میں کاغذ بھی سیدھا کیا ہے، تو اس کے ساتھ وہ بھی جہنم میں جائے گا۔

بھلے کام پر مدد کرنی چاہیے

اس لیے حدیث پاک کے اندر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "الدال على الخير كفاعله" (۲) جو اچھائی کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے، وہ عمل کرنے والے کی طرح ہے، اگر آپ نے کسی کے اچھے کام پر مدد کر دی، تو اس اچھے کام پر مدد کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ جتنا ثواب اس کو ملے گا، اتنا ہی ثواب اس کے بتانے والے کو ملے گا، اور ایک دوسری حدیث

(۱) سورہ قصص آیت ۱۷ (۲) سنن ترمذی حدیث نمبر ۲۵۹۴

میں ہے "والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه" (۱) کہ اگر ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی مدد کرتا ہے تو جب تک اس کی مدد کرتا رہے گا، تب تک اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اس کی مدد میں رہے گا، اس کے کاموں میں مددگار رہے گا، ہمیں دوسرے مسلمان بھائی کی ہمدردی کرنی چاہیے، ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے، برے کام میں نہیں، اچھے کام میں، اس کا بوجھ اٹھانا ہے، اس میں مدد کرنی ہے، اگر اس پر ظلم ہو رہا ہے، تو اس کا ظلم دور کیا جائے، اس پر کسی قسم کا طعن و تشنیع ہو رہا ہے، اس کو دور کیا جاوے، اس پر کسی قسم کی پھٹکار پڑی ہے تو اس کو دور کیا جائے، اس پر کسی قسم کا دھبہ لگ رہا ہے، تو اس کو دور کیا جاوے، اور اگر غلط کام ہے تو اس پر مدد نہ کی جائے، اگر کوئی چوری میں آپ سے مدد طلب کرے، تو ہرگز ہرگز مدد نہ کیجئے، ڈکیتی، زنا میں مدد مانگے تو نہیں، بدکاری میں مدد مانگے تو نہیں، کسی بھی غلط کام میں مدد مانگے تو نہیں مدد کرنی ہے "والله في عون العبد ما كان العبد في عون اخيه" جب تک کوئی مسلمان اپنے بھائی کی مدد میں رہے گا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی مدد فرماتا رہے گا۔

اچھا کام ثواب کا باعث اور برا کام سزا و عذاب کا باعث

اس سلسلہ میں خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "من سن في الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده كتب له مثل أجر من عمل بها ولا ينقص من أجورهم شئ" اگر کوئی آدمی کوئی اچھا کام کرتا ہے، اور وہ اچھا کام شروع ہو جاتا ہے اور دوسرے لوگ اس پر عمل کرتے ہیں تو جتنا ثواب ان کو ملتا ہے، اتنا ہی اس اچھے کام کو جاری کرنے والے کو ملے گا، اور اس کے ثواب میں اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور "ومن سن في الاسلام سنة سيئة فعمل بها بعده كتب عليه مثل وزر من عمل بها ولا ينقص من أوزارهم شئ" (۲) اگر کسی نے کوئی برا کام کیا، برا کام رائج کیا اور اس برے کام پر دوسرے کی مدد کی، دوسرے کا ساتھ دیا، پھر ان لوگوں کو جو عذاب ملے گا، وہی عذاب اس کے مدد کرنے والے کو

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۸۶۷ (۲) صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۸۳۰

بھی ملے گا، اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوگی، پھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے ارشاد فرمایا "اسمعوا! هل سمعتم أنه سيكون بعدي أمراء فمن دخل عليهم فصدقهم بكذبهم وأعانهم على ظلمهم فليس مني ولست منه وليس بوارد عليّ الحوض، ومن لم يدخل عليهم ولم يعنهم على ظلمهم ولم يصدقهم بكذبهم فهو مني وأنا منه وهو وارد عليّ الحوض" (۱) میرے بعد ایسے حکمراں اور ایسے حاکم، ایسے چودھری، ایسے حکومت کرنے والے لوگ آئیں گے جو ظلم کرنے والے ہوں گے، گناہ کرنے والے ہوں گے، جو ان کے پاس جائے گا اور جو ان کی جھوٹی بات کی تائید کرے گا، ان کی مدد کرے گا اور ان کا ساتھ دے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، اور کل قیامت کے دن حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات نہیں کرے گا اور جو شخص ایسے حکمرانوں کی، ایسے ظالم لوگوں کی مدد نہیں کرے گا، اور نہ ان کے پاس جائے گا، اور نہ ان کی جھوٹی بات کی تصدیق کرے گا، تو وہ مجھ سے ہے اور میرا اس سے تعلق ہے، اور وہ کل حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرے گا۔

برے کام پر مدد نہیں کرنی چاہیے

عزیز دوستو! زندگی میں معاشرے میں سب ساتھیوں کو دوستوں سے واسطہ پڑتا ہے، اور ہمیں اپنے معاشرے میں رہنا ہے، ہمیں مدد اچھے کام پر کرنی ہے، برے کام پر کسی کی مدد نہیں کرنی، چاہے وہ باپ ہی کیوں نہ ہو، چاہے وہ ہمارا دادا ہی کیوں نہ ہو، چاہے ہمارے ابو ہی کیوں نہ ہو، چاہے وہ حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو، اگر غلط کام ہے، تو اس کی ہم مدد نہیں کریں گے، کسی قسم کا تعاون نہیں کریں گے اور اگر وہ کام صحیح ہے تو اس پر مدد کریں گے، یہاں پر اللہ تعالی نے قرآن کریم میں جو مدد کرنے کو کہا ہے، یہاں پر یہ نہیں کہا کہ ہندو کی مدد نہیں کرنی، صرف مسلمان کی مدد کرنی ہے؛ بلکہ کیا فرمایا، اچھے کام پر مدد کرنی ہے، اگر اچھا کام ہندو

(۱) سنن ترمذی حدیث ۲۱۸۵ کتاب الفتن

کررہا ہے، تو ہم اس کی مدد کریں گے اور اگر وہ ہندو ہے، کافر ہے لوگوں کی مدد کرتا ہے تو ہمیں اس کا ساتھ دینا چاہیے، کیا فرمایا اچھے کام پر مدد کرو، اور برے کام پر مدد نہ کرو، یہ معاملہ الگ ہے، ساری تقسیموں کے بعد لوگ دو طرح کے ہوں گے، جنھوں نے اچھے کام کیے جنت میں جائیں گے اور جنھوں نے برے کام کیے وہ جہنم میں جائیں گے "فريق في الجنة وفريق في السعير" (۱) ایک فریق جنت میں جائے گا اور دوسرا فریق جہنم میں جائے گا، اور اللہ تبارک وتعالی نے ان کو بھی پیدا کیا اور ہم کو بھی پیدا فرمایا "هو الذي خلقكم فمنكم كافر ومنكم مؤمن" (۲) کہ اللہ نے تم کو پیدا فرمایا پھر کسی کو تم میں سے مومن بنادیا اور کسی کو کافر، لیکن جہاں تک تعاون کا تعلق ہے، اس میں تقوی اور نیک اعمال کو بیان فرمایا، اور جہاں تک تعاون نہ کرنے کا تعلق ہے وہاں پر عدوان ظلم زیادتی غلط کام کو بیان فرمایا۔

غلط بات پر اپنے بھائی کی بھی مدد نہیں کرنی چاہیے

غلط کام تو غلط ہے، چاہے کوئی کرے، غلط کام پر مدد نہیں کرنی چاہیے، چاہے غلط کام ہمارے گھر والے کریں، ماں کرے، بہن کرے، ہمارے حقیقی بھائی کریں، یا بیوی کرے تو اس غلط کام میں تعاون نہیں کریں گے، اس کی مدد نہیں کریں گے، اور اگر بات حق ہے، بات سچی ہے اور اچھا کام ہے، تو ہم اس کی مدد کریں گے، چاہے وہ ہمارے رشتہ دار بھی نہ ہو، چاہے وہ ہمارا دوست بھی نہ ہو، چاہے وہ ہمارے محلّہ کا بھی نہ ہو، چاہے وہ ہمارے خاندان اور قبیلہ کا بھی نہ ہو، چاہے وہ ہمارے شہر کا بھی نہ ہو۔

حق بات پر مدد کرنی چاہیے

مدد کے سلسلہ میں ہر اس شخص کی مدد کرنی چاہیے جو بھی حق کی آواز لگائے، یا جو بھی حق بات کہے، تو اس کا تعاون کرنا چاہیے، اور مدد کرنی چاہیے، مدد کا مطلب یہ نہیں کہ آپ پیسے

(۱) سورۃ الشوری آیت ۷ (۲) سورۃ تغابن آیت ۲

ہی دیں، مدد کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس کے لیے دعا کریں، آپ اس کی خیر خواہی کریں، آپ اس کی بدگوئی نہ کریں، آپ اس کی چغل خوری نہ کریں، آپ اس کی طرف بری نیت سے نہ دیکھیں، اس کو گالی نہ دیں، آپ اس کو برا نہ سمجھیں، اس کے راستہ میں روڑا نہ بنیں، آپ اس کی کوئی بری بات نہ سنیں، اس کی غیبت نہ کریں، اس کی برائی نہ کریں، اس پر کسی قسم کا بہتان نہ لگائیں، یہ بھی تعاون اور مدد ہے، اگر کسی کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں، کسی کی بری بات سن رہے ہیں، بری بات میں شریک ہو رہے ہیں، غلط بات میں شریک ہو رہے ہیں، یہ بھی آپ کا تعاون ہو گیا، ایک قسم کی مدد ہو گئی، مجلس میں بیٹھے ہیں، ایک آدمی کسی کی برائی کر رہا ہے، کسی کی غیبت یا چغلی کر رہا ہے اور آپ اس پر ہنس رہے ہیں، تو آپ بھی گناہ کے کام میں مدد کرنے والے ہو گئے، وہ چغلی کر رہا ہے، غیبت کر رہا ہے، وہ بہتان باندھ رہا ہے، وہ غلط بات کہہ رہا ہے، اگر آپ اس کی بات کو سن کر اس میں شریک ہو رہے ہیں، تو آپ بھی برے کام میں، گناہ کے کام میں مدد کرنے والے ہو گئے، حالانکہ اللہ نے گناہ کے کام میں مدد کرنے سے منع کیا ہے۔

کوئی برائی دیکھو تو نکیر کرنی چاہئے

اس لیے میرے دوستو! اگر کہیں بیٹھک میں، کسی مجلس میں، کہیں محلے میں، کہیں دس یا چار آدمی بیٹھے ہوں، اگر غلط بات ہو رہی ہو، معاشرے کے خلاف، کسی مسلمان کے خلاف، کسی دینی ادارے کے خلاف، کسی دینی تحریک کے خلاف، کسی سچے مسلمان کے خلاف اور کسی بھی آدمی کے خلاف اور وہ بات غلط ہے، تو آپ اپنا کان جھاڑ کر وہاں سے نکل جائیے، اگر آپ میں روکنے کی طاقت ہے، تو ضرور روکئے، حدیث میں آیا ہے "من رأى منكم منكرا فليغيره بيده" اگر کوئی برا کام دیکھو تو اس کو اپنے ہاتھ سے روک دو، ڈنڈے سے روک سکتے ہو تو ڈنڈے سے روک دو، اپنی طاقت کے زور سے روک سکتے ہو، تو طاقت کے زور سے روک

66

دو "فان لم يستطع فبلسانه" اگر تمہارے پاس ڈنڈے کی پاور نہیں ہے، تو اپنی زبان سے کہہ دو کہ بھائی یہ بات صحیح نہیں ہے، غلط کہہ رہے ہو، تم سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے، اور بندے بھی ناراض ہوتے ہیں، اور یہ گناہ ہے اس کو منع کر دو، اگر تمہاری زبان میں اس کی بھی طاقت نہیں ہے، اگر تم نے کہہ دیا تو کوئی تھپڑ رسید کر دے گا "فأن لم يستطيع فبقلبه" اگر تمہارے اندر زبان سے کہنے کی بھی طاقت نہیں، تو دل سے برا مانو، اور وہاں سے ایک طرف ہو جاؤ "وذلك أضعف الإيمان" (۱) یہ ایمان کا ادنی درجہ ہے، یہ مسلمان کا ادنی درجہ کا ایمان ہے، اس لیے دوستو! اگر غیبت ہو، کہیں اس طرح کا ماحول ہو، تو تعاون نہ کریں، ان باتوں میں شریک نہ ہوں، اگر برے کام پر تعاون کیا، تو کل قیامت کے دن لوہے کے صندوق میں بند کر کے جہنم میں ڈال دئے جاؤ گے، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، کتنی سخت وعید ہے، اس لیے اس سے بچنا ہے، اللہ تبارک وتعالی ہر ظلم سے اور ہر برے کام سے ہماری حفاظت فرمائے، اور سچائی ہماری زندگی میں آ جاوے، اور سچائی کرنے والے بن جائیں، اور دینی کام میں، دینی اداروں میں، دینی تحریکوں میں تعاون کرنے والے بن جائیں، اور جتنے بھی دین کے کام ہیں، ان میں ہم لوگ مددگار اور معاون بن جائیں، اور جتنے گناہ کے کام ہیں، اللہ تبارک وتعالی ان گناہ کے کاموں سے ہم سب کو محفوظ فرمائے، اور ان میں مدد کرنے سے بھی محفوظ رکھے، ایسے لوگوں کا ساتھ دینے سے بھی ہماری حفاظت فرماوے، اور برے لوگوں کا ساتھ دینے سے بھی ہماری حفاظت فرمائے، آج سے ہم لوگ وعدہ کرتے ہیں کہ زندگی بھر جب تک ہماری زندگی رہے گی، ہم ظلم پر تعاون نہیں کریں گے۔

ظالم اور مظلوم کی مدد کی جائے

ایک حدیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "أنصر أخاك ظالماً أو مظلوماً" (۲) کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے ظالم ہو یا مظلوم، مظلوم جس پر ظلم ہو رہا ہو،

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر ۷۰/ کتاب الایمان (۲) صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۲۶۳/ کتاب المظالم والغضب

جو پٹ رہا ہو، جس پر زیادتی ہو رہی ہو تو اس کی مدد کرنی چاہئے، یہ تو سمجھ میں آتی ہے، مگر ظالم کی مدد کس طرح؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مظلوم کی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ اس کی مدد کی جائے، مگر ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے، اگر غلط کام کر رہا ہو، تو اس سے روک دو، یہ اس کی مدد ہے، بھائی ظالم اگر کہیں ظلم کر رہا ہے، تو اس کو ظلم سے روکنا ہی مدد ہے، مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے کہ اس پر ظلم کیا جارہا ہے، اس کی پٹائی ہو رہی ہے، اس پر ظلم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، تو اس کی مدد سمجھ میں آتی ہے؛ لیکن ایک آدمی ظلم کر رہا ہے، تو اس کی مدد یہی ہے کہ اگر وہ ظلم کر رہا تھا تو اس کا ہاتھ ظلم سے روک دیا جائے کہ ظلم مت کر، یہی اس کی مدد ہوئی، جب وہ ظلم سے باز آجاوئے گا، اور گناہ سے بچے گا، تو یہی مدد کرنا ہوا، اس طرح سے ہمیں کوشش کرنی ہے، اور اپنی زندگی کا خاکہ بنانا ہے کہ کہیں بھی، زندگی میں کسی وقت بھی، ظلم پر ہم مدد نہیں کریں گے، گناہ کے کام پر ہم مدد نہیں کریں گے، اور اچھے کام پر ہم مدد کریں گے، اچھا کام کرنے والا کوئی بھی ہو، ہم اس کی مدد کریں گے، ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں اور عمل کی توفیق طلب کرتے ہیں، اللہ تبارک وتعالی صحیح کاموں پر، اچھے کاموں پر، دینی کاموں پر، تقوی کے کاموں پر، نیکی کے کاموں پر ہمیں عمل کرنے والا بنائے اور برے کاموں سے بچنے والا، ظلم کے کام سے بچنے والا اور گناہ کے کاموں سے بچنے والا بنائے

وآخر دعوانا أن الحمدللہ رب العالمین

دعوت الی اللہ ایک اہم کام

یہ بیان ۱۸؍فروری ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

دعوت الی اللہ ایک اہم فریضہ

مدد اور تعاون کے بھی ضابطے ہیں

عزیز دوستو اور دینی بھائیو! اللہ تبارک وتعالی نے انسانوں کی تخلیق کی، انسانوں کو بنایا، اور ساری چیزیں انسانوں کے لیے بنائیں اور پھر آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی کرنے کے لیے، مدد کرنے کے لیے ہدایت فرمائی کہ دنیا میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے، اللہ تعالی نے فرمایا کہ اچھے کاموں میں اپنے بھائیوں کی مدد کرنی ہے، اور برے کاموں میں مدد نہیں کرنی ہے، اسی لیے ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' بھی ایک قسم کی مدد اور تعاون ہے، اور دعوت الی اللہ بھی مدد ہی ہے، اس اعتبار سے مدد کرنے کے لیے، ایک دوسرے کا تعاون کرنے کے لیے اللہ تعالی نے اصول اور ضابطے متعین فرمائے ہیں کہ کس طرح مدد کی جائے اور کن چیزوں میں کی جاوے، اس موضوع پر پچھلے ہفتہ مختصر بات ہوئی تھی۔

دعوت کس کو کہتے ہیں؟

آج ہم دعوت کے موضوع پر گفتگو کرتے ہیں، دعوت کہتے ہیں بلانے کو، جیسے دعوت کھانے کی ہوتی ہے، اس میں بھی بلایا جاتا ہے، پہلے دعوت دی جاتی ہے، اطلاع دی جاتی ہے کہ آج بھائی ہمارے یہاں آپ کی دعوت ہے، آپ کو کھانا ہے دوپہر کو یا شام کو یا کل شام کو، تو اطلاع دی جاتی ہے، بلایا جاتا ہے کھانے پر، اس کو بھی دعوت کہتے ہیں، اور ایک دعوت یہ ہے جو لوگوں کو دی جاتی ہے دین کے لیے، اللہ کی رضا کے لیے اور اپنی زندگی کو بنانے کے

لیے، تو دعوت کے کچھ اصول ہیں، دعوت کے کچھ ضابطے ہیں، کیونکہ کھانے کی دعوت کے بھی کچھ اصول اور ضابطے ہوتے ہیں، اور یہ دین کی دعوت ہے، اللہ کی طرف بلانے کی دعوت ہے، بھلے کاموں کی ترغیب دینے کی دعوت ہے، اچھے کاموں کی طرف بلانے کی دعوت ہے، اس کے بھی کچھ اصول اور ضابطے ہوتے ہیں۔

دینی دعوت کے لیے ایک جماعت ہر وقت ہونی چاہئے

اس لیے اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم کی ایک آیت میں فرمایا کہ ''ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر''(۱) کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے کہ وہ اللہ کی طرف بلاتی رہے، اللہ کی طرف دعوت دیتی رہے، خیر کی طرف بلاتی رہے، بھلے کاموں کا حکم دیتی رہے، اور برے کاموں سے روکتی رہے، ایک جماعت ہر وقت پورے سال کے بارہ مہینوں میں اور ہر مہینہ کے جتنے دن ہیں، ہر دن کے ۲۴ رگھنٹوں میں ہر وقت، ہر لمحہ، ایک جماعت پوری امت میں، پوری دنیا میں ہونی چاہئے، یہ ضروری ہے، اگر سارا علاقہ اور سارا گاؤں، اور گاؤں کے سارے لوگ، محلّہ کے سارے لوگ، اس دعوت کو کسی بھی لمحہ میں چھوڑیں گے، چوبیس گھنٹے کے اندر یا سال کے اندر، یا کسی بھی وقت کے اندر، تو زندگی کے اندر ایسا خلا اور نقص پیدا ہوگا کہ جس کی تلافی نہیں کی جاسکتی، اس کو پورا نہیں کیا جاسکتا، اس لیے لمحوں کی خطا صدیوں کی سزا کا سبب بن جاتی ہے، تھوڑی دیر غفلت کی، پھر اس کا نقصان اٹھانا پڑا، اگر کسی کو مثال کے طور پر سانپ کاٹ لے، اور فوراً ڈاکٹر کے یہاں نہ لے جائیں، تو وہ مرجائے گا، ایسے ہی کوئی خطرناک بیماری ہوجاوے، تو فوراً اس کو انجکشن یا دوا نہ دی جائے تو کیا ہوگا؟ وہ انسان مرجائے گا، ہلاک ہوجائے گا، ایسے ہی دینی زندگی کے اندر، دینی کاموں کے اندر، دعوت انسان کی ایک ضرورت ہے، جیسا کہ ہم نے عرض کیا تھا کہ تعاون ہر انسان کی ضرورت ہے، اسی طرح دعوت بھی ہر انسان کی

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۱۰۴

ضرورت ہے،اچھائیوں کی طرف بلانا،اور برے کاموں سے روکنا،یہ بھی انسان کی ضرورت ہے،جیسا کہ ہمارا کھانا، پینا،سونا جاگنا، ہماری زندگی کی ضرورت ہے،اسی طریقہ سے دعوت بھی ہمارا ایک فریضہ اور ایک ضرورت ہے۔

اس میں بعض مرتبہ غفلتیں ہوجایا کرتی ہیں،غفلت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ آدمی اپنا عمل ٹھیک کرتا ہے، مثلاً نماز پانچوں وقت کی پڑھ رہا ہے، کسی کو برا بھلا نہیں کہتا،کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا؛لیکن برابر میں جو اس کا پڑوسی ہے، وہ غلط کام کرتا ہے، مثلاً نماز نہیں پڑھتا ہے، دوسروں کو تکلیف دیتا ہے اور آپ اس کو روکتے نہیں ہیں،تو یہ نماز آپ کی اس وقت کام نہیں آئے گی۔

بنی اسرائیل کے لوگوں پر اللہ کا عذاب

قرآن کریم میں بنی اسرائیل کے تین طرح کے لوگوں کا واقعہ مذکور ہے،جن پر اللہ تعالی کا عذاب آیا،تو دوطرح کے لوگ ہلاک ہوئے ،صرف ایک جماعت بچی،جب اللہ کی طرف سے عذاب آیا،تو کچھ لوگ ایسے تھے، جو بھلے کام کرتے تھے،نمازیں پڑھتے تھے،اچھے کام کرتے تھے اور اچھائیوں کا حکم دیتے تھے،اور برائیوں سے باز رہتے تھے،خود بھی اچھے تھے اور دوسروں کو بھی اچھا بنانے کی فکر میں لگے رہتے تھے،اور کچھ لوگ ایسے تھے جو خود تو اچھے تھے؛لیکن ان کو دوسروں کی فکر نہیں تھی، وہ کہتے تھے کہ بھائی، ہمارا کام صحیح ہونا چاہئے،انہوں نے دوسروں کو اچھائیوں کی دعوت نہیں دی اور نہ لوگوں کو برائیوں سے روکا، اور تیسری جماعت ایسی تھی جو نہ خود صحیح تھے اور نہ دوسروں کو صحیح کرنے کی کوشش کرتے تھے،خراب تھے اور خراب ماحول میں رہتے تھے، اللہ کی طرف سے عذاب آیا تو جو خراب لوگ تھے، وہ تو اللہ کے عذاب کے شکار ہوئے ،اور ان کا ستیاناس ہوگیا؛لیکن جو خود اچھے تھے،خود نمازیں پڑھتے تھے اور خود اللہ کی عبادت کرتے تھے مگر دوسروں کو کبھی بھی برائی سے نہ روکتے تھے ، برے کاموں سے نہ روکتے تھے ، غلط کاموں سے نہیں روکتے تھے ، بلکہ کہتے تھے کہ بھائی ہم خود

ٹھیک ہیں، وہ بھی اللہ کے عذاب کے شکار ہوگئے اور صرف وہ لوگ بچے جو خود اچھے تھے اور دوسروں کو اچھائیوں کی طرف بلاتے تھے، بھلے کاموں کی دعوت دیتے تھے،اللہ کا نظام ایسا ہے،اس دین کے کام میں، دعوت کے کام میں، جو خود بھی صحیح رہے گا،اور دوسروں کی بھی فکر کرے گا،تو سمجھئے کہ وہ کامیاب ہیں اور مزے میں ہیں،اور جو اپنی فکر میں ہیں، دوسروں کی انہیں فکر نہیں،تو وہ ہر وقت خطرے میں ہیں۔

انسان ہر وقت خطرہ میں ہے

انسان ہر وقت خطرہ میں ہے،خسارہ میں ہے"والعصر،ان الانسان لفی خسر"(۱) اللہ تعالی زمانہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ قسم ہے زمانے کی، پوری انسانیت، پوری دنیا کے انسان خسارے میں ہیں،خطرہ میں ہیں"إلا الذین آمنوا وعملوا الصالحات" مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، وہ خطرے سے باہر ہیں"وتواصو بالحق"اور آپس میں ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے"وتواصوابالصبر" اور صبر کی دعوت دیتے رہے،حق کی تلقین کرتے رہے،اور حق کی تلقین کرنے میں راستہ میں جو روڑے اور کانٹے آتے ہیں،ان کو وہ پھول سمجھ کر برداشت کرتے ہیں،اور صبر کرتے ہیں،تو جو لوگ ایسے ہیں، وہ خسارے میں نہیں ہیں،اللہ تعالی نے ان کا استثناء کیا ہے۔

اچھائیوں کا حکم دینا بھی تعاون کی ایک شکل ہے

عزیزو اور دوستو!اسی لیے اللہ نے قرآن کریم کے اندر فرمایا کہ ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو اچھائیوں کا حکم دے،اور برائیوں سے روکے،تو یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی تعاون کی ایک قسم ہے،تعاون کی ایک شکل ہے جیسا کہ ابھی بتلایا تھا،کہ بھائی میرا بھلا ہو رہا ہے،تو تیرا بھی بھلا ہوجاوے،میں نماز پڑھ رہا ہوں،تو بھی نماز پڑھ لے،میں زکوۃ دے

(۱) سورۂ عصر آیت ۱/۲

رہا ہوں تو تو بھی زکوۃ دیدے، میں روزہ رکھ رہا ہوں تو تو بھی روزہ رکھ لے، دیکھو میں اچھا کام کرر ہا ہوں تو بھی اچھا کام کرلے، میں غریبوں کی مدد کرتا ہوں تو بھی غریبوں کی مدد کر، میں دین کے راستہ میں کام کرتا ہوں تو بھی دین کے راستہ میں کام کر، یہ تعاون ہونا چاہئے، اسی لیے دین کی طرف بلانا بھی تعاون کی ایک شکل ہے۔

دعوت کا کیسا انداز ہونا چاہئے

دعوت میں بعض مرتبہ انسان کا انداز الگ ہوتا ہے، آپ نے کسی کو دین کی دعوت دی، مگر ڈھنگ آپ کا اچھا نہیں، طریقہ آپ کا اچھا نہیں، تو آپ کی دعوت اثر نہیں کرے گی، وہ دعوت آپ کی فائدہ نہیں پہنچائے گی، اسی لیے قرآن کریم میں اللہ نے اس کے اصول بتائیں ہیں "أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة الآية" کہ تم اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دو، لوگوں کو، ساری انسانیت کو، اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی، غیر مسلموں کو بھی اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دو، اور رب کا راستہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اللہ کو ایک مانو، اللہ کے رسول کو مانو، نمازیں پڑھو، روزہ رکھو، زکوۃ دو، حج کرو، برے کاموں سے رکو، اچھے کاموں کے کرنے کی دعوت دو، تو دوستو! دعوت دینے میں کبھی ہم سے کوتاہی ہوجاتی ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ کہیں ہم نے جمعہ پڑھا، جمعہ کے بعد لوگ کیا کرتے ہیں؟ بغیر سنت پڑھے نکل جاتے ہیں، امام صاحب نے سلام پھیرا، دعا کی، نوجوان بڑے، بوڑھے کچھ پرانے کچھ نئے، وہ مسجد سے نکل کر باہر ہوجاتے ہیں، انہیں نمازیوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوکر دھمکی آمیز انداز میں کہتا ہے کہ بھائیو! سنتیں پڑھ لو، کہاں جاکے پڑھوگے، گھروں میں مصلیٰ بچھا رکھا ہے، تو یہ انداز داعیانہ نہیں حاکمانہ ہے، اپنے حساب سے اس نے بتایا کہ نماز کے بعد سنت بھی ضروری ہیں، لیکن کہنے کا انداز کیسا ہے، صحیح نہیں، کوئی رکے گا؟ کوئی نہیں رکے گا، اسی طرح اذان ہورہی ہے اور ہم مسجد جارہے ہیں، ایک صاحب راستے میں ملے اور

ہم نے اسے کہا ارے کہاں جارہے ہو، اذان نہیں سنی، اذان ہورہی ہے، اسی طرح کوئی آدمی دوکان پر چائے پی رہا ہے، یا ٹی وی دیکھ رہا ہے اور کسی کام میں مشغول ہے، تو آپ اس کو جھڑک کر کہیں، ارے اذان نہیں سنی تم نے، یہیں بیٹھے رہوگے، تو اس کا کیا اثر ہوگا کچھ بھی نہیں، اس سے ہٹ دھرمی پیدا ہوگی، بات نہیں مانے گا۔

حکمت سے دعوت دی جائے

"أدع إلى سبيل ربك بالحكمة" قرآن کہہ رہا ہے کہ تم حکمت سے اس کو بلاؤ، نماز، زکوۃ، حج کی طرف بلانا، اللہ کے دین کی طرف بلانا حکمت کیساتھ ہو تو اثر ہوگا، جمعہ کی نماز کے بعد یا پہلے آپ کھڑے ہوکر کہیں کہ بھائی جمعہ کی نماز کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں پڑھتے تھے، اور نماز کے بعد سنتیں ضروری ہیں، اگر سنت نہیں پڑھیں گے تو سنت کے چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار ہونگے، ان میں سے آدھے رک جائیں گے، اگر دس باہر جارہے ہیں تو ان میں سے پانچ تو رک ہی جاویں گے، اور اگر پہلے انداز میں آپ کہیں، تو ایک بھی نہیں رکے گا، آپ نے بہترین انداز میں دعوت دی، تو اس میں سے کچھ رک جائیں گے، کوئی کھیت جارہا تھا، آپ نے کہا کہ بھائی اذان ہورہی ہے، اذان سن کر پھر کھیت میں جانا، یا بازار جانا صحیح نہیں، نماز پڑھ لو تب جانا، ورنہ گنہگار ہوگے، اللہ تعالی ناراض ہوں گے، بہترین انداز سے دعوت دو، محبت سے بلاؤ، تب دیکھو کہ تمہاری بات اثر کرتی ہے یا نہیں، گھر میں جب کوئی بچہ ناراض ہوجاتا ہے، تو کیسے بات کرتے ہیں، کھانا نہیں کھاتا، تو امی کیا کہتی ہیں کہ کھالو بیٹا، پیار سے کہتی ہیں، ابو بھی کہتے ہیں کہ کھالو بھائی، بھوکے مرجاؤگے، ایسے تکلیف ہوگی تو پیار سے کہنے کی وجہ سے وہ روتا ہوا بچہ مان جاتا ہے، تو پیار اور محبت ایسی چیز ہے کہ پتھر کو بھی موم بنادیتی ہے، تو جب دعوت حکمت کیساتھ دی جائے گی اور اس انداز سے دی جائے گی کہ کہاں نرمی سے پیش آنا ہے اور کہاں سختی سے، تو اس میں تاثیر ہوگی۔

حضور کی دعوت ونصیحت کا انداز

اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”علموا الصبی الصلاۃ ابن سبع سنین واضربوہ علیھا ابن عشر“ (۱) کہ جب بچہ سات سال کا ہوجائے، تو اس کو نماز سکھاؤ، اپنے ساتھ مسجد میں لے جاؤ اور جب دس سال کا ہوجاوئے تو چھڑی لگاؤ، اس لیے کہ آپ کا بیٹا ہے، وہاں چھڑی کی ضرورت پڑے گی، تبھی تو آپ سے ڈرے گا، وہاں پر چھڑی کا حکم ہے، مگر عام لوگوں کو چھڑی کا حکم نہیں ہے، بلکہ وہاں تو پیار سے بلائیں گے، گفتگو کا انداز بدلنا پڑے گا، صحابہ کرام کو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دیتے تھے اور دیکھتے تھے کہ کوئی گڑبڑی ہورہی ہے، تو یہ نہیں کہتے تھے کہ تم ایسا کرتے ہو، صحیح ہوجاؤ نہیں بلکہ آپ کا انداز یہ تھا کہ ”مابال أقوام یقولون کذاو کذا“ (۲) کہ بھائی لوگوں کو کیا ہوگیا کہ ایسا کہتے ہیں ویسا کرتے ہیں، کسی کا نام لے کر بیان نہیں کرتے تھے، بلکہ مطلق فرماتے تھے کہ بھائیو! تم کو کیا ہوگیا ہے کہ ایسا کررہے ہو، جو اس غلطی میں ملوث ہوتے وہ سمجھ جاتے تھے، نصیحت اور دعوت کا انداز ایسا ہونا چاہئے، اب اس سے آدمی قریب ہوگا یا دور ہوگا، اگر ہم نے بھرے مجمع میں کسی کو ذلیل کردیا کہ تم نے فجر کی نماز نہیں پڑھی، کہاں تھے، تو سب لوگ اس کی طرف دیکھیں گے اور اس کی توہین ہوگی، ایک تو اس کو تکلیف ہوگی اور دوسرے اس میں ہٹ دھرمی اور ضد پیدا ہوگی اور اگر ہم چپکے سے، الگ لے جاکر کہیں گے کہ بھائی آج فجر میں آپ نظر نہیں آئے، خیریت بھی ہے، کیا بات ہے؟ اللہ ناراض ہوتے ہیں نماز چھوڑنے سے اور ایک نماز چھوڑنے سے ایک کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جہنم میں جلنا پڑے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتے ہیں، ایسے پیار سے سمجھائیں گے تو اس کی سمجھ میں بات آجائیگی، بالکل سمجھ میں آئے گی؛ لیکن اگر آپ دوسرے انداز سے ڈانٹ کر کہیں گے کہ بتاؤ

(۱) سنن ترمذی حدیث نمبر ۳۷۲ کتاب الصلوۃ (۲) سنن نسائی حدیث نمبر ۳۱۶۵ / کتاب النکاح

آج فجر میں تم کہاں تھے؟ تو کیا ہوگا، تو وہ مانے گا؟ نہیں، اور آپ سے لڑنے کے لیے تیار ہوجائے گا، اگر حکمت کیساتھ دعوت دیں گے تو انشاء اللہ بات اثر کرے گی، ہم دعوت تو دیتے ہیں، جذبہ سب کے اندر ہے، مگر انداز الگ الگ ہے، اگر کوئی داڑھی کاٹ رہا ہے، تو اس کو ہم سمجھائیں کہ دیکھو بھائی داڑھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور سنت کی مخالفت کرنا گناہ ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جزوا الشوارب وأرخوا اللحی خالفوا المجوس“ (۱) مونچھوں کو کٹاؤ اور داڑھی کو بڑھاؤ، مجوس کی مخالفت کرو، اس طرح اگر آپ دعوت دیں گے، تو سب کی سمجھ میں آجائے گی، لیکن اگر آپ یوں کہیں کہ داڑھی کٹواتے ہو، شرم نہیں آتی، تم کیسے مسلمان ہو، تو کیا ہوگا، آپ کی بات کا کچھ اثر نہیں ہوگا، مگر پیار سے سمجھاؤ گے کہ داڑھی رکھنا سنت ہے، تمام انبیاء کی سنت ہے، تمام بزرگوں اور اسلاف کی سنت ہے اور مسلمانوں کا شعار ہے، تمام مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے، اور اللہ کی خوشنودی اور رضا مندی کا ذریعہ ہے، تو وہ بالکل آپ کی بات مانے گا، ایسے ہی کوئی نماز نہیں پڑھتا ہے، تو آپ اس کو یوں سمجھائیں کہ دیکھو بھائی اللہ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی، اگر ان کو نہیں پڑھو گے، تو اللہ ناراض ہوں گے، اور ایک وقت کی نماز چھوڑنا بہت بڑا گناہ ہے، بالکل اس کی سمجھ میں بات آجائے گی۔

ہدایت دینا اللہ کا کام ہے

ہدایت دینا اللہ کا کام ہے، اپنا کام دعوت دینا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ ایک مرتبہ میرے کان میں کلمہ پڑھ دو ”لا الہ اللہ محمد رسول اللہ“ تو ابوطالب نے کہا کہ کیسے کہوں، یہ قریش کہیں گے کہ بھتیجے کے کہنے سے اپنا دین بدل دیا، بھتیجے یہ نہیں ہوسکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی ہے، کہ اے محمد! ہدایت دینا تیرا کام نہیں ہے، تیرا کام دعوت دینا ہے اور ہدایت دینا میرا کام ہے ”انک

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر ۳۸۳ / کتاب الطہارۃ

لاتهدی من أحببت" جس کوتو چاہے ہدایت نہیں دے سکتا" ولکن اللّٰـه یهدی من یشـاء"(۱) لیکن ہدایت اللہ جس کو چاہے گا دے گا، ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ میرے کہنے سے یہ فوراً نمازی بن جائے، میرے کہنے سے یہ فوراً داڑھی رکھ لے، میرے کہنے سے یہ زکوۃ دینے لگے، اپنا کام تو دعوت دینا ہے اور دعا کرنا ہے، کہ اے اللہ فلاں نماز نہیں پڑھتا ہے، اس کو تو توفیق دیدے، اس کے دل میں دین کی محبت ڈال دے، تم دعوت بھی دو، اور دعا بھی کرو، انشاء اللہ اس کا دل دین کی طرف مائل ہوگا، اے اللہ میرا فلاں بھائی، میرا بھتیجا، بھانجہ، میرے ماموں کا لڑکا، کسی کا بھی رشتہ دار، یا میرے پڑوس کا، میرا دوست غلط کام کرتا ہے، اللہ اسے ہدایت دیدے اور وہ غلط کام چھوڑ دے، انشاء اللہ آپ کی بات کے اندر تاثیر ہوگی، حکمت کا مطلب یہی ہے کہ آپ اس کو دین کی طرف بلانے میں جتنا اچھا طریقہ اختیار کرسکیں وہ اختیار کیجئے، کسی سے اپنا کام نکالنے کے لیے کتنی باتیں بنانی پڑتی ہیں، کہ کس تدبیر سے کام نکل سکتا ہے، تو اپنے ساتھی کو دین کی طرف بلانے کے لیے، کس تدبیر سے بلا سکتے ہیں، وہی تدبیر اپنانی چاہئے، اور وہ تدبیر محبت ہے، اگر محبت اور پیار سے دعوت دی جائے گی اور سچے دل سے، تو زبان کے اندر تاثیر ہوگی اور ضرور وہ دعوت کامیاب رہے گی، اور آپ کی بات کا اثر اس کے دل پر ہوگا، اور وہ قبول کرے گا۔

حکمت سے دعوت کا ایک واقعہ

ایک واقعہ ہے ریڑھی کے مدرسہ کا، وہاں میرے والد صاحب ریاضی کے مدرس ہوئے، تقرر کے وقت طرفین سے کچھ شرطیں لگائی جاتی ہیں، کہ آپ کی یہ ذمہ داری ہے یا میں یہ کروں گا، بھائی کہیں بھی ملازمت اختیار کی جائے تو اس کی کچھ شرطیں ہوتی ہیں، والد صاحب کو مدرسہ میں مدرس رکھا تھا، چونکہ وہ ماسٹر تھے، اس لیے انہوں نے کہا کہ دیکھئے میں آپ کے مدرسہ میں پڑھاؤں گا، مگر میں داڑھی کٹاؤنگا، مدرسہ میں ایک استاذ مولانا اصغر صاحب

(۱) سورۂ قصص آیت ۵۶

ذمہ داروں میں سے تھے، جو آج کل شیخ الحدیث ہیں، تو انہوں نے کہا کہ بھائی اگر تم دن میں دس مرتبہ بھی کٹاؤ گے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، ہمیں تو آپ سے ریاضی پڑھوانا ہے، یہ انداز دیکھئے تربیت کا، اگر یہ انداز نہ ہوتا اور کہا جاتا کہ تم داڑھی رکھو تبھی تمہیں ملازمت ملے گی، تو نہ وہ مانتے اور نہ ہی مدرسہ والے مانتے تو وہ ملازم نہ ہوتے، اور ان کی اصلاح نہ ہوتی، تو ماحول کا اثر ہوتا ہے، تو والد صاحب خود فرماتے ہیں کہ میں اسی دن سے عہد کرلیا کہ اب داڑھی نہیں کٹاؤں گا، یہ ہوتا ہے کہنے کا انداز، جب سچے دل سے دعوت دی جائے، تو اس کا اثر ہوتا ہے اور بات بھی مؤثر ہوتی ہے، بالکل اثر ہوتا ہے اگر سچائی کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوکر دعوت دی جائے، یہ والد صاحب کا خود بیان کیا ہوا واقعہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی سچائی کا واقعہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا واقعہ آپ نے سنا ہوگا، بچوں نے سنا ہوگا، اور بڑوں نے بھی سنا ہوگا، کہ ایک مرتبہ وہ سفر پر جارہے تھے، چوروں نے، ڈاکوؤں نے ان کے قافلے کو لوٹ لیا، کیونکہ اس زمانے میں ڈاکو اور چور ہوا کرتے تھے، جب تلاشی لی گئی تو تلاشی لینے کے بعد جو کچھ ان لوگوں کے پاس تھا سب لوٹ لیا، جب شیخ کا نمبر آیا تو چوروں نے کہا کہ بتاؤ تمہارے پاس کیا ہے؟ -ان کی ماں نے کہا تھا کہ بیٹا کبھی جھوٹ مت بولنا- تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں، انہوں نے کہا کہ کہاں ہے، تو آپ نے جواب دیا کہ یہاں میری واسکٹ میں ہے اور میری امی نے یہاں سی رکھی ہیں، ڈاکو بہت متعجب ہوئے اور حیرت میں پڑ گئے کہ کیا چکر ہے، ہمارے سامنے تو سب چھپاتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں، تو ڈاکو اپنے سردار کے پاس انہیں لے گئے اور وہ کہنے لگے کہ بھائی یہ بچہ بہت ہی عجیب ہے، جب کھول کر دیکھا گیا تو واقعی چالیس اشرفیاں نکلیں، اس زمانہ کے چالیس ہزار، تو ڈاکوؤں کا جو سردار تھا اس نے پوچھا کہ بھائی ہم سب کی جیب کی تلاشی لیتے ہیں اور سب جھوٹ بولتے ہیں، چھپاتے ہیں، اور ہم سب کو ٹھگ لیتے ہیں اور لوٹ لیتے ہیں، لیکن

تم خود ہی بتلا رہے ہو، تو انہوں نے جواب دیا کہ دیکھئے سچی بات یہ ہے کہ میری امی نے کہا تھا کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا، اس بات کا اثر ان ڈاکوؤں پر بہت ہوا کہ اچھا تو اپنی امی کا کہنا مان رہا ہے اور ہم لوگ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، اس کا بھی کہنا نہیں مان رہے ہیں، اسی دن سے سارے ڈاکوؤں نے توبہ کرلی اور یہ عہد کرلیا کہ انشاء اللہ اب زندگی میں کسی کو پریشان نہیں کریں گے، اور نہ ہی کسی کو لوٹیں گے، اور جن کا مال لوٹ لیا تھا، سب کا واپس کردیا، بات اثر کرتی ہے اس طریقے سے جب دل کے اندر سچائی ہو، دل کے اندر تڑپ ہو، تو یقیناً اثر کرتی ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ جب ہندوستان تشریف لائے اور یہاں لوگوں کو دین کی دعوت دینی شروع کی تو خود انہوں نے اپنے عمل سے کر کے دکھلایا، لوگوں نے دیکھ دیکھ کر کلمہ پڑھا اور لوگ اس پر عمل پیرا ہو گئے، کہنے کا منشاء یہ ہے کہ ہمارا اندروں، ہمارا چال چلن، ہمارا کردار مؤثر ہو، اور ہماری بات میں تاثیر ہو۔

دعوت میں طریقہ بھی عمدہ اختیار کیا جائے

"أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة" **حکمت کے ساتھ ساتھ دعوت** میں طریقہ بھی اچھا اختیار کیجئے، تو انشاء اللہ دعوت قبول ہوگی، اور دعوت دیجئے عمدہ طریقے سے، نصیحت کیجئے اچھے انداز سے، دعوت دینے کے لیے کسی کے گھر پر جایئے، تو بے تکا مت بولیئے بلکہ اگر مخاطب ڈاکٹر ہے، تو ڈاکٹر کی مثال دے کر سمجھایئے کہ دیکھئے اللہ نے آپ کو پیدا کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے کا مقصد کیا ہے، اس طرح کی بات بولیئے، اور کھیتی کرنے والے کے پاس گئے، اس کو کھیتی کی مثال دے کر سمجھایئے کہ کھیت میں ہل جوتتے ہیں، پھر بیج ڈالتے ہیں، اللہ تعالی اس کو اگاتا ہے اور ہم گیہوں بوتے ہیں، تو گیہوں ہی کاٹتے ہیں، سرسو بوتے ہیں تو سرسو ہی کاٹتے ہیں اور اگر ہم مکئی بوتے ہیں تو مکئی ہی کاٹتے ہیں، کیا کبھی آپ کے ساتھ ایسا بھی ہوا ہے چودھری صاحب! کہ سرسو بوکر گیہوں کاٹی ہو، اور گیہوں بوکر سرسو کاٹی ہو؛ لیکن اگر تم ایک کسان کے سامنے ڈاکٹر کی بات کرو، تو اس کے سمجھ میں آئے گی؟

نہیں آئے گی، تو ہمیں دیکھنا ہے کہ جس کو ہم دعوت دے رہیں وہ کیسا ہے، اگر پڑھا لکھا ہے، مولانا صاحب ہے، قاری صاحب ہے، تو اسی انداز سے دعوت دی جاوے گی، کہ دیکھو قاری صاحب آپ ہم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں، مگر پھر بھی اللہ کے واسطے آئے ہیں، اللہ کی بات کرنے آئے ہیں، کہ ہم نے فلاں مولانا صاحب سے یہ سنا تھا کہ یہ بات سب تک پہنچادیں، یہ عمل کیجئے، اس میں برکت ہے، اس انداز سے بات کی جائے، اگر مولانا صاحب کے پاس جاکر دوسرے انداز سے گفتگو کریں گے تو آپ کی بات کے اندر تاثیر نہیں ہوگی۔

اسی طریقہ سے آپ انجینئر صاحب کے پاس جائیں، تو اس کی مثال دے کر سمجھایئے تاکہ اس کی سمجھ میں آجائے، غرضیکہ جس آدمی کے پاس بھی آپ اپنی دعوت لے کر جاویں، اس کو اسی انداز میں سمجھائیں تاکہ بات کا اثر ہو، کسان ہے تو کسان والی مثال دیجئے، ڈاکٹر صاحب ہے تو ڈاکٹر والی مثال دیجئے، انجینئر صاحب ہے تو انجینئر والی مثال دیجئے اور اگر بزنس کرنے والا ہے تو دوکان کی مثال دیجئے کہ بھائی کم یا زیادہ کر کے ناپنے سے اللہ نے منع کیا ہے، اور اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے، اس کو اس انداز سے سمجھائے، اسی طریقہ سے اگر ڈرائیور ہے، گاڑی چلانے والا ہے، تو اس کو دوسرے انداز سے سمجھایئے کہ دیکھو اگر آپ ڈرائیورنگ کررہے ہیں، اور ادھر ادھر دیکھیں گے، تو گاڑی لڑ جائے گی، تو جس انداز کا آدمی ہے، اسی انداز سے گفتگو کرنی ہوگی، اگر وہ انگریزی جانتا ہے تو انگریزی میں بات کریں گے، اگر وہ ہندی جانتا ہے تو ہندی میں بات کریں گے، اردو جانتا ہے تو اردو میں بات کریں گے، وہ جس ماحول کا ہوگا، اگر وہ شہری ہے تو شہری مثال دیں گے اور اگر دیہاتی ماحول کا ہے تو دیہاتی مثال دیں گے، اسی انداز سے اس کو سمجھائیں گے، تو ہماری بات میں تاثیر ہوگی، موعظت حسنہ کا مطلب یہی ہے کہ عمدہ طریقہ سے محنت کرنی ہے، اس طرح یہ دو باتیں ہوگئیں، کس طریقہ سے ہمیں دعوت دینی ہے، حکمت کیساتھ، آپ نے جو بات سنی، جو باتیں ہوئی ہیں، ان سب کو جاکر اپنے گھر والوں کو، اپنے دوستوں کو بتادیں، کیسے حکمت کے ساتھ،

اور موعظت حسنہ کا مطلب ہے کہ اچھے طریقہ سے، عمدہ طریقہ سے، اچھے انداز سے، عمدہ انداز میں مثال دے کر بتادیں۔

بحث ومباحثہ میں بھی اچھا طریقہ اختیار کیا جائے

"وجادلهم بالتي هي احسن"(۱) لیکن اگر مناظرہ کی، بحث ومباحثہ کی ضرورت پڑ جائے، تو بھی اجازت ہے، شریعت میں حکم نہیں ہے، بلکہ اگر بحث ومباحثہ ہوجائے، تو بہتر یہ ہے کہ "خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين"(۲) کہ عفو ودرگزر سے کام لیجئے، اچھائی کا حکم دیجئے اور جاہل لوگوں سے اعراض کیجئے، اچھی چیز کو لے لیجئے اور اچھائی کا حکم دیجئے، تو اگر دیکھیں کہ سامنے والا آپ کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے، آپ نے پیار سے بھی سمجھایا ہے، نرمی سے بھی، گرمی سے بھی سمجھایا، مگر وہ آپ کی بات ماننے کو تیار نہیں، پھر اس سے اڑیئے مت، بلکہ اس سے اعراض کیجئے، قرآن کریم میں ایسی بات کرنے والے کو جاہل قرار دیا گیا ہے، ہمارے اور آپ کے ماحول میں جاہل اسے کہتے ہیں، جس کو پتہ نہیں، جو نہ جانتا ہو، جس کو علم نہ ہو، لیکن قرآن نے اس کو بھی جاہل کہا ہے جو بات پر اڑا رہے، بات کو مانتا ہی نہ ہو، دوسری جگہ فرمایا کہ "واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما" اللہ کے بندے، رحمان کے بندے، زمین پر نرمی کے ساتھ چلتے ہیں، اکڑ کر نہیں چلتے اور جب جاہلوں سے ان کا واسطہ پڑتا ہے تو چپکے سے سلام کر کے نکل جاتے ہیں، جھگڑا نہیں کرتے، رکارولا نہیں کرتے، بے جا زور سے چنگھاڑ چنگھاڑ کر نہیں بولتے کیونکہ "واقصد فی مشيك واغضض من صوتك" اپنی چال میں اعتدال رکھتے ہیں اور اپنی آواز کو پست کرتے ہیں؛ کیونکہ "ان انكر الاصوات لصوت الحمير"(۳) بری آواز گدھے کی آواز ہے، جب بولتے ہیں تو نرمی کے ساتھ بولتے ہیں، زیادہ زور سے نہیں بولتے اور زمین پر چلتے ہیں تو اکڑ کر نہیں چلتے، اس لیے کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا "لاتمش فی الارض مرحاً" کہ

(۱) سورۂ نحل آیت ۱۲۵ (۲) سورۂ اعراف آیت ۱۹۹ (۳) سورۂ لقمان آیت ۱۹

زمین پر اکڑ کر مت چلو "انك لن تخرق الأرض ولن تبلغ الجبال طولاً"(۱) نہ ہی تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو، اور نہ ہی تم پہاڑوں کے برابر ہوسکتے ہو، اس لیے نرمی کے ساتھ چلو، قرآن کریم میں یہ دعوت دی جارہی ہے، اس انداز سے، اس طریقہ سے ہم سمجھائیں گے۔

پھر ان شاء اللہ اسکے اندر تاثیر پیدا ہوگی، اور اگر ایسے لوگوں سے واسطہ پڑ جاوے جو بات کو سمجھتے نہ ہوں، تو سلامتی کے ساتھ گذر جاؤ، اور داداگری مت دکھلاؤ، تواضع کے ساتھ "وماتواضع احد لله الارفعه الله"(۲) جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گا اور عاجزی سے رہے گا، اللہ اس کو بلند کرے گا، اور اس کے درجات کو بلند کرے گا اور اس کی بات میں تاثیر پیدا کرے گا، تو اگر ایسے مواقع پڑ جائیں، اور بحث ومباحثہ کی ضرورت پڑ جاوے، تو اچھے انداز سے سمجھائیں، آپ کو دین کے مسائل معلوم ہیں، تو آپ سمجھایئے، قرآن کریم کی آیت معلوم ہے، تو آپ بتلایئے کہ قرآن کریم میں یہ ہے، حدیث میں یہ ہے، فلاں مولانا مسئلہ اس طرح بتلا رہے تھے، تو اگر معلوم ہو تب بتلایئے، اگر معلوم نہیں ہے تو پھر اعراض کر لیجئے، اگر پتہ ہے تو پھر آپ اس کو سمجھایئے، تو قرآن کیا کہتا ہے اگر بحث ومباحثہ کی ضرورت پڑے تو اچھے انداز سے، گالی گلوچ نہ ہو، برا بھلا نہ کہیں، بلکہ اچھے انداز میں "وجادلهم بالتي هي احسن" جو اچھا طریقہ ہے اس انداز سے بحث ومباحثہ کیجئے اور دین کے دائرہ سے باہر مت جایئے، مہذب انداز میں گفتگو کیجئے، آپ سے مخاطب کیجئے، تو نہ کہئے، ورنہ مخاطب کو، سامنے والے کو برا لگے گا، آپ سے مخاطب کیجئے کہ آپ کے لیے یہ ہے، آپ کے لیے ایسا ہے، اس انداز سے گفتگو کیجئے، تو ان شاء اللہ بات کے اندر تاثیر ہوگی، اور اس کی سمجھ میں آجائے گی، یہ دعوت کا انداز ہے، یہ دعوت کا سلیقہ ہے، اس کی ہمیں کوشش کرنی ہے "وجادلهم بالتي هي احسن" جو بہتر طریقہ ہے اس انداز سے آپ اپنی گفتگو شروع کیجئے، اور اسی انداز سے دعوت دیجئے "ان ربك هو اعلم بمن ضل عن سبيله" تمہارا رب جانتا ہے کہ اس کے راستہ سے کون ہٹا ہوا

(۱) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۷ (۲) صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۶۸۹ / کتاب البر والصلة والآداب

ہے "وھواعلم بالمھتدین" (۱) اور وہی جانتا ہے کہ کون راستہ پر ہے، کون ہدایت پر ہے۔

دعوت کے اصولوں کو مضبوطی سے پکڑلو

کہیں بھی ہمیں کوئی بات معلوم ہو، کہیں جلسہ میں یا تقریروں میں سنیں، تو اہل تعلق کو، گھر والوں کو، دوست واحباب کو بتلادو، کس انداز میں بتلانا ہے؟ قرآن نے جو انداز بتلایا ہے، اور بتلانے والے ہر وقت ہونے چاہئے، اور نہیں بتلاؤ گے تو کیا ہوگا، خلا پیدا ہو جائے گا، اور کیسا خلا؟ ایسا خلا جو پر ہونے والا نہیں ہے، جب یہ کام کرنا ہے، تو زندگی کے چوبیس گھنٹے میں ایک جماعت ایسی رہنی چاہئے جو دعوت وتبلیغ کا کام کرتی رہے، قرآن نے جو انداز بتلایا ہے، اسی انداز میں حکمت کے ساتھ اور اچھے طریقہ سے، اپنے رب کی طرف بلانا، عقیدہ کی درستگی کی طرف بلانا، نماز، حج، زکوۃ، روزہ کی طرف بلانا، موعظت حسنہ اور حکمت کیساتھ، اور اگر بحث ومباحثہ کی ضرورت پڑے، تو اچھے انداز میں بحث ومباحثہ کرنا ہے، غیر مہذب الفاظ، ناشائستہ الفاظ نہیں استعمال کرنے ہیں، دعوت دینے کے جو طریقے ہیں، ان کو مضبوطی کے ساتھ پکڑلو، اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جاویں، اڑنا نہیں ہے، کہہ دیں کہ ہمیں اتنا ہی معلوم ہے، میں نے فلاں مولانا سے یہی سنا تھا، فلاں کی تقریر میں یہی سنا تھا، فلاں کتاب میں یہی پڑھا تھا، باقی اللہ بہتر جانتا ہے، اللہ جانتا ہے کہ کون سچ پر ہے اور کون جھوٹ پر ہے، بھائی میں نے ایسے سنا تھا، ایسے ہی کہہ دیا ہے، لیکن اگر کسی مسئلہ کے بارے میں صحیح تحقیق ہے، تو اس کو بتلادو، کتاب دکھادو، کتاب کا حوالہ بتادو، ایسا کروگے تو سامنے والا نرم ہو جائے گا، نرمی اختیار کروتو فوراً وہ ٹھنڈا پڑ جائے گا، اور اپنے آپ کو خاموش کرلے گا۔

اللہ تعالی ہمیں سچا داعی بنائے

میرے عزیزو! تعاون کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اچھائی کی طرف رہنمائی کرے، رہنمائی

(۱) سورۂ نحل آیت ۱۲۵

کرنے والا بھی مدد کرنیوالے کے مانند ہے، یہ بھی زندگی کا ایک جز ہے، اسی لیے زندگی کے ہر ماحول میں، ہر جگہ میں، ایک جماعت قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں ایسی ہونی چاہئے جو دعوت کے اس اہم فریضے کو انجام دیتی رہے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں سچا داعی بنائے اور صحیح دعوت دینے والا بنائے، جو باتیں ہمیں معلوم ہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور صحیح صحیح اپنے دوسرے بھائیوں کو پہنچانے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر موقوف ہے

یہ بیان ۲۱رفروری ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر موقوف ہے

جیسی نیت ویسے ہی اس پر اجر وثواب

عزیز دوستو! ہماری زندگی کے جتنے اعمال ہیں، ان سب کا دارومدار نیتوں پر ہے، اس لیے آج ہم نیت کے موضوع پر گفتگو کریں گے، اعمال میں نیت کیسی ہونی چاہئے، حدیث پاک کے اندر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "إنما الاعمال بالنیات" اعمال کا دارمدار نیتوں پر ہے "وانما لکل امرئ مانوی" اور ہر انسان کو وہی ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہے "فمن کانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة يتزوجها" اگر اس کی ہجرت دنیا کو حاصل کرنے کی وجہ سے ہوئی ہے، یا اس کی ہجرت کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہوئی ہے "فهجرته إلى ما هاجر إليه" (۱) تو اس کی ہجرت اسی مقصد میں شمار ہوگی جس کی اس نے نیت کی ہے، یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، تو ہمارے جتنے بھی کام ہوتے ہیں، چاہے نماز ہو، روزہ ہو، چاہے زکوۃ ہو، چاہے حج ہو، چاہے ہمارا آپس میں میل جول ہو، آپس کی رشتہ داریاں ہوں، تعلقات ہوں، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی ہو، ایک دوسرے سے تعلق اور محبت ہو، ایک دوسرے کے کام میں ہاتھ بٹانا ہو، ایک دوسرے کے ساتھ مدد کرنا ہو، سب کا سب نیت پر موقوف ہے، اگر ہماری نیت اللہ کے لیے ہے، تو اس پر اجر ملے گا، اور اگر ہماری نیت اللہ کے لیے نہیں ہے، تو پھر اس پر اجر نہیں ملے گا۔

صحیح بخاری حدیث نمبر ۱ رباب بدء الوحی

جتنی دیر عبادت کی اتنی ہی دیر ثواب ملا

اللہ نے زندگی کا جو نظام بنایا ہے، وہ اس طریقہ سے بنایا ہے کہ ہم جو کام کرتے ہیں، مثلاً ہم نے نماز پڑھی، تو ہمیں اتنی ہی دیر تک ثواب ملے گا، جتنی دیر ہم نماز پڑھیں گے، اگر ہم نے روزہ رکھا، تو اس کا ثواب اتنا ہی ملے گا جتنے وقت تک ہم نے روزہ رکھا ہے، یا نفل پڑھ رہے ہیں تو اتنے ہی وقت تک ہمیں ثواب ملے گا، جتنے وقت تک ہم نفل میں مشغول رہیں گے، یہ تو ہمارے جسم کے اعمال ہیں، ہم نماز پڑھ رہے ہیں، تو سب دیکھ رہے ہیں، تو اس میں ریا اور دکھاوے کا خدشہ ہوسکتا ہے، چاہے کوئی بھی عمل ہو، نماز ہو، روزہ ہو، حج ہو، زکوۃ ہو، خیرات کا کام ہو، یا صدقے کا، سب میں اندیشہ ہے کہ شاید ریا یا دکھاوے میں کر رہا ہے، ہمارے جسم کے سارے اعضاء مثلاً ہاتھ، پیر، کان، ناک، زبان وغیرہ ان سے جو بھی ہم کام کریں گے، سب میں شبہ ہوسکتا ہے کہ دکھاوے میں کر رہا ہے۔

نیت دل کا عمل ہے

لیکن نیت چونکہ دل کا عمل ہے، اس لیے اس میں کوئی شبہ ہو ہی نہیں سکتا، نیت کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، اگر آپ نے کسی بھی کام کے اندر صحیح نیت کی ہے، تو اس میں دکھاوے کا کوئی شائبہ نہیں، نیت صحیح ہے تو یہ عمل اللہ کے یہاں قابل قبول ہے، آپ نے نیت کر لی کہ اگر میرے پاس بہت سا مال ہو، تو میں غریبوں میں تقسیم کروں گا، تو اس نیت کا نفع اور ثواب آپ کو مل رہا ہے؛ کیونکہ اس نیت کو کوئی اور نہیں دیکھ رہا ہے، نہ آپ کی بیوی کو پتہ، نہ آپ کی اولاد کو پتہ، نہ آپ کے دوستوں کو پتہ، نہ دور کے لوگوں کو پتہ، نہ قریب کے لوگوں کو پتہ، صرف آپ کو اور آپ کے اللہ کو پتہ ہے، دل میں یہ بات ہے کہ اگر اللہ تعالی مجھے بہت سارا مال دیدے، تو میں بہت سے لوگوں کا تعاون کروں گا، بہت سے لوگوں کی مدد کروں گا، اے اللہ! مجھے پیسہ دیدے تو میں غریبوں کی ہمدردی کروں گا، اگر تو مجھے اتنا پیسہ دیدے

تو میں فلاں مسجد میں اتنا پیسہ دیدوں گا، یا فلاں غریب کا مکان بنوادوں گا، ادھر آپ نے نیت کی ہے، ادھر ثواب آپ کے لیے لکھا جانے لگا، حالانکہ ابھی آپ کے پاس پیسہ بھی نہیں، مگر آپ نے اندر سے نیت کی ہے کہ کاش ایسا ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا، کہ میں غریبوں کی مدد کرتا، آپ نے ابھی کسی کی مدد نہیں کی اور نہ ہی کچھ کیا ہے، آپ نے ابھی اندر ہی اندر سوچا ہے، صرف آپ اور آپ کا رب جانتا ہے، مگر اللہ کے یہاں اس کو ثواب ملنا شروع ہو گیا۔

تین قسم کے لوگوں سے اللہ کا سوال

دوستو! اور عزیزو! اگر آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کی نیت دکھاوے کی ہے، تو آپ کی نماز سے آپ کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا، آپ صدقہ خیرات کر رہے ہیں، اس لیے کہ لوگ کہیں گے کہ بھائی بڑا سخی ہے، اتنا بڑا سخی تو ہم نے پورے علاقے میں بھی نہیں دیکھا، اسی لیے حدیث کے اندر آتا ہے کہ کل قیامت کے دن تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالی سوال کرے گا۔

مالدار سے پوچھا جائے گا

جب مالدار سے پوچھا جائے گا کہ ارے بھائی ہم نے تم کو اتنا مال دیا تھا، بتاؤ کہاں خرچ کیا؟ تو وہ کہے گا کہ اے اللہ! میں نے فلاں مدرسہ میں ایک کمرہ بنوایا تھا، اور فلاں غریب کا مکان بنوایا تھا اور فلاں مسجد میں اتنے پیسے دئے تھے اور فلاں غریب کو اتنا مال دیا تھا، تو اللہ کہے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے تو یہ سب اس لیے کیا تھا کہ پورے علاقے میں تمہیں سخی کہا جائے، کہ اس سے بڑا کوئی سخی نہیں ہے، اس سے بڑا مالدار کوئی نہیں ہے، یہ اللہ کے راستے میں بہت خرچ کرتا ہے، چنانچہ دنیا میں تم کو سب کچھ کہا جا چکا ہے، مالدار بھی کہا گیا، سخی بھی کہا گیا، تیری عزت بھی کی گئی، مگر ہمارے یہاں تیرا کچھ بھی نہیں ہے، فرشتوں کو حکم ہوگا کہ لے جاؤ اسے جہنم میں ڈال دو۔

عالم سے پوچھا جائے گا

پھر مولانا صاحب کو بلایا جائے گا کہ ہم نے تمہیں علم دیا تھا، مثلاً دیوبند، سہارنپور اور لکھنؤ سے فارغ کرایا تھا، جامعہ ازہر سے تو پڑھ کر آیا تھا اور مدینہ یونیورسٹی سے تو پڑھ کر آیا تھا، تم نے اس پر کیا عمل کیا؟ تو وہ کہے گا کہ میں فلاں مدرسہ میں اتنے سال دین کی خدمت کی تھی، میں نے فلاں مدرسہ بنوایا تھا، فلاں مسجد بنوائی تھی، مجھ سے اتنے مولوی بن گئے، اتنے حافظ بن گئے، اتنے قاری بن گئے، میں نے اتنی کتابیں لکھیں، اے اللہ میں نے اتنا کام کیا ہے کہ ہمارے محلّہ میں دین داری آ گئی، میں تقریر بھی کرتا تھا، خطاب بھی کرتا تھا اور دین کی بات بھی بتلاتا تھا، تو اللہ تعالیٰ کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے، تو سب اس لیے کرتا تھا تا کہ لوگ تمہیں مولانا صاحب، قاری صاحب، حضرت جی کہیں، تقریر اس لیے کرتا تھا کہ لوگ اچھا مقرر کہیں، سو تم کو دنیا میں سب کچھ کہا جا چکا ہے، ہمارے یہاں تیرا کچھ نہیں ہے، فرشتوں کو حکم ہوگا کہ لے جاؤ اسے بھی جہنم میں ڈال دو۔

طاقت والے سے پوچھا جائے گا

پھر تیسرے شخص کو بلایا جائے گا، اللہ تعالیٰ سوال کریں گے کہ ہم نے تم کو طاقت دی تھی، پہلوان بنایا تھا، تم نے اس طاقت کو کہاں ختم کیا، تو وہ کہے گا کہ اے اللہ! میں مسلمانوں کے خلاف کہیں بھی جنگ ہوئی تو میں مسلمانوں کے لشکر میں تلوار لے کر سب سے آگے رہا، اور کسی بھی جنگ میں شکست نہیں کھائی، اپنی بہادری کے میں نے جوہر دکھلائے اور تیرے نام کو بلند کرنے کے لیے ہر میدان میں آگے رہا، تو اللہ تعالیٰ کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے، یہ تو تو نے اس لیے کیا تھا تا کہ تم کو لوگ بہادر کہیں، کہ بھائی یہ بڑا شجاعت والا اور بڑی ہمت والا ہے اور بہت دلیر ہے، اس سے بڑا جوانمرد کوئی نہیں ہے، تو تم کو دنیا میں سب کچھ کہا جا چکا، تم کو پہلوان بھی کہا گیا، بڑے سے بڑا بہادر بھی کہا گیا، ہمارے یہاں تیرا کچھ نہیں، فرشتوں کو حکم ہوگا کہ

لے جاؤ اس کو بھی جہنم میں ڈال دو، یہ کیوں ہے، یہ نیت کی وجہ سے ہے، کام تو سارے کر رہے ہیں، مگر نیت ہماری گڑبڑ ہے، نیت تھوڑی سی گڑبڑ ہو رہی ہے، تو اس کا انجام جہنم ہے۔

اللہ کے راستے میں کون شمار ہوگا؟

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا "الرجل يقاتل حمية ويقاتل شجاعة ويقاتل رياء فأيُّ ذلك في سبيل الله" کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگ جہاد میں بہادری کے لیے، کچھ حمیت کے لیے، کچھ شہرت کے لیے اور کچھ دکھاوے کے لیے قتال کرتے ہیں، تو کون ان میں سے اللہ کے راستہ میں شمار ہوگا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله" (۱) کہ جس نے بھی بہادری کے جوہر دکھائے، جس نے بھی اپنی طاقت کے جوہر دکھائے تو وہ اللہ کے راستہ میں شمار نہیں ہوگا بلکہ وہ اللہ کے راستہ میں شمار ہوگا، جس نے اللہ کی رضا کے لیے، اللہ کے کلمہ کی بلندی کے لیے اپنی طاقت کا استعمال کیا ہو، تو وہ اللہ کے راستہ میں شمار ہوگا، باقی کوئی اللہ کے راستہ میں شمار نہیں ہوگا، چاہے وہ پہلوان کتنی ہی طاقت والا کیوں نہ ہو۔

نیت کے بغیر ثواب نہیں مل سکتا

عزیز دوستو! ہماری زندگی کے سارے اعمال کا دارومدار نیت پر ہی موقوف ہے، اس لیے نیت کو خالص کرنے کی ضرورت ہے، دیکھئے ہم کاروبار کرتے ہیں، ہم اپنے بچوں کے لیے کیوں کما رہے ہیں؟ کھیت میں کیوں کام کر رہے ہیں؟ تا کہ اس سے میرے بال بچوں کا، میری بیوی کا پیٹ بھرے اور میرا پیٹ بھرے، اور اس سے مجھ میں طاقت آئے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کروں، اللہ کی عبادت کروں، دوکان پر بیٹھتے ہیں اور یہ نیت ہے کہ اس سے جو پیسہ حاصل ہوگا، اس سے میرا بھی، میری بیوی کا بھی اور میرے بال بچوں کا بھی گزارہ

(۱) صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۹۰۴ کتاب التوحید

ہوگا، اوراس سے جو طاقت اورقوت حاصل ہوگی، وہ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے ہوگی، تو یہ بھی عبادت ہے اور ثواب کا کام ہے، دوکان آپ اپنی چلا رہے ہیں، مگراس نیت پر اللہ آپ کو اجر دے رہا ہے، دنیا کا کوئی بھی کام ہو، اگر نیت کرلی کہ اللہ کے لیے کررہا ہوں، تو اس پر ثواب ملے گا، بچوں کی خدمت، ماں کی خدمت، بیوی کی خدمت کیوں کررہا ہوں؟ ان کے لیے کیوں کما رہا ہوں؟ تاکہ وہ کھائیں، اس سے قوت وطاقت پیدا ہوجائے، پھر وہ عبادت کریں، کام تو چل رہا ہے، مگر نیت کے بدلنے سے آپ کو ثواب ملے گا، اگر نیت صحیح نہیں ہے، تو خانہ کعبہ میں بھی بیٹھ کر آپ عبادت کررہے ہوں تو کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

نیت کے سلسلہ میں ایک شخص کا واقعہ

اس سلسلہ میں آپ کو ایک واقعہ بتلادوں کہ ایک شخص خانہ کعبہ کو پکڑ کر، رو رو کر، گڑگڑا کر، دعا مانگ رہا تھا، غلاف کعبہ سے لپٹ کر دعا کررہا تھا، ایک بزرگ نے اس کے دل پر توجہ کی اور اس کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ وہ ظاہر میں تو رو رو کر دعائیں مانگ رہا تھا؛ لیکن دل میں اس کے یہ تھا کہ ہمارے ساتھی کہاں ہیں، وہ دیکھ لیتے کہ میں کس طرح رو رو کر دعائیں کررہا ہوں، نیت میں یہ چیز تھی، حالانکہ حقیقت میں رو رہا تھا، گڑگڑا رہا تھا اور اسکی بری حالت تھی، لیکن دل کیا تلاش کررہا تھا، اپنے ساتھیوں کو، کہ ہمارے ساتھی دیکھ لیں کہ میں کتنی زور سے اور کتنی تڑپ سے اللہ سے مانگ رہا ہوں، اگر نیت خالص نہیں ہے، تو کچھ فائدہ نہیں ہوگا، تو ان بزرگ نے نقل کیا ہے، کہ اسی طرح میدان عرفات میں ایک آدمی سامان بیچ رہا تھا، تو اس کے دل کو دیکھا تو وہ بظاہر سامان بیچ رہا تھا، ایک ریال کا، دو ریال کا؛ لیکن اس کا دل اور دماغ اللہ کی طرف متوجہ تھا، تو یہ فرق ہوجاتا ہے، تو ہماری نیت، ہمارا دل اور دماغ جس طرف ہوگا، اسی طرف اللہ کی طرف سے فیصلے ہوں گے، اگر نیت صحیح ہو، تو آدمی جنگل میں ہو، کہیں بھی ہو، وہاں اس کا عمل قبول ہوگا، اور اگر نیت صحیح نہیں ہے تو چاہے وہ کعبہ میں دعا مانگے اور روئے،

مگر کچھ حاصل نہیں، اللہ تو ہر جگہ ہے اور ہر مقام پر ہے، ہمیں اپنی نیتوں کو صحیح کرنے کی ضرورت ہے، نیت تو ہم لوگ کرتے ہیں مگر نیت مختلف ہوجاتی ہے، کسی کا کچھ مقصد ہے، کسی کا کچھ مقصد، لیکن اگر اللہ کی رضا حاصل کرنا مقصد ہے تو مزہ ہی مزہ ہے۔

اللہ تعالی دلوں کے جذبات کو دیکھتا ہے

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "إن اللہ لاینظر إلی صورکم وأموالکم ولکن ینظر إلی قلوبکم وأعمالکم" (۱) بے شک اللہ تعالی تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا ہے، تمہارے کالے گورے ہونے کو نہیں دیکھتا ہے، تمہارے لمبے چوڑے ہونے کو نہیں دیکھتا، تمہارے اچھے خاندان اور بڑے قبیلے کو نہیں دیکھتا، تم سید زادے ہو، یا خان زادے ہو، یا امیر زادے ہو، یا صاحب زادے ہو اللہ اس کو نہیں دیکھتا ہے "ولکن ینظر إلی قلوبکم وأعمالکم" بلکہ وہ تو تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے، دلوں کے اندر جو جذبہ ہے، دلوں کے اندر جو تڑپ ہے، تمہارے دلوں کی جمعیت کو دیکھتا ہے کہ کس جذبہ وخلوص سے میرا یہ بندہ یہ عمل کررہا ہے۔

پسندیدہ چیز اللہ کے راستے میں خرچ کی جائے

قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" (۲) تم نیکی ہرگز حاصل نہیں کرسکتے ہو، جب تک تم اللہ کے راستے میں وہ مال خرچ نہ کرلو جو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے "مما تحبون" جس کو تم پسند کرتے ہو، اللہ تعالی کو ہماری ظاہری چیزوں کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے دل کی ضرورت ہے، بقرہ عید میں ہم قربانی کرتے ہیں مگر "لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها" اللہ تعالی کو نہ ہی قربانی کا یہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی خون پہنچتا ہے "ولکن یناله التقوی منکم" (۳) بلکہ اس کو تو آپ کے دلوں

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۶۵۱/کتاب البر والصلۃ والآداب (۲) سورہ آل عمران آیت ۹۲ (۳) سورۂ حج آیت ۳۷

کے جذبہ کی ضرورت ہے کہ کس جذبہ سے، کس نیت سے، آپ قربانی کررہے ہیں۔

ہر کام میں اللہ کی رضامندی پیش نظر ہو

میرے عزیز دوستو! اس لیے نیت کو خالص کرنے کی ضرورت ہے، زندگی کے ہر میدان میں، زندگی کے ہر عمل میں، ہر گوشہ میں، جہاں جو جس شعبہ میں بھی کام کررہا ہو، زندگی کا جو بھی شعبہ ہو، کام کرنے کا شعبہ ہو، کھیت کا شعبہ ہو، بزنس کا شعبہ ہو، تجارت کا شعبہ ہو، کاشت کا شعبہ ہو، کسی بھی شعبہ میں آدمی کام کرے، دوکان ہو، حکمت ہو، ڈرائیوری ہو، دفتری زندگی ہو، آزادی کی زندگی ہو اور گھر والی زندگی ہو، بہر حال زندگی میں جو بھی کام کرو، اللہ کی رضا مقصود ہو، اور نیت اللہ کے لیے ہو، تو سارے کام عبادت ہو جائیں گے، سارے کام انسان کے عبادت بن جائیں گے اور اگر یہ نہ ہو تو سب بیکار۔

اخلاص نیت کی ایک مثال

ایک بزرگ ہیں حضرت ابو اللیث سمرقندیؒ، ان سے کسی صاحب نے پوچھا کہ حضرت اخلاص آدمی کے اندر کیسے آتا ہے، کیسے آدمی کی نیت خالص ہوتی ہے، اس کی مثال ہم کو دیکر سمجھائیے، تو بزرگ صاحب نے بڑی پیاری مثال دی کہ دیکھئے کوئی آدمی بکریاں چرانے والا ہو، اور اپنے بھینس، بکرے، بیل جو بھی ہوں، ان کو لے کر جنگل چلا جائے اور ظہر کا وقت ہو جائے، چاروں طرف اس کے جانور ہیں، وضو کر کے لمبی لمبی نماز پڑھنے لگے، تو کیا اس کے خیال میں آتا ہے کہ جانور ہماری نماز دیکھ کر ہماری تعریف کریں گے؟ نہیں آتا، اکیلا ہوتا ہے، یہ اس کی بھینس، بکرے، بیل وغیرہ سب چر رہے ہیں، اس کے خیال تک میں یہ بات نہیں آتی، کہ کوئی جانور اس کو دیکھ رہا ہے، تو اگر ہماری نیت ایسی ہو جائے کہ جیسے جانوروں کو دیکھ کر ہمارے خیال میں نہیں آتا کہ یہ ہماری تعریف کریں گے، تو لوگوں کے سامنے بھی ہم ایسے ہی ہو جائیں کہ لوگ دیکھ کر ہماری تعریف کریں گے یا نہیں

کریں گے، اس کا خیال بھی نہ آئے، بلکہ ہمیں اس کا احساس بھی نہ ہو کہ کوئی ہمیں دیکھ رہا ہے، یا ہماری تعریف کرے گا، اگر یہ جذبہ ہو جائے، بس یہی اخلاص ہے، اس مثال سے اخلاص کا سمجھنا آسان ہے، جیسے بھینس چرانے والے کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی ہے کہ یہ جانور ہم کو دیکھ کر ہماری تعریف کریں گے، بس اگر یہی بات ہماری ہر جگہ ہو جائے، چاہے مسجد میں ہوں، بازار میں ہوں، جنگل میں ہوں، کھیت میں ہوں، کہیں بھی ہم اللہ کی عبادت کریں، دل میں یہ بات نہ ہو کہ لوگ ہمیں دیکھ کر ہماری تعریف کریں گے، تو بس یہ اخلاص ہے اور اگر یہ بات ہے تو سب بیکار ہے، تو اس مثال سے اس کو سمجھا جا سکتا ہے، آدمی بڑے سے بڑا عمل کرے، پوری زندگی آدمی عمل کرتا ہو لیکن اس کی نیت خالص نہ ہو تو حساب گڑبڑ ہے اور اس کا وہ عمل بیکار ہے۔

چھوٹی سی نیکی پر بخشش کا اعلان

آپ نے حضرت مجدد الف ثانی کا نام سنا ہوگا، وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حدیث کی باتیں لکھ رہا تھا، اللہ اور رسول کی باتیں لکھ رہا تھا، تو میرا قلم چلتے چلتے رک گیا، انہوں نے قلم کو ناخن سے صحیح کیا، قلم کی روشنائی ہاتھ پر لگ گئی، پھر لکھتے لکھتے انہیں حاجت کا تقاضہ ہوا، اور اس کو چھوڑ کر بیت الخلاء میں چلے گئے، بیت الخلاء میں جا کر ابھی بیٹھے ہی تھے کہ ان کو احساس ہوا کہ میں تو یہاں ناپاک جگہ پر آ گیا ہوں یہ جو روشنائی ہاتھ پر لگی ہے، اس روشنائی سے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھتا ہوں، اور یہ روشنائی یہاں گرے گی اور ناپاک ہوگی، تو اس کی بے ادبی ہوگی، تو انہوں نے اپنے تقاضے کو تھوڑا دبایا اور باہر آ گئے، صاف ستھری جگہ پر آ کر، وہاں پانی سے ہاتھ کو دھویا، دھونے کے بعد ہاتھ صاف کئے پھر بیت الخلاء گئے، فوراً انہیں اللہ کی طرف سے الہام ہوا کہ احمد سرہندی! جاؤ آج ہم نے تمہیں جہنم سے نجات دیدی، انہوں نے خود لکھا ہے کہ اللہ نے میرے اس عمل سے مجھ کو بخشا ہے، ساٹھ ستر سال جو عبادت کی ہے اس پر نہیں بخشا بلکہ اللہ نے اس عمل پر بخشا ہے

جوروشنائی لگ گئی تھی، اس کی قدر کی اوراس کوناپاکی سے بچایا، تو اللہ کی طرف سے اعلان ہوا کہ اے احمد! ہم نے تمہیں جہنم سے نجات دیدی، اللہ کی رحمت بہانہ تلاش کرتی ہے۔ ؎

رحمتِ خدا بہانہ می جوید

برتن میں جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ کہیں جارہے تھے، اور جاتے جاتے کسی نے برا بھلا کہا، تو انہوں نے اچھائی کے کلمات کہہ دیئے، تو دوسرے ساتھی جو تھے، وہ کہنے لگے کہ حضرت آپ کو وہ لوگ برا بھلا کہہ رہے ہیں، اور آپ نے اچھی بات کہی، تو حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی برتن میں جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے، اگر برتن میں شر ہوتا ہے تو شر ٹپکتا ہے، اور جس میں خیر ہوگا تو خیر ہی ٹپکے گا، اس سے اچھائی ظاہر ہوگی، ہم بھی اگر اللہ کے محبوب ہوکر، اللہ کے نبی ہوکر وہی بات کہیں، تو ہمارے میں اور ان میں کیا فرق رہے گا، اس میں شر تھا اس سے شر ٹپکا ہے، اور ہمارے اندر اچھائی ہے تو اچھائی ٹپکے گی، انسان کی زبان سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے دل کے اندر ہوتا ہے، انسان کے اندر جو کچھ ہوتا ہے، اس کی زبان سے وہی نکلتا ہے۔

اللہ کی رضا ہر جگہ کام آنے والی ہے

میرے عزیزو! اپنی نیت کو درست کرو، اور اس پر کنٹرول کرو، اور اپنی نیت کو زندگی کے ہر ماحول میں بس اللہ ہی کے لیے خالص کرو، کام کوئی بھی کریں، دنیا کا کریں یا دین کا کریں، مقصد صرف اللہ کی رضا ہو، ایک عجیب وغریب واقعہ آپ کو سناؤں تو آپ حیرت میں پڑ جائیں گے، ایک اللہ والے تھے، ان کے بہت سارے مرید ہوگئے، تو جس شہر میں رہتے تھے، اس شہر کے بادشاہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ اس کی وجہ سے میری حکومت نہ چھن جائے، تو اس نے ان کو بلایا اور کہا کہ بھائی آپ کے اتنے مرید ہیں، ہمیں آپ سے خطرہ ہے، تو انہوں نے کہا کہ بادشاہ سلامت میرے تو صرف ڈیڑھ مرید ہیں، تو اس نے کہا کہ حضرت نہیں آپ

صحیح نہیں کہہ رہے ہیں، یہ دیکھئے لاکھوں کا مجمع ہے، تو انہوں نے کہا کہ آزمالو! اور انہوں نے اس کو طریقہ بھی بتلایا کہ ان کو کیسے آزمایا جائے، چنانچہ بادشاہ نے اعلان کروادیا کہ ان کے مرید فلاں جگہ جمع ہوجائیں، تو جب وہ جمع ہوگئے، تو بادشاہ نے یہ بات کہی کہ یہ جو بزرگ ہیں، ان سے ایک غلطی ہوگئی ہے، اور ان کو پھانسی کا حکم ہے، اور یہ قتل کردیئے جائیں گے، اگر آپ لوگوں میں سے کوئی ان کی جگہ پر قتل ہوجاوئے، تو ان کی جان بچ سکتی ہے، تو سب اٹھ اٹھ کر جانے لگے، کچھ دیر کے بعد ایک آدمی اٹھا، اور اس نے کہا کہ لو جی مجھے قتل کردو، لیکن ان کو بخش دو، تو بادشاہ نے کہا چلو اور اندر خیمے میں لے گیا، بادشاہ نے اس کو وہاں بٹھایا اور ایک بکری منگوائی اور بکری کو چپ چاپ ذبح کردیا اور خون میں رنگی ہوئی لال چھری لایا اور لوگوں کو دکھائی، پھر کہا کہ بھائی دیکھو ان کو تو قتل کردیا، لیکن ایک اور چاہئے، ایک اور آپ لوگوں میں سے کوئی آجائے، تو آپ کے شیخ کی بخشش ہوسکتی ہے، کچھ دیر کے بعد ایک عورت اٹھ کر آئی اور کہا کہ ان کی جگہ مجھے قتل کردو، مگر میرے شیخ کو بخش دو، وہ آئی اس کو بھی اندر بیٹھا دیا، پھر اعلان کیا کہ بھائی اور کوئی آسکتا ہے تو کوئی نہیں اٹھا، پھر بادشاہ نے کہا کہ ہاں بات تو ٹھیک ہے، ڈیڑھ ہی مرید ہیں، ایک مرد اور ایک عورت، عورت چونکہ مرد کے مقابلہ میں نصف ہوتی ہیں، تو بزرگ نے کہا نہیں، بات تو آپ نے صحیح کہی، مگر الٹ دی ہے، عورت پوری ہے اور مرد آدھا ہے، مرد تو بغیر دیکھے آگیا تھا، عورت نے لال چھری دیکھ کر کہا کہ مجھے قتل کردو، اب میں بھی کٹوں گی، اور وہ آگئی وہ تو خون کو دیکھ کر آئی، تو یہ پوری ہے، مرد آدھا ہے، تو یہ ہوتی ہے دل کے تعلق کی بات، جب آزمائش ہوتی ہے تو سب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، اگر اللہ سے تعلق ہو، اللہ کی رضا حاصل ہو، تو اللہ ہر جگہ کام آنے والا ہے، ہر جگہ مدد کرنے والا ہے۔

گناہوں کی وجہ سے انسان کی ہیئت بدل جاتی ہے

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ دہلی میں ایک بزرگ گزرے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ

محدث دہلویؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ میری نظر میں اس زمانہ میں ان سے بڑا بزرگ اوران سے بڑا روحانیت والا پوری دنیا میں کوئی نہیں تھا، پھران کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے مسجد گھر کے برابر میں بنوارکھی تھی، گھر سے مسجد جاتے تھے اور پانچوں وقت کی نمازیں وہاں پڑھتے تھے،صرف جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد میں جاتے تھے، دہلی کی جامع مسجد ان کے گھر سے کچھ فاصلہ پرتھی،تو صرف جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد آتے تھے، مریدین جوتھے وہ دیکھنے کے لیےاور دیدار کے لیے ترستے تھے،بس یہ سوچتے تھے کہ جمعہ کے دن ہی حضرت کی زیارت ہوسکتی ہے،لیکن جب وہ جمعہ کومسجد میں آتے تو چہرہ پر رومال ڈال لیا کرتے تھے،تو لوگوں نے حضرت کے خادم سے شکایت کی کہ ہم لوگ تو حضرت کے دیدار کے لیے ترستے ہیں، پتہ نہیں کہ حضرت کیوں چہرے پر رومال ڈال لیتے ہیں،تو خادم نے حضرت سے کہا کہ لوگ یہ بات کہہ رہے ہیں،تمام لوگ پورے ہفتہ آپ کے دیدار کے منتظر رہتے ہیں،اورآپ جمعہ کے دن آتے ہیں تو رومال ڈال لیتے ہیں،تو حضرت نے وہ رومال خادم کے سر پر رکھ دیا تو خادم نے چیخیں مارنی شروع کردی اور بے ہوش ہوکر گر پڑا، کچھ دیر کے بعد جب افاقہ ہوا تو لوگوں نے پوچھا کہ بھائی کیا بات ہے، کیا ہوا، اس نے کہا کہ جیسے ہی حضرت نے میرے سر پر رومال رکھا تو مسجد میں مجھے صرف دوہی تین آدمی نظر آئے، باقی سب کتے اور بلی نظر آئے، اور مجھ سے برداشت نہیں ہوسکا،تو پھر حضرت نے کہا کہ میرا حال بھی یہی ہے، میں جب مسجد میں آتا ہوں،تو مجھے انسان نظر نہیں آتے،بس صرف دوتین کے علاوہ سب کتے، بلی نظر آتے ہیں، اس لیے میں خود ہی اپنی آنکھوں پر رومال ڈال لیتا ہوں، تو جواللہ والے ہوتے ہیں، جن کا تعلق خالص اللہ سے ہوتا ہے، ان کی نگاہیں، ان کا دل اتنا صاف ہوتا ہے،تو انہوں نے اپنی مجبوری ظاہری کی کہ میں رومال اس لیے ڈال لیتا ہوں کہ مسجد میں لاکھوں کا مجمع ہوتا ہے،اور مجھے چند انسان کے علاوہ باقی سب کتے بلی نظر آتے ہیں،تو میں اس وجہ سے اپنے سر کو ڈھک لیتا ہوں تا کہ میں کسی سے بدگمان نہ ہوں، تا کہ مجھے

82

یہ نظر نہ آئے کہ بھائی اتنا اچھا انسان، کتا نظر آرہا ہے،تو جب اللہ سے اس طرح کا تعلق ہوجاتا ہے،اوراللہ سے سچی محبت ہوجاتی ہےاوراسی طرح کی آدمی کی نیت ہوجاتی ہے،تو اللہ بھی اس سے خوش ہوجاتے ہیں، یہ قصہ اس لیے بیان کیا،تا کہ آپ لوگ اللہ سے ایسا تعلق قائم کریں،اللہ تعالی تو ہمارے لیے بہانے ڈھونڈتا ہے۔

اللہ تعالی کو بوڑھوں سے حیا،مگر بوڑھوں کو شرم نہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں،ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رورہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ کیوں آنکھوں میں آنسوں ہیں، آپ کیوں رورہے ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آئے تھے، اور مجھ کو یہ بتلایا کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا ہے کہ جب بندہ کلمہ پڑھ لیتا ہے، وہ مسلمان ہوجاتا ہےاوراسی حالت میں بوڑھا ہوجاتا ہے، تو اللہ تعالی اس بوڑھے سے کہتے ہیں کہ تجھے عذاب دینے سے مجھے شرم آتی ہے،اللہ کیا کہہ رہے ہیں کہ جس نے کلمہ پڑھا اور کلمہ پڑھ کر اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوگیا،اس کے بعد داڑھی اور سر کے بال سفید ہوگئے تو اس کو عذاب دیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے رورہے تھے کہ اللہ تو بوڑھوں کا اتنا خیال کررہا ہے،عذاب دیتے وقت شرم آرہی ہے،مگر بوڑھوں کو شرم نہیں ہے، انسان پل رہا ہے، جوان ہورہا ہے، بوڑھا ہورہا ہے،اور قدم قدم پر زندگی کے ہر لمحے میں اللہ کی نافرمانی کررہا ہے، اللہ سے حیا اور شرم نہیں کررہا ہے،سوچنے کی بات ہے کہ کس قدر اللہ تعالی غفور رحیم ہے۔

اگر اللہ کی رضا کی نیت ہے تو زندگی کا ہر لمحہ کامیاب

دوستو! اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ سے ایسا تعلق قائم کریں کہ ہمارا ہر عمل،

زندگی کا کوئی بھی کام ہو، اس میں نیت ضروری ہے، مثلاً جمعہ کو یا جب بھی مسجد میں آئیں، تو اعتکاف کی نیت کرلیں کہ اے اللہ جتنی دیر میں مسجد میں ہوں، اتنی دیر میں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں، چاہے دس منٹ رہو، یا پانچ منٹ رہو، اس کا آپ کو ثواب ملے گا، کھانا کھا رہے ہو، اس میں نیت کرلو کہ اے اللہ اس لیے کھانا کھا رہا ہوں تاکہ اس سے جو طاقت حاصل ہوگی، اس طاقت سے تیرے دین کی مدد کروں گا، میں اس لیے سو رہا ہوں کہ اے اللہ رات بھر آرام کرونگا اور دن بھر کماؤنگا اور تیری رضا نصیب ہوگی، اور بیوی سے اس لیے مل رہا ہوں کہ تیری رضا کا سبب بنے اور میں گناہوں سے بچ سکوں، تو یہ بھی عبادت ہے، زندگی کے جتنے بھی کام ہیں، صبح سے شام تک اگر نیت صحیح نہ ہو، تو چوبیس گھنٹے ہم عبادت میں لگے رہیں، سب بیکار ہے، اور یہی زندگی کے اعمال جو ہم کر رہے ہیں، اگر نیت ٹھیک ہو جائے، تو ہم سب سے بڑے بزرگ ہیں، سب سے زیادہ اللہ کے قریب ہیں، بزرگ اور اللہ والے کوئی الگ مخلوق نہیں ہیں، وہ بھی ہمارے ہی میں سے تو بنتے ہیں، اگر ہمارے صبح سے لے کر شام تک کے اعمال صحیح ہو جاویں، نیت ہماری درست ہو جاوے، تو اللہ کی رضا حاصل ہو جائے گی، چاہے کھیت میں کام کریں، دوکان پر کام کریں، مزدوری کریں، بوگی چلائیں، ٹرک چلائیں، دوکان پر بیٹھیں، دفتر میں ہوں، انجینئر ہوں، ڈاکٹر ہوں، جس لائن کا بھی آدمی ہو، اگر اللہ کی رضا کی نیت ہے تو زندگی کا ہر لمحہ، زندگی کا ہر وقت کامیاب ہے۔

ہمارے سب کام اللہ کی رضا کے لیے ہونے چاہئے

دوستو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سارے اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، اگر نیت اچھی ہے تو بھائی سارے کام اچھے ہیں، اور اگر نیت گڑبڑ ہوگئی، تو سارے اچھے سے اچھے کام بھی خراب، ساری بات اس سلسلہ کی آپ کے سامنے پیش کردی، تو ہمیں کوشش کرنی ہے کہ ہماری نیت صحیح ہو، اور ہماری نیت اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کا ذریعہ بنے، ہر کام اللہ

ہی کے لیے ہو، ہمارا سونا جاگنا، ہمارا کھانا پینا، ہمارا پڑھنا لکھنا اور مزدوری کرنا سب اللہ کے لیے ہونا چاہئے، ٹرک چلانا اللہ کے لیے، کھیتی باڑی کرنا اللہ کے لیے، غرضیکہ سب کام اللہ کی رضا کے لیے ہوں، تو ہماری زندگی بن جائے گی، اللہ تعالی ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی زندگی کو دین کے کاموں میں لگانے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بن جائے۔

بزرگوں کی صحبت اختیار کرو!

یہ بیان ۴/ مارچ ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

بزرگوں کی صحبت اختیار کرو!

انسان کی طبیعت گناہ کی طرف مائل ہوتی ہے

محترم دینی بھائیو! پچھلے ہفتہ میں ہم نے جس موضوع پر گفتگو کی تھی وہ تھا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اس لیے جب ہماری نیتیں صحیح ہوں گی، تو زندگی کے سارے کام اور سارے اعمال صحیح ہوجائیں گے، اوران کے ذریعہ سے ہم اپنے کام اور اپنی زندگی کو درست کرسکیں گے، انسان کی طبیعت گناہ کی طرف مائل ہوتی ہے، آدمی گناہ کرتا ہے، تو گناہ سے کیسے بچے؟ اور نیک کیسے بنے؟ "والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات" (۱) کہ سارے انسان خسارے میں ہیں، صرف وہ بچے ہیں جنھوں نے نیک عمل کئے، نیک عمل کرنے والا تو بچا ہے، ورنہ سب خطرہ میں ہیں، تو اس لیے ضروری ہے کہ نیک بنیں۔

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے

اصل میں "کل مولود یولد علی الفطرة" ہر پیدا ہونے والا بچہ وہ اسلام ہی کے طریقہ پر پیدا ہوتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں "فابواه یهودانه أو ینصرانه أو یمجسانه" (۲) تو اس کے ماں باپ اس کو چاہے نصرانی بنادیں، چاہے یہودی بنادیں، چاہے مجوسی بنادیں، پیدا ہونے والا ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، چاہے وہ عیسائی کے گھر پیدا ہو یا کسی مجوسی آگ پرست کے یہاں پیدا ہو، بدھشٹ کے یہاں پیدا ہو، کمیونسٹ

(۱) سورۂ عصر آیت ۱/۲/۳ (۲) صحیح البخاری حدیث نمبر ۱۲۹۶/ کتاب الجنائز

کے یہاں پیدا ہو یا کسی اور کے یہاں پیدا ہو، وہ جب پیدا ہوتا ہے تو "علی فطرة الاسلام" اسلام کی جو فطرت ہے، اسلام کا جو نیچر ہے، اس پر وہ پیدا ہوتا ہے۔

بچہ کے ماں باپ اس کو اپنے رنگ میں رنگ دیتے ہیں

اس کے ماں باپ، اس کا ماحول، اس کے گھریلو حالات، اس کو اپنے رنگ میں رنگ دیتے ہیں، ماں باپ اگر ہندو ہیں تو وہ ہندو بن جاتا ہے، مشرک ہیں تو مشرک بن جاتا ہے، آگ پرست ہیں تو آگ پرست بن جاتا ہے، عیسائی ہیں تو عیسائی بن جاتا ہے، اور نصرانی یا یہودی ہیں تو یہودی یا نصرانی بن جاتا ہے، مسلمان ہیں تو وہ مسلمان ہی ہوتا ہے، تو جیسا ماحول اسکو ملا ہے، اس ماحول میں وہ پلتا ہے، پروان چڑھتا ہے، ان حالات کو اخذ کرتا ہے، اپنی زندگی کو وہ اس ماحول کے اندر، اس آب وہوا کے اندر پروان چڑھاتا ہے جیسے حالات ملے، جیسا ماحول ملا، اس کی زندگی ان حالات اور اس ماحول کے اندر پروان چڑھتی ہے، پھر اس کے اندر اللہ تبارک وتعالی بال و پر لگاتا ہے، اچھے ماحول میں پیدا ہوا ہے، نیک ماحول میں پیدا ہوا ہے، تو نیک بنے گا اور اگر خراب ماحول میں پیدا ہوا ہے، تو خراب بنے گا۔

اللہ تعالی بہترین رنگ ریز ہے

چونکہ انسان کی طبیعت گناہوں کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے، یہ طبیعت دل کے اندر وہ کیفیت رکھتی ہے، تو اس کی طبیعت کے میلان کو کم کرنے کے لیے محنت کرنی پڑتی ہے، کوشش کرنی پڑتی ہے، اور اللہ کے رنگ میں رنگنے کے لیے کوشش کرنی پڑتی ہے، اس لیے کہ "صبغة اللّٰہ" اللہ کا رنگ اختیار کرلو، اللہ کا جو رنگ ہے وہ اچھا ہے "ومن احسن من اللّٰہ صبغة" (۱) اللہ سے بڑھ کر رنگ ریزی کون کرسکتا ہے، ہم لوگ رنگ ریزی کرتے ہیں دنیا میں لال کو کالا بنایا، پیلے کو سفید بنایا، رنگ کے ذریعہ، پالش کے ذریعہ، پالش والا کوئی بھی

(۱) سورہ بقرہ آیت ۱۳۸

ہو، پالش کرتا ہے اس چیز کو صیقل کردیتا ہے، صاف کرکے جو بھی وہ رنگ چڑھانا چاہتا ہے، چڑھا دیتا ہے، کالی چادر سفید بنادی، اسی طرح سفید کالی بنادی، اسی طریقہ سے پیتل پر دوسری قسم کا المونیم لگادیا، تو وہ دوسری طرح کا ہوجاتا ہے، لوہے پر اگر آپ نے پیتل کا رنگ چڑھا دیا، تو وہ پیتل کا رنگ بن جاتا ہے، اگر کسی چاندی پر سونے کا رنگ چڑھا دیا، تو وہ سونے کی طرح بن جاتا ہے، مگر اللہ سے بڑھ کر اللہ سے بہترین کون رنگ دے سکتا ہے، یہ تو دنیا کی کاریگری ہے، لال پر ہرا لگادیا یا سفید لگادیا، تو سفید بن گیا، مگر ہمیں اللہ کے رنگ میں رنگنا ہے "ومن أحسن من اللّٰہ صبغة" اللہ سے بڑھ کر کون رنگ ریزی کرسکتا ہے، ہمیں تو اللہ کے رنگ میں رنگنا ہے، اور اللہ والا بننا ہے۔

اللہ سے ڈرو

اس لیے اللہ نے قرآن میں ایک اصول بتادیا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں "یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصادقین" (۱) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، زندگی کے ہر شعبہ میں، زندگی کے ہر ماحول میں، زندگی کے ہر گوشہ میں، تجارت کررہے ہیں تب بھی اللہ سے ڈرو، اللہ کا خیال رکھو، اللہ کو دھیان میں رکھو، کھیتی باڑی کررہے ہیں تب بھی اللہ سے ڈرو، کاروبار کررہے ہیں، دوکان پر بیٹھے ہوئے ہیں، گاڑی چلارہے ہیں، ہر ماحول میں اللہ کو دھیان میں رکھو، اللہ سے ڈرتے رہو، تو جب اللہ سے ڈروگے، اور اللہ کی قدر ہوگی، اللہ کا ہر وقت ذکر، اللہ کا ہر وقت تمہارے ذہن میں خیال رہے گا تو آپ کو تقوی والی زندگی نصیب ہوگی۔

کوئی دیکھے یا نہ دیکھے مگر اللہ دیکھ رہا ہے

اس لیے "إن اللّٰہ کان علیکم رقیباً" (۲) کہ اللہ تمہارا نگراں ہے، چاہے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، مگر اللہ تو دیکھ رہا ہے، زندگی میں جب ہم کوئی کام کرتے ہیں، تو آگے پیچھے دیکھ لیتے

(۱) سورہ توبہ آیت ۱۱۹ (۲) سورۂ نساء آیت ۱/

ہیں کہ کوئی دیکھ رہا ہے؟ چوری کرنی ہے، تو دیکھ لیتے ہیں کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے، گناہ کا کام کرنا ہے تو دیکھ لیتے ہیں کہ کوئی ہے تو نہیں؟ ادھر ادھر جھانک لیتے ہیں، مثلاً ہم بازار میں یا کہیں اور کھیت میں ہیں تو دیکھ لیتے ہیں کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے "إن الله كان عليكم رقيبا" اللہ تعالیٰ تم پر نگراں ہے، جس نے تم کو پیدا فرمایا، جو تمہارا خالق و مالک ہے، وہ تو ہر وقت دیکھنے والا ہے، وہ تو دیکھ رہا ہے، اللہ کا لحاظ کرو، اس کا خوف کرو، اللہ کا لحاظ کرنا ہے زندگی کے ہر شعبہ میں، زندگی کے ہر کام میں۔

سچے لوگوں کے ساتھ رہو

"وكونوا مع الصادقين" اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو، سچے کا مطلب کیا ہوا، سچے لوگ، نیک لوگ، اچھے لوگ، اگر تم نے نیکوں کی صحبت اختیار کی، اچھوں کی صحبت اختیار کی تو تم کیا بن جاؤ گے؟ نیک بن جاؤ گے، اگر کسی حکیم کے پاس رہو گے، تو کیا بن جاؤ گے؟ حکیم بن جاؤ گے، کسی سائیکل والے کی دوکان پر رہے تو سائیکل بنانا آ جائے گا، اسی طرح کسی مکینک کے پاس رہے تو مکینک بن جاؤ گے، غرضیکہ جس شعبہ میں رہو گے وہی سیکھ جاؤ گے، تو جس کے پاس رہیں گے، اس کا اثر تمہارے اندر حلول کر جائے گا، تو اسی طرح ہماری زندگی کا یہ جو ماحول ہے، انسان کی طبیعت کے اندر اللہ تعالیٰ نے اخذ کرنے کی صلاحیت رکھی ہے، اچھی چیز کو بھی اخذ کرتا ہے اور بری چیز کو بھی اخذ کرتا ہے، چونکہ بری چیز بہت جلدی اثر کرتی ہے، طبیعت اس چیز کی طرف مائل ہوتی ہے، تو اگر اچھوں کے ساتھ رہیں گے، ذکر کرنے والے کے ساتھ رہیں گے، تو کیا ذکر کرنے والے نہیں بنیں گے؟ بالکل بنیں گے، اللہ سے ڈرنے والے کے پاس بیٹھے گا، تو اللہ کا خوف پیدا ہو گا یا نہیں، بالیقین ہو گا۔

اللہ سے سب سے زیادہ علماء ڈرتے ہیں

قرآن کریم میں خود اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "انما يخشى الله من عباده

العلماء" (۱) اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے علماء ہیں، قرآن کہہ رہا ہے، میں نہیں کہہ رہا ہوں، علماء کیوں ڈرتے ہیں اس لیے کہ علماء اللہ کا علم رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی پکڑ کا یقین اور علم رکھتے ہیں، قرآن کریم اور حدیث کا علم رکھتے ہیں، اس لیے ان کو اللہ کا خوف سب سے زیادہ ہے، تو ان کی صحبت اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے۔

علماء کی توہین و ناقدری کا وبال

آج کل کچھ لوگ علماء کا مذاق اڑاتے ہیں، توہین کرتے ہیں، تو اس بات کو لکھ لیا جائے، نوٹ کر لیا جائے جو لوگ بھی علماء کی، اہل علم حضرات کی ناقدری کرتے ہیں، یا توہین کرتے ہیں، اہانت کرتے ہیں، تو ان کی نسلوں سے علم ختم ہو جائے گا، دین ختم ہو جائے گا، جیسے ہمارے یہاں بولتے ہیں کہ گدھے کے سر سے جیسے سینگ غائب ہو جاتا ہے، ایسے علماء کی توہین کرنے پر، اللہ والوں کی ناقدری کرنے پر دین ختم ہو جائے گا، اور یہ بھی بات نوٹ کرنے کی ہے کہ اگر باپ داداوں نے علماء کی قدر کی، تو ان کی نسلوں کے اندر کوئی اللہ والا ضرور بنے گا، ان کی نسلوں میں ضرور دین باقی رہے گا، دونوں بات نوٹ کرنے کی ہیں، اگر ناقدری کی ہے تو ان کی نسلوں سے علم ختم ہو جائے گا اور اگر قدر کی ہے، تو آپ کا بیٹا عالم، حافظ یا قاری اگر نہیں بنا، تو آپ کی نسل کے اندر کوئی نہ کوئی ضرور عالم یا حافظ بنے گا، اس کے ذریعہ سے ایمان پھیلے گا، دین پھیلے گا، اللہ کا یہ طریقہ ہے، اللہ کی یہ سنت ہے "ولن تجد لسنة الله تبديلا" (۲) اللہ اپنے طریقہ کے اندر، اپنی سنت کے اندر کوئی تبدیلی نہیں کرتا ہے، خود قرآن کریم کہہ رہا ہے، اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو، ہر ماحول میں، ہر موقع پر اور اچھوں کیساتھ رہو، مطلب یہ ہوا کہ سچے ہر زمانہ میں ہوں گے اور ہر جگہ ہوں گے۔

(۱) سورۂ فاطر آیت ۲۸ (۲) سورۂ احزاب آیت ۶۲

سچے ہر جگہ اور ہر زمانہ میں موجود ہیں

قرآن کریم کہہ رہا ہے کہ تم سچوں کے ساتھ رہو اور چونکہ یہ آیت ہر جگہ کے لیے ہے، سہارنپور، دہلی، ممبئی اور ہندوستان کے لیے بھی، پاکستان، امریکہ وافریقہ کے لیے بھی، آسٹریلیا اور یورپ کے لیے بھی، غرضیکہ دنیا کے ہر ملک کے لیے ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر جگہ سچے لوگ ہوں گے، ان کی صحبت اختیار کرنی ہے، تو میرے عزیزو! اللہ کا وعدہ، اللہ کا فیصلہ، اللہ کا پیغام، ہر جگہ کے لیے ہے، پوری انسانیت جھوٹی ہوسکتی ہے، مگر اللہ جو خالق کائنات ہے، وہ جھوٹا نہیں ہوسکتا، قرآن کریم خود فرمارہا ہے ”وکونوا مع الصادقین“ کہ سچوں کے ساتھ رہو، ورنہ اگر ہمارے سہارنپور میں، مظفر آباد میں، سچے نہ ہوں تو ہم کہیں گے قرآن جھوٹا ہے، لیکن (العیاذ باللہ) اللہ کا کلام جھوٹا نہیں ہوسکتا، تو اس سے معلوم ہوا کہ یہاں سچا کوئی ضرور ہے، اور ہر جگہ ہے۔

سچوں کو تلاش کیا جائے

اب اس کو تلاش کرنا ہے، تلاش ہمیں کرنا ہے، اگر ہمارے گھر میں کوئی بیمار ہے اور پتہ چل جائے یا کسی نے بتایا کہ آپ کے اس مریض کی بیماری کا اچھا ڈاکٹر فلاں جگہ ہے، تو ہم جائیں گے، اس بیماری کا ڈاکٹر سہارنپور، دہلی یا ممبئی یا اور کہیں بھی ہو تو ہم وہاں چلے جائیں گے، یا ہمارے فلاں آدمی پر، ہمارے گھر میں جادو ہوگیا، اور اس کا معالج دیوبند ہے، تو ہم وہاں چلے جائیں گے، عامل اس کا دلی ہے، وہاں ہم جائیں گے، ہمیں معلوم ہوجائے کہ وہاں جانے سے ہماری بیماری ختم ہوجائے گی اور ہمارے آدمی کو شفا مل جائے گی، چاہے جتنے پیسے لگ جائیں، اس کی پرواہ نہیں، دوستوں کو بھی فون کرتے ہیں السلام علیکم، وعلیکم السلام، خیریت ہے، خیریت تو ہے مگر ہمارے فلاں آدمی کی طبیعت خراب ہے کوئی اچھا ڈاکٹر بتلاؤ، کوئی اچھا عامل بتاؤ، فون کرتے ہیں تو یہ ہماری تلاش ہے، اس لئے ہم تحقیق کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا

جب ہم کسی اللہ والے کی تلاش میں لگیں گے، تو اللہ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتے ہیں ”إن اللہ لایضیع اجر المحسنین“(۱) چور چوری کرنے کے لیے رات میں جاگتا ہے، پوری رات جاگتا ہے، جان بھی خطرہ میں ہوتی ہے، پولس پہرہ دے رہی ہے، گولی لگ جائے تو مرجائے، مگر اس کو تو روزی کمانی ہے اس طریقہ سے، اللہ کہتا ہے کہ محنت جس انداز سے ہوگی تو اللہ تعالیٰ دیں گے، جائز طریقہ سے کما کر کھائے، تو بھی اللہ دے گا، ناجائز طریقہ سے کر کے کھائے، تب بھی اللہ دے گا، طریقہ بتلادیا ہے، بس تمہیں کوشش کرنا ہے ”وأن لیس للانسان إلا ما سعی“(۲) انسان جو کوشش کرتا ہے، وہ پالیتا ہے، اس کی کوشش کا نتیجہ مل جاتا ہے، اچھے طریقہ سے کرو، تب بھی دیں گے، برے طریقہ سے کرو تب بھی دیں گے، تو اس کی ہمیں تلاش کرنی پڑے گی، کہاں اور کون سچا ہے، اس سچے کی تلاش کرنی پڑے گی، اور جب سچے کی تلاش کریں گے تو سچا مل جائے گا ”من جد وجد“ جس نے کوشش کی اس نے اپنے مطلب کو پالیا، اس کو حاصل کرلیا اور جو نہ کرنا چاہے وہ اپنے برابر کی چیز کو بھی نہیں دیکھ سکتا، یہ تو نظر نہیں آرہا ہے، اپنے سامنے کی چیز بھی نظر نہیں آتی ہے، ایک ظاہر کی آنکھ ہے اور ایک دل کی آنکھ، تو ظاہری آنکھ سے ہم چیزوں کو دیکھتے ہیں، اس کے کالے پیلے ہونے کو دیکھتے ہیں، اور دل کی آنکھ سے ہمیں ظاہر اور باطن دونوں دیکھتا ہے۔

اللہ والوں کی پہچان کیا ہے؟

اللہ والوں کی پہچان کیا ہے؟ کسی نے ایک اللہ والے سے پوچھا کہ بھائی اللہ والوں کی کیا پہچان ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ والوں کی پہچان یہ ہے کہ ان کے پاس بیٹھ کر اللہ یاد آجاوے، زندگی کو سکون مل جائے، زندگی کو راحت مل جائے، آپ عطر کی دوکان پر بیٹھیں،

(۱) سورہ توبہ آیت ۱۲۰ (۲) سورہ نجم آیت ۳۹

آپ عطر خریدیں یا نہ خریدیں، لیکن آپ کو خوشبو آ ہی جائے گی، بھٹی کی دوکان پر بیٹھیں، چاہے آپ کام کریں یا نہ کریں، مگر آپ کے کپڑوں میں اس بھٹی کی بو آ ہی جائے گی، تو ہماری زندگی کا جو نظام ہے تو کیا ہم اچھوں کی صحبت میں بیٹھیں گے تو کیا اچھوں کا اثر نہیں آئے گا۔

صحبت صالح ترا صالح کند ❁ صحبت طالح ترا طالح کند

اچھوں کی صحبت اختیار کروگے تو نیک بن جاؤ گے، اچھے بن جاؤ گے، اور میرے دوستو! بروں کی صحبت اختیا کروگے تو برے بن جاؤ گے ”یاایھاالذین آمنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین“(١) سچے لوگوں کیساتھ رہو، اگر زندگی بنانی ہے، اگر زندگی کو صحیح راہ پر چلانا ہے تو نیک بن جاؤ، اللہ نے ہمیں نیک بنایا تھا اور پیدا ہم کو نیکی پر کیا تھا، مگر بعد میں ماحول نے، دوسروں کے ساتھ اختلاط نے ہماری زندگی کو اتھل پتھل کر دیا، گڑبڑ کر دیا، صحیح کو غلط کیساتھ ملا دیا اور غلط کو صحیح کے ساتھ ملا دیا، اوپر کو نیچے اور نیچے کو اوپر کر دیا، سب گڑبڑ ہو گیا، تو اس کو صحیح کرنا ہے۔

وقت کو اگر صحیح جگہ استعمال نہ کیا تو وہ تمہیں ختم کر دے گا

چونکہ زندگی کی سوئی چل رہی ہے، زندگی کی گھڑی کا چکر چل رہا ہے، وہ رک نہیں رہا ہے، ہم اچھے ہوں تو بھی وہ چل رہا ہے، ہم برے ہیں تو بھی وہ چل رہا ہے، ہم خوشی میں ہیں تو بھی وہ چل رہا ہے، ہم غمی میں ہیں تو بھی وہ چل رہا ہے، گھڑی کی سوئی رکنے والی نہیں ہے، کام روک دیں گے، رک جائے گا، مگر گھڑی اپنا کام کر رہی ہے، اسی لیے کہا ”الوقت ھو الحیاۃ فلاتقتلوہ بأیدکم“ وقت زندگی ہے، اسے ضائع نہ کرو، یہ وقت ایک ایسی چیز ہے، اگر تم نے اس کو صحیح جگہ استعمال کر کے ختم نہ کیا تو وقت تمہیں ختم کر دے گا، اگر وقت کی قدر نہ کی تو وقت تمہیں ختم کر دے گا، اگر تم وقت پر قابض ہو جاؤ، وقت پر تم اپنا کنٹرول کر لو اور زندگی کے ایک

(١) سورہ توبہ آیت ١٩٩

ایک لمحہ کو اللہ کی رضا کے لیے صرف کرو، دین کے لیے ایک ایک لمحہ کو استعمال کرو، تو گویا تم نے وقت کی صحیح قدر کر لی، ورنہ وقت تمہارا انتظار نہیں کرے گا، انسان وقت کو صحیح استعمال کر کے ختم کرے، ورنہ وقت ہم کو ختم کر دے گا، اب دیکھنا ہے کہ کون غالب آتا ہے، ہم غالب آتے ہیں یا وقت ہم پر غالب آتا ہے، اللہ تعالی ہم کو وقت پر غالب کر دے، اور وقت کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نیک لوگوں کی خدمت اور نیک لوگوں کی صحبت کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ صحبت انسان کو ہیرا بنا دیتی ہے، لوہے کو کندن بنا دیتی ہے۔

صحبت کی تاثیر اور جادوگروں کا ایمان

صحبت ایسی چیز ہے کہ اللہ کے نبی حضرت موسی علیہ الصلاۃ والسلام سے پورے مصر کے جادوگر مقابلہ کرنے کے لیے آتے ہیں، فرعون نے اعلان کروا دیا کہ سارے جادوگر اکٹھا ہو جاویں، اور یہ موسی جو اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں، ان کا مقابلہ کرنا ہے، ان کو ہرانا ہے، تو سارے مصر کے جادوگر اکٹھے ہو گئے، میدان بھی بڑا تھا، بہت انتظام کیا گیا تھا، حضرت موسی علیہ السلام اور مصر کے بڑے بڑے جادوگر اکٹھا ہو گئے، مقابلہ تھا، انعام بھی بڑے بڑے ملنے تھے، تو حضرت موسی علیہ السلام نے کہا کہ بھائی اپنا کرتب دکھاؤ، جس کو جو دکھانا ہے، چنانچہ سب نے اپنے کرتب دکھائے، کسی نے رسی سے سانپ بنا دیا، کسی نے کچھ کیا، کسی نے کچھ کیا، آخر میں حضرت موسی علیہ السلام سے کہا گیا کہ تم بھی اپنا کرتب دکھاؤ، تو ان کے ہاتھ میں جو لاٹھی تھی، اس کو زمین پر ڈال دیا اور وہ لاٹھی سانپ بن گئی، اور سارے کرتبوں کو کھا گئی، تو وہ دیکھتے رہ گئے کہ یہ جادوگر نہیں ہو سکتا ہے، یہ تو کچھ الگ ہی چیز ہے، مصر کے بہترین اور ماہر جادوگر تھے، ہر ملک میں کچھ لوگ کسی خاص فن میں ماہر ہوتے ہیں، خاص موقعوں پر ماہرین کو ہی بلایا جاتا ہے، اور جب شاہی اعلان ہو، تو ماہرین کے لیے ہوتا ہے، کیونکہ ہم خود کوئی کام کرتے ہیں تو ماہرین کو تلاش کرتے ہیں، جب ہم کچھ تعمیر کرتے ہیں تو

کہتے ہیں کہ ماہر معمار چاہئے، اگر گھڑی خراب ہوگئی تو کہتے ہیں کہ سب سے اچھے گھڑی ساز کے پاس لے جاؤ، اور ٹھیک کرالو، اور ہم اچھا تلاش کرتے ہیں، جب بادشاہ اعلان کروائے تو وہاں فراڈی جادوگر جا ہی نہیں سکتے، وہاں تو گنے چنے اور ماہر ہی جائیں گے، جو اچھے کلاکار اور ماہر جادوگر تھے، وہی وہاں جمع ہو رہے تھے، جب انہوں نے اپنی کلاکاری دکھائی، اس کے بعد انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کلاکاری دیکھی، تو سب حیران ہوگئے، وہ جادوگر پاگل نہیں تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے کھوپڑی دی تھی، فوراً کہنے لگے کہ بھائی یہ کلاکاری اور جادو ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ ہم سے بڑا مصر میں اور کوئی جادوگر نہیں ہے، اگر ہم پر غالب رہا، تو یہ کوئی اور چیز ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام ہم پر غالب آرہے ہیں تو یہ کوئی جادوگر نہیں، ہمیں یہ اور ہی کچھ معلوم ہو رہا ہے، ضرور ان کا کوئی آسمانی معاملہ ہے، بلکہ یہ تو نبی ہی ہیں، سارے کہنے لگے کہ بھائی ہم تو موسیٰ پر ایمان لے آئے۔

جادوگروں کے خلاف فرعون کا حکم

فرعون لال پیلا ہونے لگا، اور کہنے لگا کہ اے نالائقوں، کم بختوں، حرام زادوں، تم کو بلایا تھا مقابلہ کے لیے، حرام خوروں کس کام کے لیے تم کو بلایا گیا تھا؟ تم کو ہم نے اسی لیے بلایا تھا، موسیٰ کے مقابلہ کے لیے تم کو بلایا گیا تھا، اور تم ان پر ایمان لائے ”لأقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم اجمعین“(۱) اب تو تمہاری یہ سزا ہے کہ تمہاری ایک ٹانگ اور ایک ہاتھ الٹا کٹوادوں گا، اور تم کسی کام کے نہ رہوگے، بلکہ سب کو سولی پر چڑھادوں گا، کتنی سخت سزا تھی، مگر وہ تو ایمان لاچکے تھے، تو انہوں نے کہا ”فاقض ما أنت قاض“(۲) تمہیں جو کرنا ہے کرلو، اب تو ہم ہٹنے والے نہیں ہیں، اب تو ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے، صحبت کا یہ اثر ہوتا ہے، چند منٹوں میں، چند لمحوں کی صحبت نے زندگی کی کایا پلٹ دی، بڑے بڑے جادوگر سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروں میں پڑ گئے،

(۱) سورہ اعراف آیت ۱۲۴ (۲) سورہ طٰہٰ آیت ۷۲

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے، تو فرعون نے کہا کہ میں تمہاری ٹانگ اور ہاتھ الٹا کاٹوں گا، تو انہوں نے کہا کہ کوئی بات نہیں، اس لیے کہ مصر میں ہم سے بڑا جادوگر کوئی نہیں ہے، ہم تو اب موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے کیونکہ یہ جادوگر نہیں ہوسکتے، یہ کچھ اور ہی ہے، یہ تو اللہ کے نبی ہیں، اور ہم ان پر ایمان لائے، یہ ہے صحبت کا اثر، صحبت کا اثر ایسا زود اثر ہوتا ہے کہ کوئی گولی بھی کیا اثر انداز ہوتی ہوگی، ان کے سامنے چند لمحے رہے، آپ کتنی دیر تصور کرسکتے ہیں، اس بات کو دس منٹ، پندرہ منٹ، ایک گھنٹہ مان لو، کیا ہم زندگی میں ایک گھنٹہ نہیں دے سکتے، کسی اللہ والے کو، جب ان کے اندر تبدیلی آگئی تو ہمارے اندر بھی کچھ نہ کچھ تبدیلی آئے گی، اور چونکہ وہ اللہ کے نبی تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں کتنے لوگ آئے، بلال حبشی حبشہ کے رہنے والے، حضرت صہیب رومی روم کے، سلمان فارسی ایران کے رہنے والے، تو ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی، تو ان کی زندگی میں انقلاب آگیا، وہ صحابیت کے مقام کو پہنچ گئے، اور رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کا سٹیفکیٹ ان کے لیے جاری ہوگیا، اب حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اس لیے علماء نبی کے وارث ہیں ”العلماء ورثة الانبیاء“(۱) بنی اسرائیل میں کتنے نبی آئے اور اب نبی تو نہیں آسکتے، قیامت تک کے لیے نبوت کا دروازہ بند، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل“ میری امت کے جو علماء ہیں وہ بنی اسرائیل کے نبیوں یعنی پہلی امت کے نبیوں کی طرح ہیں، لہٰذا اب اس امت کے علماء نبی کے قائم مقام ہیں، ان کی صحبت اٹھانی چاہئے، اور نیک بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔

دل کو صاف کرنے کے دو طریقے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بہت بڑے محدث ہوئے، انہوں نے لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ نجاست لگ جائے، تو اس کی پاکی کے دو ہی طریقے ہیں، ایک تو خوب موسلا دھار بارش

(۱) سنن ترمذی حدیث ۲۶۰۶ رکتاب العلم

ہو،اور بارش ہونے کے بعد وہ ناپاکی بہہ جائے ،گندگی بہہ جائے اور وہ جگہ سوکھ جائے ، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سخت دھوپ پڑے اتنی دھوپ پڑے کہ وہ نجاست سوکھ کر کوئلہ ہوجائے ، وہ گندگی صفا ہوجائے ،تو وہ جگہ پاک ہوجائے گی ،اسی طریقہ سے جب نجاست دوطریقے سے پاک ہوسکتی ہے،انسان کے جسم میں جو دل ہے،اس کے اندر اگر سیاہی لگ جائے ، وہاں کوئی گندگی لگ جائے ،اس کے بھی پاک کرنے کے دوطریقے ہیں،ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اتنا کیا جائے کہ اس ذکر کے ذریعہ سے اللہ کی مغفرت کی بارش ہونے لگے،تو دل پاک وصاف ہوجائے گا،دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت مل جائے ،تو ان کا آپ کے دل پر جو نور پڑے گا، جب ان کی توجہات پڑیں گی ،تو دل پر جو سیاہی ہے، جو گندگی لگی ہے، ان کے دل کی روشنی سے،ان کی توجہ سے، وہ سیاہی ختم ہوجائے گی۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ کے بڑے اورزبردست عالم تھے،ان کا واقعہ ہے کہ وہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد گنگوہ آگئے تھے،تھانہ بھون میں ایک بزرگ تھے حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی، بڑے اللہ والے تھے، بڑے بزرگ تھے، ان کو سب لوگ جانتے تھے،اس لیے ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے،ان کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کے لیے اوران سے دعا کرانے کے لیے لوگ جاتے تھے،اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے سوچا کہ تھانہ بھون حضرت حاجی صاحب سے مل کر آتے ہیں ، گئے اور حضرت کی صحبت میں جا کر سلام دعا کر کے بیٹھ گئے ، دعا وسلام کے بعد تھوڑی دیر صحبت میں رہے،اس کے بعد انہوں نے کہا اچھا حضرت چل رہا ہوں، صبح گھنٹہ لینا ہے، کلاس لینی ہے، بچے پڑھیں گے،اورابھی جانا ضروری ہے، انہوں نے سوچا کہ ابھی جا کر آرام بھی کرلوں گا اورصبح پڑھا بھی دونگا،اگر صبح جاؤں گا تو فوراً پڑھا نہیں سکتا،آرام ضروری ہے، حاجی صاحب نے کہا کہ بھائی آج یہیں رہ لو، تو انہوں نے کہا کہ حضرت رہ تو لوں گا مگر یہاں لوگ ذکر

واذکار کرتے ہیں، تو میری نیند میں خلل پڑے گا اور مجھے دقت ہوگی، حضرت نے کہا تمہیں کوئی نہیں اٹھائے گا،تم سوتے رہنا، تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے، منظور ہے، رہ لیتا ہوں، تو حضرت حاجی امداداللہ صاحب نے خادم سے کہا کہ دیکھ بھائی یہ مولانا جو تشریف لائے ہیں، ان کا بستر میرے پاس لگا دینا، رات میں سوگئے ، جب تہجد کا وقت ہوا تو حضرت اٹھ کر اور جتنے خدام اور دوسرے لوگ تھے، سب نوافل پڑھ کر ذکرواذکار میں مشغول ہوگئے۔

جب مولانا رشید احمد صاحب کی آنکھ کھلی، تو دیکھا کہ کوئی نفل پڑھ رہا ہے اور کوئی ذکر کررہا ہے، تو انہوں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں مولوی بھی ہوں اور گنگوہ سے آیا ہوں، یہاں کوئی ذکر کررہا ہے ، کوئی سجدہ میں ہے، تو کوئی رکوع میں ہے، قرآن کی آیتیں اور حدیثیں ذہن میں آنے لگیں، چونکہ مولوی تھے، قرآن میں جہاں جہاں اس طرح کی آیتیں ہیں کہ وہ لوگ رات میں سوتے نہیں بلکہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں، وہ ان کو یاد آنے لگی، پھر وہ اٹھے اور وضو کر کے نفل پڑھنے لگے، اس کے بعد ذکر میں مشغول ہوگئے، جب فجر کی نماز ہوئی اس کے بعد حاجی صاحب کی مجلس لگی تو حضرت نے پوچھا کہ بھائی وہ کہاں ہے جو ہمارے برابر میں بیٹھا ذکر کررہا تھا، وہ کون تھا، تو مولانا نے کہا کہ حضرت وہ تو میں ہی تھا، تو حاجی صاحب نے کہا کہ اللہ کے بندے جب ذکر کرنا ہی تھا تو کچھ سیکھ کر تو کرتا، بغیر سیکھے ذکر کر رہے تھے، تو انہوں نے کہا حضرت بتلا دو سیکھوں گا، تو ایک دن، دو دن، تین دن، اسی طرح چالیس دن رہ گئے ، یہ صحبت کی تاثیر ہوتی ہے کہ صحبت کیسے اثر کرتی ہے ، دیکھو وہاں جادوگروں پر کیسے صحبت نے اثر ڈالا ہے، ہم نے عطر کی دوکان والی مثال دی، صحبت اثر کرتی ہے تو کیا ہوا وہ ایک دن رہنے کے لیے تیار نہیں تھے؛ لیکن اب چالیس دن رہ گئے ، پہلے ایک دن کے لیے روکا تھا اور اب چالیس دن رہنے کے لیے تیار ہوگئے، اچھا مزہ آیا خوش ہوگئے ، جب اس کا چسکا لگ جائے تو زندگی بھر نہیں اترتا، اللہ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے ، چنانچہ کیسے صحبت اثر کرتی ہے، صحبت کیسے ملتی ہے، نیک کیسے بنتے ہیں، نیک بننے کے لیے تھوڑی

حرکت کرنی پڑتی ہے اور تھوڑے پاپڑ بھی بیلنے پڑتے ہیں، وہ جھیل لیں تو ان کی زندگی کامیاب زندگی بن جاتی ہے۔

حضرت گنگوہی کا امتحان

چنانچہ مولانا تھانہ بھون رہنے لگے، ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کے مکان سے دوپہر کا کھانا آیا، تو ایک پیالہ میں کوفتہ تھے، نہایت لذیذ، اور دوسرے پیالہ میں معمولی سالن تھا، حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب نے مجھے دسترخوان پر بٹھالیا، مگر کوفتوں کا پیالہ مجھ سے علیحدہ اپنی طرف رکھا، اور معمولی سالن کا پیالہ میرے قریب سرکا دیا، میں حضرت کے ساتھ کھانا کھانے لگا، اتنے میں حضرت حافظ ضامن صاحب تشریف لائے، کوفتوں کا پیالہ مجھ سے دور رکھا ہوا دیکھ کر اعلیٰ حضرت سے فرمایا، بھائی صاحب! رشید احمد کو اتنی دور ہاتھ بڑھانے میں تکلیف ہوتی ہے، اس پیالہ کو ادھر کیوں نہیں رکھ لیتے، حضرت حاجی صاحب نے بے ساختہ جواب دیا، اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنے ساتھ کھلا رہا ہوں، جی تو یوں چاہتا تھا کہ چوھڑوں، چماروں کی طرح ایک ہاتھ میں روٹی رکھ دیتا، اس فقرے پر حضرت حاجی صاحب نے میرے چہرے پر نظر ڈالی کہ کچھ تغیر تو نہیں ہوا، مگر الحمدللہ میرے قلب پر بھی اس کا کچھ اثر نہ تھا، میں سمجھتا تھا کہ حقیقت میں جو کچھ حضرت فرما رہے ہیں بالکل سچ ہے، اس دربار سے روٹی ہی ملنا کیا تھوڑی نعمت ہے، جس طرح بھی ملے بندہ نوازی ہے۔

میرے عزیز دوستو! مجھے عرض کرنا ہے کہ نیک بننے کے لیے کیا کیا کرنا پڑتا ہے، اس کے بعد حضرت حاجی صاحب نے اجازت وخلافت سے نوازا۔

رشید احمد، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی بن گئے

چنانچہ ایسے نیک بنے کہ بڑے بڑے بزرگ ان سے نسبتیں رکھتے ہیں، کہ وہ ہمارے شیخ ہیں، وہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی تھے، حضرت مولانا زکریا صاحب جنھوں نے فضائل

اعمال میں لکھی ہے، جن کی آپ فضائل اعمال پڑھتے ہیں، ان کے والد مولانا یحییٰ کاندھلوی صاحب ۱۲/سال حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں رہے، اور ان کے بھائی مولانا الیاس صاحب جو تبلیغی جماعت کے بانی تھے، وہ بھی مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں رہے اور مظاہر علوم کے شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد سہارنپوری جو شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے بھی استاذ تھے، وہ بھی حضرت کی خدمت میں رہے، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی دارالعلوم کے شیخ الحدیث تھے جنھوں نے جنگ آزادی میں بھی حصہ لیا، ان کے استاذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی بھی ان کی خدمت میں رہے، رائے پور کے جو بڑے حضرت تھے، مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے شیخ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ وہ بھی ان کی خدمت میں رہے، تو جب مولانا رشید احمد صاحب چند گھنٹہ صحبت میں رہے پھر کیا سے کیا ہو گئے اور صحبت نے کیمیا بنا دیا، رشید احمد کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی بنا دیا، تو صحبت کے اندر یہ تاثیر ہوتی ہے، پھر کچھ دنوں کے بعد اتفاق سے حاجی صاحب کا گنگوہ آنا ہوا، تو ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ اے رشید احمد! بیعت ہونے کے بعد زندگی میں کچھ فرق پیدا ہوا یا نہیں، تو کچھ دیر تک سوچتے رہے، پھر جواب دیا کہ حضرت تین باتیں بیعت ہونے کے بعد محسوس کی۔

بیعت کے فوائد

ایک تو یہ ہے کہ پہلے کتاب پڑھتا تھا، مطالعہ کرتا تھا، تو اس میں اشکال آتے تھے، تو الجھ جاتا تھا، اس مسئلہ کو دیکھنے کے لیے بہت ساری کتابیں دیکھنی پڑتی تھیں، پھر بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا، لیکن بیعت کے بعد سب اشکال رفع ہو جاتے ہیں، اور فوراً سمجھ میں بات آ جاتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ پہلے شریعت کے جو احکام ہیں، ان پر عمل کرنے پر زور پڑتا تھا، طبیعت کو تیار کرنا پڑتا تھا، لیکن بیعت کے بعد شریعت کے جتنے احکام ہیں، ان پر خوشی سے عمل کرتا ہوں، اور تیسری بات یہ ہے کہ حضرت جب سے آپ سے بیعت ہوا ہوں کوئی میری

برائی کرے، میرے اوپر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اگر کوئی میری اچھائی اور تعریف کرے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا، بس میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کا گنہگار بندہ ہوں، اور اللہ ہی میری مغفرت کرنے والا ہے، تو صحبت کا یہ اثر ہوتا ہے، تو عزیز دوستو! ہمیں کوشش کرنی ہے کہ ہم نیک بنیں، بزرگوں کی قدر کریں اور ان کی صحبت میں جائیں جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ اگر آپ مہینہ میں ایک دن، یا ہفتہ میں ایک دن چلے جائیں کسی اللہ والے کے پاس، تو طبیعت کے اندر عجیب سی تاثیر پیدا ہوگی۔

نیک عمل حیات طیبہ کا ذریعہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "من عمل صالحا من ذکر أو انثی و ھو مؤمن" (۱) تم میں سے کوئی مرد ہو یا عورت، جو بھی نیک کام کرے گا، اچھے عمل کرے گا، اور وہ مومن ہو "فلنحیینه حیاة طیبة" تو اس کو ضرور ہم حیات طیبہ عطا کریں گے اور حیات طیبہ کا مطلب یہ ہے کہ یہاں بھی اچھی زندگی ملے گی اور یہاں سے جانے کے بعد آخرت میں بھی اچھی زندگی ملے گی، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے "ان وعد اللہ حق" اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

اللہ والا بننے کے لیے کیا کرنا پڑے گا

یہ زندگی ہمیں صحیح کرنی ہے، درست کرنی ہے، اپنے آپ کو نیک بنانے کے لیے، اللہ والوں کے یہاں اور اللہ والوں کی صحبت میں جانا پڑے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نیک بنادے، اپنی زندگی کے اعمال کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمادے، اگر ہماری زندگی صحیح ہوگئی اور ہم نیک بن گئے، تو ہماری دنیوی زندگی بھی کامیاب اور آخرت بھی کامیاب، جو اللہ کا نیک بندہ ہوتا ہے، اس کو دنیا میں کوئی دقت نہیں "من کان للہ کان اللہ له" جو اللہ کا

(۱) سورہ نحل آیت ۹۷

ہوگیا اللہ اس کا ہوگیا، اور اللہ والوں کے لیے "لاخوف علیھم ولاھم یحزنون" (۱) دنیا میں کوئی خوف اور نہ آخرت میں کوئی غم، سب ان کی عزت کرتے ہیں، اللہ کے یہاں اجارہ داری نہیں کہ فلاں خاندان میں پیدا ہوا ہے، تو ٹھیک ہے، دراصل نیک بننے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا، ڈاکٹر اور انجینئر بننے کے لیے پیسہ بھی لگتا ہے اور یہاں تو پیسہ بھی نہیں لگ رہا، یہاں تو کوئی خرچ ہی نہیں ہے، بس دس منٹ کے لیے آئے اور بن کر چلے گئے، اگر آپ ایسے بنیں گے تو دنیا آپ کے قدموں میں آ کر پڑے گی، اگر ہم اس طرح کریں گے، تو انشاء اللہ ہم سارے اللہ والے بن جائیں گے، مگر شرط یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر کچھ اللہ والوں کی خدمت کرنی پڑے گی، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی زندگی کے اعمال کو اپنی رضا کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۱) سورہ توبہ آیت ۱۱۲

مومن کی کامیابی کے آٹھ اصول

یہ بیان ۱۱/مارچ ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

مومن کی کامیابی کے آٹھ اصول

کامیاب زندگی کیسے بنائیں؟

میرے محترم دینی بھائیو! ہم نے پچھلے ہفتہ میں نیک عمل کرنے کے موضوع پر گفتگو کی تھی کہ آدمی کیسے نیک بنے اور کیسے اپنی زندگی کو نیکیوں والی بنائے، آج ہم اس موضوع پر گفتگو کریں گے کہ ہماری زندگی کامیاب کیسے بن جائے، مادی طور پر ہم کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ ہماری زندگی کامیاب ہوجائے اور میرے بچے پڑھ لیں اور یہ کامیاب ہوجائیں، میرے بچے کچھ کام سیکھ لیں، انکا گزارا ہوجائے، ہم کاروبار کرلیں، ان کا گزارا ہوجائے، الغرض پوری زندگی صحیح سے گزرجاوے اور ہم کامیاب ہوجاویں، کامیابی مقصد ہوتا ہے، اس کے لیے ہم کوشش کرتے ہیں، دنیا میں جو جس مشن کا، جو جس لائن کا ہے اسی لائن سے، اسی حساب سے اپنی اور اپنے خاندان والوں کی، اپنی اولاد کی پرورش کی فکر کرتا ہے، ان کے اچھے ماحول کی، ان کی اچھی زندگی گزارنے کی فکر کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے قرآن حکیم کے اندر سورۃ المومنون کی ابتدائی چند آیات میں کامیاب مومنین کی صفات بیان کی ہیں، ان آیات میں اللہ تعالی نے بتلایا کہ کون کون مسلمان کامیاب ہیں اور کس کس کام کے ذریعہ سے کامیاب ہوسکتے ہیں۔

اہل دنیا کی کامیابی کا معیار

ہم نے اپنے حساب سے دنیا میں کامیابی کے کچھ معیار مقرر کر رکھے ہیں، ہمارا مکان اچھا، تو ہم کامیاب، ہمارے پاس بینک بیلنس ہے تو ہم کامیاب، ہمیں دونوں وقت روٹی مل رہی

ہے تو ہم کامیاب، ہماری کھیتی باڑی اچھی ہے تو ہم کامیاب، ہمارے پاس چالیس پچاس بیگہ زمین ہے تو ہم کامیاب، ہماری بازار میں اچھی دوکان ہے تو ہم کامیاب، ہمارے ابا بزنس کرتے ہیں تو ہم کامیاب، ہمارے ابا کو فلاں جگہ سے تنخواہ ملتی ہے تو ہم کامیاب، ہمارے بیٹے کی اچھی جوب (Job) ہے تو ہم کامیاب، یہ ہماری دنیاوی سوچ ہے۔

قرآن کریم میں کامیابی کے آٹھ اصول

لیکن اللہ نے قرآن حکیم میں بیان کیا ہے کہ کون سے مومن کامیاب ہیں، اللہ نے کامیابی کی اصلاً چھ چیزیں بیان کی ہیں لیکن جزوی طور پر دو چیزیں اور ہیں، اس طرح کل آٹھ ہوجاتی ہیں، جو مسلمان ان آٹھ چیزوں کو کرتے ہیں، وہ کامیاب ہیں، اور وہ ایسے کامیاب ہیں کہ ان کے لیے جنت کی بلکہ جنت الفردوس کی خوشخبری ہے، ان کو جنت الفردوس ملے گی، اور ایسی ملے گی جو بیس سال کے لیے نہیں، ساٹھ سال کے لیے نہیں بلکہ ”خالدین فیھا أبداً“ اس میں ہمیشہ ہمیش رہنے کے لیے ملے گی۔

نماز میں خشوع وخضوع

پہلا اصول تو اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ ”قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون“(۱) وہ مومن کامیاب ہیں، جو اپنی نماز کے اندر خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں، خشوع اور خضوع کا مطلب یہ ہے کہ ہم سکون کے ساتھ کھڑے رہیں، ہم نماز پڑھتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟ کہیں کھجلی ہوئی تو ہم کھجلانے لگتے ہیں، خشوع کا مطلب یہ ہے کہ ہم کھڑے ہوں، اور قرأت کررہے ہوں، تو ہمیں مچھر کاٹے، کوئی بھی ایسی چیز کاٹے، یا کہیں کھجلی لگے، تو ہمارے خشوع میں فرق نہ پڑے، اس کی مثال اس طرح سمجھی جاسکتی ہے کہ جب ہم مجرم ہوتے ہیں، اور بڑے افسر کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، یا ابا ڈنڈا لئے کھڑے

(۱) سورہ مؤمنون آیت ۱/۲

ہوں، اور ہم سامنے کھڑے ہوں، یا استاذ بڑا سا ڈنڈا لیے ہوئے ہو اور ہم سامنے کھڑے ہوں، تو اس وقت کی حالت کیا ہوتی ہے؟ یا پولیس والا سامنے کھڑا ہو، اور اس کے ہاتھ میں بڑا سا ڈنڈا ہو، تو ہم اس کے سامنے کیسے کھڑے ہوتے ہیں، اس وقت ہماری کیا کیفیت ہوتی ہے، بس یہی خشوع ہے، ذرا بھی ہم حرکت نہیں کرتے، ہمارا کپڑا نہیں ہلتا، خشوع کا مطلب یہ ہے کہ ہم اتنے بڑے احکم الحاکمین کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں، اس کے دربار میں کھڑے ہوئے ہیں، تو ذرا بھی جنبش نہیں ہونی چاہئے، اگر اللہ کے سامنے کھڑے ہوکر کان میں کھجلا رہے ہیں، کپڑے بھی ٹھیک کررہے ہیں، تو یہ خشوع کیخلاف ہے، خشوع یہ ہے کہ ابا کے سامنے کھڑے ہیں، اور ابا نے بڑا سا ڈنڈا لے رکھا ہے، یا استاذ کے سامنے ہیں اور استاذ صاحب نے ڈنڈا لے رکھا ہے، اسوقت کیسا خشوع ہوسکتا ہے، یا بڑے مجرم ہیں اور پولیس یا افسر کے سامنے کھڑے ہیں، کہ ابھی تلوار لگے گی، ابھی ڈنڈا لگے گا، تو کتنا خشوع انسان کے اندر ہوگا، تو ہم تصور کریں کہ وہ کتنا بڑا احکم الحاکمین ہے، سارے بادشاہوں کا بادشاہ، سارے مالکوں کا مالک، سب کا پیدا کرنے والا، اس کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں، تو جیسے ہم بچے ہوکر استاذ یا باپ کے سامنے کھڑے ہیں، یا مجرم ہوکر پولیس افسر کے سامنے کھڑے ہیں، تو سمجھیں کہ یہ خشوع ہے، بس اسی طرح ہم نماز میں اللہ رب العزت کے سامنے کھڑے ہوں ”خاشعون“ کا مطلب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، وہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں ”ساکنون“ یعنی ایسے کھڑے ہوں، جیسے خشک لکڑی رہتی ہے، اس لکڑی کی طرح جو کھڑی ہو کہ اگر پرندہ آکر بیٹھ جائے اور وہ یہ سمجھے کہ یہ لکڑی ہے، اتنا خشوع ہمارے اندر ہونا چاہئے۔

صحابہ کرام کا خشوع

صحابہ کرام کے متعلق آتا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں، اور دشمن تیر چلا رہا ہے، ادھر بھی تیر لگ رہا ہے، ادھر بھی تیر لگ رہا ہے، مگر ان کی نماز میں کچھ فرق نہیں پڑ رہا ہے، ہمارا حال یہ

ہے کہ ذرا سا مچھر کاٹ لے تو کھجلاتے کھجلاتے زبان سے بھی آہ نکل جاتی ہے، اگر چیونٹی آجائے یا مینڈک آجائے تو کود کر بھاگیں گے، یہ کیسا خشوع ہے؟ اور وہاں صحابہ کرام کو تیر لگ رہے ہیں، مگر ان کی نماز میں کچھ فرق نہیں آرہا ہے، یہاں تک کہ بیہوش ہو کر گر پڑے، مگر ان کی طرف سے کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ وہ ہٹ جائیں، اتنا ان کے اندر خشوع تھا، اگر اتنا ہمارے اندر نہیں ہے تو کم سے کم اپنی ناک، سر، پیر، کپڑے ان چیزوں میں احتیاط کرلیں تو اتنا ہی ہمارے لئے کافی ہے، مگر یہ خشوع ہونا چاہئے، تبھی تو اللہ تعالی کامیابی کی ڈگری دے رہا ہے، اس لیے شرط لگادی کہ ایسا خشوع اور اس طرح کی نماز ہونی چاہئے، جو اپنی نمازوں کے اندر خشوع اور خضوع اختیار کرتے ہیں، کچھ بھی ہو جاوے مگر نماز کے اندر ذرا بھی حرکت نہ ہو، ہمارا دھیان نماز کے اندر ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہو، مگر ہوتا کیا ہے کہ ذرا سا کچھ ہوا، دھیان فوراً بدل جاتا ہے، چاہے وہ آواز کے اعتبار سے ہو، یا نماز کی حالت میں کوئی جانور ہمارے سامنے آجاوے، تو کیفیت بالکل بدل جاتی ہے، تو اللہ تعالی کو ایسی کیفیت مطلوب نہیں ہے، ایسی مقصود نہیں ہے، اللہ تعالی تو دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کتنا خشوع وخضوع اختیار کرتے ہو، کچھ بھی ہو جاوے مگر تم اپنی جگہ سے مت ہٹو، تو اس طرح کی نماز اللہ کو چاہئے، اللہ تعالی ہمیں توفیق دے کہ ہم اس طرح کی نماز پڑھیں، تاکہ ہمارے لیے جنت کا سٹیفکیٹ جاری ہو جائے۔

پہلی چیز تو ہوئی کہ "الذین ھم فی صلاتھم خاشعون" کہ ایسے مومن کامیاب ہیں، جو اپنی نماز کے اندر خشوع اختیار کرتے ہیں۔

فضولیات سے اعراض

اللہ تعالی دوسری صفت بیان فرماتے ہیں "والذین ھم عن اللغو معرضون" دوسرا مومن جو کامیاب ہونے والا ہے، یہ وہ شخص ہے جو لغو، بیکار اور فضولیات کی چیزوں سے بچتا ہے، ایسے مومن جو خرافات میں نہیں پڑتے، ایسے مومن جو فضولیات میں نہیں پڑتے، نہ کہیں غیبت میں

مبتلا ہوتے ہیں، نہ ہی کہیں بکواس ہو رہی ہے، اس میں مبتلا ہوتے ہیں، بیٹھکو میں بیٹھ کر، مجلسوں میں بیٹھ کر، اپنے وقت کو ضائع نہیں کرتے ہیں، بلکہ اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں اور اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرتے ہیں، جتنے بھی لغو کام ہیں، جتنے بھی فضولیات کے کام ہیں، جتنے بھی بیکار کام ہیں سب سے بچتے ہیں، سب سے احتراز کرتے ہیں، جو مومن ایسے نہیں بلکہ بازار میں، فضولیات میں، خرافات میں مبتلا رہتے ہیں، ایسے مومن اللہ کو مطلوب نہیں، ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کام ضروری ہے اور یہ کام غیر ضروری، اللہ تعالی نے ہر انسان کو عقل دی ہے، دماغ دیا ہے، فوراً فیصلہ کرلیتے ہیں کہ یہ کام صحیح ہے، یہ کام غلط ہے، یہ کام فائدے کا ہے، یہ کام غیر فائدے کا، یہ کام بیکار ہے، اس کی عقل اس کو بتلا دیتی ہے، یہ اس کے ذہن میں فوراً آجاتا ہے، یہ کام اچھا ہے یا برا ہے، جو اچھے کام کو اختیار کرتا ہے اور برے کام سے پرہیز کرتا ہے تو ایسا مسلمان، ایسا انسان اللہ تعالی کو مطلوب ہے۔

اب ہم دیکھیں اپنی زندگی کے اندر کہ ہم صبح سے شام تک کتنے بیکار کام کرتے ہیں، پتہ ہی نہیں لگتا، کہیں جارہے تھے راستہ میں جھوٹ بول دیا، کہیں بکواس ہو رہی تھی اس میں شریک ہو گئے، یہ بیکار کے کام ہیں، ورنہ اللہ نے کہا کہ تم اپنے وقت کو صحیح کام میں لگاؤ، عبادت میں لگاؤ، بزنس میں لگاؤ، کاروبار میں لگاؤ، صحیح جگہ پر لگاؤ، تمہارا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، اللہ تبارک وتعالی نے تھوڑی سی زندگی دی ہے، اس میں امتحان بھی ہونا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جو عمر دی ہے اللہ نے، اس کا بھی سوال ہوگا کہ ہم نے تمہیں اتنی عمر دی تھی، کہاں گنوائی؟ ایک ایک منٹ کا حساب ہوگا، ہم مزدور سے کام کراتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ بھائی تمہیں آٹھ گھنٹے ڈیوٹی دینی پڑے گی، تبھی تمہیں مزدوری ملے گی، بلکہ اس کو بھی سمجھاتے ہیں، کہ تو ایک بجے گیا اور سوا دو بجے آرہا ہے، اس کا حساب کرتے ہیں، سوا یا ڈیڑھ سو روپئے اس کو دیتے ہیں، تو ہم اس کا حساب کررہے ہیں، جب ہم کھرے کھرے تمہیں سوا یا ڈیڑھ سو روپیہ دے رہے ہیں، تو تم نوکری اور کام میں کمی کیوں کررہے ہو، پندرہ منٹ لیٹ آئے، آدھا

گھنٹہ لیٹ آئے، یہ سب باتیں ہم اپنی زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں، ہم مزدور کو کھیت میں کام پر لگاتے ہیں، تو اس کا حساب لیتے ہیں، تو اللہ نے ہمیں وقت دیا ہے، تو کیا وہ ہمیں یوں ہی چھوڑ دے گا، اللہ نے جو پچاس ساٹھ سال کی زندگی دی ہے، تو کیا وہ ایسے ہی چھوڑ دے گا، اللہ تبارک وتعالی قادر ہیں، ہمارے ایک ایک لمحہ کا حساب ہوگا، ایک ایک منٹ کا حساب ہوگا، کہاں ہم نے وقت گنوایا، کہاں خرچ کیا، اچھی مجلسوں میں خرچ کیا ہے، اچھی باتوں میں خرچ کیا ہے، یا دنیوی بیکار باتوں میں خرچ کیا ہے، یہ ہمیں سوچنا ہے اور اس پر غور کرنا ہے کہ یہ وقت اللہ کی طرف سے ہمیں امانت کے طور پر ملا ہے، ہمارا ذاتی وقت نہیں ہے، اللہ نے وقت دیا اور اس کو بتلایا بھی ہے کہ کہاں کہاں خرچ کرنا ہے، اگر ہم اس کو بیکار جگہوں میں خرچ کریں گے، تو اس کا حساب دینا پڑے گا، اس لیے دوستوں قرآن پاک میں اللہ فرما رہا ہے کہ دوسرا مومن وہ کامیاب ہے، جو بیکار باتوں سے، خرافات سے، فضولیات سے، بیکار مجلسوں سے بچتا رہے، زندگی کے ہر شعبہ میں، زندگی کے ہر ماحول میں، بازار میں، تنہائی میں، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، انفرادی زندگی میں ہو یا اجتماعی زندگی میں، بال بچوں میں ہو یا کہیں اور، اس کو اپنی زندگی کو صحیح صحیح خرچ کرنا ہے، اور اپنی زبان کو سنبھالنا ہے، کہیں ہماری زبان سے کوئی غلط تو نہیں نکل رہا ہے۔

زبان کی حفاظت کے سلسلہ میں آپ کو بتلایا تھا کہ "مایلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید" (۱) انسان کی زبان سے جو بھی نکلتا ہے، فرشتہ متعین ہے، فوراً اس کو لکھ لیتا ہے اور ریکارڈ کرلیتا ہے، اور قیامت کے دن وہی سی ڈی، وہی کیسٹ اس کے سامنے آجائے گی، یہ سب چیزیں اللہ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں، اس لیے ہمیں سوچ سمجھ کر زبان کو کھولنا چاہئے، سوچ سمجھ کر اپنے ہاتھوں کا استعمال کرنا ہے، سوچ سمجھ کر اپنی عقل کو، اپنے دماغ کو استعمال کرنا چاہئے، خرافات کے کاموں میں استعمال کیا، تخریبی کاموں میں استعمال کیا، یا تعمیری کاموں

(۱) سورۂ ق آیت ۱۸

میں استعمال کیا، ان سب کا حساب ہوگا، کہاں خرافات میں استعمال کیا تھا، اور کہاں صحیح جگہ میں استعمال کیا تھا، سب کا حساب ہوگا، عقل کو تم نے کہاں دوڑایا، غلط کام کو سوچا تھا یا اچھے کاموں کی سوچ کی تھی "ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئك کان عنه مسئولا" (۱) تو کان، آنکھ اور دل کو سوچ سمجھ کر استعمال کرنا ہے، تو میرے دوستوں اللہ فرماتا ہے "والذین هم عن اللغو معرضون" جتنے بھی غلط کام ہیں، جتنے بھی خرافات کے کام ہیں، ان سب سے اعراض کرنے والا ہو، بچنے والا ہو۔

زکوۃ دینے والے مومن کامیاب ہیں

تیسری صفت اور کامیابی کا تیسرا اصول اللہ تعالی بیان فرماتے ہیں "والذین هم للزکاة فاعلون" تیسری صفت کے مؤمن جن کو اللہ نے کامیابی کا سٹیفکیٹ دیا ہے، وہ مومن ہیں جو زکوۃ دیتے ہیں، مال دیا ہے اللہ تبارک وتعالی نے، اس کی زکوۃ ادا کرتے ہیں، اس کا ڈھائی فیصد غریبوں کو، فقراء کو، محتاجوں کو، مدرسہ والوں کو، یا جہاں بھی زکوۃ خرچ ہوسکتی ہے، وہاں پر اس کو دیتے ہیں، جہاں بھی زکوۃ کا مصرف ہے، آپ کے دوستوں میں کوئی غریب ہے، اس کو دیا جائے، آپ کے اہل تعلق میں کوئی غریب ہے، اس کو دی جاوے، جو بھی محتاج انسان ہو اس کو دی جاوے، بلکہ قرآن کریم میں جو زکوۃ کے آٹھ مصرف بیان کئے گئے ہیں ان میں سے کسی مصرف میں خرچ کی جائے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: "إنما الصدقات للفقرآء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله و ابن السبیل فریضة من الله" (۲) زکوۃ جو ہے سو وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوۃ کے کام پر جانیوالوں کا اور جن کا دل پرچانا منظور ہے، اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور اللہ کے راستہ میں اور مسافروں کو، ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا۔

زکوۃ ادا کرنے سے مال صاف ہوجاتا ہے، زکوۃ کے ادا کرنے سے مال کے اندر جو گندگی

(۱) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۶ (۲) سورہ توبہ آیت ۶۰

ہوتی ہے، وہ صاف ہوجاتی ہے، اور اگر زکوۃ نہ دی جاوئے تو مال گندہ رہتا ہے، اگر آپ اپنے مال کی زکوۃ صحیح طریقہ سے ادا کرتے ہیں، تو آپ کے مال کو کوئی گزند، کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، آپ کے مال کو کوئی چوری نہیں کرسکتا، آپ کے مال کو کوئی چھین نہیں سکتا اور اگر آپ زکوۃ میں گڑبڑ کرتے ہیں، تو وہ سوتالوں کے اندر ہو، تو چوری ہونے سے کوئی اس کو بچا نہیں سکتا، ضائع ہونے سے کوئی بچا نہیں سکتا، اور اگر آپ صحیح صحیح زکوۃ ادا کرتے ہیں، تو اس مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، اگر ہزار روپیہ راستے میں گر جائے، تو اللہ تعالی تم تک ان کو کسی نہ کسی طریقہ سے پہنچائیں گے، اگر زکوۃ صحیح صحیح ادا ہوئی ہے، اگر زکوۃ میں گڑبڑ ہے، تو تم نے کتنی ہی حفاظت کی ہو، غریبوں کو بھی دیا ہے محتاجوں کو بھی دیا ہے، مگر صحیح طریقہ سے زکوۃ ادا نہیں کی ہے، تو اس کی کوئی گارنٹی اللہ کے یہاں نہیں ہے، اس کے اندر میل کچیل ہے، تو اس کی گارنٹی اللہ کے یہاں نہیں ہے، میرے دوستو! جس کو اس چیز کا یقین ہوجاوئے کہ زکوۃ دے کر مال کی صفائی ہوجاتی ہے، مال کو فلٹر کردیا جاتا ہے، جیسے پانی کو اس کی آلودگی ختم کرنے کے لیے فلٹر کیا جاتا ہے، اسی طریقہ سے مال کو فلٹر کرنے کے لیے زکوۃ ادا کی جاتی ہے "إن اللہ افترض علیهم صدقة فی أموالهم تؤخذ من أغنیاء هم و ترد علی فقراء هم" (۱) اللہ تبارک وتعالی نے اس کے لیے قانون بنایا ہے کہ امت کے مالدار لوگوں سے زکوۃ وصول کی جائے اور امت کے محتاج لوگوں کو زکوۃ دی جائے۔

زکوۃ دینے والے انگریز کے مال کی حفاظت

ابھی ہندوستان کی آزادی سے پہلے کی بات ہے کہ بعض انگریز پڑھے لکھے، جنھوں نے قرآن پڑھ رکھا تھا، قرآن کا مطالعہ کر رکھا تھا، ان کو یقین تھا کہ جو مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ دیں گے، ان کا مال ضائع نہیں ہوسکتا، بہٹ (ضلع سہارنپور) سے آگے پیلو ایک جگہ ہے، وہاں انگریزوں کی کوٹھیاں تھیں، وہ اپنے نوکروں کو کوٹھیوں میں چھوڑ کر جاتے تھے، ایک

(۱) صحیح البخاری کتاب حدیث نمبر ۱۳۰۸/ کتاب الزکوۃ

مرتبہ وہاں انگریزوں کی پوری کالونی میں آگ لگ گئی، تو ایک کوٹھی بیچ میں تھی، اس کا جو چپراسی چوکیدار تھا، اس نے سوچا کہ بھائی اب تو آگ لگ گئی، اور اب تو سب کوٹھیاں جل جائیں گی، تو وہ اپنے مالک کو اطلاع دینے کے لیے فوراً گھوڑے پر سوار ہوکر دلی کے راستہ پر چلا، دو چار دن کے اندر وہ دہلی پہنچ گیا، اور اس نے جاکر خبر دی کہ سر میں آیا ہوں، اس خبر کے ساتھ کہ پوری کوٹھی جل گئی، جیسے ہی آگ لگی تھی وہ نکل گیا تھا، اس کو یقین تھا کہ اب بچنے کا کوئی سوال ہی نہیں، ہوا بھی چل رہی ہے، اور ایسی آگ لگی تھی کہ اس کی کوٹھی کے بچنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا، اس لیے وہ پہلے ہی اطلاع دینے کے لیے چل دیا، تو اس نے کئی مرتبہ انگریز کو کہا کہ سر کوٹھی جل گئی، کئی مرتبہ کہنے کے بعد وہ متوجہ ہوا اور کہا کہ تم کیا کہہ رہے ہو، اس کو یقین تھا، اس کو معلوم تھا کہ میں نے مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ دے رکھی ہے، اس لیے اس نے توجہ نہیں دی مشغول تھا، کچھ دفتری کام کررہا تھا، پھر وہ چیخ کر بولا، سر آپ کو کیا ہوگیا ہے، اس نے کہا کہ دیکھ بھائی میں نے مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ دے رکھی ہے، اوپر والا (اللہ تعالی) میرے مال کو ضائع نہیں کرسکتا، جا تو واپس جا، کیا خبر لے کر آیا ہے، میرا مال ضائع نہیں ہوسکتا ہے اور نہ ہی میری کوٹھی ضائع ہوسکتی ہے، میں نے مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ دے رکھی ہے، وہ ہکا بکا رہ گیا، جاؤ تم جاؤ کوئی میرے مال کو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، وہ واپس آیا تو دیکھا کہ پوری کالونی جل چکی تھی، صرف اس کی کوٹھی باقی تھی، تو جب غیر مسلم کا بھی یہ یقین ہوجاوے، اس قرآن پر، ان باتوں پر، تو اللہ تعالی اس کی حفاظت فرماتے ہیں، ہم مسلمان ہوکر اپنے مال کو صحیح طریقہ سے صاف نہیں کرتے ہیں، تو وہ ضائع ہوجاتا ہے، پھر ہم شکوہ کرتے ہیں، مگر انگریز کا یقین دیکھئے، اس نے کہا کہ میں نے مسلمانوں کے طریقہ پر مال کی زکوۃ دے رکھی ہے، میرے مال کو، میری کوٹھی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے "والذین هم للزکاة فاعلون" جو زکوۃ دیتے ہیں، مال کی حفاظت، یہ تو دنیوی فائدہ ہوا، اور اللہ میاں مرنے کے بعد جنت کا سٹیفکیٹ دے رہا ہے، ایسے آدمی کی جنت پکی، یہ تو ایک مسئلہ ہوا مال کی زکوۃ کا۔

دل کا تزکیہ

زکوۃ دل کی صفائی کو بھی کہتے ہیں، کسی چیز کو صیقل کرتے ہیں، صاف کرتے ہیں، تو جو اپنے دماغوں، دلوں کو صیقل کرتے ہیں، جو اپنے دلوں کی صفائی کرتے ہیں گندگی سے، آلودگیوں سے، دنیا کی خرافات سے، دنیا کی خراب چیزوں سے، ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالی جنت کا سٹرفکیٹ عطا کرتے ہیں، زکوۃ کا ایک مطلب اپنے مال کی صفائی اور ایک مطلب اپنے دل کی، اپنے اخلاق کی، اپنے کردار کی، اپنی زندگی کی صفائی "والذين هم للزكاة فاعلون" جو اپنے اخلاق کی صفائی کرتے ہیں، اپنے دل کا تزکیہ کرتے ہیں، صیقل کرتے ہیں، اللہ تعالی ان لوگوں کو بھی جنت کا سٹرفکیٹ جاری کررہے ہیں کہ ایسے مومن بھی کامیاب ہیں۔

دوستو! اپنے دل کی بھی صفائی کرنی ہے، جیسے مال کی صفائی ضروری ہے، ویسے ہی اپنے دل کی صفائی بھی ضروری ہے، دل کے اندر کسی قسم کی کوئی برائی نہ ہو، اپنے ساتھیوں سے، اپنے دوستوں سے، اپنے مسلمان بھائیوں سے، اپنے اہل تعلق سے، اپنے خاندان والوں سے، اپنے رشتہ داروں سے اور اپنے محلّہ، اپنے گاؤں، اپنے شہر کے لوگوں سے کسی قسم کی خرابی اور کدورت نہ ہو، دل کے اندر کسی کی غیبت نہ ہو، کسی کی چغل خوری نہ ہو، کسی پر بہتان نہ ہو اور کسی کے سلسلہ میں دل کے اندر غلط بات نہ ہو، ان سب چیزوں سے دل صاف ہو، تو ایسا دل بھی اللہ کو مطلوب ہے، ایسے دل والوں کے لیے بھی اللہ تبارک وتعالی کہتے ہیں کہ تمہارے لیے جنت پکی ہے، تو دل کی صفائی ضروری ہے "والذين هم للزكاة فاعلون" کیا کرتے ہیں ایک تو مال کی زکوۃ ادا کرتے ہیں، اور ایک اپنے دل کو صاف کرتے ہیں، تو یہ دو چیزیں ہیں، تیسری چیز میں اللہ تعالی نے دو چیزوں کا مفہوم بیان کیا ہے، ایک دل کی صفائی کا اور ایک مال کی صفائی کا، اگر یہ ہے تو جنت پکی ہے۔

شرم گاہوں کی حفاظت

یہاں سے اللہ تعالی چوتھی چیز فرمارہے ہیں "والذين هم لفروجهم حافظون" جو

98

اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، چاہے مرد ہوں یا عورت، اپنی شرمگاہوں کو صحیح جگہ پر استعمال کرتے ہیں، انکے لیے بھی جنت پکی ہے "إلا على أزواجهم أو ماملكت ايمانهم فانهم غير ملومين" اور اپنی شرمگاہ کو صحیح مصرف میں استعمال کریں، اپنی بیویوں، اپنی کنیزوں یا اپنی باندیوں پر، اس زمانہ میں باندیاں ہوتی تھیں، اب نہیں ہوتی ہیں، شروع کے زمانہ میں آج سے چودہ سو سال پہلے باندیاں ہوتی تھیں، وہ باندیاں کیسی ہوتی تھیں، خریدی جاتی تھیں، اور جب مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہوتی تو جو کافروں کی عورتیں قید ہوکر آتی تھیں وہ مسلمانوں کی باندیاں بن جاتی تھیں، ان سے بھی وہی تعلق قائم کرسکتے ہیں، جو بیوی سے تعلق قائم کرتے ہیں، اگر بیوی ہو یا باندی ہو "فانهم غير ملومين" تو اس پر کوئی اعتراض نہیں اور اس پر کوئی ملامت نہیں، یہ دو صحیح مصرف ہیں، معلوم یہ ہوا کہ اپنی شرمگاہوں کو صحیح مصرف میں استعمال کریں، اپنی بیویوں اور باندیوں میں، اگر ہم اس کو غلط جگہ میں استعمال کریں گے تو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے پکڑ ہوگی اور جنت نہیں ملے گی، ضروری ہے کہ اپنی شرمگاہوں کا صحیح مصرف میں استعمال ہو، اگر ان دونوں مصرف کے علاوہ شرم گاہوں کا استعمال ہوگا تو وہ زنا کہلائے گا اور یہ فواحش میں شمار ہوگا، اور اللہ کی ناراضگی کا سبب بنے گا، اس لیے اصل زنا کے ساتھ دواعی زنا اور اس کے محرکات سے بھی بچنا ضروری ہے۔

جسم کے اعضاء کا زنا

ہماری زبان کا بھی زنا ہے، ہماری آنکھ کا بھی زنا ہے، ہمارے کان کا بھی زنا ہے، ہمارے پیروں کا بھی زنا ہے، اگر ہم نگاہ سے کسی غیر محرم کی طرف دیکھیں گے تو یہ آنکھ کا زنا ہوگا، اگر کسی غیر محرم سے باتیں کریں گے تو یہ زبان کا زنا ہوا، اور کسی غیر محرم کی بات سنیں گے تو یہ ہمارے کان کا زنا ہوا، اور اگر ہم کسی غیر محرم کی طرف پیر سے چلیں گے، تو یہ ہمارے پیر کا زنا ہوا، اگر ہم کسی غیر محرم کو ان ہاتھوں سے چھوئیں گے تو یہ ہاتھ کا زنا ہوا، تو یہ سب چیزیں زنا

ہیں، اوران کی عملی تصدیق انسان شرمگاہ سے کرتا ہے، تواس لیے ان کی بھی حفاظت کرنا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے اس کے لیے صحیح طریقہ رکھا ہے، شریعت نے نکاح کو جائز قرار دیا ہے جوصحیح اورفطری اصول ہے، اس میں کوئی ملامت نہیں ہے، اللہ صاف کہہ رہا ہے اپنی بیویوں کو، اپنی کنیزوں کو، اپنی باندیوں کو استعمال میں لاؤ تو کوئی ملامت نہیں ہے، نہ خاندان میں، نہ قبیلہ میں، نہ معاشرہ میں، نہ محلّہ میں، نہ شہر میں، اورانسان ان کو سمجھ سکتا ہے کہ صحیح مصرف کیا ہے، غلط طریقہ سے اگر استعمال کریں گے، تو یہاں بھی انسان رسوا ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالی کے یہاں بھی رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، تواس لیے دوستو! اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جنت کے مستحق ہونے کے لیے شرمگاہوں کی حفاظت بھی ضروری ہے "والذين هم لفروجهم حافظون إلا على ازواجهم او ماملكت ايمانهم فانهم غيرملومين" پھرتو کوئی ملامت نہیں ہے، کوئی اعتراض نہیں ہے۔

غلط راہ اختیار کرنے والا حدوں کو پار کرنیوالا ہے

"فمن ابتغى ورآء ذلك فالئك هم العادون" لیکن اس کے علاوہ اگر کوئی غلط راہ اختیار کرتا ہے، صحیح جگہ کو چھوڑ کر غیر فطری راہ اختیار کرتا ہے، تو وہ راہ سے بھٹکنے والا ہے، اور حد کو پار کرنیوالا ہے، اس کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے سخت وعیدیں ہیں اور سخت پکڑ ہے، اس لیے ایسی چیزوں سے جو غلط ہیں مثلاً زبان کا، دل کا، دماغ کا، سب کا زنا ہوسکتا ہے، اگر ہم ان کو ان چیزوں میں استعمال کریں تو گناہ ہوگا، ان سب چیزوں سے بچنا ہے، تو ہم اللہ کی طرف سے انعام اور جنت کے مستحق ہوں گے، اور اگر یہ ان چیزوں میں لگتے ہیں، تو پھر اللہ کی طرف سے انعام اور جنت کے مستحق نہیں ہوں گے، اس لیے اس کے بعد اگر کوئی اس راہ سے ہٹتا ہے، اس راہ سے تجاوز کرتا ہے "فأولئك هم العادون" یہ لوگ تو حد سے بڑھ جانے والے ہیں، حد کو پار کرنے والے ہیں، جو حد کو پار کرنے والا ہوتا ہے اس کو دنیا میں نہیں بخشا

جاتا، تو اللہ تعالی کیسے بخش دیں گے، ہمارے سامنے کوئی جانور جھوٹا بھینسا سرکشی کرتا ہے، یا نافرمانی کرتا ہے، کسی کے کھیت میں گھس جاتا ہے، تو اس کو ہم ڈنڈا مارتے ہیں، اس کو تنبیہ کرتے ہیں، اور کوئی ہم جیسا انسان بھی غلط کاری کرتا ہے، تو اس کو نہیں بخشتے، اس کو معقول سزا دیتے ہیں، تو آپ بتائیے وہ جو احکم الحاکمین ہے، اس کے حکم کی خلاف ورزی کریں تو کیا وہ چھوڑ دے گا، ہرگز نہیں چھوڑے گا، ہاں مگر اس کی رحمت، اس کا کرم وسیع ہے، اگر وہ چاہے تو بخش بھی سکتا ہے، مگر اس نے قانون بنا دیا ہے اور اس کے قانون میں تبدیلی نہیں "ولن تجدلسنة الله تبديلا" اللہ کا قانون اٹل، اللہ کی سنت اٹل ہے، اللہ کے قانون کے اندر کوئی تبدیلی نہیں، اللہ تعالی قادر مطلق ہے، وہ جو چاہے کرے، مگر اس نے اپنا ایک قانون بنایا ہے، ایک نظام بنایا ہے، اس نظام پر وہ اٹل رہتا ہے، اللہ کے قانون کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہے، اس کی سنت کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

امانت کا پاس ولحاظ کرنے والے

اللہ تعالی فرماتے ہیں "والذين هم لامانتهم وعهدهم راعون" پانچویں چیز کیا ہے، وہ مومن جو امانت کا پاس ولحاظ کرتے ہیں، اور عہد کا پاس ولحاظ کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے معاشرہ میں سمجھتے ہیں کہ فلاں کے پاس دس روپیہ رکھ دیئے، یہ امانت ہے، امانت کا بھی بہت وسیع مفہوم ہے، ایک تو یہ کہ کسی کے پاس مال رکھ دیا، اور دس مہینہ کے بعد ہم اس سے لے لیں گے، یہ بھی امانت ہے، اس میں خرد برد نہیں ہونا چاہئے، جو نوٹ سوسو کے رکھے تھے، وہی ملنے چاہئے، یہ نہیں کہ ایک مہینہ بعد دینے ہیں، لہٰذا چلو ہم ان کو چلالیں، یہ خیانت ہے، یا سامان رکھا تھا کچھ، یا دس کلو گندم رکھا تھا کہ بھائی بعد میں لے لیں گے، اور اس کو استعمال کرلیا، تو یہ بھی امانت میں خیانت ہوگی، امانت یہ ہے کہ جو چیز رکھی تھی، وہی ہم اس کو واپس کریں، اس میں کسی قسم کی خرد برد نہ ہو، کسی قسم کی کمی نہ ہو۔

بات بھی امانت ہے

امانت کے اندر بات بھی ہے، کسی کو کوئی بات بتلائی کہ دیکھو بھائی تم کو بتلاتا ہوں، تم میرے دوست ہو، یہ بات بس تمہیں تک رہے، آگے نہ پہنچے، یہ بھی امانت ہے، اب آپ کے پاس کسی نے بات رکھی ہے، وہ بھی امانت ہے، اس کا پاس ولحاظ کرنا آپ کی ذمہ داری بنتی ہے، جتنا گناہ مال کے اندر خیانت کرنے کا ہے، اتنا ہی گناہ بات کے اندر خیانت کرنے کا ہے، اس نے یہ تو کہا تھا کہ بھائی صرف تم کو بتلا رہا ہوں اور کسی کو مت بتانا، مگر آپ نے اپنے کسی دوست کو بتلا دیا، آج ماحول کیا ہے، میں نے آپ کو کوئی بات بتلا دی، تم تو میرے دوست ہو، مگر آپ نے اپنے خاص دوست کو بتلا دیا، اس نے اپنے خاص کو بتلا دی، بات ایک دم سے خاص خاص میں عام ہو جاتی ہے، جب کوئی معاہدہ کر لیا، تو یہ بات ہماری تمہاری امانت ہے، تو اس کا پاس ولحاظ کرو، ان چیزوں کی پابندی کرو، اور ان چیزوں کا پاس ولحاظ کرو، امانت میں ذرا بھی گڑبڑی نہ ہونی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امین تھے

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب امین تھا، نبوت سے پہلے بھی مکہ کے سارے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھتے تھے، کیوں رکھتے تھے؟ وہاں گڑبڑی کا کوئی شائبہ ہی نہیں تھا، سب آپ کے پاس رکھتے تھے، جو آپ کی جان کے دشمن تھے، وہ بھی کہتے تھے بھائی مال رکھنا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھو، وہاں کوئی گڑبڑی نہیں ہے، جس رات آپ کو ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانا تھا، اس روز بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کافروں کی امانتیں رکھی ہوئی تھیں، مسلمانوں کی بھی تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر گئے کہ دیکھو یہ امانتیں جن جن کی ہیں، ان کو دیدینا، اور آج تم میرے بستر پر لیٹنا؛ کیونکہ کافروں سے بچ کر نکلنا تھا، اگر ان کو دن میں امانتیں لوٹا دیتے، تو پتہ چل

جاتا، لیکن اس حکمت سے امانت کا پاس ولحاظ کیا، کوئی اور ہوتا تو گڑبڑی کر دیتا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کو درس دینا تھا کہ دیکھو امانت امانت ہے، امانت میں کوئی خیانت نہیں ہونی چاہئے، یہ امانت کی اہمیت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تربیت فرمائی صحابہ کرام کی، تو امانت کا بہت وسیع مفہوم ہے، اس میں ہم لوگ بہت کوتاہی کرتے ہیں، کسی نے سو روپیہ رکھ دیا کہ بھائی لو مجھے جب ضرورت ہوگی میں لے لوں گا، آپ نے اس کو خرچ کر دیا کہ جب ضرورت ہوگی دے دوں گا، نہیں گڑبڑی کر دی، اس لیے کہ خرچ کرنے کا آپ کو اختیار ہی نہیں تھا، اگر وہ کہہ دے کہ لو میرے بھائی تمہارے پاس میرے پیسے ہیں، تمہیں ضرورت ہوگی تو خرچ کر لینا، مگر جب مجھے ضرورت پڑے گی تو دیدینا، تو اب گڑبڑی نہیں ہے، چونکہ اس نے اجازت دے دی، لیکن اس نے کہا کہ بھائی یہ امانت ہے اور یہ نہیں کہا کہ اس کو خرچ کر لینا، پھر اس کے باوجود تم اس کو خرچ کرتے ہو، تو یہ امانت میں خیانت ہے، اور اللہ کے یہاں سخت پکڑ ہے۔

منافقین کی تین علامتیں ہیں

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ثلاث من کن فیہ فھو منافق اذاحدث کذب، وإذا أوتمن خان وإذا وعد اخلف" (۱) کہ منافق کی تین علامتیں ہیں:

(۱) جب بولے تو جھوٹ بولے۔

(۲) جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

(۳) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔

ایسے لوگ منافق ہیں، منافق اسے بھی کہتے ہیں کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ ہو، اور منافقین کے لیے قرآن کریم میں مستقل ایک سورت ہے، منافقین کے لیے سخت عذاب

(۱) سنن النسائی حدیث نمبر ۴۹۳۷/ کتاب الایمان وشرائعہ

ہے، کافروں سے بھی زیادہ، اسی لیے امانت کے اندر خیانت کرنے والے کے لیے زیادہ گناہ ہے، زیادہ عذاب ہے "والذین ھم لامانتھم" جو لوگ امانت کا پاس ولحاظ کرتے ہیں، امانت امانت دار کو ادا کرتے ہیں، اس میں کوئی خیانت نہیں کرتے، یہ لوگ بھی جنت کے مستحق ہیں۔

عہد کا پاس ولحاظ کرنے والے

"وعھدھم راعون" جس سے جو وعدہ کریں اس کو پورا کرتے ہیں، کہ پانچ روپیہ دیدو اور میں کل دے دوں گا، تو اگر کل نہیں دیتا ہے تو یہ بھی منافق ہے، عہد کا پاس ولحاظ یہ بھی ضروری ہے، جس سے جو وعدہ کرلیا، اس کو نبھاؤ، پہلے وعدہ ہی سوچ سمجھ کر کرو، گنجائش رکھ کر وعدہ کرو تا کہ پورا کرنے میں آسانی ہو، یہ نہیں کہ جلدی میں تم نے وعدہ کرلیا اور وہ نبھایا نہیں جاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پہلے کسی آدمی سے کوئی معاہدہ کرلیا کہ بھائی کل کو فلاں جگہ ملوں گا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک اس کے انتظار میں اس جگہ پر کھڑے رہے وہ آدمی تیسرے دن آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک کھڑے رہے، اور آج حال یہ ہے کہ ہم وعدہ کررہے ہیں اور ہم خود ہی نہیں جاتے، یہ ہمارا ماحول ہے، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا اور اس کی اہمیت کا پتہ تھا، اس لیے تین دن تک انتظار کرنا پڑا، اور تیسرے دن وہ آدمی آیا، تو اس لیے جب کسی سے کوئی معاہدہ کرلیا کسی کام کا، تو اس کا لحاظ کرنا ضروری ہے، کسی سے کوئی وعدہ کرلو تو اس کو نبھاؤ "یاایھاالذین امنوآ اوفوا بالعقود" (۱) اے ایمان والو! کسی سے کوئی وعدہ کرو تو اس وعدہ کو نبھاؤ، اس کو پورا کرو، اگر وعدہ نبھاؤ گے تو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے جنت پکی ہے، وعدہ نہیں نبھاؤ گے تو گنہ گار ہوگے، ایک تو تکلیف وعدہ کرکے نہ نبھانے کی، یہ دنیاوی نقصان، جھوٹوں میں تمہارا شمار، آخرت میں اللہ کے یہاں کچھ نہیں ملے گا، اگر آپ کہتے ہوا اپنے بیٹے سے کہ میں شہر

(۱) سورہ مائدہ آیت ا

جارہا ہوں تمہارے لیے چیز لاؤں گا، تو اگر نہیں لائے یہ جھوٹ ہے، وعدہ خلافی ہے، یہ تو آپ وعدہ خلافی کررہے ہیں، یا گھر پر کوئی دروازہ پر آیا، فلاں ہے؟ اور آپ نے بچوں سے کہلوادیا کہ جاکر کہہ دو کہ ابو نہیں ہیں، تو اس بچہ کے دماغ پر کیا اثر پڑ رہا ہے، وہ سوچتا ہے کہ ابو موجود ہیں، یہ بھی جھوٹ ہے، وعدہ کے خلاف، عہد کے خلاف ہے، اور آپ کے بچے کی تربیت غلط ہو رہی ہے۔

میرے عزیز واور میرے دوستو! یہ معمولی معمولی چیزیں ہیں، جن پر ہم توجہ نہیں دیتے کہ بچوں کی تربیت کیسی ہورہی ہے، انھیں ہم غلط سبق دے رہے ہیں، وعدہ وفا کرنے کا جذبہ ان کے اندر ڈالنا تھا، مگر ہم جھوٹ کا بیج ان کے اندر ڈال رہے ہیں، اگر یہ چیزیں ان کے اندر ڈالیں گے تو ان کی زندگی خراب ہوگی، اور ذریعہ ہم لوگ بنیں گے "والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون" پانچویں چیز میں اللہ نے دو چیزوں کو بیان کیا ہے، ایک تو امانت کا پاس ولحاظ کرنا اور ایک وعدہ کو وفا کرنا، جس سے وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو، تو اللہ تعالی کو ایسے مومن مطلوب ہیں، اور ایسے مومن کے لیے کامیابی ہے، ایسے مومنوں کے لیے جنت پکی ہے۔

نمازوں کی پابندی کرنے والے

اللہ تعالی فرماتے ہیں چھٹی چیز "والذین ھم علی صلواتھم یحافظون" جو اپنی نمازوں پر پابندی کرتے ہیں، شروع میں نماز کے اندر خشوع وخضوع کو بیان کیا ہے، اور اس آیت میں فرمارہے ہیں کہ نمازوں کی پابندی کرنے والے بھی جنت کے مستحق ہیں، معلوم ہوا کہ نماز مہتم بالشان چیز ہے، نماز بہت اہم ہے، اسی لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الصلوۃ عمادالدین" نماز دین کا ستون ہے "من اقامھا اقام الدین" جس نے نماز کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا "ومن ترکھا فقد ھدم الدین" اور جس نے اس کے اندر سستی وغفلت کی اور نماز کو چھوڑا، اس نے دین کو ڈھادیا، اور ایک حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "لاتترك الصلوة متعمداً فإنه من ترك الصلوة متعمداً فقد برئت منه ذمة

"اللّٰہ ورسولہ"(۱) کہ جان بوجھ کر نماز کو مت چھوڑو، جس نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑا، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس کے ذمے سے بری ہے، اس کی حفاظت سے بری ہے، اس نے کافروں والا عمل کیا، نماز مومن اور کافر کے درمیان حد فاصل ہے، ورنہ ہمارے اور کافر میں کیا فرق ہے؟ حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں مومن اور کافر کے درمیان حد فاصل نماز ہے، نماز پڑھتا ہے تو سمجھ لیجیے وہ مومن ہے، اور نہیں پڑھتا تو وہ کافر ہے "من ترك الصلوة متعمداً فقد كفر" جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا، تو نماز کی پابندی کا مطلب یہ ہے کہ نماز ہو اور جماعت کے ساتھ اور مسجد میں ہو، ہم کیا کرتے ہیں نماز تو پڑھ رہے ہیں، مگر وقت پر نہیں بلکہ سورج نکلنے میں جب پانچ منٹ باقی رہتے ہیں تب، اور عصر کے وقت کام اور باتوں میں اتنے مشغول رہتے ہیں کہ وقت جانے کے بعد، ارے جلدی سے نماز پڑھ لو، ورنہ وقت ختم ہو جائے گا، تو یہ وقت پر نہیں ہے، وقت پر ہو اس لیے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ان الصلوة كانت على المومنين كتابا موقوتا"(۲) نماز مومنین پر متعینہ وقت پر فرض کی گئی ہے، ظہر کی ظہر میں، عصر کی عصر میں، مغرب کی مغرب میں، عشاء کی عشاء میں، فجر کی فجر میں، ورنہ جب چاہے پڑھ لیں، اس لیے اللہ تعالیٰ تاکید کے ساتھ کہتا ہے کہ مومنین پر نماز وقت متعینہ پر فرض کی گئی ہے، اس سے آگے پیچھے کرنا یہ اس کی غلطی ہے، اس کے گناہ کا ذریعہ ہے، اللہ چاہتا ہے کہ نماز وقت پر ہو، ہم لوگ کیا کرتے ہیں، وقت پر نہیں ہوتی ہے، دوسرے جماعت سے نہیں ہوتی ہے، تیسرے مسجد میں نہیں ہوتی، ایک تو بے وقت پڑھ رہے ہیں اور بغیر جماعت کے پڑھ رہے ہیں اور تیسرے گھر میں پڑھ رہے ہیں، مسجد میں نہیں، تو تینوں چیزیں لازمی ہیں، وقت پر بھی ہو، جماعت سے بھی ہو اور مسجد میں بھی ہو، ایسی عبادت کرنے والا ہو اور اگر یہ بات نہیں ہے تو نماز کی پابندی کرنے والا نہیں ہے، تو میرے دوستو! اللہ تاکید کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ نماز میں خشوع ہو اور نماز کی حفاظت ہو اور آخیر میں کہہ رہا ہے کہ نماز میں پابندی بھی مطلوب ہے، پھر جنت کا استحقاق ہے۔

(۱) مسند احمد حدیث نمبر ۲۶۰۹۸ رکتاب مسند القبائل (۲) سورہ نساء آیت ۱۰۳

کامیاب ہونے والے آٹھ قسم کے لوگ

یہاں موٹے موٹے انداز میں چھ باتیں بتائی ہیں، لیکن دراصل یہ آٹھ باتیں ہوئیں:

(۱) نماز کے اندر خشوع وخضوع ہو

(۲) فضولیات اور بیکار باتوں سے پرہیز ہو

(۳) شرمگاہوں کی حفاظت

(۴) مال کی زکوۃ

(۵) تزکیہ قلب

(۶) امانت کا پاس ولحاظ

(۷) وعدہ کا پورا کرنا

(۸) نمازوں کی پابندی ہو

اس طرح یہ کل آٹھ باتیں ہوگئیں، بیان ہم نے چھ باتیں کیں، مگر دو چیزیں مزید بیان کیں، مال کی زکوۃ کے ساتھ ایک چیز اور تزکیہ دل کا، اور امانت کے پاس ولحاظ کے ساتھ وعدہ کا پورا کرنا، یہ ضروری ہے، اب یہ آٹھ چیزیں ہوجائیں گی۔

جنت الفردوس کے وارث

اللہ تعالیٰ آگے فرمارہے ہیں "اولئك هم الوارثون" یہی تو لوگ ہیں جو وارث بنیں گے، کس چیز کے وارث بنیں گے؟ "الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون" یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہوں گے، یہی لوگ جنت میں جائیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، وہ جنت کیسی ہوگی "عرضها السموات والارض اعدت للمتقين" ایسی جنت جس کی لمبائی، چوڑائی آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے، اور وہ متقی لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے، دوستو یہ آٹھ چیزیں ہیں، ایک مسلمان کو، ایک مومن کو ان کی پابندی ضروری

ہے، اگران چیزوں کا لحاظ کیا جائے، تو انشاء اللہ جنت پکی ہے، اوراگران کے اندر کوتاہی ہوگی، تو خسارہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، گارنٹی ہے جنت کی اگران چیزوں پر انسان کاربند ہوجائے، پھراللہ کوایسے مومن مطلوب ہیں، اللہ تبارک وتعالی ہمیں ان آٹھ چیزوں کوخاص طور سے اختیار کرنے اور جس طریقہ سے اللہ کومطلوب ہے اس طریقہ سے اداکرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور پکے سچے مسلمان بنادے اور ہمارا شمار کامیاب مومنین میں فرمادے، ایسے کامیاب مومنین کہ جن کے لیے جنت کے وارث ہونے کا اعلان ہے، اللہ تعالی ہماری کوششوں کو، ہماری محنتوں کوقبول فرمائے اور ہمیں ایسے عمل کرنے کی توفیق عطافرمائے۔

حلال طریقے سے کمانا بھی ایک فریضہ ہے

یہ بیان ۱۸/ مارچ ۲۰۰۹ء
بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی
جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک
مجمع میں ہوا۔

حلال طریقے سے کمانا بھی ایک فریضہ ہے

کسب حلال

میرے دینی بھائیو! گذشتہ ہفتہ ہم نے کامیابی کے متعلق کچھ اصول بیان کئے تھے، کہ انسان کیسے کامیاب ہوگا، لیکن وہ اخروی کامیابی تھی، چونکہ زندگی ہمیں دنیا میں گزارنی ہے، یہاں ہمیں کس طریقہ سے زندگی گزارنی ہے، اور کیا ہمارا معاش ہو، جس سے ہم زندہ رہ سکیں، اس کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال کمائی، حلال روزی، حلال رزق، حلال طریقہ سے کمایا جائے اور حلال طریقہ سے خرچ کیا جائے، اور حلال طریقہ سے اپنی زندگی کی ضروریات پوری کی جائیں، آج اس موضوع پر گفتگو ہوگی۔

فرائض کے بعد کمانا بھی فرض ہے

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "طلب كسب الحلال بعد الفريضة فريضة" (۱) کہ حلال کو طلب کرنا فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے، فرائض کے بعد دوسرا فریضہ وہ کسب حلال ہے، فرائض جو انسان کے ذمہ ہیں، جو انسان پر ضروری ہیں وہ ہم جانتے ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوۃ یہ سب معلوم ہے، لیکن اس کے بعد دوسرے نمبر پر دوسرے درجہ کا جو فریضہ ہے، وہ کسب حلال ہے، کسب حلال، حلال طریقہ سے کمانا، ہماری زندگی کی بنیاد، ہماری زندگی کی جو اساس ہے، ہماری زندگی کا جو چلنا ہے وہ اسی پر ہے کہ ہم کس طریقہ

(۱) کنز العمال جلد۴ حدیث ۹۲۳۱

سے کماتے ہیں، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے فریضے ہیں ان فریضوں کے بعد دوسرے درجہ کا فریضہ وہ حلال کمائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کمانا یہ بھی انسان کے لیے ضروری ہے، اس لیے کہ اگر نہیں کمائے گا، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے، یہ اسلام کی تعلیم نہیں ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ بھائی ہم مسلمان ہیں، ہم ایسے ہیں، ویسے ہیں، ہم کو اللہ کھلائے گا تو کھائیں گے ورنہ نہیں کھائیں گے۔

توکل کرنے والا

بعض بزرگوں کے واقعات اس طرح مشہور ہیں کہ ان لوگوں نے توکل کیا، وہ لوگ کھاتے نہیں تھے، بس ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہتے تھے کہ اللہ جب کھلائیں گے تب کھائیں گے، ورنہ نہیں کھائیں گے، ان لوگوں کی دو شکلیں ہوسکتی ہیں، یا تو وہ لوگ مجذوب تھے، مجذوب وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی یاد میں ایسے مست ہوجاتے ہیں کہ دنیا سے ان کا کوئی واسطہ نہیں، وہ لوگ ایسے کام کرتے ہیں کہ وہ دنیا سے ماوراء ہوتے ہیں، یا تو وہ بزرگ ایسے تھے کہ یہ ان کی پوزیشن تھی کہ دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں، دوسرے وہ لوگ ایسے بزرگ تھے کہ ان کا توکل، ان کا اعتماد اللہ پر اس درجہ تھا کہ پندرہ بیس دن بھی فاقہ کرنا پڑے، تو وہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس وقت تک ہم نہیں کھائیں گے جب تک اللہ نہ کھلائے، اس درجہ کا توکل، اس درجہ کا اعتماد اور اس درجہ کا ایمان ہم لوگوں میں کہاں ہے؟ ہم لوگوں کو ایک وقت روٹی نہ ملے پریشان ہوجاتے ہیں، دو وقت نہ ملے حالت خراب، تین وقت نہ ملے مرجائیں گے، یہ تو اعلی درجہ کی بات ہے؛ لیکن ہمیں اس سے دلیل نہیں پکڑنی ہے، ہمارے لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اسوہ ہے "لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة" (۱) ہمیں تو اللہ اور اس کے رسول بتلا رہے ہیں کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کماؤ حلال طریقے سے۔

(۱) سورۂ احزاب آیت ۲۱

اسلام میں رہبانیت نہیں

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے،عیسائی لوگ کہتے تھے کہ اس سے اللہ کی قربت حاصل ہوگی، ان کے یہاں رہبانیت تھی، وہ دنیا کو چھوڑ کر جنگل میں جھونپڑی ڈال کر بس اللہ اللہ کرتے تھے، اور یہ رہبانیت بھی اللہ کی طرف سے نہیں تھی بلکہ یہ تو "ورھبانیة ابتدعوھا ما کتبنھا علیھم إلا ابتغاء رضوان اللّٰہ" (۱) یہ بھی انہوں نے خود گھڑ رکھی تھی، اللہ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا، اس لیے کہ "لا رھبانیة فی الاسلام" اسلام کے اندر رہبانیت نہیں ہے، اسلام کے اندر تو اعتدال ہے، اسلام کے اندر تو درمیانی راہ ہے اور میانہ روی ہے کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ کماؤ، کیسے کماؤ؟ مختلف ذریعہ سے، حلال طریقہ سے، دین کے اندر کمانے کا مسئلہ بہت ہی مہتم بالشان ہے کہ زندگی کی اساس ہی کمانے کھانے پر ہے۔

روزی کمانا بھی پیغمبروں کی سنت ہے

جتنے بھی پیغمبر آئے، انہوں نے کسی نہ کسی طریقہ سے کمائی کو ذریعہ بنایا، بعض پیغمبروں نے لکڑی کا کام کیا اور اپنی روزی روٹی کا مسئلہ حل کیا، بعض پیغمبروں نے زرہ بنانے کا کام کیا، بعض پیغمبروں نے مزدوری کی، بعض پیغمبروں نے مزدوری پر بکریاں چرائیں، خود ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے اندر بکریاں چرائیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ بچپن میں میں یہاں بکریاں چرایا کرتا تھا، تو کن کی بکریاں دوسرے لوگوں کی بکریاں، اجرت پر، مزدوری پر، بکریاں چرائی جاتی تھیں، اس سے روزی ملتی تھی اور بزنس بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان لے کر بزنس کے سلسلے میں دو مرتبہ ملک شام بھی گئے، اور حضور نے کھیتی بھی کی، مدینہ کے پاس ایک مقام جرق ہے، وہاں پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشت بھی کی، اس دنیا

(۱) سورہ حدید آیت ۲۷

کے اندر ہم جتنے بھی کام کر رہے ہیں، کمانے کے جتنے ذریعے ہیں، جتنے بھی حلال طریقے ہیں، ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے، تو ہم زندگی کے جس شعبہ میں بھی کمائیں، یہ ہمارے لیے دین بن جاتا ہے، اگر ہم بزنس اس نیت سے کریں کہ یہ اسلام کی ایک شاخ ہے، اور ہماری کمائی کا ذریعہ ہے، یہ بھی دین ہے، اگر ہم بزنس اس نیت سے کر رہے ہیں کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بزنس کرتے تھے، تو یہ سنت ہے اور یہ کمائی ہمارے لیے حلال طریقہ سے ہے، اگر ہم کھیت میں کام کر رہے ہیں، تو اس میں بھی یہ نیت کر لی جائے، غرضیکہ زندگی کے جتنے بھی شعبے ہیں، جتنے بھی کام کے طریقے ہیں، اس میں ہم نیت رکھیں کہ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اس طرح سنت کے بدلہ میں ہمارا دین بھی بن جائے گا، دنیا تو بن ہی رہی ہے، چونکہ ہم نے سنت کی نیت کی ہے، ہمارا دین بھی بن جائے گا، روزی تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دے رہے ہیں، اس کو حلال طریقہ سے ہم کو حاصل کرنا ہے۔

زیادہ ہوشیاری حرام کا ذریعہ بن جاتی ہے

بعض مرتبہ ہم اس میں کوتاہی کرتے ہیں کہ کماتے تو ہیں، لیکن کہیں ڈنڈی مار دیتے ہیں، اس کی مثال آپ سمجھ لیجئے کہ ہم کہیں جا رہے ہیں، اور یہاں سے چھٹمل پور کا کرایہ مثلاً آٹھ یا دس روپیہ ہے، تو ہم نے اس کو پانچ یا چھ روپئے دیئے، دو یا چار روپئے کم دیئے، تو اس کا حق ہم پر آٹھ روپیہ یا دس روپیہ بن رہا تھا؛ لیکن ہم نے اس کو پانچ یا چھ دیئے تو ہم نے اپنی عقلمندی سے جو پیسہ بچایا ہے، یہ حرام ہے، ہم نے اپنی عقلمندی اور اپنی ہوشیاری سے جو کم دیئے ہیں، یہ ہمارے ہی لیے نقصان ہے، مگر ذہن میں نہیں آتا، پتہ نہیں چلتا ہم نے تو اپنی ہوشیاری میں ایک روپیہ کم کر کے دیا ہے، تو ہماری حلال کمائی کے اندر یہ ایک یا دو روپیہ حرام کا آ گیا، یا مثلاً ٹرین میں سفر کرتے ہیں، اس کی مثال میں آپ کو دوں کہ ٹکٹ لیا تھرڈ کلاس کا اور بیٹھ گئے جا کر فرسٹ کلاس کے ڈبہ میں، راستہ میں ٹی ٹی آئے یا نہ آئے، مگر یہ اللہ کے ساتھ دھوکہ کیا،

حکومت کیساتھ دھوکہ کیا، ہم نے ٹکٹ خریدا دس روپیہ والا اور جا کر بیٹھ رہے ہیں بیس روپیہ والے میں، یہ صحیح ہے کہ ٹی ٹی نہیں آیا، مظفر نگر تک، دہلی تک، مگر ہم مجرم تو ہوئے، حق تو یہ تھا کہ دس روپیہ والی سیٹ پر جا کر بیٹھتے، مگر ہم بیس روپیہ والی سیٹ پر جا کر بیٹھے، تو ہم نے جو دس روپیہ کا فائدہ کیا ہے، تو یہ دس روپیہ ہماری کمائی میں حرام ہے، یا مثلاً ٹرین میں آپ اپنے ساتھ بیس کلووزن لے جا سکتے ہیں؛ لیکن آپ اپنے ساتھ پچیس کلو لے گئے، تو پانچ کلووزن جو زیادہ لے جا رہے ہیں یا تو جرمانہ بھریئے یا تو ٹرین میں کرایہ دیجئے، آپ جہاز میں جا رہے ہیں حاجی صاحب ہیں اور سامان صرف ۳۵ رکلو لے جانا ہے لیکن پھر بھی آپ نے چالیس کلو لے لیا اور اپنی ہوشیاری دکھا رہے ہیں، اور قانون کہتا ہے کہ ۳۵ رکلو لے جا سکتے ہیں، اگر آپ افسر سے صلح کر لیتے ہیں، یا اس کے ملازم سے، تو یہ ملازم ہے مالک تو نہیں، اس لیے قانون تو یہ ہے کہ ۳۵ رکلو لے جا سکتا ہے مگر یہ صلح کر کے دس روپیہ، پانچ روپیہ دے کر اپنا سامان لوڈ کرا لیتا ہے، تو جو پانچ کلووزن کے سامان میں جو بچت کی ہے سو روپیہ دے کر، یہ اس کی کمائی میں حرام ہے، یہ معمولی معمولی باتیں ہیں، جو ہمیں سمجھ میں نہیں آتیں، کیسے ہماری روزی حرام بن جاتی ہے، حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسب حلال، حلال طریقہ سے کمانا جیسے اور فریضے ہیں، ان فریضوں کے بعد دوسرے نمبر پر یہ بھی فریضہ ہے، اصل مقصود تو اللہ کی عبادت، اللہ کی رضا، اللہ کی اطاعت اور اس کی فرمانبرداری ہے ،لیکن چونکہ زندگی گزارنے کے لیے زندگی میں کچھ اپنی کمر کو سیدھی کرنے کے لیے روزی چاہئے اور اس کے اندر ہمیں افراط اور تفریط سے بچنا ہے۔

دینی فرائض کو سمجھنا ضروری ہے

مثلاً چونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ہم کمائیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ہم اپنے بال بچوں کا پیٹ پالیں، یہ عبادت ہے، اور کام

کرتے کرتے ظہر کا ٹائم ہو گیا، اب کیا تقاضہ ہے، اب تقاضہ یہ ہے کہ نماز پڑھی جائے، یا کام میں لگے رہیں، ٹھیک ہے کام میں لگا رہنا، مگر اب اللہ کا حکم ہے کہ نماز کی طرف آؤ، کامیابی کی طرف آؤ، تو نماز ضروری ہے، حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرما رہے ہیں، فرائض کے بعد دوسرا درجہ کس چیز کا ہے، کمانے کا "كسب الحلال بعد الفريضة فريضة" جو اللہ کے فرائض ہیں، ان کے بعد کمانا ہے۔

ایک ڈاکٹر کی مثال

اس کی مثال سمجھئے، ایک ڈاکٹر صاحب اپنی کلینک پر جاتے تھے، وہاں مریضوں کو دیکھتے تھے اور شام کو جب گھر پر آتے تھے تو عشاء اور مغرب اکٹھا پڑھتے تھے، تو ایک روز بیوی نے کہا کہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے، اور آپ اکٹھے کیوں پڑھ رہے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ مسئلہ معلوم ہے؟ اصل میں خدا کی مخلوق کی خدمت کرتا ہوں اور خدمت خلق بھی عبادت ہے، اللہ کی عبادت کرتا ہوں، اور نماز بھی اللہ کی عبادت ہے، تو میں اس فریضہ کو بھی ادا کرتا ہوں، وہ اہم فریضہ ہے، اگر اتنی دیر نماز پڑھوں گا، خدا کی مخلوق کو نقصان ہوگا، ڈاکٹر نے یہ نکتہ غلط سمجھ لیا، حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ کمانا فریضہ ہے مگر فرائض کے بعد، جو فرائض ہم پر ضروری ہیں، ان کے بعد اس کو بھی یاد رکھنا ہے، کہ فرائض خداوندی کے بعد کمانا فرض ہے، اب اس نے اس کو غلط سمجھ لیا، اس نے اہم فریضہ کو چھوڑ دیا، اور بندوں والے فریضہ کو لے لیا، حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تاکید کے ساتھ فرما رہے ہیں "بعد الفريضة" فرائض کے بعد، اور خدمت خلق وہ بعد کے فرائض میں سے ہے، اللہ کے فرائض پہلے ہیں، تو ایسی غلطی ہو جاتی ہے، انسان کو احساس تک نہیں ہوتا، پتہ نہیں چلتا تو کیسے حلال کمائی حرام بن جاتی ہے، سوچ رہا ہے کہ میں حلال کما رہا ہوں مگر وہ حرام ہے، اب جتنی اس نے نماز کے وقت میں کمائی کی ہے، اللہ کی نافرمانی کر کے کی ہے، یہ

سب حرام و ناجائز ہے، اللہ کا قرب حاصل نہیں ہوا؛ بلکہ اللہ کی ناراضگی کا سبب بنا ہے، اس لیے کہ اللہ کے فریضہ کو اس نے ٹال دیا ہے، جو وقت اس کا متعین تھا، اس کو ٹال دیا ہے، اپنی کوتاہی کر کے یا سمجھداری کر کے کہ احساس تک نہیں ہوتا، اس لیے میرے دوستو! ہمیں حلال کمائی بھی کرنی ہے، حلال طریقہ سے کرنی ہے اور حلال طریقہ سے خرچ کرنی ہے، اس لیے شیطان ہر وقت ہمارے ساتھ ہے، وہ ذرا ذرا سا لالچ دے کر، ذرا سی چیز میں حرص وطمع ڈالتا ہے کہ دس پانچ روپیہ کے بدلے میں ہمارے ایمان کو خرید لیتا ہے۔

آدھا ٹکٹ لینے پر خلافت واپس

حضرت تھانویؒ کا نام آپ لوگوں نے سنا ہوگا، بہت بڑے بزرگ تھے، ان کا معمول یہ تھا کہ کبھی بھی ٹرین میں سفر کرتے تھے تو اپنا سامان وزن کراتے تھے اور جو زائد ہوتا تھا تو اس کا الگ سے ٹکٹ لیتے تھے، گورنمنٹ کی طرف سے قانون تھا، اس کے زیادہ ہونے کا جو پیسہ بنتا تھا، وہ دے دیا کرتے تھے، اس کا جتنا بنتا تھا ایک روپیہ دو روپیہ جو بھی بنتے ہوں گے دیا کرتے تھے، ان کے جتنے مرید تھے، جتنے تعلق والے تھے، یہاں تک کہ اس راستے پر چلنے والی ٹرین کے ٹی ٹی بھی سمجھ جاتے تھے کہ وہ مولوی، ملا، ٹوپی کرتا والا یہ تھانہ بھون سے تعلق رکھتا ہے، تو اس چیز کا خیال کرتے تھے، ایک مرتبہ کیا ہوا حضرت تھانویؒ کے ایک خلیفہ تھانہ بھون پہنچے اور اپنے ساتھ ایک بچہ کو بھی لائے، سلام دعا کے بعد حضرت نے معلوم کیا یہ بچہ کس کا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہمارا ہے، کہا کیسے آئے ہو، انہوں نے کہا جی ٹرین سے، حضرت نے پوچھا بچے کا ٹکٹ لیا تھا، تو اس نے کہا جی لیا تھا، آدھا ٹکٹ، حضرت نے پوچھا عمر کتنی ہے اس کی؟ اس نے کہا جی ویسے عمر اس کی تیرہ سال ہے؛ لیکن دیکھنے میں بارہ سال کا لگتا ہے، اس لیے میں نے آدھا لیا تھا، حضرت نے فرمایا کہ تیرہ سال کا تم بتلا رہے ہو، اگر بارہ سال کے بعد ایک دن بھی زیادہ ہو جاتا تو پورا ٹکٹ تمہیں بنوانا چاہئے تھا، جب تمہیں یہ تمیز نہیں

ہے، ابھی تک تمہیں معلوم نہیں کہ حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے، لہٰذا میں تم سے خلافت واپس لیتا ہوں، حضرت تھانویؒ نے جوان کو بزرگی دی تھی، خلافت دی تھی، وہ اس جرم کی بنا پر واپس لے لی کہ جب تمہیں معلوم ہے بچہ تیرہ سال کا ہے تو تم نے کیسے آدھا ٹکٹ لیا، تم نے گورنمنٹ کے ساتھ دھوکہ کیا، یہ کیسے جائز ہے؟ یہ حرام ہے، ان کے یہاں یہ اصول تھے۔

سامان کی زیادتی پر حضرت تھانویؒ کا اصول

ایک مرتبہ حضرت تھانوی کہیں جا رہے تھے، اور مریدین بھی تھے، چونکہ مریدین بزرگوں کے ہر جگہ ہو جاتے ہیں، حضرت کے پاس سامان کچھ زیادہ تھا، اس لیے سامان تلوار ہے تھے، ایک ٹی ٹی نے کہا حضرت کیا کر رہے ہو؟ تو حضرت نے کہا کہ سامان تلوار ہا ہوں، تو اس نے کہا کہ حضرت آج میری ڈیوٹی ہے، اور جہاں تک میں جاؤں گا آپ کو کوئی چیک کرنے والا نہیں، تو انہوں نے کہا کہ بھائی کہاں تک تو جائے گا، تو اس نے کہا کہ میں فلاں اسٹیشن تک جاؤں گا، اس کے بعد دوسرا گارڈ آئے گا، اس کو بھی میں کہہ دوں گا، پھر اس کے بعد جہاں تک آپ کی منزل ہے، وہاں تک وہ جائے گا، حضرت نے فرمایا بھائی مجھے تو اس سے بھی آگے جانا ہے، اور اللہ تعالی کے سامنے بھی حاضر ہونا ہے، وہاں کون سا گارڈ بھیجو گے، تمہاری تو ڈیوٹی ہے، تم تو حکومت کے نمائندے ہو، تم ٹرین کے مالک تو نہیں ہو، ریلوے کے مالک تو نہیں ہو، تمہاری ڈیوٹی ہے، تم حکومت کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور انصاف سے کام لو، اس کی آنکھیں کھل گئیں، کہنے لگا ٹھیک ہے حضرت، تو یہ معمول ہونا چاہئے، ہم لوگ اس چیز میں کوتاہی کر دیتے ہیں، اور ذرا ذرا سی باتوں میں دھیان تک نہیں جاتا۔

ملازمین کو ڈیوٹی پوری دینی چاہئے

میرے دوستو! ہمیں کوشش کرنی ہے کہ ہماری کمائی کے اندر، ہمارے مال کے اندر، حرام کا شائبہ تک نہ ہو، مثلاً ہم کسی کے یہاں مزدوی کر رہے ہیں، آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی دینی ہے، اگر وہ

پندرہ منٹ اس میں سے چوری کرلیتا ہے، یا آدھا گھنٹہ چوری کرلیتا ہے، اور پورے مہینہ اس نے ایسا کیا، تو اتنے وقت کی تنخواہ اس کی حرام ہوگئی، پوری محنت سے کمارہا ہے؛ لیکن آج اس نے دس منٹ کی، یا آدھے گھنٹے کی چوری کرلی، تو اس نے اپنی کمائی کے اندر چوری کرکے گڑبڑی کرلی، تو اس طرح کرنے سے کمائی کے اندر غلط چیز آگئی اور یہ روزی اس کی حرام ہوگئی۔

پہلے اساتذہ دس منٹ کی تنخواہ بھی وضع کرادیتے تھے

ایک زمانہ تھا جس میں بزرگوں کا معمول تھا کہ اگر استاذ پڑھا رہا ہے اور پڑھانے کے درمیان کوئی مہمان آگیا، تو استاذ لکھ لیا کرتے تھے، کہ تین بج کر دس منٹ پر ہمارے پاس ایک مہمان آیا اور وہ تین بج کر بیس منٹ پر چلا گیا، تو دس منٹ انھوں نے لکھ لئے، تو مہینہ میں جو تنخواہ لیتے تھے، اس میں سے دس بیس منٹ کی تنخواہ کٹوا دیتے تھے کہ اتنے منٹ میں میں مہمان کی مہمان نوازی میں مشغول رہا، اتنے منٹ میں نے مدرسہ کا کام نہیں کیا، اتنے منٹ کی تنخواہ میری وضع کرلی جائے، ایسے لوگ ہوتے تھے، ایسے کمائی حلال کی ہوتی تھی، آج ہم کسی کے یہاں مزدوی کریں اور آٹھ گھنٹے ڈیوٹی ہے یا جو بھی معمول ہے، اس میں ہم بیڑی پی رہے ہیں، سگریٹ پی رہے ہیں، یا چائے پی رہے ہیں، تو اتنے وقت کی مزدوری میں ہم مالک کے ساتھ دھوکہ کررہے ہیں، چھپ کر بیڑی پی رہے ہیں، ہم جو ستر روپیہ یا سو روپیہ کمارہے ہیں، اس کے اندر حرام آگیا، ہم نے جو دس منٹ ضائع کئے ہیں بیڑی پینے میں یا دوسری مشغولیات میں، صبح سے شام تک جو ہم پسینہ کی کمائی کررہے ہیں، اس میں حرام آگیا، ناجائز ہوگیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں، حلال کماؤ، یہ معمولی معمولی باتیں ہیں، مگر انسان سمجھتا نہیں۔

لین دین میں کمی زیادتی کرنا

ہم دوکان پر بیٹھے ہوئے ہیں، اور کوئی سامان تول رہے ہیں اور ہم کو جو لینا ہے اس کو جھکا

کر تولا ہے اور جو سامان ہم دے رہے ہیں، سامان والے پلڑے کو اوپر رکھا، اور بٹے والے کو نیچے رکھا، یا مثال کے طور پر دودھ لیا، جس لیٹر سے ہم نے دودھ لیا ہے اس کے اندر تو گڑھا ہے، اس کے نیچے تھلی کو پیٹ کر ڈھونگا کر رکھا ہے، حالانکہ ہمارے لیٹر میں دس گرام، بیس گرام سے زیادہ تو نہیں آسکتا، کتنا آئے گا؟ اور جب ہم دے رہے ہیں تو سیدھے اور صحیح والے سے دے رہے ہیں، تو یہ ہے معمولی سی بات، لیکن ہماری کمائی حرام ہوگئی، جب لے رہے ہیں تو یہ لینے کا انداز اور جب دے رہے ہیں تو دینے کا یہ انداز، صبح سے شام تک ہم محنت کررہے ہیں، معمولی معمولی سی باتوں سے اپنی پوری روزی کو حرام کردیتے ہیں، اس لیے ایسی روزی سے بچنے کی ضرورت ہے۔

ناپ تول میں کمی ہلاکت کا باعث

اللہ تبارک وتعالی قرآن کریم میں فرماتا ہے "ویل للمطففین الذین اذا کتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم اووزنوھم یخسرون الآیۃ" (۱) جو لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، ان کے لیے ہلاکت ہے، بربادی ہے، کہ جب وہ لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب دیتے ہیں تو ڈنڈی مار کردیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے سامنے حاضر نہیں ہونا ہے۔

برکت حلال کمائی میں ہے

برکت جو ہے وہ حلال ہی میں ہوتی ہے، عبادت قبول حلال ہی میں ہوتی ہے، اللہ کی نصرت حلال ہی میں ہوتی ہے، حرام طریقہ سے جو بھی کماتے ہیں، اس کے اندر نہ برکت ہے، نہ خیر، شر ہی شر ہے، کتنے ہمارے دوست ایسے ہیں جو لکھ پتی، کروڑ پتی ہیں، پھر بھی روتے رہتے ہیں اور شکوہ شکایت کرتے رہتے ہیں، گھر میں خیر نہیں، گھر میں برکت نہیں، کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ گھر میں سب کچھ ہے، لیکن کمانے میں ہم نے وہ اصول نہیں اختیار

(۱) سورۂ تطفیف آیت ۱/۲/۳

کئے، جن کے ذریعہ سے ہماری کمائی حلال ہوجاوے، جن کے ذریعہ سے ہماری زندگی کے اندر برکت پیدا ہوجاوے۔

برکت کیا چیز ہے؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللھم اغفرلی ذنبی ووسع لی فی داری وبارك لی فیما رزقتنی" (۱) کہ اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرے گھر کے اندر وسعت پیدا فرما اور میرے رزق میں برکت پیدا فرما، میرے مال کے اندر برکت عطا فرما، تو برکت کیا چیز ہے؟ برکت یہ ہے کہ اس کے اندر اللہ تعالی خیر کرتا ہے، برکت سمجھانے سے سمجھ میں نہیں آئے گی، برکت کا اگر مفہوم سمجھا جاوے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے پاس مال تھوڑا ہے، ضروریات سب پوری ہورہی ہیں، یہ ہے برکت، کھانا تھوڑا بنا ہے، مگر پیٹ سب کا بھر گیا ہے، آمدنی معمولی ہے، تنخواہ تھوڑی ہے مگر ضروریات سب پوری ہورہی ہیں، یہ ہے برکت، اور کھانا بہت سارا ہے، لیکن پیٹ کسی کا نہ بھرا، یہ ہے بے برکتی، پیسہ تو بہت زیادہ ہے مگر سب پریشان ہیں، یہ ہے بے برکتی، تھوڑی چیز ہو مگر سکون اور اطمینان ہو، یہ ہے برکت، اس لیے ہمیشہ برکت کی دعا مانگی چاہئے، اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی برکت کی دعا مانگی۔

حرام کا ایک پیسہ پوری کمائی کو حرام کردیتا ہے

میرے دوستو! زندگی کے جتنے بھی شعبہ ہیں، کمانے کے، مال حاصل کرنے کے، جتنے بھی راستے ہیں، سب میں یہ کوشش کرنی ہے کہ مال کے اندر ایک پیسہ بھی، ایک ذرا سی چیز بھی حرام کی شامل نہ ہوجائے، اس لیے کہ اگر ایک لاکھ روپیہ حلال کا ہے اور اس میں ایک روپیہ حرام کا شامل ہوگیا تو پورا پیسہ بیکار، جیسے پانی کے اندر ایک قطرہ ناپاکی کا گر گیا، تو پانی ناپاک

(۱) سنن الترمذی حدیث نمبر ۳۴۲۲ / کتاب الدعوات

ہوگیا، یا دودھ کے اندر ایک قطرہ زہر کا ڈال دیا، تو دودھ زہر بن گیا، ویسے ہی حلال مال کے اندر اگر ایک ذرا سا حصہ حرام کا چلا گیا، تو پورا مال حرام ہوگیا، اور اس کو جتنے کھائیں گے حرام کے مرتکب، ان سے جو خون پیدا ہوگا، وہ بھی حرام، حرام خون سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی حرام، نسوں کے اندر اس کا فساد پھیلے گا، اور حرام کمائی کے ذریعہ سے جو چیزیں وجود میں آویں گی، وہ بھی حرام ہوں گی، اور ان کے اندر فساد ہی فساد ہوگا، خیر کی کوئی چیز نہیں ہوگی۔

حلال کمائی بھی عبادت ہے

دوستو! ہمیں کوشش کرنی ہے، اپنی زندگی کے اندر ان چیزوں کا خیال کریں، اور حلال کمائی کی طرف کوشش کریں، ایک واقعہ ہے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا، جو ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، محدث تھے اور بڑے فقیہ تھے، صوفی اللہ والے تھے، ان کا انتقال ہوا، ان کے انتقال کے بعد کسی کو خواب میں آئے، انہوں نے پوچھا کہ حضرت کیسا معاملہ ہوا، کیا گزری؟ جواب دیا بہت اچھا ہوا، اللہ نے کرم فرمادیا، اور بخش دیا، مگر ہمارے گھر کے سامنے جو لوہار رہتا تھا، اس کا مقام ہم سے زیادہ اونچا ہے، اس کا مقام اللہ کے یہاں زیادہ ہے، یہ کون؟ بڑے محدث، بڑے اللہ والے، زبردست عالم، یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ نے بخش تو دیا ہے؛ لیکن فرسٹ کلاس نہیں ملی، فرسٹ کلاس لوہار کو ملی، اب اتنے میں ان کی آنکھ کھل جاتی ہے، تو یہ پریشان ہوگئے، عبداللہ بن مبارک کے پاس اس لوہار کا گھر تھا، وہاں جاکر کنڈی کھٹکھٹائی، اس لوہار کا بھی اسی زمانہ میں انتقال ہوگیا تھا، لوہار کی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے میاں کا کیا مشغلہ تھا، وہ گھر پر کیا کرتے تھے، تو انہوں نے کہا کچھ خاص اہتمام تو تھا نہیں، پھر انہوں نے کہا کہ میں نے ایسے ایسے دیکھا ہے اور عبداللہ بن مبارک ایسے ایسے بتلا رہے ہیں، ان کا کوئی خاص عمل ضرور بتلاؤ، اس نے کہا خاص عمل تو کچھ نہ تھا، ہاں ایک چیز تھی جب رات میں عبداللہ بن مبارک اپنے کوٹھے یعنی مکان کی چھت پر چڑھ کر تہجد پڑھتے

تھے، اوراللہ کی عبادت کرتے تھے، تب میرے شوہر جولوہار تھے، یہ کہتے تھے کہ اے اللہ! تو نے عبداللہ بن مبارک کوسب چیزوں سے فارغ کررکھا ہے، یہ تو اللہ کی عبادت کررہے ہیں، کاش مجھے بھی فرصت مل جائے کہ میں بھی اسی طرح تیری عبادت کروں ،لیکن میں چونکہ صبح سے شام تک ہتھوڑا ہی چلاتا ہوں اور تھک جاتا ہوں، ورنہ تمنا میری بھی یہ ہے کہ میں بھی رات میں کچھ سوکر پھر اللہ کی عبادت کروں، اس تمنا کیوجہ سے کیا مقام ہوگیا، پھر پوچھا اور کیابات تھی ، تو اس نے جواب دیا اور تو کوئی بات نہیں تھی، ہاں ایک بات اور تھی کہ اگر انہوں نے ہتھوڑا اٹھا کر نیچے گرانا چاہا لوہے کو چوٹ مارنے کے لیے اوراذان کی آواز کان میں آجاتی تو فوراً پیچھے ہی گرادیتے، آگے نہ گراتے اور یہ کہتے کہ چلو بھائی اب اعلان ہوگیا ہے، چلواب عبادت کے لیے، نماز کے لیے، کمارہے ہیں بال بچوں کے لیے، اوررات میں سورہے ہیں، اورایک عبداللہ بن مبارک پوری رات اللہ کی عبادت کررہا ہے، مگر یہ لوہار عبداللہ بن مبارک سے آگے بڑھ جاتا ہے، اس تمنا میں کہ کاش میں بھی فارغ ہوتا، اپنی بیوی بال بچوں سے اوردن میں مجھے فرصت ملتی، کہ رات میں عبادت ایسے ہی کرتا، دن میں آرام کرکے جیسے یہ کررہے ہیں، اوردوسرے یہ کہ جب وہ اذان کا لفظ سنتے تو سب کام چھوڑ دیتے اورمسجد میں چلے جاتے ،ہم سوچتے ہیں کہ ابھی اذان ہوئی ہے، ابھی پانچ منٹ باقی ہیں، جب اذان ہوگئی، تو کوشش کرنی چاہئے مسجد کی طرف چلنے کی، اور یہ کمانا دیکھئے عبادت ہے، ہم سب بیوی بچوں کے لیے کماتے ہیں، وہ ضروری ہے مگر فرائض کے بعد، فرائض کے بعد اگر کمائیں گے تو یہ عبادت بھی ہے اوراس کمائی کوحلال کمائی کہیں گے، اگراس طرح سے کمائیں گے توانشاء اللہ خیر ہوگی اور برکت ہوگی، چونکہ ہماری زندگی کا انحصار، ہماری کمائی پر ہے، روزی روٹی پر ہے، اگر ہم ڈیوٹی صحیح نہیں کریں گے، ہماری روزی حرام، جب ہم ڈیوٹی دے رہے ہیں، تو پوری آٹھ گھنٹے دیں، دوچار منٹ ادھرادھر کررہے ہیں، اس کی وجہ سے ہماری کمائی حرام ہورہی ہے۔

حلال وحرام کا نفع ونقصان

میرے دوستو! ہمیں کوشش کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حلال کمائی کی توفیق عطا فرمائے اوراپنے بچوں کا پیٹ ہم حلال کمائی سے بھریں، اورہماری زندگی کے اندرایک بھی حرام کا لقمہ نہ آئے، جب حلال ہوگا، تو ہمارے اندر حلال خون پیدا ہوگا، ہمارے گھر کے اندر برکت ہوگی، ہماری روزی میں برکت ہوگی، چہرے پرنور آئیگا، اورہم عبادت کریں گے، اللہ کی قربت حاصل ہوگی اور جب اس کے اندر کمی آوے گی، تو اللہ سے دوری ہوگی، زندگی کے اندرنحوست پیدا ہوگی، ہمارے دل ودماغ کالے ہوتے جائیں گے، اللہ سے دور ہوتے جائیں گے، زندگی کے اندر سیاہی پیدا ہوگی، ہم پھر جانوروں کی طرح ہوجائیں گے، جانوروں اورہمارے میں کوئی فرق نہیں ہوگا، ذراسی بات ہے، اس کوسوچنا ہے، سمجھنا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حلال رزق حاصل کرنے کی اورحلال طریقہ سے کمانے کی توفیق عطا فرمائے، تو یہ دو چیزیں ہوئیں، حلال رزق حلال طریقہ سے کمانا ضروری ہے، اور حلال طریقہ سے حلال جگہوں میں خرچ کرنا ضروری ہے، حرام میں نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزارو

دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزارو

انسان ہر وقت مشکلات میں گھرا ہوا ہے

میرے دینی بھائیو! انسان اس دنیا میں کچھ دنوں کے لیے آیا ہے، اور یہاں پر آنے کے بعد اس کو فکر رہتی ہے کہ کس طرح وہ اپنے بال بچوں کا، اپنے کاروبار کا، اپنے بزنس کا خیال رکھے، اور اس میں ترقی کرے، ہر انسان کی زندگی اس طرح مشغول رہتی ہے کہ اس کو فرصت نہیں ملتی، اگر اس سے کہا جائے کہ بھائی فلاں کام کر دے، تو کہتا ہے کہ فرصت نہیں، وقت نہیں، حالانکہ وہ خالی بیٹھا ہے، مگر مزاج بن گیا ہے، ذہن بن گیا ہے، عدم فرصت کے بہانے کا، اس طرح ہر آدمی مشغول ہے، ہر آدمی اپنی روزی روٹی میں لگا ہوا ہے، کوئی اپنے کاروبار میں لگا ہوا ہے، اس کو فکر ہے کہ میرا فلاں کام جلدی سے نپٹ جائے، چند گھنٹوں میں یہ میرا کام ہو جائے، اور پھر دوسرا کام دیکھوں، طرح طرح کی مشغولیات میں اس کی فکر ہے، طرح طرح کی اس کو سوچ ہے، ایک ٹینشن دوسری ٹینشن، ایک مشکل دوسری مشکل، ایک مسئلہ دوسرا مسئلہ، یہ بات وہ بات، ایک مسئلہ حل نہیں ہوتا، دوسرا مسئلہ سر پر آ جاتا ہے، ایک مشکل دور نہیں ہوتی، دوسری مشکل اس کے سامنے آ جاتی ہے، غرضیکہ وہ مشکلات میں گھرا رہتا ہے اور اپنے آپ کو فرصت میں نہیں پاتا، وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں خالی ہوں۔

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو

اسی لیے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں

سے پہلے غنیمت جانو! صحت کو بیماری سے پہلے اور مالداری کو فقر سے پہلے، اور فراغت کو مشغولی سے پہلے، اور جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے‘‘ اس لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، ان کا کندھا پکڑا، اور ان کو جھنجھوڑ کر کہا اے عمر کے بیٹے! اس دنیا کے اندر مسافر کی طرح رہو ’’کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل‘‘ (۱) اس دنیا میں جس میں لوگ مستی میں ہیں، مشغولیت میں ہیں، مسافر کی طرح رہو، یا ایسے آدمی کی طرح جو راستہ پار کرنے والا ہوتا ہے، کہیں جا رہا ہو، کسی منزل پر ہو، کسی راستہ پر ہو، تو اس کو پار کرنا ہوتا ہے، اس سے گزرنا ہوتا ہے، وہاں پر وہ جی نہیں لگاتا ہے، اسی طرح سے دنیا کے اندر رہو، چونکہ یہ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

یہاں انسان تھوڑے دنوں کے لیے آیا ہے، کسی کی ساٹھ سال کی عمر ہے، کسی کی ستر سال کی عمر، کسی کی چالیس سال کی غرضیکہ ایک محدود وقت ہے، سب کی عمر اللہ کے رجسٹر میں لکھی ہوئی ہے، ہمیں نہیں پتہ کہ ہماری کتنی عمر ہے؛ لیکن اللہ کے یہاں ریکارڈ ہے، اس کی کتنی عمر ہے، کتنے گھنٹے باقی رہ گئے، کتنے مہینے باقی رہ گئے، اور کب اس کو جانا ہے، مگر ہم لاپرواہ ہیں۔

دنیا میں سفر کے لیے ہم تیاری کرتے ہیں

ہم کو چھٹمل پور جانا ہو، سہارنپور جانا ہو، دہلی جانا ہو، ممبئی جانا ہو، تو تیاری کرتے ہیں، کپڑے بدلتے ہیں اور سر میں تیل لگاتے ہیں، کنگھا کرتے ہیں، بوٹ شوٹ پہنتے ہیں؛ کیونکہ ہم کو سامان لینے کے لیے جانا ہے، یا مثلاً خالہ کے یہاں جانا ہے، ماموں کے یہاں

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۵۹۳۷/ کتاب الرقاق

جانا ہے، بہن کے یہاں جانا ہے، کسی بھی رشتہ دار کے یہاں جانا ہے، تو ہم لوگ تیاری کرتے ہیں، کپڑے بھی ہوں، پیسے بھی ہوں، پچاس روپیہ کم ہے، پچاس اور لے لو، پوری تیاری کرتے ہیں، تاکہ راستہ میں کوئی دقت نہ ہو جائے، ایک دو جوڑے بھی لے لیتے ہیں تاکہ خراب ہو جائے، تو بدل لیں، پوری تیاری کے ساتھ جاتے ہیں، اور اگر لمبا سفر ہو تو کھانے کا سامان بھی لے لیتے ہیں، پانی کی بوتل بھی لے لیتے ہیں، اور اگر سردی ہو تو تھرمس میں چائے بھی لے لیتے ہیں، کہ معلوم نہیں راستہ میں کیا ہو، پوری تیاری کے ساتھ جاتے ہیں، حالانکہ سفر ایک گھنٹہ یا دو تین گھنٹہ کا ہے، دلی جانا ہے یا ممبئی جانا ہو تو کل شام تک پہنچ جائیں گے، مگر اس کی تیاری کرنی پڑتی ہے، کئی دن سے پروگرام بنائے گا، اور لوگوں کو بتائے گا کہ بھائی میں منگل کو نہیں ملوں گا، منگل کے دن میرا پروگرام ہے، جو بھی مل رہا ہے، اس کی شہرت کر رہا ہے، کہ بھائی السلام علیکم، کیا حال ہے، ارے ہاں منگل کو وہاں جانا ہے، ایک پروگرام ہے الہ آباد جانے کا، سہارنپور خالہ کے یہاں، ماموں کے یہاں جا کر کل تک واپس آ جاؤ گے، ایک دو دن یا ہفتہ بھر رہ لو گے، مگر واپس تو آنا ہے، یہ سفر ایسا ہے، دلی، ممبئی یا کسی بھی شہر میں کام کرنے کے لیے جائیں، یا صبح کو کسی کے یہاں مزدوری کرنے کے لیے گئے، شام تک واپس آ جائیں گے اور اس کی بھی ہم تیاری کر رہے ہیں، ہم ہاسپٹل میں جا رہے ہیں، کسی کی عیادت کرنے کے لیے، حالانکہ معلوم ہے کہ شام تک ہم اپنے گھر واپس آ جائیں گے، پھر بھی ہم اس کی تیاری کر رہے ہیں۔

آخرت کے لمبے سفر کی تیاری نہیں کرتے

لیکن ایک سفر اتنا لمبا سفر کہ وہاں سے ہمیں واپس نہیں آنا ہے، مگر ہم اس کی تیاری نہیں کر رہے ہیں، اور ہم دیکھ چکے ہیں اور آئے دن دیکھتے رہتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی اللہ کے یہاں جا رہا ہے، اللہ کے یہاں حاضر ہونا ہے، مرنا ہے، کتنے ساتھیوں کو، کتنے رشتہ داروں کو ہم دفن

کر چکے ہیں اور دیکھ چکے ہیں، سب چلے گئے، ہمیں بھی جانا ہے، یہ وقت آج ہے، کل نکل جائے گا، اکیلے اکیلے سب جاتے ہیں، دنیا میں سب ملتے رہتے ہیں، کھانے میں سب ساتھ، دسترخوان پر سب بیٹھے ہیں، بیٹھک میں سب ساتھ، مجلس میں گپ شپ میں، شادی بیاہ میں سب مل کر جا رہے ہیں؛ لیکن ایک سفر لمبا سفر ہے، بہت لمبا، وہاں سب کو اکیلا اکیلا جانا ہے، نہ ماں بیٹے کے ساتھ جائے گی، نہ بیٹا ماں کے ساتھ جائیگا، شوہر بیوی کیساتھ نہ جائے گا، نہ بیوی شوہر کے ساتھ جائے گی، نہ بھائی بہن کے ساتھ جائے گا، نہ بہن بھائی کے ساتھ جائیگی، سب جدا جدا، ایک ایک، اور یہ بھی نہیں معلوم کہ کون کہاں مرے گا "وماتدری نفس بأی أرض تموت" (۱) کس کو کہاں کی مٹی ملے گی، یا نہ ملے، یہ بھی کوئی گارنٹی نہیں، راستہ میں ایسے حادثات ہو جاتے ہیں، کہ لاش گھر پر نہیں پہنچتی یا شناخت نہیں ہو پاتی ہے، اس سے اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، ہم لوگ روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں، یہ ہمارے حالات ہیں، اور یہ ہماری دنیا ہے، تو یہاں کی ہم بہت فکر کرتے ہیں، ہمیں ساٹھ ستر سال رہنا ہے، اس کی فکر رہتی ہے۔

دنیا کے مکان کی فکر رہتی ہے

دنیا میں ہمارا مکان اچھا ہو، اس مکان میں کھڑکیاں بھی لگی ہوں، اور اس میں فٹنگ بھی ہو جائے، پنکھا بھی لگا ہوا ہو، ایک ہمارا بیڈ روم بھی ہو جائے، اور ایک اسٹور روم بھی ہو، اور اسی میں ہمارا سامان رکھا جائے، اور یہاں رسوئی ہو، یہاں نل ہو، یہاں ہمارا بیت الخلاء ہو، باتھ روم ہو، دنیا کے گھر کی سارے فکر کرتے ہیں کہ ہمارا گھر بن جائے اور رہنا بھی کتنے دن، زیادہ سے زیادہ سو سال یا ایکسو دس سال؛ لیکن پھر بھی مرنا ہے، اس کے لیے تو ہم تیاری کر رہے ہیں، میرے بیٹے کی شادی ہونے والی ہے، مکان بن جاوئے، بیٹی کی شادی ہونیوالی ہے اور اس کی تیاری کر رہا ہے کہ سامان ہو جاوئے اور یہ مکان پرانا ہو گیا ہے، اس کی دیواریں بوسیدہ ہو گئیں

(۱) سورۂ لقمان آیت ۳۴

ہیں، پھر سے اس کی تعمیر کراتا ہوں، ہم بس فکر کرتے ہیں کہ ایک کمرہ بن گیا، دوسرا بن گیا، تیسرا کمرہ بن جاوے، مگر آخرت کی فکر ہمیں نہیں، اس سے ہم لوگ غافل ہیں۔

آخرت کے سفر سے واپسی نہیں ہوگی

یہ ایسا لمبا سفر جہاں سے واپس بھی نہیں ہونا ہے، وہاں تو مشرک تمنا کریں گے کہ اے اللہ! مجھے ایک موقع اور دیدے دنیا میں واپس جانے کا، تاکہ میں خیرات کروں، اچھے اچھے کام کروں، اے اللہ بس ایک موقع دیدے " وهم يصطرخون فيها، ربنا اخرجنا نعمل صالحاً غير الذى كنا نعمل" (۱) اللہ کہے گا نہیں ہمارے یہاں تو ایک قانون ہے، جو ایک مرتبہ ہمارے یہاں آ گیا وہ دوبارہ واپس نہیں جا سکتا "ولن تجد لسنت الله تبديلا" (۲) اللہ کے یہاں قانون میں کوئی تبدیلی نہیں ہے، ہمارا قانون ہے کہ ہمارے یہاں جو ایک مرتبہ آ گیا، ہم اس کو دوبارہ نہیں بھیجا کرتے، رجسٹر بند، تمہارا جو اعمال نامہ تھا، اس کو ہم نے بند کر دیا، سیل کر دیا ہے، تمہاری زندگی کی جو فائل تھی وہ بھی سیل کر دی، اور اب دنیا میں تم کو دوبارہ موقع نہیں دیا جائے گا، جو موقع ہم نے تم کو دیا تھا، اس میں جو تم نے کیا ہے، اچھا کیا یا برا کیا، تمہارے سب کام رجسٹر میں محفوظ ہیں، لہٰذا اب دوبارہ واپسی کی ضرورت نہیں، اس سفر سے ہم لوگ غافل ہیں، اس سفر کی کوئی تیاری نہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اس دنیا کو مسافر خانہ کی طرح سمجھو۔

یہ دنیا بس اسٹیشن کی طرح ہے

اس مثال سے اس کو سمجھا جا سکتا ہے کہ ہم بس اسٹینڈ پر جاتے ہیں، وہاں ہم نہیں چاہتے کہ یہاں مکان بنالیں، کہیں بس اڈے پر کھڑے ہوں، چاہے جتنا بڑا پلاٹ پڑا ہوا ہو، ہم چاہتے نہیں کہ ہمارا ایک مکان یہاں بن جائے، ہماری ایک دوکان بن جائے، کیوں نہیں

(۱) سورۂ فاطر آیت ۳۷ (۲) سورۂ فاطر آیت ۴۳

چاہتے کہ ہم تھوڑی دیر کے لیے وہاں ٹھہرے ہیں، ابھی ہماری گاڑی آجائے گی اور ہم اس میں سوار ہوجائیں گے، تھوڑی دیر کا سفر ہے، کیا کریں گے ہم یہاں مکان بناکر، وہاں کتنی بھی اچھی چیزیں ہوں، ہم زیادہ دلچسپی نہیں لیتے، کیونکہ آگے کے سفر کی تیاری ہے، اس میں ذہن مشغول ہے، اسٹیشن پر ہمارا یہی حال ہوتا ہے، چند لمحوں کے لیے ہم وہاں پر رہتے ہیں، اور پھر ہم منزل کی طرف بڑھ جاتے ہیں، یہ ہماری دنیا کی مثال ہے، بس اسی طرح دنیا کو سمجھو۔

دنیا کی مثال ریل کی پھاٹک کی طرح ہے

جب ریل آتی ہے، تو دونوں طرف پھاٹک بند کردیا جاتا ہے، ادھر رکشہ والے، بس والے، ٹیمپو والے، پیدل چلنے والے سب کھڑے ہوجاتے ہیں، ٹرین گزرنے کے بعد جب پھاٹک کھلتا ہے، تو سب تیزی کے ساتھ نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، کہ اپنی منزل تک پہنچ جائیں، مگر سنبھل سنبھل کر کسی کو ٹکر نہ لگ جائے، اکسیڈینٹ نہ ہوجائے، وہاں رکنا پسند نہیں کرتے، سب کو جلدی، مگر سب بچا بچا کر نکلتے ہیں، یہ ہماری دنیا کی زندگی ہے، کیونکہ اپنی منزل پر پہنچنا ہے، پھاٹک کھل گیا ہے، اب جلدی سے پہنچنا ہے، سنبھل سنبھل کر چل رہا ہے، کسی کو چوٹ نہ لگ جائے، کسی کا کچھ نقصان نہ ہوجائے، یہ ہماری دنیا کی زندگی ہے، اگر اس طریقہ سے ہم دنیا کی زندگی کو سمجھ لیں، تو ہمارے اندر بہت جلدی تبدیلی آجائے گی۔

دنیا مسافر خانہ ہے

ہم سوچیں کہ بھائی یہ دنیا تو مسافر خانہ ہے، مسافر خانہ میں، ہوٹل میں، آدمی کتنے دن کے لیے ٹھہرتا ہے، بھائی رشتہ داری میں کتنے دن ٹھہرے گا، ایک دن، دو دن، تین دن، پھر اپنے گھر آجاتا ہے، ایسے ہی کہیں ہوٹل میں ٹھہرتا ہے، تو کتنے دن کے لیے تین چار دن کے لیے، پھر پیسے بھی ختم ہوجاتے ہیں، پھر اپنے گھر واپس آتا ہے، تو اس دنیا کو ہم مسافر خانہ سمجھیں، اور اس دنیا کو ہم ہوٹل سمجھیں، یا یہ سمجھے کہ ہم کہیں رشتہ داری میں آئے ہوئے ہیں، پھر اصل ہمارا گھر

جنت ہے، ہمارے دادا آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال کر دنیا میں بھیجا گیا تھا، تھوڑے دن کے لیے، اس لیے کہ ساٹھ ستر سال رہ کر واپس آنا ہے، مگر ہم نے ایسا دل لگالیا کہ اس گھر کو بھول گئے، حالانکہ کوئی بھی سمجھدار آدمی بس اڈے پر، اسٹیشن پر دل نہیں لگاتا اور اپنے گھر کو نہیں بھولتا، ہمارا یہ دار الامتحان اور یہ ہماری کام کرنے کی جگہ ہے، تو اللہ نے یہاں کام کرنے کے لیے بھیجا تھا کہ دنیا میں مزدوری کرکے آجاؤ، مگر ہم نے یہاں جی لگالیا، اچھے کام چھوڑ دیئے اور دنیا کے غلط کاموں میں، چغل خوری میں، چوری میں، غیبت میں، بہتان میں ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق میں اللہ کو بھول گئے، دنیا میں ایسے مست ہوگئے اور دنیا کی چمک دمک میں، دنیا کی رنگ رلیوں میں ایسے مشغول ہوئے کہ نہ ہمیں اللہ کی فکر ہے، نہ یہ فکر کہ ہم مسلمان کیسے رہیں، نہ یہ فکر کہ ہم مسلمانوں میں کیسی زندگی گزار رہے ہیں، نہ یہ فکر کہ ہمارے آباء واجداد کیسے زندگی گزارتے تھے، اور اللہ کا ہم سے کیا مطالبہ ہے، اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے، ہم دنیاوی زندگی میں ایسے مست ہوگئے کہ آخرت کو بھول گئے جہاں ہمیشہ ہمیش رہنا ہے۔

ہر جاندار کو روزی دینا اللہ کا کام ہے

میرے عزیز دوستو! ہمیں اپنی زندگی کی قدر کرنی ہے، اور یہاں ہمیں مسافر کی طرح رہنا ہے، جی لگانے کی دنیا نہیں ہے، روزی کا معاملہ تو اللہ تعالی پر ہے، اس نے اس کا وعدہ کیا ہے "ومامن دابة فى الارض إلا على اللّٰه رزقها" (۱) اس دنیا میں جتنے بھی چوپائے ہیں، جتنے بھی جاندار ہیں، جتنے بھی جان رکھنے والے ہیں، ان کو اللہ تعالی رزق دے گا، ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی بھوکا نہیں مرتا، اللہ تعالی سب کو روزی پہنچاتا ہے، محلّہ میں ہر ایک کو اللہ تعالی کسی نہ کسی طریقہ سے روزی پہنچا دیتا ہے "لانسئلك رزقاً نحن نرزقك والعاقبة للتقوى" (۲) کوئی مزدوری کرکے کھاتا ہے، کوئی مانگ کر کھاتا ہے اور کوئی چوری کرکے کھاتا ہے، وہ سب کو پہنچ رہا ہے، اللہ نے کہا ہے کہ ملے گا سب کو، مگر طریقے الگ الگ ہوں

(۱) سورۂ ہود آیت ٦ (۲) سورہ طٰہٰ آیت ۱۳۲

گے، کوئی حلال طریقہ سے کما کر کھا رہا ہے، کوئی حرام طریقہ سے کھا رہا ہے، کوئی چھین کر کھا رہا ہے، کوئی محنت مزدوری کر کے کھا رہا ہے، کوئی چوری کر کے کھا رہا ہے، کوئی سود لے کر، کوئی رشوت لے کر، کوئی دوسرے کا مال ہڑپ کر کے کھا رہا ہے، کوئی کس طریقہ سے کھا رہا ہے، کوئی کس طریقہ سے کھا رہا ہے، روزی سب کو مل رہی ہے، وہی دو تین روٹی ہر آدمی کھاتا ہے، جب کسی کے پاس کروڑوں، لاکھوں روپے ہوں تو بھی وہ اتنا ہی کھاتا ہے، اور وہی دو تین روٹی مزدور آدمی بھی کھاتا ہے، وہ بھی دال سے کھاتا ہے اور وہ بھی دال سے کھاتا ہے، مالدار مرغ سے کھاتا ہے، تو یہ غریب بھی گوشت سے کھالیتا ہے، مگر بنتا ہے سب کا ایک ہی معاملہ، وہ مرغ کھا کر پائخانہ نکالتا ہے، تو یہ دال چٹنی کھا کر پائخانہ نکالتا ہے، غور کریں کتنی اچھی چیز ہم نے کھائی تھی، ہم نے پراٹھے کھائے تھے، مرغ مسلم کھائے تھے، پلاؤ زردہ کھایا تھا، مگر کیا نکل رہا ہے، بول و براز بن کر نکل رہا ہے، یہ ہماری حقیقت اور ہمارے کھانے کی حقیقت ہے، چھپر میں گزارنے والے کی بھی زندگی ہے، کچے مکان میں رہنے والے کی بھی زندگی ہے، پکے مکان اور محل میں رہنے والے کی بھی زندگی ہے، فرق کیا ہے۔

سکون کس زندگی میں ہے

وہ کچے مکان میں رہ رہا ہے، اور ہم پکے مکان میں رہ رہے ہیں، ان کے مکان کا تالا عمدہ ہے، ہمارے مکان کا تالا عمدہ نہیں، کنڈہ ہے، مگر زندگی سب کی گزر رہی ہے، جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح زندگی گزار رہا ہے، اس کی زندگی میں سکون ہے، اس کی زندگی میں راحت ہے، درخت کے نیچے بھی اس کو بہترین نیند آتی ہے، اور جس کی زندگی میں دین نہیں، جس کی زندگی اللہ چاہی نہیں، وہ پکے مکان کے اندر تالا لگا کر، چپراسی کے باوجود سکون نہیں حاصل کر سکتا، باہر چوکیدار، تالا لگا ہوا ہے اور رکھوالی کے لیے باہر پولیس کا پہرہ بھی ہے، موٹے تالے لگے ہیں، مگر پھر بھی نیند نہیں آتی، نیند اس کی ختم ہوگئی، سکون نہیں ہے، سکون ہے تو اللہ

والوں کی زندگی میں کہ آدمی معمولی مکان میں، ہلکے سے بستر پر بھی مستی کی نیند سوتا ہے، اور صبح میں ہی آنکھ کھلتی ہے، اور وہ وہاں گدوں پر لیٹ کر، اے سی (A.C) چل رہا ہے، پنکھے چل رہے ہیں، مگر اس کو نیند نہیں آتی، راحت اور سکون دنیا والی زندگی میں ہے کہاں؟۔

حضرت امام مالک کا واقعہ

میرے دوستو! اس زندگی کو مسافر والی اور ایسی زندگی سمجھو کہ ہم یہاں کچھ لمحوں کے لیے، چند دنوں کے لیے ٹھہرے ہوئے ہیں، ہم یہاں جی نہ لگاویں، اصل تیاری تو وہاں کی کرنی ہے، ہمارے اکابرین نے، ہمارے اسلاف نے، ہمارے بزرگوں نے زندگی کا کردار ہم کو دکھلایا ہے، آپ نے سنا ہوگا حضرت امام مالک بہت بڑے امام گزرے ہیں، دین کے سلسلہ میں انہوں نے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں، ان کو جب گرفتار کیا گیا تو حاکم کی طرف سے ان کو کوڑے لگائے جاتے تھے، وہ دین کی حق بات کہتے، وہ ناحق نہیں کہتے تھے، اس لیے ان کو کوڑے لگائے جاتے تھے، دین کی خاطر اس زور سے ان کو کوڑے مارتے کہ چیخ نکلتی، مگر وہ فوراً کوڑا مارنے والے کو معاف کر دیتے؛ کیونکہ ان کے ذہن میں بیٹھ گیا تھا کہ یہ عارضی زندگی ہے، یہ تو مسافر خانہ ہے، چند دن کے لیے ہے، یہ مار رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے اللہ تعالی اس کو عذاب میں مبتلا کر دے، کہیں ظلم کی وجہ سے اس کو اللہ تعالی پکڑ نہ لے، میری وجہ سے یہ جہنم میں نہ چلا جائے، وہ کہتے تھے کہ اللہ معاف کر دے، وہ زور زور سے مار رہا ہے، وہ کہتے تھے اللہ تجھے معاف کر دے، یہ ہے کردار۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب کا واقعہ

اسی طرح سے حضرت مولانا یعقوب صاحب ایک بزرگ گذرے ہیں، وہ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے، تو مکہ مکرمہ میں آج سے تقریباً سو سال پہلے کی بات ہے، تو وہ بازار میں پیسوں کی تھیلی لے کر گئے، عرب کے جو دیہاتی ہوتے ہیں، انھیں بدو کہتے ہیں، اب تو وہاں ماشاء اللہ

پٹرول ہے، بڑے پیسے ہیں، دنیا میں سب سے زیادہ پیسے ہیں وہاں پر، لیکن اس زمانہ میں پیسے کم تھے، تو لوگ چوری بھی کرتے تھے، تو ایک بدو نے دیکھا اور آیا اور مولانا کے ہاتھ سے جھپٹ کر وہ تھیلی چھین کر بھاگ گیا، اب یہ مولانا یعقوب صاحب اس کے پیچھے کیا بھاگتے، وہ اس کے پیچھے نہیں بھاگے، بلکہ اپنے گھر آئے اور جلدی جلدی آ کر دروازہ بند کرلیا، اور وہ بدو جو پیسوں کی تھیلی لے کر بھاگا تھا، وہ تھوڑی دور گیا تو دیکھا کہ راستہ نظر نہیں آ رہا ہے، راستہ بند ہو گیا ہے، پھر دوسری طرف چلا، وہاں بھی اس کو کچھ نظر نہیں آیا، تیسری طرف چلا وہاں بھی اس کو کچھ نظر نہیں آیا، تو وہ پریشان ہو گیا کہ بھائی یہ کیا معاملہ ہے، اور وہ بھاگا ہوا واپس آیا اور بولا کہ بھائی اس مکان کے آدمی نے مجھ پر ظلم کیا ہے، تو لوگ پریشان ہو گئیکہ یہاں تو سب اللہ والے رہتے ہیں، یہاں تو ظلم کرنے والے نہیں ہیں، تو اس نے بتلایا کہ اس آدمی سے میں نے روپئے چھین لیے تو اس نے میرا راستہ ہی بند کر دیا، میں نے اس کی تھیلی چھینی تھی، لوگ بھی پریشان کہ یہ کہاں جائے، اس کا تو راستہ ہی بند ہو گیا ہے، وہ لوگ اس تھیلی کو لے کر بھاگے بھاگے بازار سے آئے اور حضرت کے مکان کا کنڈا کھٹکھٹایا کہ حضرت کواڑ کھولو، تو انھوں نے کہا کس وجہ سے کھولوں، کیا معاملہ ہے، وہ تو اللہ والے تھے، وہ اس دنیا کو کیا سمجھ رہے تھے، وہ تو اس دنیا کو مسافر خانہ سمجھ رہے تھے، اور وہ نماز میں مشغول ہو گئے، اور کہا کہ ہمارے پاس فرصت نہیں ہے، پھر ان لوگوں نے تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ حضرت مسئلہ پوچھنا ہے، اب انہوں نے دین کی بات کا حوالہ دیا، تو فوراً دروازہ کھولا، پھر ان لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ بدو ہے، اس نے آپ کی تھیلی چھینی تھی، اس کو معاف کر دو، تو حضرت نے کہا کہ جس نے چھینی تھی میں نے تو اسے معاف کر دیا تھا، میں تو اس لیے معاف کر دیا تھا کہ یہ بدو میرے پیسے چھین کر لے جا رہا ہے، کل اللہ اس کو عذاب دیں گے، جہنم میں ڈالیں گے، میری تھیلی چھیننے کی وجہ سے اور چونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے اور امتی ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوگی، اور عذاب کا ذریعہ میں بنوں گا، اس لیے میں نے تو اسی

وقت معاف کر دیا تھا، میں نے تو اس کو معاف کر دیا تھا کہ اللہ تعالی کے یہاں اس کو عذاب نہ ہو، اور اللہ کے یہاں اس کو عذاب ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلتا کہ میرے امتی کو عذاب ہو رہا ہے اور میری وجہ سے ہو رہا ہے، تو مجھے شرمندگی ہوتی، اس لیے میں اسی وقت اسے معاف کر دیا تھا، پھر پیسے نہیں لیے کہ اس کو تو میں نے ہبہ کر دیا تھا، اسی لیے یہ بات مشہور ہے کہ اگر کوئی کسی کو ہدیہ کر کے واپس لے لے تو اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی قے کر کے چاٹ لے، چونکہ میں اس کو ہبہ کر چکا تھا، ہدیہ کر چکا تھا، اب میں واپس نہیں لے سکتا، اس سے ان کی زندگی کا اندازہ لگائیے، انہوں نے دنیا کو کچھ نہیں سمجھا، وہ چاہتے تو اس کے پیچھے بھاگتے، اس سے چھین لیتے، بجائے اس کے پیچھے بھاگنے کے اپنے مکان کی طرف گئے اور دروازہ بند کرلیا، ایسے ہی ہونا چاہئے کہ دنیا ایسی ہے، اور ایسے بیشمار واقعات ہیں ہمارے بزرگوں کے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور دنیا کی حقیقت

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے ایک بزرگ تھے، انہوں نے لکھا ہے کہ میں تیس سال بزرگوں کی خدمت کی ہے، تب مجھے پتہ چلا کہ اس دنیا کی حقیقت کیا ہے، اس دنیا کی کچھ حیثیت نہیں ہے، اگر میری کوئی تعریف کرے تب بھی مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اور اگر میری برائی کرے، تب بھی کوئی اثر نہیں پڑتا، اس لیے بزرگ فرماتے ہیں کہ تم اپنے آپ کو ان لوگوں میں شمار کرلو جو قبرستان میں ہیں، اگر کوئی آدمی مردہ ہے، آپ اس کی تعریف کرو، برائی کرو، اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا، کچھ فائدہ نہیں، اور نہ ہی کچھ نقصان، اس لیے کہ وہ مردہ ہے، تو اس لیے ہم اپنے آپ کو مردہ سمجھ لیں، مردہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم اپنے ہی کو مردہ سمجھ لیں گے تو کوئی ہمیں گالی دے گا، تو اس کا جواب ہم نہیں دیں گے، کوئی ہم پر ظلم کرے گا تب بھی ہم اس کا جواب نہیں دیں گے، کیونکہ اگر ہم اس دنیا کو مسافر خانہ کی

طرح سمجھ لیں تو کوئی ہم کو گالی دے گا، ظلم کرے گا، کوئی برا بھلا کہے گا، تو پلٹ کر جواب بھی نہیں دیں گے۔

حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی کا واقعہ

مولانا الیاس صاحب تبلیغی جماعت کے جو بانی ہیں، ان کے ایک بڑے بھائی مولانا یحییٰ صاحب تھے، ان کا ایک واقعہ ہے کہ ایک آدمی آتا تھا ان کے پاس، اور وہ ان کو بہت گالی دیا کرتا تھا، برا بھلا کہتا تھا، وہ اپنے مکان میں بیٹھے پڑھ رہے ہیں، یا لکھ رہے ہیں، مگر وہ اس کا کچھ جواب ہی نہ دیتے اور اپنے کام میں مشغول رہتے، کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار کرلیا تھا یعنی مردہ شمار کرلیا تھا، وہ آدمی ان کو گالیاں دے رہا ہے، تب بھی کوئی اثر نہیں، کوئی تعریف کر رہا ہے تب بھی کوئی اثر نہیں، ایک دن ان کے تعلق والے پاس میں بیٹھے تھے، تو اس آدمی نے آکر آپ کو گالیاں دینا شروع کردی، ان کے تعلق والے پاس بیٹھے تھے، تو ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت آپ کے کان نہیں، کتنی گالیاں دے رہا ہے، آپ کے منہ میں زبان نہیں ہے، حضرت نے کہا کہ میں کیا جواب دوں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا، کیونکہ وہ دنیا کو مسافر خانہ سمجھتے تھے۔

گالیوں کے بدلہ ہدیہ

اسی طرح مولانا یحییٰ صاحب کا ایک واقعہ اور ہے کہ ایک آدمی ان کو گالیاں دیا کرتا تھا، تو مولانا جو کچھ بازار سے سامان لاتے تو اس میں سے کچھ ہدیہ کے طور پر اس کے گھر بھیج دیا کرتے تھے، کچھ دنوں کے بعد اس آدمی کی طرف سے پیغام آیا کہ میں تو اسے برا بھلا کہتا ہوں اور وہ مجھے ہدیہ بھیجتا ہے، کچھ دنوں کے بعد اس نے شرم محسوس کی اور گالیاں دینی بند کردی، جب اس نے گالیاں دینی بند کردیں، تو انہوں نے ہدیہ بھیجنا بند کردیا، وہ آیا اور کہا کہ حضرت جب تک میں گالیاں دیا کرتا تھا، آپ ہدیہ بھیجتے تھے، اور اب میں نے گالیاں بند

117

کردی، تو آپ نے ہدیہ دینا بند کردیا، تو حضرت نے فرمایا کہ بھائی تو اس وقت مجھ پر احسان کرتا تھا، تو مجھے گالیاں دیا کرتا تھا اور گالی کی وجہ سے میرے درجے بلند ہوا کرتے تھے، ان کے بدلہ میں اللہ مجھے آخرت میں دے گا، یہ تو مجھ پر احسان کرتا تھا، اس کے بدلہ میں میں تم کو ہدیہ بھیج دیا کرتا تھا، تم نے وہ احسان بند کردیا، لہذا میں بھی یہ احسان بند کردیا، یہ سوچ ہماری بن جائے گی تو دنیا کے اندر فساد ہوگا؟ دنیا کے اندر ظلم ہوگا؟ جھگڑا ہوگا؟ یہ اگر ہماری سوچ بن جائے تو کہیں کوئی نقصان ہوگا؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، اس لیے میرے دوستو! اس زندگی کی حقیقت کو سمجھو اور اس حدیث پر عمل کرو "كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل" تو پھر انشاء اللہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور یہاں کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

مال کی کثرت فساد کا سبب بن سکتی ہے

یہ بیان ۴/اپریل ۲۰۰۹ء جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے قبل مرکز کی جامع مسجد میں نمازیوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

مال کی کثرت فساد کا سبب بن سکتی ہے

زندگی گزارنے کا اللہ نے ایک نظام بنایا ہے

میرے محترم دینی بھائیو! اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو زندگی گزارنے کے لیے اور زندگی کے اندر حرکت کے لیے اور یہ کہ انسان اپنی ضروریات چل پھر کر اور محنت مزدوری کر کے اور زندگی کے اعمال پورے کر کے وہ اعمال جن کا تعلق اس کی ذاتی زندگی سے ہے، اور وہ اعمال جن کا تعلق اس کے خالق سے ہے، ان کو پورا کر کے کیسے وہ زندگی گزارے، اس کے لیے اللہ تعالی نے ایک نظام بنایا ہے، جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے کہ زندگی کے اندر کچھ کمائے، کچھ روزی حاصل کرے، جس سے وہ اپنی ضروریات زندگی کو پورا کر سکے۔

ہر انسان اپنی ضروریات پوری کرنے میں لگا ہوا ہے

ہر انسان کوشش میں لگا ہوا ہے، اور بعض لوگ تو اس کوشش میں اتنے آگے بڑھ جاتے ہیں کہ زندگی کا مقصد صرف کھانے کمانے ہی کو بنا لیتے ہیں، ان کی زندگی کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ زندگی میں کمائیں، زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کریں، اچھے سے اچھا مکان بنائیں اور اچھی سی اچھی راحت اور آرام کی زندگی گزاریں، سہولیات کا تمام سامان ان کے پاس ہو، وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ زندگی ہی سب کچھ ہے جس نے جتنی محنت کر لی، جس نے جتنا کما لیا، جتنی دولت حاصل کر لی، جو کچھ حاصل کر لیا وہی بس اس کے لیے ہے، وہ اسی کو اپنی آخری

معراج اور زندگی کی آخری انتہا سمجھتا ہے۔

زندگی کو مسافر خانہ کی طرح سمجھنے والا انسان

ایک انسان وہ ہے جو اس زندگی کو مسافر خانہ کی طرح سمجھتا ہے اور جتنا سامان مسافر کے لیے ضروری ہوتا ہے، اس زندگی کے اندر اتنی ہی وہ کوشش کرتا ہے، وہ سوچتا ہے کہ اتنا رزق مجھ کو حاصل ہو جاوے کہ میں صحیح اور تندرست رہ سکوں، صحیح زندگی گزار سکوں، اور پھر اللہ تبارک وتعالی کی عبادت کرسکوں، اپنے بچوں کی خدمت کرسکوں، اپنے گھر والوں کی ضروریات کو پورا کرسکوں، اور جن کے حقوق مجھ سے متعلق ہیں، ان کو صحیح صحیح ادا کرسکوں، اور ایک انسان یہ ہے، جس کی سوچ یہ ہے کہ اصل زندگی تو آنے والی زندگی ہے، جو آنکھ بند ہونے کے بعد شروع ہونے والی ہے، یہ زندگی محدود ہے اور آنے والی زندگی لامحدود ہے، اس کی کوئی انتہا نہیں ہے وہ اس کی فکر کرتا ہے۔

اگر اللہ ہمیں زیادہ مال ودولت دیدے

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں، وہ سوچتے ہیں کہ اگر اللہ تعالی ہمیں زیادہ سے زیادہ مال ودولت دیدے، زیادہ سے زیادہ رزق دیدے، تو ہم اس رزق کو، اس مال کو، اس دولت کو، اللہ کے راستہ میں خرچ کریں، جو محتاج لوگ ہیں، ان کا تعاون کریں، بیوائیں ہیں ان کی ضروریات پوری کرسکیں، محتاج یتیم اور مسکین ہیں، ان کی زندگی کا تکفل کرسکیں، جو مدارس ہیں ان کا تعاون کرسکیں، غرضیکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دنیا کے اندر جتنے لوگ ہیں، جو ضرورت مند ہیں، جو محتاج ہیں، ہم ان کی مدد کریں اور اس کے ذریعہ سے ہم زیادہ سے زیادہ اللہ کا تقرب حاصل کریں، اللہ کی قربت حاصل کریں، اور اللہ کے مخیرّ بندوں میں، اللہ کے ایسے بندوں میں جو دوسروں کا تعاون کرتے ہیں، دوسروں کی مدد کرتے ہیں، ان میں ہمارا شمار ہو جائے؛ لیکن اس میں بھی دو طرح کے لوگ ہیں، ایک تو یہ ہیں جن کی واقعی یہ طلب حقیقی

ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان کے پاس مال ودولت جمع ہو جائے تو وہ ضرور بالضرور ایسا کریں گے۔

مال ملنے کے بعد یہ جذبہ رہے اس کی کوئی گارنٹی نہیں

ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی ہے کہ صرف ان کی تمنا ہے، ان کو خود گارنٹی نہیں ہے کہ اگر اللہ تبارک وتعالی ان کو زیادہ مال دیدے، پھر وہ خیرات کرسکیں گے، یا زیادہ مال ملنے کے بعد ان کے دل کی کیفیت یہی رہے گی، جو اس وقت ہے، خود ان کو اس کا یقین نہیں ہے اور گارنٹی نہیں ہے، اور اس کو کہا بھی نہیں جاسکتا کہ جو عام حالات میں آدمی کا ذہن، اس کی فکر، اس کا خیال ہوتا ہے، جب دولت مل جاوئے، پھر بھی اس طرح کا خیال اس کا رہے یا نہ رہے، اس کی کوئی گارنٹی نہیں، مگر جس کو اللہ تبارک وتعالی اپنی اصل پر باقی رکھتا ہے اور وہ اپنی حقیقت کو پہچانتا ہے اور اپنی حقیقت کو جانتا ہے، اس کو اللہ تعالی جتنی بھی دولت، جتنا بھی مال دے، وہ "وأما بنعمة ربك فحدث" (۱) اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں کا اظہار کرتا ہے اور شکرگزاری کرتا ہے، لیکن بہت کم ایسے بندے ہیں، جو اللہ کی شکرگزاری کرتے ہوں "وقليل من عبادي الشكور" (۲) اصل میں اہل ایمان کے لیے، مسلمانوں کے لیے اس دنیا کے اندر جو بھی ہے، جتنا بھی ہے، بہت کم ہے، بہت سے اللہ کے بندوں کو اللہ نے سب کچھ دیا ہے، مگر ان کی تعداد کم ہے اور جن کے پاس ہے، بہت کچھ ہے، مگر بہت سے اہل ایمان یہ تمنا کرتے ہیں کہ ہمارے دوسرے غیر مسلم برادران وطن ان کے پاس کتنی دولت، ان کے پاس ایسے مکانات، ان کے پاس ایسی جائیداد، ان کے پاس ایسی بلڈنگ، ان کے پاس ایسی گاڑی، ان کے پاس سونے، چاندی کے برتن اور ان کے پاس ریشم وحریر کے قیمتی کپڑے، ان کے پاس اتنی سہولیات، ان کے پاس ایسی ایسی راحت کی چیزیں ہیں، کاش کہ ہم کو بھی یہ

(۱) سورۃ الضحیٰ آیت ۱۱ (۲) سورہ سباء آیت ۱۳

نصیب ہوجائے؛ لیکن ”لھم فی الدنیا ولکم فی الاخرۃ“(۱) کافروں کے لیے سب کچھ دنیا میں ہے، اور تمہارے لیے آخرت میں ہے ”الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر“(۲) دنیا مسلمانوں کے لیے قید خانہ ہے اور کافروں کے لیے جنت ہے، لیکن مسلمان چونکہ اپنے آپ کو اس دنیا کے اندر مسافر سمجھتا ہے، اس کے لیے تو اللہ تبارک وتعالی نے سب کچھ آخرت میں رکھا ہے۔

مسلمانوں کو سب کچھ آخرت میں ہی ملے گا

وہاں اس کو وہ سب کچھ ملے گا، جو وہ چاہے گا، وہاں اس کو ایسے مکانات ملیں گے جن کے متعلق اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے ”جنۃ عرضھا السموات والأرض اعدت للمتقین“(۳) وہاں ایسے مکانات، ایسے باغات، ایسی جنتیں، ایسی عمارتیں، ایسی بلڈنگیں ملیں گی کہ جن کی لمبائی اور چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے، دنیا میں جس کا بنگلہ بڑا ہوتا ہے، لوگ اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، لیکن اہل ایمان کے لیے اللہ تبارک وتعالی نے یہ سب کچھ آخرت میں رکھا ہے۔

اللہ تعالی ان کو دنیا میں بھی دے سکتا ہے

اللہ تعالی سورۃ الشعراء کی ابتدائی آیت میں فرماتا ہے ”ولو بسط اللّٰہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض“ اگر اللہ تبارک وتعالی اپنے بندوں کے لیے رزق کے اندر کشادگی کردے، دولت کے اندر کشادگی کردے، مال کے اندر فراخی کردے یا زیادتی کردے، تو وہ کیا کرے گا ”لبغوا فی الأرض“ زمین پر سرکشی کرے گا، اللہ کی نافرمانی کرے گا، اللہ کے بندوں کو تکلیف پہنچائے گا، اپنی داداگری دکھائے گا، اللہ کے حقوق نہیں پہچانے گا، بندوں کے حقوق نہیں پہچانے گا، اہل حقوق کے حقوق نہیں جانے گا، وہ اپنے مال کے اندر، اپنی دولت کے

(۱) صحیح البخاری کتاب الاشربۃ حدیث ۵۲۰۲ (۲) صحیح مسلم حدیث نمبر ۵۲۵۶/ باب الزہد والرقائق (۳) سورہ آل عمران آیت ۳۳

اندر، فخر میں رہے گا، غرور میں رہے گا، گھمنڈ میں رہے گا، جھگڑا کرے گا، اور آج ایسا ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ جن کو اللہ تعالی کچھ دیتا ہے، وہ ایسی سرکشی کرتے ہیں کہ ”الامان والحفیظ“ ہم رات دن اپنی زندگی کے اندر ایسا مشاہدہ کرتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو کچھ نواز دیا، پھر اس کو نمازوں کی بھی پرواہ نہیں، اور بعض مرتبہ تو ایسی بات کر دیتا ہے جو اس کو شرک تک پہنچا دیتی ہے، اور خود اس کو احساس تک نہیں ہوتا، علماء کی توہین کرتا ہے، اہل علم کی ناقدری کرتا ہے، اللہ والوں کی توہین کرتا ہے اور جو لوگ دین کے راستہ میں لگے ہوئے ہیں، ان کو ذلیل سمجھتا ہے؛ کیونکہ اس کو اللہ پاک نے ایک بڑا سا بنگلہ دیدیا، بڑی سی بیٹھک دیدی، بڑا سا اس کا مکان ہوگیا ہے، بڑی سی اس کی دوکان ہوگئی، بڑا سا اس کا بزنس ہوگیا، بڑا سا اس کا کاروبار ہوگیا، محلّہ میں اس کی عزت ہونے لگی اور پورے گاؤں کے اندر اس کی قدر ہونے لگی، لوگ اس کو سلام کرنے لگے، اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ اللہ کا شکرگزار بندہ بنتا، مگر وہ شکرگزار بندہ نہ ہوا، وہ اللہ کا ناشکرا بندہ ہوا، لوگوں پر ظلم کرنے لگا، لوگوں پر زیادتی کرنے لگا، اور اللہ کے بندوں کو تکلیف پہنچانے کا ذریعہ بن گیا، اللہ تعالی اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے، قرآن کریم کے اندر کہ اگر وہ اپنے بندوں کے رزق میں فراخی کردے، تو وہ ایسا کرنے لگتا ہے اور اس کا ہم زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ لوگ کس طرح کرتے ہیں۔

اللہ تعالی اپنی مصلحت سے دیتا ہے

”ولکن ینزل بقدر مایشاء“ اللہ تعالی کا اپنا ایک اصول ہے، ایک ضابطہ ہے، وہ اپنے رزق کو اپنی مصلحت سے، اپنی حکمت سے کس کو کتنا دینا ہے، کس کو دینا چاہئے اور کس کو نہیں دینا چاہئے، یہ بندہ برداشت کرسکتا ہے یا نہیں، اس کے اندر اتنی اہلیت، اتنی صلاحیت ہے یا نہیں، اس کے پاس مال آنے کے بعد یہ تباہی تو نہیں مچائے گا، مال آنے کے بعد شکرگزار بندہ بنے گا، یا ناشکرہ بندہ، اس کو اللہ تبارک وتعالی جانتا ہے، اسی لیے اپنی مصلحت سے لوگوں

کو دولت سے نوازتا ہے، اس لیے بہت سے اللہ کے بندے مسلمان ایسے ہیں، جو ارب پتی، کھرب پتی ہیں اور وہ اللہ کے شکرگزار، اللہ کے مطیع وفرمانبردار بندے ہیں، وہ قارون وفرعون اور اللہ کے سرکش اور نافرمان بندوں کی طرح نہیں رہتے، اس لیے "إنه بعباده خبير بصير" بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جانتا ہے اور ان کی ایک ایک بات کی خبر رکھتا ہے کہ یہ بندہ کیسا کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے لیے مال کی کثرت کو پسند نہ فرمایا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ " إنا لجلوس مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد إذ طلع مصعب بن عمير ماعليه إلا بردة له مرقوعة بفروفلما رآه رسول الله صلى الله عليه وسلم بكى للذى كان فيه من النعمة والذى هواليوم فيه ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف بكم إذا غدا أحدكم فى حلة وراح فى حلة ووضعت بين يديه صحفة ورفعت أخرى وسترتم بيوتكم كماتستر الكعبة" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام سے پوچھا کہ بتلاؤ جب سلطنتیں قائم ہوں گی، تمہارے قبضہ میں حکومتیں ہوں گی، مال ودولت تمہارے پاس ہوگا، ہر روز نئے نئے کپڑے پہنوں گے، کھانا پینا خوب ہوگا، گھروں کو خوب سجاؤں گے، تم اس وقت کیا کروگے؟ تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم "نحن يومئذ خيرمنا اليوم نتفرغ للعبادة ونُكفى المؤنة" اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے پاس مال ودولت ہوگی اور ہمیں فراوانی حاصل ہوگی، تو ہم اللہ کی عبادت کے لیے، اللہ کی اطاعت کے لیے فارغ ہوجائیں گے، اور زیادہ سے زیادہ اللہ کی بندگی کریں گے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم

لأنتم اليوم خير منكم يومئذ" (۱) اس وقت تمہاری جو پوزیشن ہے، اس وقت تمہاری جو کیفیت ہے، تمہارے لیے یہی بہتر ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے لیے مال ودولت کی کثرت کو اور زیادتی کو پسند نہیں فرمایا بلکہ بعض روایات میں آتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کے پاس رات کا کھانا ہو اور سونے کے لیے مکان ہو، اس کے لیے اتنا کافی ہے، اس کو سب کچھ حاصل ہے۔

مسلمانوں کو مال ودولت کی حرص وطمع ہوگئی

لیکن چونکہ اس دنیا کے اندر دوسرے بھائیوں کو، برادران وطن کو دیکھنے کی وجہ سے، ہمارے اندر مال کی اور دولت کی اتنی حرص وطمع ہوگئی ہے کہ تھوڑے پر قناعت نہیں کرتے، اگر ہمارے پاس دس روپیہ ہے، تو سو کی فکر ہوتی ہے، ۱۰۰/روپئے ہیں، تو ہزار کی فکر ہوتی ہے، ننانوے کو سو بنانے کی فکر ہوتی ہے، ہم مشغول ہوتے ہیں، چاہے وہ جائز طریقہ سے بنے یا ناجائز طریقہ سے بنے، اگر ایک مکان ہے تو دو مکان کی فکر ہوتی ہے، ایک بھینس ہو تو دو بھینس کی فکر ہوتی ہے، دو بیل ہوں تو چار بیل کی فکر ہوتی ہے، ایک ٹریکٹر ہو تو دو ٹریکٹر کی فکر ہوتی ہے، ایک گاڑی ہو تو دو گاڑی کی فکر ہوتی ہے، غرضیکہ زندگی کی جتنی بھی چیزیں ہیں، ان میں یہ سوچتا ہے کہ اور ترقی ہوجاوے اور بڑھوتری ہوجائے۔

اللہ کے شکرگزار بندے

مگر ایسے اللہ کے بندے جن کو اللہ نے اتنی روزی اور اتنی دولت دی ہے کہ وہ اپنی زندگی صحیح طریقے سے گزار سکتے ہیں، وہ صحیح طور سے عبادت کرتے ہیں، وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، اور اللہ نے جو دیا ہے اسی پر قناعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو جتنا دیا ہے اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہم کو اتنا دیتا ہے جس سے ہم کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے نہ

(۱) سنن ترمذی حدیث ۲۴۰۰/کتاب صفة القيامة والرقائق والورع

بنیں، بلکہ ہماری روزی کا، ہمارے رزق کا اللہ تبارک وتعالی اتنا انتظام فرمادے کہ ہم اپنی زندگی کی ضروریات کو آسانی کے ساتھ پورا کرتے رہیں، اور اللہ کے بھی حقوق پہچانتے رہیں، بندوں کے بھی حقوق پہچانتے رہیں، اور اپنی سرکشی سے، اپنی نادانی اور اپنی نافرمانی سے دوستوں پر، محلّہ والوں پر، پڑوسیوں پر ظلم کرنے سے اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

اللہ کے محبوب اور مقبول بندے

یہ بیان ۱۰/جون ۲۰۰۹ء
بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی
جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک
مجمع میں ہوا۔

اللہ کے محبوب اور مقبول بندے

سب اللہ ہی کے بندے ہیں

عزیز دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جو اللہ کا آخری کلام ہے، اور اللہ کی آخری کتاب ہے، اس میں اپنے بندوں کی کچھ خصوصیات بیان کی ہیں، اللہ کے خاص بندے اور اللہ کے محبوب بندے کون ہیں؟ یوں تو سارے ہی اللہ کے بندے ہیں، اللہ نے سب کو پیدا کیا ہے، لیکن کچھ خاص ہوتے ہیں، جو فرمانبردار ہوتے ہیں، جو بات ماننے والے ہوتے ہیں، باپ کی اولاد سب ہوتی ہے؛ لیکن کچھ خاص ہوتے ہیں، جو فرمانبردار ہوتے ہیں، بات ماننے والے ہوتے ہیں، کسی سے خاص پیار ہوتا ہے، اسی طرح سارے انسان اللہ کے بندے ہیں، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، کافر ہوں یا مشرک، سب کے سب اللہ کے بندے ہیں؛ لیکن اللہ کے خاص بندے کون ہیں؟ جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور اللہ جن کو پسند کرتا ہے، کچھ ایسے محبوب بندے بھی ہیں، اور ان کی کچھ خصوصیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو کون پسند ہے؟

اللہ کا محبوب اور مقبول بندہ بننے کا کیا معیار ہے؟ ظاہر ہے کہ اس دنیا کے اندر کسی کو کوئی چیز پسند ہے، کسی کو نمکین پسند، کسی کو بریانی پسند، کسی کو زردا پسند، کوئی پڑھا لکھا ہے، تو پڑھے لکھے ساتھی سے دوستی کرتا ہے، کوئی جاہل ہے تو اپنے جاہل ساتھی سے دوستی کرتا ہے، کوئی خوبصورت ہے تو خوبصورت سے دوستی کرتا ہے، جس کا جو معیار اور جس کا جو مستوی ہے، وہ

اپنے ہم جنس اور اپنے معیار کے آدمی سے دوستی کرتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ جو احکم الحاکمین ہے، وہ سب کو پیدا کرنے والا ہے، اس نے سارے انسانوں کو پیدا کیا ہے، تو سارے انسان اللہ کی مخلوق ہیں، مگر اللہ نے قرآن میں بیان کیا ہے کہ مجھے کون لوگ زیادہ پسند ہیں۔

اللہ کے مخصوص بندوں کی تیرہ۱۳ صفات ہیں

سورۂ فرقان قرآن کریم کی ایک سورت ہے، اس کے آخری رکوع میں اللہ نے اپنے محبوب بندوں کی تیرہ خصوصیات بیان کی ہیں، کہ یہ تیرہ قسم کے لوگ ایسے ہیں، جو مجھے پسند ہیں، اللہ ہمیں بھی ان تیرہ لوگوں میں سے بنالے تاکہ ہم بھی اللہ کے خاص بندوں میں سے ہوجاویں، وہ تیرہ صفات کیا ہیں؟۔

مقبول بندے کی پہلی صفت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ”وعبادالرحمن“ اللہ کے بندے، رحمان کے بندے، سب سے پہلے اللہ نے یہ صفت بیان کی، عبودیت کی، بندگی کی، جس کے اندر بندگی پائی جائے، جو اپنی عبودیت کا اور اپنی غلامی کا اظہار اور اقرار کرے، ورنہ تو سارے انسان اللہ کے بندے ہیں، اللہ کو کون کون لوگ پسند ہیں؟ اللہ نے اس آیت کے اندر فرمایا کہ رحمٰن کے بندے، جن کے اندر عبودیت ہو، جن کے اندر بندگی ہو، جو اللہ کو ماننے والے ہوں، اللہ نے جن چیزوں سے منع کیا ہے، اس سے رکتے ہوں، ایسے بندے اللہ کے بندے ہیں، جو اللہ کی مان کر چلتے ہوں، رحمٰن کے بندے ہوں، اور بندگی کا جو پہلو ہے، اس سے سمجھتے ہوں کہ ہم کو کوئی نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے، ہمارے اوپر کوئی ذات ہے، جس نے زمین کو بنایا، آسمان کو بنایا، چرند پرند کو بنایا، اور کائنات کی تمام چیزوں کو بنایا، جس نے انسانوں کو بنایا، وہ خالق، وہ رحمٰن جو سب پر رحم کرنے والا ہے، سب پر شفقت کرنے والا ہے، جس کی رحمت، جس کا کرم، ماں باپ سے زیادہ بڑھا ہوا ہے، تو ایسے رحمان کے بندے، جو اللہ کے سامنے جھک جاتے

ہوں، فرمانبردار اور مطیع کون ہوتا ہے، جس کو جو کہہ دیا وہ فوراً کرتا ہے، تو اللہ کے خاص بندے وہ ہیں کہ اللہ نے ان کو کہا کہ نماز پڑھو، تو وہ نماز پڑھتے ہیں، سورج طلوع ہونے کے وقت نماز نہیں پڑھنی ہے، زوال کیوقت نماز نہیں پڑھنی، یہاں ماننے کی بات ہے، اگر کوئی سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھے، یا زوال کے وقت نماز پڑھے، تو اس کو گناہ ملے گا، اللہ نے کہا، نہیں پڑھنی ہے، تو بس نہیں پڑھنی ہے، یہ بندہ ہے، اللہ نے کہا فلاں فلاں وقت میں نماز پڑھنی ہے تو پڑھنی ہے، اللہ نے کہا مغرب میں تین رکعت نماز پڑھنی ہے، تو کوئی چار رکعت پڑھ لے تو گناہ ملے گا، مغرب میں تین کے بجائے چار پڑھے، یا انسان اپنی عقل سے چلے اور چار رکعت پڑھے تو یہ غلط ہے، یہ گناہ ہے، اللہ کہتا ہے نہیں ہماری مانو، تو یہ اطاعت اور فرمانبرداری ہے، فجر میں دو کے بجائے کہے کہ میں چار پڑھوں گا، دو میں کیا ہونے والا ہے، تو اپنی نہیں چلانی ہے بلکہ اللہ کی ماننی ہے، اللہ کا حکم ہے کہ دو ہی پڑھنی ہے، بس دو ہی پڑھو، زیادہ پڑھیں گے، تو گناہ ہوگا، بس یہاں ماننا ہے، اسی ماننے کا نام عبدیت اور بندگی ہے، نہیں مانتا تو وہ اللہ کا بندہ نہیں ہے۔

انسان اور جنات کی پیدائش کا مقصد

اللہ نے پوری کائنات کا نظام بنایا ہے، اور اس میں جن وانس کو پیدا فرمایا تو اس کا مقصد بھی بتلایا کہ "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" (۱) کہ ہم نے جنوں کو اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کریں اور ہماری بات مانیں اور ہمارے سامنے اپنی عبدیت اور بندگی کا اظہار کریں اور ہمیں پہچانیں کہ ان کی تخلیق کا اور ان کی پیدائش کا مقصد عبودیت ہے، ان کی پیدائش کا مقصد ہی اپنے پروردگار کی بات ماننا ہے، اگر ماننے والی صفت ہے، تو ان کے اندر بندگی ہے، عبودیت ہے، یہ اللہ کی مان رہا ہے، یہ اللہ کا بندہ ہے، جب یہ صفت اس کے اندر ہے کہ وہ اللہ چاہی کرتا ہے، من مانی نہیں کرتا ہے، تو وہ اللہ کا بندہ

(۱) سورۃ الذاریات آیت ۵۶

ہے، اگر یہ صفت پائی جائے تو انسان مومن ہے، اللہ کا بندہ ہے، اور اگر یہ صفت نہ پائی جائے تو وہ اللہ کا محبوب بندہ نہیں ہے۔

مقبول بندے کی دوسری صفت

"الذین یمشون علی الارض ھونا" اللہ کے وہ بندے جو زمین پر اطمینان سے چلتے ہیں، آرام سے چلتے ہیں، زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے، ایسے لوگ بھی اللہ کے محبوب بندے ہیں، اور جو زمین پر اکڑ کر چلتے ہیں، چھاتی تان کر چلتے ہیں، وہ اللہ کے محبوب اور مقبول بندے نہیں ہیں، اس لیے کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا "ولا تمش فی الارض مرحا" زمین پر چھاتی تان کر، زمین پر اترا کر، زمین پر اکڑ کر مت چلو، کیونکہ "إنك لن تخرق الأرض ولن تبلغ الجبال طولًا" (۱) نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ تم پہاڑوں کے برابر ہو سکتے ہو، تمہاری حیثیت کیا ہے "خلق الانسان ضعیفاً" (۲) انسان کمزور ہے، ناتواں ہے، پانی کا بلبلہ ہے، جس کو پل کا بھروسہ نہیں، تو پھر کس لیے زمین پر اکڑ کر چلتے ہو، دوسری جگہ اللہ نے ارشاد فرمایا "ولا تمش فی الأرض مرحا،ان اللہ لایحب کل مختال فخور" (۳) کہ زمین پر اترا کر مت چلو، بیشک اللہ تعالی اترانے والوں کو، فخر کرنیوالوں کو، گھمنڈ کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا، اللہ کے کون سے بندے ہیں؟ جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، عاجزی کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسانوں میں اس طرح چلتے ہیں کہ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال یہ تھی "إذا مشی تکفؤاً کأنما انحط من صبب" (٤) جب چلتے تھے تو ایسا چلتے جیسا کہ اونچائی سے نیچے کی طرف چل رہے ہوں، جب ڈھال ہوتا ہے، تو ڈھال پر آدمی سنجیدگی سے چلتا ہے، تو ایسی چال انسان چلے کہ وہ گویا اوپر سے نیچے کی طرف آرہا ہے، اور اطمینان سے آہستہ آہستہ چلتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ بیماروں کی طرح چلنے لگے، بلکہ وقار کے ساتھ، قوت

(۱) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۷ (۲) سورۂ نساء آیت ۲۸ (۳) سورہ لقمان آیت ۱۸ (۴) سنن ترمذی حدیث نمبر ۳۵۷۰ / کتاب المناقب

کے ساتھ چلے، مگر چال میں مرح نہ ہو، گھمنڈ نہ ہو، بڑائی نہ ہو، عاجزی کے ساتھ چلے، کامل مومن کی طرح چلے، جس طرح کامل مومن چلتا ہے، اس طرح چلے، طاقت ور انسان جس طرح چلتا ہے، اس طرح چلے، اطمینان کے ساتھ درمیانی چال چلے، زمین پر اکڑ کر چلنا اس کی شان نہیں ہے، انسان کی حیثیت ہی کیا ہے، ایک ناپاک قطرہ سے بنا ہے، مٹی سے بنا ہے، اور مٹی میں ہی جانا ہے، آخر اس کا حشر کیا ہوگا، جب مٹی سے وہ نکلا ہے، اسی مٹی میں جانا ہے، تو پھر اکڑ کر چلنے کا کیا مطلب؟ اللہ کو یہ چال پسند نہیں، اللہ کہتا ہے کہ میرے جو خاص بندے ہیں وہ "یمشون علی الارض هونا" وہ آرام سے چلتے ہیں، اطمینان والی چال چلتے ہیں، درمیانی چال چلتے ہیں، نرم چال چلتے ہیں، ان کی چال میں کوئی بڑائی نہیں ہوتی، اس میں گھمنڈ، غرور، فخر کی بات نہیں ہوتی، ایسی درمیانی چال چلنی چاہئے۔

مقبول بندے کی تیسری صفت

اللہ تعالی تیسری صفت بیان کر رہے ہیں "وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما" اللہ کے بندوں کے سامنے اگر کوئی جاہل آدمی آجاوے، کوئی جھگڑالو آجائے، تو وہ اس کے ساتھ جھگڑا نہیں کرتے، اللہ کے بندوں کا یہ شیوہ نہیں ہے، اللہ کے بندوں کا یہ کردار نہیں ہے، اللہ کے بندے تو ایسے ہیں کہ اگر کوئی راستہ میں الجھ گیا، تو وہ کان دبا کر نکل جاتے ہیں، اللہ کے بندے کو اگر کوئی گالی دے، تو وہ کہتے ہیں بھائی یہ ہمارا کام نہیں "لنا اعمالنا ولكم أعمالكم" تمہارے لیے تمہارے اعمال، ہمارے لیے ہمارے اعمال، بس ہم نہیں جھگڑتے، ہم تو جا رہے ہیں، ایسے بندوں کو اگر کسی جھگڑالو سے واسطہ پڑ جائے، کسی شرارت کرنے والے سے واسطہ پڑ جائے، تو اس کے سامنے، اس کے ساتھ وہ جھگڑا نہیں کرتے، بلکہ اس کے ساتھ ایسے انداز سے پیش آتے ہیں، اس طریقہ سے اس کے ساتھ پیش آتے ہیں، کہ وہ خود شرمندہ ہو جائے، غصہ میں برا بھلا کہہ رہا ہے، گالی دے رہا ہے، آپ کہہ رہے ہیں، بھائی صاحب ایسا ہے، وہ گالی دے رہا ہے، اور آپ بھائی صاحب کہیں گے، وہ

125

خود شرمندہ ہو جائے گا، الا یہ کہ انتہائی بدتمیز ہو تو اس کا معاملہ ہی الگ ہے، اگر اس کے اندر انسانیت ہے، اس کے اندر شرافت ہے، اگر وہ غصہ میں بول رہا ہے اور آپ نے کہا بھائی صاحب ایسا نہیں ہے، وہ شرمندہ ہوگا، وہ کہے گا کہ دیکھو میں اس کو گالی دے رہا ہوں، اور وہ مجھے بھائی کہہ رہا ہے، جھگڑا ختم ہوگا، اللہ کو ایسے بندے پسند ہیں "وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً" جب جاہلوں سے واسطہ پڑتا ہے تو ان سے سلام کر کے آگے نکل جاتے ہیں۔

مقبول بندے کی چوتھی صفت

اللہ نے چوتھی صفت بیان فرمائی ہے "والذين يبيتون لربهم سجدا وقياماً" اللہ کے وہ بندے جو رات اس حالت میں گزارتے ہیں کہ کبھی وہ سجدے میں ہیں، کبھی وہ قیام میں ہیں، یعنی رات بھر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں، ایسے بندے ہیں، جو ٹانگیں پھیلا کر نہیں سوتے، بلکہ رات کے آخری حصہ میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں "تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفا وطمعاً" (۱) ایسے لوگ جن کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں، اور وہ اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں، ڈر کر اور ثواب کے لالچ میں، ایسے بندے اللہ کے بندے ہیں۔

فرض نماز کے بعد افضل نماز تہجد ہے

اللہ کے یہاں محبوب اور مقبول وہ ہیں، جو رات کی یعنی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "أفضل الصلاة بعد الفريضة صلوة الليل" (۲) فرض نمازوں کے بعد سب سے بہترین رات کی نماز ہے، یعنی تہجد کی نماز، فرائض تو ادا کرتے ہیں، ان پانچ وقتوں کی نماز کے علاوہ تہجد پڑھتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آخر تک یہ نماز فرض رہی، عام مسلمانوں پر یہ نماز فرض نہیں رہی، مگر اس کی اہمیت اور

(۱) سورۂ سجدہ آیت ۱۶ (۲) صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۹۸۲/ کتاب الصیام

اس کی حیثیت باقی ہے، اس لیے اس کا اہتمام کیا جائے، پانچوں نمازیں بھی پوری کی جائیں اس کی کوشش کی جاوئے کہ پانچ نمازیں وقت پر اور مسجد میں پڑھیں، اور رات میں کوشش کریں کہ تہجد پڑھیں، اس کا وقت ویسے تو عشاء کے بعد سے شروع ہوجاتا ہے؛ لیکن رات کے آخری حصہ میں پڑھنا بہتر ہے، عام طور پر اس وقت آنکھ کھل بھی جاتی ہے؛ لیکن نینداس کو تھپکی دیتی رہتی ہے کہ سوجا، سوجا، ورنہ عام طور پر تو آنکھ کھل ہی جاتی ہے، اس وقت آنکھ کھلی، اٹھا وضو کیا اور چار رکعت اسی وقت پڑھ لی، اللہ تعالی ہم سب کو توفیق دے کہ نماز تہجد پڑھیں، تہجد کے وقت آسمان پر اللہ کی طرف سے منادی ہوتی ہے کہ کوئی ہے مانگنے والا کہ میں اس کی دعائیں قبول کروں، کوئی ہے لینے والا کہ وہ دعا مانگے اور اس کو میں قبول کروں، اللہ تعالی کی طرف سے اعلان ہوتا ہے، اس وقت جو اللہ کے بندے اٹھتے ہیں اور اللہ سے مانگتے ہیں تو اللہ ان کو دیتا ہے۔

ہم کوشش کریں کہ اللہ کے مقبول بندے ہوجائیں

میرے دوستو! کوشش کریں کہ رات کو اٹھ کر اللہ کے سامنے گڑگڑائیں، اور اللہ سے مانگیں، سارے مسائل اللہ کی طرف سے حل ہوں گے، اور اللہ ہی حل کرنیوالا ہے، اور ہمارا شمار اللہ کے محبوب اور مقبول بندوں میں ہوگا، اس کی بھی کوشش کرنی ہے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں اس کی توفیق دے، اور اس کے بعد اللہ تبارک وتعالی ان بندوں کی خصوصیات بیان کرکے کہہ رہا ہے کہ ہمارے بندے نماز پڑھتے ہیں، رات میں تہجد پڑھتے ہیں، ان کی رات رکوع میں سجدہ میں، قیام کی حالت میں بسر ہوتی ہے، تمام صحابہ کرام اور اللہ کے نیک بندے رات میں اٹھتے ہیں، اور تہجد کی نماز پڑھتے ہیں، اور اللہ کے مقبول اور محبوب بندے بنتے ہیں، من طلب العلی سهر اللیالی، اس لیے کوشش کریں کہ اللہ ہمیں بھی رات میں تہجد پڑھنے کی توفیق دے۔

مقبول بندے کی پانچویں صفت

آگے اللہ تعالی فرماتے ہیں پانچویں صفت "والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها كان غراما، انها ساءت مستقرا و مقاما" اور اللہ کے وہ بندے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے سے جہنم کا عذاب ہٹالے، وہ ڈرتے ہیں، اللہ کے سامنے روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں، آہ وزاری کرتے ہیں کہ اے میرے مالک، اے میرے خالق، اے میرے پروردگار! میں گنہ گار ہوں، میری پوری زندگی گناہوں میں بسر ہوئی ہے اور میں تیرا نالائق بندہ ہوں، تیری اطاعت نہیں کرسکا، اے اللہ مجھے معاف فرما، اے اللہ میری بخشش فرما، اور اے اللہ جہنم کا عذاب مجھ سے ہٹالے، مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں اس کو برداشت کرسکوں، اے اللہ یہ تو برا ٹھکانہ ہے، اس کی مجھ میں ہمت نہیں ہے، اس کی مجھ میں سکت نہیں ہے، اے پروردگار مجھ سے جہنم کا عذاب ہٹالے یہ تو بڑا شدید ہے، بڑا سخت ہے، یہ دعائیں مانگتے ہیں، اور وہ کرتے ہیں جو اللہ کے نیک بندے کرتے ہیں، جو جتنا زیادہ اللہ کے قریب ہوتا ہے، جس کو جتنی معرفت نصیب ہوتی ہے، وہ اتنا ہی ڈرتا ہے، اس کی مثال یوں سمجھو، پولس والا ہے، تو آدمی اس سے ڈرتا ہے یا نہیں، اور جس کو پتہ نہیں کہ وہ پولیس والا ہے یا نہیں، تو وہ نہیں ڈرے گا، اس نے کبھی نہیں دیکھا کہ پولیس والا کیسا ہوتا ہے، اس کی وردی کیسی ہوتی ہے، وہ تو اس کے سامنے چھاتی تان کر جائے گا اور نہیں ڈرے گا، اور جس کو پتہ ہے کہ پولیس والے کی یہ وردی ہوتی ہے، اور ان کے ہاتھ میں بندوق ہوتی ہے، تو وہ دیکھ کر ہی ڈر جاتا ہے، چونکہ اس کو پتہ ہے کہ یہ پولس والا ہے، ایسے ہی شہر کا کوئی افسر آجاوئے، وہ آپ کے سامنے کھڑا ہوجاوے، اور آپ کو معلوم ہے کہ یہ افسر ہے، تو آپ اس کے سامنے زور سے نہیں بولیں گے، اس کے سامنے بدتمیزی نہیں کریں گے، گالی گلوچ نہیں کریں گے، اور اگر پتہ چل جائے کہ یہ سہارنپور کا افسر ہے، تو اس سے ڈریں گے، ہاں جب تک پتہ نہیں،

اس کے سامنے سگریٹ لگائے گا،لیکن جب پتہ چل جائے گا کہ وہ افسر ہے تو فوراً ڈر جائے گا، اوراس کے اوسان خطا ہوجائیں گے ،اللہ تبارک وتعالی کو جس نے پہچانا،وہ اللہ سے ڈرتا ہے،ہم یہ سنتے ہیں کہ اللہ ہے،اوراللہ نے ہمیں پیدا کیا ہے،اللہ نے جہنم بنارکھی ہے، اس کے اندر کیسے کیسے سخت عذاب دیتا ہے،توہماری ہمت سے باہر ہے کہ ہم اس کی نافرمانی کریں گے،یا ہم اس زمین پرفساد کریں گے،ہم نے اللہ کو پہچانا نہیں ہے،صرف کہتے ہیں کہ اللہ ہے،کوئی ہے،مگر یہ نہیں جانا کہ اس کی حقیقت کیا ہے،وہ قادر مطلق ہے اس کی پکڑ اور گرفت کیسی ہے"إن بطش ربك لشديد"(۱) اس کی پکڑ تو بہت سخت،اور جب وہ جہنم میں عذاب دیتا ہے"انها ساء ت مستقرا و مقاما" اور جہنم برا ٹھکانا ہے،بری جگہ ہے،جس کو پتہ ہے وہ ڈرتا ہے،جس کو پتہ نہیں ہے وہ نہیں ڈرتا ہے،اگر اس کو اللہ کی حقیقت معلوم نہیں ہے تو وہ اللہ سے نہیں ڈرتا ہے،تو جو لوگ اللہ کی معرفت رکھتے ہیں،ان کو معلوم ہے کہ اللہ تعالی کتنی پکڑ والے ہیں،کتنی سخت اس کی گرفت ہے،جس کو معلوم ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالی کتنی سخت پکڑ والے ہیں،تو وہ اللہ کی پکڑ سے،اللہ کی سزا سے نہیں ڈرے گا،اس لیے علماء کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ علماء ہی اللہ سے زیادہ ڈرتے ہیں"إنما يخشى الله من عباده العلماء"(۲) کیونکہ وہ اللہ کو جانتے ہیں،ان کو اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

مقبول بندے کی چھٹی صفت

اس کے بعد اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی چھٹی صفت بیان کی ہے"والذين إذا أنفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا وكان بين ذلك قواما" وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں،اس میں فضول خرچی نہیں کرتے ،نہ تو بخل کرتے ہیں،اور نہ ہی فضول خرچی کرتے ہیں،بلکہ اس کے درمیان کا راستہ اختیار کرتے ہیں،جہاں ضرورت ہے وہاں خرچ کرتے ہیں،جہاں ضرورت نہیں ہے،وہاں خرچ نہیں کرتے ہیں،تو یہ بھی اللہ کے بندے ہیں،جیسے وہ بندے اللہ کے جو

(۱) سورۂ بروج آیت ۱۲ (۲) سورۂ فاطر آیت ۲۸

دعائیں کرتے ہیں،اللہ سے ڈرتے ہیں،ایسے ہی یہ اللہ کے بندے جن کو مال دیا ہے،اس کو بیکار نہیں اڑاتے ، ورنہ انسان کہتا ہے کہ میرا مال ہے، میں جہاں چاہوں اور جس طرح چاہوں خرچ کروں ،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تبارک وتعالی کل قیامت کے دن مال کے سلسلہ میں سوال کرے گا"من أين أكتسبه وفيما أنفقه؟" کہاں سے کمایا، کس طرح کمایا،جائز طریقہ سے کمایا ہے یا ناجائز طریقہ سے،حرام طریقہ سے کمایا یا حلال طریقے سے کمایا،محنت مزدوری سے کمایا یا ڈکیتی سے کمایا،یا خون پسینہ سے کمایا،اس کے بارے میں سوال ہوگا،اور جب کما لیا یہ نہیں کہ میرا مال ہے،جس طرح چاہوں اڑاؤں،اللہ کہیں گے خرچ کہاں کیا تھا؟، دھوکہ دہی میں، جھوٹ میں ،مقدمات میں ،فلم میں،گندے کاموں میں،زنا میں،کہاں کہاں خرچ کیا تھا،اللہ پوچھے گا،اللہ کے بندے جو خرچ کرتے ہیں تو صحیح صحیح خرچ کرتے ہیں،ضرورت کی جگہ پر خرچ کرتے ہیں،زکوۃ ادا کرتے ہیں،اگر زکوۃ ادا نہیں کرتے تو بخیل ہیں مجرم ہیں،اللہ کی طرف سے پکڑ کے مستحق ہیں،اور اگر زکوۃ ادا کرتا ہے،تو یہ اللہ کا بندہ ہے،ضرورت کی جگہ پر خرچ کرتا ہے،بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے،ماں باپ پر خرچ کرتا ہے، بھائی بہن پر خرچ کرتا ہے،اپنی اولاد پر خرچ کرتا ہے،جتنی ضرورت ہے اتنا ہی خرچ کرتا ہے،ضرورت کے مطابق خرچ کرتا ہے،فضول میں نہیں اڑاتا ہے، بیکار نہیں اڑاتا،جتنی ضرورت ہے اسی کے مطابق خرچ کرتا ہے،ایسے ہی بخل نہیں کرتا ہے،ضرورت ہے کپڑے کی مگر نہیں لیتا،ضروت ہے سامان کی مگر نہیں لیتا،ضرورت کے مطابق خرچ کرتا ہے،احتیاط سے خرچ کرتا ہے،اللہ تعالی نے نظام بنایا ہے کہ کتنا حصہ نکالنا ہے،سوروپیہ میں ڈھائی روپیہ اللہ کے راستہ میں نکالتا ہے یہ زکوۃ ہے،اگر وہ کوشش کرتا ہے اور نکالتا ہے تو وہ اللہ کا بندہ ہے،یعنی جہاں ضرورت ہے وہاں خرچ کرتا ہے،اور جہاں احتیاط کی ضروت ہے وہاں احتیاط کرتا ہے، نہ تو بخل سے کام لیتا ہے ، نہ فضول خرچی کرتا ہے ، ایسے اللہ کے مقبول اور محبوب بندے ہیں اور جو بیکار فضول خرچی کرتے ہیں،ان پر اللہ کی پکڑ آتی ہے، پھر اللہ تعالی ان کے ساتھ اپنے مخصوص بندوں والا معاملہ نہیں کرتا ہے،بلکہ وہ اللہ کے نافرمان بندے ہوتے ہیں۔

مقبول بندے کی ساتویں صفت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک صفت بیان فرماتا ہے”والذین لایدعون مع اللّٰہ الھا آخر“ اللہ کے وہ بندے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، اللہ نے سب کچھ دیا ہے، ہمارا خالق اللہ، ہمارا مالک اللہ، سب کچھ اسی نے دیا ہے، جان اسی نے دی ہے، کھانا پینا اسی نے دیا ہے، ہمارے ماں باپ اسی نے دئے ہیں، اور ہماری زندگی میں ہدایت اسی نے دی، اسی نے ہمارے تمام کاروبار کو چلایا، اگر اس کے ساتھ غیر اللہ کی پرستش کی جاوے، اس کے ساتھ غیر اللہ کی پوجا کی جائے، اللہ کو یہ پسند نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف اعلان کر دیا کہ ہمارے دربار میں چاہے جتنا بڑا گنہگار آ جائے، ہم اس کو معاف کر سکتے ہیں: لیکن شرط یہ ہے کہ شرک کرنے والا نہ ہو”إن اللّٰہ لا یغفر أن یشرک بہ“اگر زندگی میں اس نے ذرا بھی شرک کیا ہے، تو اللہ کہتے ہیں کہ ایسے کو ہم ہرگز نہیں بخشیں گے، اللہ کے یہاں شرک کی گنجائش نہیں ہے، نماز نہیں پڑھی معاف ہوسکتا ہے، روزہ نہیں رکھا معاف ہوسکتا ہے، زنا کیا، چوری کی، بڑے سے بڑے گناہ کئے، سب معاف ہوسکتے ہیں: لیکن اگر شرک کیا اللہ کے ساتھ، اللہ کے ساتھ کسی کو خدا ٹھہرایا، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا، پھر اس کی بخشش نہیں، بلکہ صاف صاف فرمایا”ویغفر مادون ذلک لمن یشاء“(۱) اس کے علاوہ کتنا ہی بڑا گنہگار رہو، کتنا ہی بڑا مجرم ہو، اس کو اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ ہم اس کو بخش دیں گے، ہم اس کو معاف کر دیں گے، لیکن اگر کسی نے شرک کیا تو ہم اس کو نہیں بخشیں گے، تو اسی لیے اللہ کو ایسے بندے، جو عباد الرحمٰن ہیں، جن کا عقیدہ پختہ ہے، اللہ کی وحدانیت پر پورا یقین ہے، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، حالات کیسے ہی ان پر ناگفتہ بہ ہوجائیں، نیرنگی ایام اور زمانہ کی گردش ان کے ساتھ جیسا بھی معاملہ کرے، اور آزمائش ان کے ساتھ کسی بھی طرح ہوجائے، مگر ان کے پائے استقامت میں ذرا بھی لغزش نہ ہو پائے، دنیا ادھر سے ادھر ہوجائے، مگر وہ ہر حال میں

(۱) سورۂ نساء آیت ۴۸

اللہ ہی کو کارساز، اسی کو نعم المولیٰ اور نعم النصیر سمجھے، تو ایسے لوگ اللہ کے محبوب بندے ہیں، جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا”والذین لایدعون مع اللّٰہ الھا آخر۔

مقبول بندے کی آٹھویں صفت

”ولا یقتلون النفس التی حرم اللّٰہ إلا بالحق“ اور وہ بے جا انسانوں کو قتل نہیں کرتے ہیں، کسی کی جان نہیں مارتے ہیں، یہ اللہ کے بندے ہیں، جو جانیں اللہ نے حرام کر دی ہیں کہ ان کو نہیں مارنا ہے، ان کو نہیں مارتے ”الا بالحق“ ہاں اگر کسی نے بے جا کسی کو قتل کر دیا، پھر اس کے بدلہ میں اس کو قتل کیا جائے گا، لیکن بغیر کسی مطلب کے، بغیر کسی قصاص کے چونکہ انسان کو قتل کرنا حرام ہے، اللہ قرآن میں فرماتا ہے کہ اگر کسی نے بغیر جرم کے کسی انسان کو قتل کیا تو گویا کہ اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا”من قتل نفسا بغیر نفس فکأنما قتل الناس جمیعاً“ آج کل کوشش کیا ہوتی ہے، اگر کسی سے ذرا سی گڑبڑ ہوجائے، تو فوراً کہتے ہیں کہ میں تمہیں نمٹا دوں گا، تمہیں قتل کر دوں گا، یا تم کو جان سے ماردوں گا، بڑی غلطی ہے، بڑا گناہ کا کلمہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ معاف نہیں کرتا ہے، اللہ کہتا ہے، اگر کسی نے کسی کی جان ماری تو گویا کہ ”کأنما قتل الناس جمیعاً“ گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا”ومن احیاھا فکأنما احیا الناس جمیعاً“(۱) اور جس نے کسی کی جان بخشی کی گویا کہ اس نے تمام انسانوں کی جان بخشی کی، ایسے انسان جو بیجا قتل وغارت گری نہیں کرتے، بیجا لوگوں پر ظلم نہیں کرتے، وہ اللہ کے مقبول اور محبوب بندے ہیں، اور اگر اس کے خلاف کرتے ہیں تو وہ بڑا خراب کام کرتے ہیں اور ان کو تو عذاب چکھنا پڑے گا۔

مقبول بندے کی نویں صفت

”ولا یزنون“ اور اللہ کے وہ مقبول بندے زنا نہیں کرتے، خواہش کو پوری کرنے کے لیے

(۱) سورۂ مائدہ آیت ۳۲

اللہ تعالی نے جو جائز طریقہ بتایا ہے اس کو اختیار کرتے ہیں، اپنی شہوت کو پوری کرنے کے لیے نکاح بتایا ہے، حدیث پاک کے اندر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج"(۱) کہ تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو، اس کو نکاح کرنا چاہئے، اس لیے نکاح کے ذریعہ اس خواہش کو پورا کیا جاوے، اگر کوئی اس کے برخلاف چلتا ہے، تو وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور بہت بڑا گناہ کرتا ہے، ہم نے آپ کو بتلایا تھا کہ ہماری آنکھ کا بھی زنا ہے، ہمارے پیر کا بھی زنا ہے، ہمارے ہاتھ کا بھی زنا ہے، ہم نے اپنی آنکھ سے غلط دیکھا تو یہ آنکھ کا زنا ہے اور اگر ہم نے اپنے کانوں سے غلط بات سنی، تو یہ کان کا زنا ہے، ہاتھ پیر اگر غلط کام کرتے ہیں تو یہ ہاتھ اور پیر کا زنا ہوا، اللہ تعالی فرماتا ہے "ولا یزنون" میرے جو بندے ہیں وہ زنا نہیں کرتے، نہ آنکھوں کا، نہ کانوں کا، نہ پیروں کا، نا ہاتھوں کا، نہ جسم کے کسی بھی حصہ کا بلکہ "والذین لفروجھم حافظون" جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، وہ کامیاب مومن ہیں، عرش کے نیچے اللہ تعالی ان کو سایہ دے گا، حدیث کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ سات ایسے لوگ ہوں گے جن کو عرش کے نیچے سایہ ملے گا، ان میں سے ایک وہ بھی ہے جس کو ایک خوبصورت نوجوان عورت غلط کام کی طرف دعوت دے تو وہ کہے "انی أخاف اللہ"(۲) میں اللہ سے ڈرتا ہوں، ایسے ڈرنے والے لوگوں سے اللہ خوش ہوتے ہیں اور عرش کے نیچے جگہ دیتے ہیں، قیامت کے دن جس دن سورج ہمارے سروں پر ہوگا، ایسے بندے "ولا یزنون" زنا نہیں کرتے، وہ اللہ کے عرش کے سایہ تلے ہوں گے "ومن یفعل ذلک یلق اثاما" اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ گنہگار ہوگا "فمن ابتغی وراء ذلک فاؤلئک ھم العادون" پھر اگر وہ غلط راہ اختیار کرتے ہیں تو ایسے لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، اور ان کو دوگنا عذاب دیا جائے گا "یضعف لھم العذاب ویخلد فیہ مھانا" اور جہنم میں ان کو ہمیشہ کے لیے ڈالا جائے گا "الا من

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۴۶۷۷ / کتاب النکاح (۲) صحیح البخاری حدیث نمبر ۶۲۰ / کتاب الاذان

تاب وعمل صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات" مگر جس نے توبہ کرلی اور نیک کام کیئے تو اللہ تعالی ان کی سیئات کو نیکیوں سے بدل دے گا "وکان اللہ غفوراً رحیماً" اور اللہ تعالی مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے "ومن تاب وعمل صالحا فانہ یتوب إلی اللہ متابا" اور جس نے توبہ کرلی، اور نیک عمل کرلیا، تو اللہ تعالی اس کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور اس کو بخش دیتا ہے۔

مقبول بندے کی دسویں صفت

اس کے بعد اللہ تعالی فرماتا ہے "والذین لایشھدون الزور" اللہ کے بندوں کے خلاف جھوٹی گواہی نہیں دیتے، آج کل کیا ہوتا ہے، ذرا سا جھگڑا ہوا، جھوٹی گواہیاں دلائی جاتی ہیں، وکیلوں کو پیسے دے کر، ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنایا جاتا ہے، آپ کا تعلق اگر کسی سے ہے، اگر اس نے آپ کے سامنے ظلم کیا ہے اور ظالم آپ کے ساتھ ہے، تو آپ کو صحیح صحیح بات کہنی چاہئے، آپ کو کچھ چھپانا نہیں چاہئے، حق کو نہ چھپایا جائے، جھوٹی گواہی نہ دی جائے، اللہ کہتا ہے کہ اللہ کے نیک بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے، جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے، جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی گرفت آتی ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إن الصدق یھدی إلی البر وإن البر یھدی إلی الجنۃ وإن الرجل لیصدق حتی یکتب صدیقاً وإن الکذب یھدی إلی الفجور وإن الفجور یھدی إلی النار وإن الرجل لیکذب حتی یکتب کذاباً"(۱) کہ سچائی نیکی کا راستہ ہے، اور نیکی جنت کا راستہ ہے، اور جو آدمی سچ بولتا ہے، اس کا نام سچوں میں لکھا جاتا ہے، اور جھوٹ برائی کا راستہ ہے، اور برائی جہنم کا راستہ ہے، اور جو آدمی جھوٹ بولتا ہے اس کا نام جھوٹوں کی لسٹ میں لکھا جاتا ہے، غرضیکہ سچائی نجات دلانے والی ہے، اور جھوٹ کے اندر ہلاکت ہے، جن لوگوں نے سچ کو اپنا شیوہ بنایا اور جھوٹ سے حفاظت کی، وہ اللہ کے مقبول بندے ہیں، آج کل دنیا میں

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۷۱۹ / کتاب البر والصلۃ والآداب

یہی سب ہورہا ہے کہ ایک دوسرے پر ظلم کررہے ہیں، ایک دوسرے پر زیادتی کررہے ہیں، ایک قتل کرتا ہے دس کے نام اور جھوٹ میں لکھوائے جاتے ہیں، اور پھر اس کے لیے گواہی تلاش کرتے ہیں، پیسہ دے کر جھوٹی گواہیاں حاصل کی جاتی ہیں، یہ لوگ اللہ کے مقبول اور محبوب بندے نہیں ہیں؛ بلکہ اللہ کے ایسے مجرم بندے ہیں جن پر اللہ کی گرفت ہوگی، اس بات کی ہمیں عادت ڈالنی چاہئے کہ جھوٹ کا ہم سہارا نہ لیں، اللہ ہمیں سچا بنادے اور ہمیں اپنے مقبول اور محبوب بندوں میں سے بنائے۔

مقبول بندے کی گیارہویں صفت

”واذا مروا باللغو مروا کراماً“ اور اللہ کے یہ محبوب بندے جب کسی مجلس سے گزرتے ہیں، تو شریفوں کی طرح گزرجاتے ہیں، کوئی ایسی مجلس ہو جہاں فحش باتیں ہورہی ہوں، خراب باتیں ہورہی ہوں، تو وہ چپ چاپ گزرجاتے ہیں، چاہے گانا بجانا ہورہا ہو، اس سے بھی چپ چاپ گزرجاتے ہیں، اور جو اللہ کے مقبول اور محبوب بندے نہیں ہوتے، وہاں وہ بیٹھتے ہیں، گناہ کے اندر شریک ہوتے ہیں، ایسے اللہ کے بندے نہیں ہوتے ہیں، آج کل میلے ہوتے ہیں، جن میں خرافات ہوتی ہیں، گناہ ہوتا ہے، ناچ گانے ہوتے ہیں، رقاصائیں ناچتی ہیں، غیر محرم عورتیں آتی ہیں، چاہے وہ ریڈیو ہو، ٹیلی ویژن ہو، وی سی آر ہو، ان سب کے اندر خرافات ہوتی ہے، غیر محرم عورتوں کی تصویریں آتی ہیں، وہ بھی خراب مجلس ہے، ایسے ہی کسی کی بیٹھک ہو، جہاں پر غلط باتیں ہوتی ہوں، غلط چیزوں کا فروغ ہوتا ہو، تو ایسی صحبتوں سے بچتا ہے ”واذا مروا باللغو مروا کراماً“ شریفوں کی طرح گزر جاتے ہیں، اس کی طرف دیکھتے بھی نہیں، ڈھول ڈھما کہ ہورہا ہے، کھڑے نہیں ہوتے، وہاں اپنی سائیکل، اپنی گاڑی کو روک کر کھڑے نہیں ہوتے بلکہ شریفوں کی طرح گزرجاتے ہیں، ادھر گردن بھی نہیں گھماتے ”لاحول ولاقوۃ الا باللہ“ پڑھتے ہوئے گزرجاتے ہیں،

کہیں غیر اللہ کی پوجا ہورہی ہے، یا گانے گائے جاتے ہوں، تو وہاں سے ”استغفر اللہ ربی من کل ذنب“ پڑھتے ہوئے گزرجاتے ہیں، یہ شریفوں کا کام ہے ”مروا کراما“ ایسے لوگ اللہ کے محبوب اور مقبول بندے ہیں۔

مقبول بندے کی بارہویں صفت

پھر اللہ نے آگے بارہویں صفت بیان کی ہے ”والذین إذا ذکروا بآیات ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا“ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی آیات اور اللہ کے احکامات کی نصیحت کی جاتی ہے، اور ان کے سامنے ان کے رب کی باتیں پیش کی جاتی ہیں، تو وہ اندھوں اور بہروں کی طرح ان پر نہیں پڑتے، بلکہ ان کو غور سے سنتے ہیں، اندھے بہرے کیا ہیں؟ ان کے آگے بین بجاؤ ان کو کچھ پتہ نہیں چلے گا، جیسے بھینس کے آگے بین بجائی جاتی ہے، تو اللہ کے جو نیک بندے ہیں، ان کے سامنے جب اللہ کی آیات پیش کی جاویں، اللہ کی بات ان کے سامنے پیش کی جاے؟ تو وہ غور سے سنتے ہیں، اور پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ورنہ اندھے بہرے کا معاملہ جیسے بھینس کے آگے بین بجائی جاتی ہے ان کو کچھ پتہ نہیں چلتا ہے، تو اللہ کے ایسے بندے جن کے سامنے اللہ کی آیات، قرآن کریم کی تعلیمات اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پیش کی جائیں، تو وہ غور سے سنتے ہیں ”لم یخروا علیھا صما وعمیانا“ اندھوں اور بہروں کی طرح نہیں پڑتے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم کی آیات یا اس طرح کی وعظ ونصیحت کی بات ہو، تو اس کو غور سے سنا جائے اور اس پر دماغ لگایا جائے، اور عقل سے کام لیا جائے، اگر ایسا کریں گے، تو اللہ کے محبوب ومقبول بندے بنیں گے، اگر ہم نے یہ صفت اختیار کی، تو انشاءاللہ بہت فائدہ ہوگا۔

مقبول بندے کی تیرہویں صفت

اس کے بعد اللہ تعالی فرماتا ہے ”والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا

قرة اعين و جعلنا للمتقين إماما" یہ تیرہویں صفت ہے کہ میرے بندے ایسے ہیں، جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے لیے ہماری بیویوں کو اور ہماری اولادوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا، ہماری اولاد کو ہماری بیوی بچوں کو، ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں نیک لوگوں کا امام بنا، ایسی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہماری اولاد کو نیک بنا، ان کو بھی ایسی چیز عطا فرما کہ ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک ہو، اور اے اللہ تعالی ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا، اسی طرح وہ دعا کرتے ہیں، یہ تیرہ صفات مکمل ہوگئیں، اللہ تعالی ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ان صفات کے اختیار کرنے کی توفیق وہمت عطا فرما۔

مقبول بندوں کو بالاخانے ملیں گے

اللہ تعالی نے ان صفات کے حاملین کے لیے اعلان جاری کیا ہے "اولئك يجزون الغرفة بما صبروا" ان کو غرفے ملیں گے، بالاخانے ملیں گے، کمرے ملیں گے جنت میں، جنھوں نے ان تیرہ صفات کو حاصل کرلیا، تیرہ باتوں پر عمل کرلیا، ایسے اللہ کے بندوں کو جنت ملے گی، بالاخانہ ملیں گے، آج دنیا میں کوئی بلڈنگ بناتا ہے، اونچا مکان بناتا ہے، تو دو منزل، تین منزل جس کا کئی منزلہ مکان ہوتا ہے، تو اس کی ایک شان ہوتی ہے، تو جنت میں ہمیں کئی منزلہ عمارتیں ملیں گی، بڑے بڑے غرفے ملیں گے، وہاں ان کو مستی ہی مستی ملے گی "ويلقون فيها تحية و سلاما" ان کے سامنے فرشتے سلام پیش کریں گے، یہاں دنیا میں ہمیں کوئی سلام کرلیتا ہے، تو ہماری باچھیں کھل جاتی ہیں، ہم پھول جاتے ہیں کہ ماسٹر صاحب نے ہمیں سلام کیا، ڈاکٹر صاحب نے ہمیں سلام کیا، چودھری صاحب نے ہمیں سلام کیا، خوش ہوجاتے ہیں، یہ آدمی کی طبیعت ہوتی ہے کہ وہ خوش ہوجاتا ہے کہ آج پردھان جی نے خود سلام کیا ہے، تو وہاں جنت میں ہوں گے، تو کون سلام کرے گا، فرشتوں کی طرف سے، اللہ کی طرف سے سلام ہوگا، سلام علیکم، فرشتے بھی سلام کررہے ہیں، اور اللہ کی طرف سے بھی سلام کیا جارہا ہے، جتنے بھی بڑے کی طرف سے سلام ہوتا ہے، اتنا ہی آدمی

خوش ہوتا ہے، فرشتوں کی طرف سے بھی سلام ہوگا اور اللہ کی طرف سے بھی سلام ہوگا "خالدين فيها حسنت مستقرا و مقاما" اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، وہ بہترین ٹھکانہ ہے، اور بہترین جائے قیام ہے، قیام کرنے کی جگہ ہے، تو اللہ تعالی ہمیں جنت کا مقام اور ٹھکانا عطا فرمائے گا، اگر یہ تیرہ صفات ہمارے اندر پیدا ہوگئیں، تو انشاء اللہ ہمیں انعام سے نوازا جائے گا، یعنی اللہ کی طرف سے ہمیں انعام ملے گا، اور ہمارے لیے کیا سرٹیفکیٹ جاری ہوگا، ہم اللہ کے بندے ہوں گے، مقبول بندے ہوں گے، اللہ کے یہاں محبوب بندے ہوں گے، انسان کو کہتے ہیں نہ کہ یہ پردھان جی کے سکریٹری ہیں، ایم ایل اے صاحب کے یہ سکریٹری ہیں، اس کی عزت بڑھ جاتی ہے، کوئی آدمی آوے اور تعارف کرائے تو ہم کہتے ہیں کہ ہاں ہم انہیں جانتے ہیں، تھانہ دار صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں، اس کی عزت بڑھ گئی، یہ صاحب ہمارے یہاں کے ایم ایل اے کے سکریٹری ہیں، تو اس کا مقام بڑھ جاتا ہے، اللہ تبارک وتعالی قرآن میں اپنا خاص اور محبوب بندہ بنا رہا ہے، کس کو؟ جو ان تیرہ صفات کو اختیار کرے، اور پھر اللہ تعالی اس کی نسبت اپنی طرف کررہا ہے، کہ ارے یہ تو ہمارا محبوب، ہمارا بندہ ہمارا ماننے والا ہے، ارے یہ تو ہماری پارٹی کا ہے، جس کو اللہ تعالی اپنا کہے، اپنا بنائے، اس کی شان اور اس کی عزت کے کیا ٹھکانے، جو یہ تیرہ چیزیں اختیار کرلے، ایسے بندے اللہ کو محبوب ہیں، اور وہ سارے بادشاہوں کا بادشاہ سب کا مالک ہے، اس کا کوئی مقبول اور محبوب بن جاوے، کتنا بڑا مقام ہوگا، اللہ تعالی ہمیں ایسا مقام عطا فرماوے، اور ہم اللہ کے مقبول بندوں میں سے بن جاویں، اللہ تعالی ہمیں ایسے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرماوے کہ ہم اس کے محبوب اور مقبول بندے بن جاویں۔

132

میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟

یہ بیان ۱۲/جون ۲۰۰۹ء بروز جمعہ مرکز کی جامع مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے نمازیوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوا۔

میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟

انسان کو بس اپنی فکر ہے

میرے محترم دینی بھائیو! آج کل ترقی کا زمانہ ہے، ٹکنالوجی کا دور ہے، انسان نے ہواؤں میں اڑنا سیکھ لیا ہے، سمندر میں تیرنا سیکھ لیا ہے، چاند پر کمندیں ڈال دی ہیں، اور دنیا کی وسعت کو مٹھی میں بند کرلیا ہے، ترقی کے اس دور میں اور ترقی کے اس زمانہ میں۔ اب سے پہلے جو باتیں ہوتی تھیں، ان کو دیکھ کر اور ان کو سن کر لوگ حیرت میں پڑ جاتے تھے مگر۔ آج انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، اور خود اس ترقی اور زندگی کی تیز رفتاری کا مشاہدہ کرلیا، مگر اس ترقی کے بعد جو اہم کام ہے، اس کے بارے میں نہیں سوچا، آج کل سب کو فکر ہے کہ میرے بیٹے بڑے ہوگئے ہیں، اب مجھے کمانے کی ضرورت نہیں ہے، یا میرے پاس بینک بیلنس ہے، اگر مرگیا تو میرے لڑکے کسی کے محتاج نہیں ہوں گے، مجھے اب فکر نہیں ہے، اور ماشاء اللہ سب بیٹوں کی شادی بھی کردی ہے، اور ایک رہ گیا ہے، اس کی بھی کل ہوجائے گی، اب میں عیش کروں گا، مجھے کسی چیز کی فکر نہیں ہے، کوئی ٹینشن نہیں ہے، اب میں کھاؤں گا، پیوں گا اور راحت وآرام کی زندگی گزاروں گا، اب مجھے کوئی فکر نہیں ہے، اللہ نے سب کچھ ہمیں دے رکھا ہے، اگر کچھ فکر ہے تو بچوں کی فکر ہے، مادی زندگی کی فکر ہے، باغ میں اتنا ہوجائے، تنخواہ اتنی ہوجائے، اچھی بات ہے، بچوں کی فکر ہونی چاہئے، کوئی بری بات نہیں ہے۔

روزی روٹی کا مسئلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے

مگر اللہ نے سب کی روزی روٹی کا انتظام کر رکھا ہے "وما من دابة فی الارض الا علی

اللہ رزقھا"(۱) اس زمین پر، اس دھرتی پر جتنے بھی لوگ، جتنی بھی مخلوق ہے، چاہے وہ جنگل کا جانور ہے، چاہے وہ کنویں کا مینڈھک ہے، آسمان میں اڑنے والا پرندہ ہے، یا زمین پر رینگنے والا کیڑا ہے، اس کی روزی روٹی اللہ کے ذمہ ہے، مگر پھر بھی فکر ہے، بچے کی، بینک بیلنس کی کہ میرے مرنے کے بعد میرے بچے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے، اور یہ فکر نہیں ہے کہ میرے مرنے کے بعد اس کا کیا بنے گا، اور خود اس کے مرنے کے بعد اس کا کیا بنے گا، فکر ہے اس کی کہ اس کی روزی روٹی کا مسئلہ حل ہو جائے، جب کہ اس کی ذمہ داری خود اللہ نے لے رکھی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی نصیحت

اب سے کئی ہزار سال پہلے کی بات ہے، قرآن کریم اس بات کو نقل کرتا ہے کہ "ام کنتم شہداء" اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اس امت کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے قرآن میں، کہ تمہیں کچھ پتہ ہے کہ جب میرا پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام بوڑھا ہو چلا، زندگی ان کی گزر گئی، آخری وقت تھا، اپنے سب بیٹوں کو اکٹھا کیا، اپنے بچوں کو اکٹھا کیا، اور سب کو نصیحت کی، سب سے عقیدۂ توحید کے متعلق سوال کیا، ہم لوگ بھی سوال کرتے ہیں، ہمیں کیا فکر ہے کہ بھائی میرے مرنے کے بعد میرے بچوں کا کچھ نقصان نہ ہونا چاہئے، دیکھو فلاں زمین ہے، تینوں بھائی اتنا اتنا لے لینا، بہن کو بھی دیدینا، اس طرح تم جھگڑنا نہیں، میں بوڑھا ہوں، میری نصیحت تم مانو، اپنی بہن کا خیال رکھنا، اپنے بھائی کا بھی خیال کرنا، آپس میں جھگڑنا نہیں اور ایک بات اور کہتا ہوں سب مل کر رہنا، ورنہ اکیلے رہوگے، تو تمہیں کوئی بھی ہڑپ کر جائے گا، یہ نصیحت ہے، مگر اب سے ہزاروں سال پہلے اللہ کے ایک پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو اکٹھا کر کے کیا نصیحت کرتے ہیں کہ بیٹوں میرا وقت تو پورا ہو گیا "إذا حضر یعقوب الموت إذ قال لبنیه ماتعبدون من بعدی" بیٹوں میں تو

(۱) سورۂ ہود آیت ۶

جا رہا ہوں، میرا تو آخری وقت ہے، یہ بتاؤ! میرے مرنے کے بعد تم کس کی پوجا کروگے؟ حیرت کی بات ہے، نبی کے بیٹے اور نبی کے صاحبزادے، خود پیغمبران کو اکٹھا کر کے ان سے پوچھ رہا ہے، بتاؤ میرے مرنے کے بعد کس کی پوجا کروگے؟ کس کی عبادت کروگے؟ فکر ہے کس کی ان کے عقیدے کی، فکر کس کی کہ میرے مرنے کے بعد کس کی عبادت کروگے، ورنہ تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ بیٹو! دیکھو تم سب مل کر رہنا، لڑنا نہیں، جھگڑنا نہیں اور جو اتنے روپے ہیں، بینک بیلنس ہے، تم سب آپس میں بانٹ لینا، یہ نصیحت کرتے اور یہ مکان تمہارا ہے، اور وہ مکان تمہارا ہے، مگر کیا نصیحت کر رہے ہیں، کیا پوچھ رہے ہیں؟ بیٹو! بتلاؤ میں تو جا رہا ہوں، یہ تو بتاؤ میرے مرنے کے بعد کس کی پوجا کروگے؟ کس کی پرستش کروگے؟ تم کس کی عبادت کروگے؟ بیٹوں کو بھی اشکال ہو سکتا تھا کہ ابا جان کیسی باتیں کر رہے ہیں، آپ اللہ کے نبی ہیں، آپ نے ہماری تربیت ایسے کی ہے، وحدانیت کا بیج ہمارے اندر بویا، ہم تو خود اللہ کی پرستش کرتے ہیں، اور اسی کے کریں گے، یہ سوال کسی اور سے آپ کرتے، ہم نے جس انداز پر زندگی گزاری، آپ نے ہماری جس انداز پر تربیت کی، ایسے کیسے ہو سکتا ہے، ابا جان کیسی باتیں کر رہے ہیں، مگر ان کی دور اندیشی ان کی فکر اور سوچ اور ان کا جواب سنئے اور دیکھئے وہ نبی زادے تھے، کہا بتلاؤ بیٹوں میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا جواب

سب نے بیک زباں ہو کر کہا "قالوا نعبد الھك واله آبائك ابراھیم واسماعیل واسحاق الھا واحدا" (۱) کہ ابا جان ہم تو آپ کے اور دادا جان کے معبود کی عبادت کریں گے، آپ نے جس کی پوجا کی، آپ نے جس کی عبادت کی، آپ کے باپ دادوں نے جس کی عبادت کی، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق علیہم السلام نے جس کی عبادت کی، ہم اسی کی عبادت کریں گے، آپ کے باپ دادوں کے معبود کی عبادت کریں

(۱) سورہ بقرہ آیت ۱۳۳

گے، اور پھر بھی یہ سوال ہوسکتا تھا کہ معلوم نہیں انہوں نے کس کی عبادت کی ہو، اس اشکال کو بھی ہٹایا اور کیا کہا "الٰھا واحد" ارے وہ جو اللہ ایک ہے، اسی کی عبادت کریں گے، ابا جان، آپ کے رب کی، آپ کے باپ دادوں نے جس کی عبادت کی، جس کی عبادت ابراھیم علیہ السلام نے کی، جس کی عبادت اسماعیل علیہ السلام نے کی، جس کی عبادت اسحاق علیہ السلام نے کی اور وہ ایک ہی معبود ہے، اسی کی ہی ہم عبادت کریں گے "و نحن له مسلمون" اور ابا جان ہم تو مسلمان ہیں، کیا ہم کو بھی اپنی اولاد کی یہ فکر کی ہے، کبھی ہم نے اپنی اولاد کے سلسلہ میں اس طرح سوچا ہے، اب سے کئی ہزار سال پہلے ہونے والا پیغمبر، اپنی اولاد سے سوال کررہا ہے، کیا ہم نے اپنی اولاد کے بارے میں کبھی سوچا ہے؟ یا اس کی فکر کی ہے کہ میرے مرنے کے بعد اس کا کیا ہوگا یا کبھی یہ سوچا کہ ان کے مرنے کے بعد انکا کیا بنے گا، قبر میں اس کے ساتھ کیا ہوگا، حشر میں اس کے ساتھ کیا ہوگا، اللہ کے دربار میں جب یہ حاضر ہوگا تب اس کا کیا ہوگا، یہی نہیں بلکہ اگر خود نمازی تھا، خود ملاجی تھا، خود دیندار تھا، جماعت میں بھی جاتا تھا، قرآن کی بھی تلاوت کرتا تھا، تہجد بھی پڑھتا تھا، لیکن اولاد بے دین، تو خود کا دیندار ہونا کافی نہ ہوگا، اولاد کی گھر والوں کی فکر ضروری ہے۔

خود کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ

اسی لئے اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے "یایها الذین آمنوا قوآ انفسکم واهلیکم نارا"(۱) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ، یہ نہیں کہ ہمارا دین ہمارے کام آئیگا، ہماری نمازیں ہمارے کام آئیں گی، ہمارے روزے ہمارے کام آئیں گے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ضرور کام آئیں گے، مگر ہمارے سے ہماری اولاد، بیوی، بچوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا، ایسا نہیں کہ ہمیں کسی سے لینا دینا نہیں، اللہ فرمارہا ہے کہ اپنے آپ کو بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی آگ سے بچاؤ "وقودها الناس

(۱) سورۂ تحریم آیت ۶

والحجارة" اور کس آگ سے بچاؤ، جس آگ کا ایندھن پٹرول نہیں، جس آگ کا ایندھن کوئلہ نہیں، جس آگ کا ایندھن لکڑی نہیں، بلکہ اس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، پھر ان پر کون رہتے ہیں "علیها ملائکة غلاظ شداد" فرشتے بھی ایسے اکھڑ دماغ والے ہوں گے (یعنی فرشتے سخت اور ترش رو ہوں گے) جب جہنمی کہیں گے کہ ہم پر رحم کرو، تو فرشتے کہیں گے جب تجھ پر اللہ نے رحم نہیں کیا، رحمٰن نے رحم نہیں کیا، تو ہم کیسے رحم کریں گے، تجھ پر تو اوپر والے نے رحم نہیں کیا، پیدا کرنیوالے نے رحم نہیں کیا تم کو یہاں ڈالنے کا حکم دیا ہے، تو ہم کیسے رحم کریں "لایعصون اللہ مآ أمرهم ویفعلون مایؤمرون"(۱) ایسے فرشتے کہ اللہ نے جوان کو حکم دیا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرسکتے، جس چیز کا ان کو حکم ملتا ہے فوراً کرتے ہیں، ایسے فرشتے جو آگ پر نگراں ہیں، تو آگ میں انسانوں کو ایندھن بننا پڑے گا۔

ہر انسان اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے

میرے دوستو اور میرے دینی وایمانی بھائیو! ہمیں اس کی کوشش کرنی ہے، ہمیں اپنے آپ کو آگ سے بچانا، اپنے گھر والوں کو بھی آگ سے بچانا، اپنے رشتہ داروں کو بھی آگ سے بچانا اور اپنے محلّہ والوں کو بھی آگ سے بچانا ہے، درجہ بدرجہ اپنے آپ کو، پھر اپنے گھر والوں کو، پھر آپ کے جیسے جیسے تعلقات ہوں گے، ویسے ویسے آپ کی ذمہ داری ہوگی "کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته"(۲) تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے، ہر ایک سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، اگر تم گاؤں کے پردھان ہو، تو تم سے پردھانی کے متعلق، گاؤں کے بارے میں سوال ہوگا، اگر تم اپنے خاندان کے ذمہ دار ہو تو تم سے اپنی فیملی کے بارے میں سوال ہوگا، اگر تم صرف اپنے گھر کے ذمہ دار ہو تو تم سے اپنے گھر کی عورت مرد کے بارے میں سوال ہوگا، اگر تم پورے ضلع کے یا پورے علاقہ کے ذمہ دار ہو تو تم سے پورے علاقہ اور ضلع کے بارے میں سوال ہوگا "کلکم راع و کلکم مسئول" جیسے جس کی

(۱) سورۂ تحریم آیت ۶ (۲) صحیح البخاری حدیث نمبر ۸۴۴، باب الجمعة

ذمہ داری ہوگی، ویسے اس کے متعلق اس سے سوال ہوگا، اس کو اس کی فکر کرنی ہے، اور پیغمبر والی بات ذہن میں ڈالنی ہے۔

ہمیں بھی اپنی اولاد کی آخرت کی فکر کرنی چاہئے

آج سے ہمیں یہ فکر کرنی ہے کہ ہمیں اپنی اولاد سے کیا کہنا ہے، ہمارے مرنے کے بعد ہمارا کیا ہوگا، اور ہماری اولاد کا کیا ہوگا، اور خود ان کے مرنے کے بعد ان کا کیا ہوگا، اس کی فکر کرنی ہے، صرف بینک بیلنس اور اس کی زندگی کیسے گزرے گی، اس کی زیادہ فکر نہ کریں، یہ بھی اگرچہ کوئی بری بات نہیں، مگر اصل میں اس کی فکر کرنی چاہئے کہ کس راستہ پر یہ زندگی گزاریں گے، کس راستہ پر مریں گے، کس خدا کی عبادت کریں گے، کس کے سامنے اپنی پیشانی کو جھکائیں گے اور کس کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے، اس کی کوشش کرنی اور اس کی فکر کرنی ہے، اور اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کی، ان کے اخلاق وکردار کی، ان کے عقیدہ وایمان کی اور ان کے حسن سیرت کی فکر کرنی ہے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں اپنی اور اپنی اولاد کی اور اپنے خاندان والوں کی فکر کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے سامنے پیشانی ٹکانے والا اور اپنے سامنے سر جھکانے والا بنائے اور غیر اللہ کی پوجا سے، غیر اللہ کی عبادت سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

والدین کی اطاعت وفرمانبرداری

یہ بیان ۱۷/جون ۲۰۰۹ء
بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی
جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک
مجمع میں ہوا۔

والدین کی اطاعت وفرمانبرداری

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک

میرے دوستو! آج کا موضوع اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ ہم سب لوگ نوجوان ہیں، ماشاءاللہ سب کے والدین زندہ ہیں، آج کا موضوع ہے کہ والدین کے ساتھ یعنی ماں باپ کے ساتھ کیسے رہنا چاہئے، اور اماں ابا کو کیا سمجھنا چاہئے، ان کی کیا اہمیت ہے، اس سلسلہ میں بات کریں گے، اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم میں جہاں اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے، کہ اللہ کی عبادت کرنی چاہئے، اس حکم کے فوراً بعد نہ نماز کا حکم دیا، نہ روزہ کا حکم دیا، نہ زکوۃ کا حکم دیا، نہ حج کا حکم دیا، بلکہ حکم دیا ہے تو کس کا دیا ہے "وقضى ربك ألا تعبدو إلا اياه" کہ تمہارے رب نے فیصلہ کردیا تم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا، یہ حکم جاری ہونے کے بعد فوراً دوسرا حکم جو ہوا وہ "وبالوالدين احسانا" کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

ماں باپ کو اف تک نہ کہو

"اما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلاتقل لهمااف" (۱) اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، جب وہ بوڑھے ہوجاویں، تو تم ان کو اف تک مت کہو "ولاتنهرهما" اور ان کو جھڑکنا بھی مت "وقل لهما قولاً كريما" ان کے ساتھ ادب سے پیش آنا، احترام سے پیش آنا، نرمی سے پیش آنا، نرمی سے گفتگو کرنا "واخفض لهما جناح الذل من الرحمة" (۲) اپنے آپ کو ان کے سامنے جھکا دینا رحمت بن

(۱) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۳ (۲) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۴

کر "وقل رب ارحمهما كماربياني صغيرا" اور دعا کرنا کہ اے پروردگار، اے میرے اللہ، ان پر رحم کر اور ان پر اس طرح رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا اور میری پرورش اور تربیت کی، یہ اللہ تعالی حکم فرمارہے ہیں، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی اہمیت اور ان کی کیا فضیلت ہے، اور اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں ہم اللہ کے حکم سے آئے، لیکن ذریعہ ہمارے آنے کا کیا بنا، ہمارے والدین بنے، جیسے اللہ تو خالق ہے، پیدا کرنے والا ہے، لیکن اس دنیا میں ہمارے بننے کا، ہمارے آنے کا، ہمارے وجود کا، ہماری زندگی کا ذریعہ کون بنا؟ والدین، یہاں والدین سے بڑھ کر کوئی ہو ہی نہیں سکتا، والدین نہ ہوتے تو ہم کہاں ہوتے، ہم نہیں ہوتے، اب ہم کیسے ہی بن جائیں، کوئی بھی مقام حاصل کرلیں، ہماری ناک کتنی ہی اونچی ہو، ہماری پلاننگ کتنی ہی اونچی ہو، ہم کتنے ہی بڑے وزیراعظم بن جاویں، بادشاہ بن جائیں، دنیا کے بڑے سے بڑے انسان بن جائیں، یہاں تک کہ اللہ کا قریب ترین بندہ بن جائیں، اگر ماں باپ نہ ہوتے، تو ہم کچھ نہیں بن سکتے، اس عظمت کی بنا پر، اس وجہ سے اللہ تعالی نے والدین کا وہ مقام، وہ مرتبہ متعین فرمایا، جس کی نظیر دنیا میں نہیں ہوسکتی، دوسری جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے "ووصينا الانسان بوالديه احسانا" (۱) ہم نے انسانوں کو وصیت کی، حکم دیا کہ والدین کے ساتھ اچھائی سے پیش آؤ۔

اللہ تعالی کی اطاعت کے بعد والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ

اور دوسری جگہ فرمایا "واعبدوا اللّٰه ولاتشركوا به شيئاًوبالوالدين احسانا" (۲) یہاں بھی اللہ تعالی فوراً اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد فرمارہے ہیں کہ دیکھو کان کھول کر سن لو، جتنے بھی کائنات کے اندر انسان ہیں، جتنے بھی اس دھرتی پر انسان ہیں، وہ کان کھول کر سن لیں کہ اللہ ہی کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، اس حکم

(۱) سورہ احقاف آیت ۱۵ (۲) سورہ نساء آیت ۳۶

کے بعد فوراً اللہ دوسرا حکم کیا نافذ فرما رہے ہیں "وبالوالدین احساناً" اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، اور اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کا واقعہ بھی نقل کر رہے ہیں "واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لاتعبدون الا اللّٰہ وبالوالدین احساناً" (۱) کہ ہم نے یہ وعدہ بنی اسرائیل سے بھی لیا تھا، یہ قول وقرار ہم نے بنی اسرائیل سے بھی لیا تھا، یہ بات ہم نے بنی اسرائیل سے بھی کہی تھی کہ دیکھو ہماری عبادت کرنا، اللہ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت نہ کرنا، اور فوراً اس حکم کو نافذ کرنے کے بعد ہم نے ان کے لیے بھی یہی آرڈر جاری کیا تھا، ان کے لیے بھی یہی فرمان جاری کیا تھا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھائی سے نرمی سے پیش آنا۔

ہمارے وجود کا ذریعہ ہمارے والدین ہیں

بلاشبہ ہمارے وجود کا، ہماری پیدائش کا، چونکہ والدین ہی ذریعہ ہیں، جو پہلی آیت ہم نے سنائی تھی "وقضی ربك ألا تعبدوا الا اياه" بعض مفسرین نے قرآن کی اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ دنیا کے اندر جتنے بھی انسان ہیں، جتنے بھی لوگ ہیں، وہ لوگ ترقی کرتے ہیں، وہ کوئی بڑا مقام حاصل کرتے ہیں، کوئی بڑا مرتبہ حاصل کرتے ہیں، دنیا کے اندر یا دین کے اندر، تو سب کو حسد ہوسکتا ہے، دوستوں کو بھی حسد ہوسکتا ہے، رشتہ دار کو بھی حسد ہوسکتا ہے، محلّہ والے کو بھی حسد ہوسکتا ہے، استاذ کو بھی حسد ہوسکتا ہے، شیخ کو بھی حسد ہوسکتا ہے۔

اپنے نور چشم سے کسی کو حسد نہیں ہوتا

انہوں نے لکھا ہے کہ والدین کو اپنی اولاد سے کبھی بھی حسد نہیں ہوسکتا، آپ کتنی بھی ترقی کریں، مگر آپ کے والدین خوش ہوں گے، اور مزید آپ کے لیے دعائیں کریں گے، میرا

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۸۳

بیٹا اور ترقی کرے، آپ کو دیکھ کر سب جلیں گے، مگر ماں باپ نہیں جل سکتے، آپ لاکھ ان کو تکلیف پہنچاتے ہوں، لاکھ ان کی نافرمانی کرتے ہوں، مگر والدین دوسروں کے پاس بیٹھ کر آپ کی تعریف ہی کریں گے، آپ کے عیوب چھپائیں گے کہ میرا بیٹا تو ایسا ہے، سب کو اللہ ایسا بیٹا دے، ہمارا بیٹا ایسا ہے کہ کسی کو گالی نہیں دیتا ہے، ہمارا بیٹا تو محلّہ میں کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا، ایسا بچہ اللہ سب کو دے جیسا ہمارا بچہ ہے، یہ کیا ہے، یہ انسان کے دل کے اندر اپنے بچے کی جو محبت ہے، جو اپنے بچے سے تعلق ہے، یہ اس کا اظہار ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے، اپنی عبادت کے حکم کے بعد فوراً یہ حکم نافذ فرمایا۔

والدین اگر خوش ہیں تو اللہ بھی خوش ہے

اور جو اس چیز کو سمجھتے ہیں ان کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث کے اندر فرمایا کہ "رضى الرب تبارك تعالى في رضى الوالدين وسخط الرب تبارك وتعالى في سخط الوالدين" (۱) کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے، اگر والدین خوش، اللہ بھی خوش، اگر والدین ناراض تو اللہ بھی ناراض، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں، اس سلسلہ میں کسی کی کوئی رعایت نہیں۔

ماں کے قدموں کے نیچے جنت

اور باپ جنت کا دروازہ ہے

اسی لیے فرمایا گیا کہ باپ جنت کا دروازہ ہے اور ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے، اسی لیے جو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں اور ماں باپ کی بات کو مانتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے ساتھ، بڑی نوازشوں کا، اور بڑی برکتوں کا معاملہ فرماتے ہیں، تو اللہ

(۱) سنن ترمذی حدیث نمبر ۸۱۲۱/ کتاب البر والصلۃ

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کی رضا تو والدین کیساتھ حسن سلوک کرنے میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی ماں باپ کے ساتھ ناراضگی کا معاملہ کرنے میں ہے، جو آدمی اللہ تعالی کے ساتھ ناراضگی والا معاملہ کرتا ہے، وہ کامیاب اور فلاح یاب کیسے ہوسکتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جس شخص کی خواہش ہو کہ اس کی زندگی میں بھی برکت ہو، اس کی زندگی بھی زیادہ ہو اور اس کو مال و دولت بھی زیادہ ملے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرے، اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے، اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا کردار اختیار کرے، اور اچھے انداز میں پیش آوے، اور ان کی عزت کرے، ان کا احترام کرے، ان کی بات کو مانے، اللہ تعالی اس دنیا کے اندر اس کو عمر بھی زیادہ دیں گے، اور مال و دولت بھی بہت زیادہ عطا فرماویں گے۔

ماں باپ کی اطاعت سے مال میں برکت

اس لیے جو لوگ اپنے والدین کی اطاعت کرتے ہیں، فرمانبرداری کرتے ہیں، اللہ تعالی ان کے مال میں خوب برکت عطا فرماتا ہے، آپ دیکھیں گے کسی بھی مالدار کو، اس بات پر باریکی سے غور کریں کہ ضرور بالضرور اس کے اندر کوئی ایسی بات پائی جائے گی کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے، اگر اس کے برخلاف کوئی معاملہ ہوتا ہے جو انتہائی ماں باپ کا نافرمان ہے، اور اس کے پاس مال و دولت ہے، تو وہ زیادہ دن ٹکنے والا نہیں ہے، اگر کہیں آپ کو اس کے خلاف ملے تو سمجھئے کہ وہ زیادہ دن ٹکنے والا نہیں ہے، زیادہ دن ٹھہرنے والا نہیں، وہ ضرور بالضرور جلدی ختم ہو جائے گا، والدین کے ساتھ جتنا اچھا معاملہ ہوگا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ ”اے لوگو! کان کھول کر سن لو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کا معاملہ کرو“ جب تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھے انداز میں پیش آؤ گے، آگے تمہاری جو اولاد ہے، وہ تمہارے ساتھ اچھائی سے پیش آئے گی، جیسا

کروں گے ویسا پاؤ گے۔

پاک دامن بھی رہو

جملہ معترضہ کے طور پر ایک بات ذہن میں آگئی وہ آپ کو بتلادوں کہ آپ لوگ پاک دامن بھی رہو، کسی کی بیٹی کی طرف غلط نگاہ سے مت دیکھو، پھر کیا ہوگا تمہاری عورتیں بھی، تمہاری مائیں بہنیں بھی، تمہاری بیوی بچیاں بھی پاک دامن رہیں گی، اگر آپ سوچیں کہ ہم دوسروں پر نظر اٹھا کر دیکھتے رہیں، اور ہمارے گھر کی عورتیں محفوظ رہیں، تو ہو ہی نہیں سکتا، اس سلسلہ میں ایک واقعہ یاد آیا اس کو سنادوں کہ کسی نے کسی کی بیٹی یا بہن کو چھیڑا یا ہاتھ لگایا یا بوسہ لیا، یہ اس کی جوانی کی بات ہے، اسکے بعد وہ آدمی بڑا ہو جاتا ہے، اس کی شادی ہو جاتی ہے، اس کے بعد اس کے بچے ہو جاتے ہیں، لڑکیاں ہو جاتی ہیں، اور وہ جس کو چھیڑا تھا، اس کی اولاد بھی بڑی ہو جاتی ہے، شادی ہو جاتی ہے پھر کہیں اس لڑکی کے لڑکے کو موقع ملتا ہے، تو وہ اس کی بیٹی کو چھیڑتا ہے، جس کے باپ نے اس کی ماں کو چھیڑا تھا، وہ واقعہ اس نے جوانی میں کیا ہوگا، وہ بھی بڑی ہو جاتی ہے، اس کے بھی اولاد ہو جاتی ہے، اب اس کی اولاد اس کی بیٹی کو چھیڑتی ہے، ہم میں سے کوئی سوچے کہ میں دوسروں کی بیٹی پر نگاہ رکھوں اور میرے گھر میں میری بہن یا میری بیٹی یا ماں محفوظ رہے، ہو نہیں سکتا، اگر دوسروں پر نظر اٹھاؤ گے، تو کوئی تمہارے گھر پر تمہاری عورتوں پر بھی نظر رکھے گا، اگر ہم دوسروں کو جھانک کر دیکھیں گے اور اپنے گھر کے اندر پردہ کریں، ہو ہی نہیں سکتا، ممکن ہی نہیں، اگر تمہیں اپنے گھر کی حفاظت کرنی ہے تو دوسروں کی بیٹیوں کو دیکھنا بند کردو، یہ واقعہ اس بات کے ذیل میں آگیا کہ جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے، ورنہ اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ ماں باپ کے ساتھ اچھائی کے ساتھ پیش آؤ تو تمہارے ساتھ میں تمہارے بیٹے، تمہاری اولاد اچھے انداز میں پیش آئے گی، اگر اس کے برخلاف کروگے، تو پھر کیا ہوگا،

وہ ہوگا جو دنیا میں ہوتا آیا ہے، اگر کسی نے اپنے ماں باپ کو تکلیف پہنچائی، جب یہ باپ بنے گا، تو اس کی اولاد اس کو تکلیف پہنچائے گی۔

اللہ کی یہ سنت ہے

ایک پرانا واقعہ بتادوں کہ ایک بڑے امام گزرے ہیں، انہوں نے ایک واقعہ نقل کیا ہے، کہ ایک دیہاتی آدمی نکلا کہ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا میں اپنے ماں باپ کا سب سے بڑا نافرمان کون ہے، اس نے دیکھا کہ بارہ بج رہے ہیں، دوپہر کے وقت سخت دھوپ ہے، ایک بوڑھا آدمی اس کے گلے میں موٹی سی رسی ہے، پیچھے اس کے ایک نوجوان ہے اور ہاتھ میں کوڑا لے رکھا ہے، وہ مارتا ہے اس کو اور کہتا ہے جلدی نکال پانی، بیل کا کام اس سے لے رہا تھا، اب جو یہ آدمی نکلا تھا اس نے پوچھا بھائی یہ کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ میرا باپ ہے، تو اس نے کہا نالائق تو کیسا انسان ہے، تو اپنے باپ کے ساتھ ایسا کام کر رہا ہے، اس نے کہا خاموش رہیئے، مجھے نصیحت کرنے آیا ہے، بڑا ملاجی بن کر مجھ کو مسئلہ بتا رہا ہے، تجھ کو معلوم نہیں اس نے اپنی جوانی میں اپنے باپ کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے، اور سن اس کے باپ نے میرے دادا کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا، چل چل اپنا راستہ لے اور آپ دور نہ جایئے مجھے اپنے گاؤں کے بعض لوگوں کے بارے میں معلوم ہے کہ اپنے باپ کو مارا تھا، یا برا بھلا کہا تھا، آگے ان کے نوجوان لڑکے ان کے ساتھ ایسا کر چکے، آپ لوگ بھی جانتے ہوں گے لیکن مجھے پتہ ہے، اپنے گاؤں کے بارے میں، کئی لوگوں کا ایسا واقعہ ہے، چونکہ یہ اللہ کی سنت ہے، جیسا بوؤ گے ویسا ہی کاٹو گے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی

ایک واقعہ اور آپ کو بتادوں کہ ایک آدمی نے اپنے باپ کو باندھا، وہ بوڑھا تھا، اس کو رسی میں باندھا اور دریا کے کنارے ایک جگہ پر اس کو پانی میں ڈالنے لگا، جب وہ ڈالنے لگا تو وہ کہنے لگا بیٹا یہاں نہ ڈال، ذرا ادھر کو ڈالنا، کیوں کہ میں نے خود اپنے باپ کو یہاں ڈالا تھا، یہ اللہ کی

سنت ہے، دیکھو میرے عزیزو! چونکہ خود آپ لوگ ابھی نوجوان ہیں، شاید سمجھ میں نہ آوے، مگر یاد رکھو، اس بات کی گرہ باندھ لو، اگر ماں باپ کا احترام کروگے، ماں باپ کی عزت کروگے، ماں باپ کی قدردانی کروگے تو آگے تمہاری پیدا ہونے والی نسل تمہاری عزت کرے گی، تمہارے ساتھ میں احترام کا معاملہ کرے گی اور تمہارے ساتھ میں اچھا سلوک کرے گی۔

ماں باپ کی نافرمانی کی سزا دنیا ہی میں ملے گی

اگر والدین کی نافرمانی کی جاوے، تو دنیا میں اس کا انجام برا ہونے لگتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں انسان جتنے بھی گناہ کرتا ہے، سب کی سزا مرنے کے بعد ملے گی قیامت کے دن، کوئی گناہ کرے، آدمی کتنا بھی بڑا گناہ کرے دنیا کے اندر، اس کی سزا اللہ نے کب کے لیے رکھی ہے؟ قیامت کے دن کے لیے، جب حساب کتاب ہوگا، تو وہاں پر اس کا فیصلہ ہونا ہے، وہاں پر سب کو اپنی کرتوت کا بدلہ ملے گا، لیکن کان کھول کر سن لیجئے، جس نے والدین کے ساتھ نافرمانی کا معاملہ کیا، اللہ اس کو سزا نقد دے گا، دنیا کے اندر ہی دے گا، نماز نہیں پڑھی، چھوڑ دی، زکوۃ چھوڑ دی، حج چھوڑا، زنا کیا، چوری کی، جتنے بھی گناہ کئے، سب کی سزا اللہ نے وہاں کے لیے رکھی ہے، وہیں ملے گی؛ لیکن اگر کسی نے ماں باپ کے ساتھ نافرمانی کا معاملہ کیا، ماں باپ کو ستایا، ماں باپ پر ظلم کیا تو مرنے سے پہلے پہلے اس دنیا کے اندر اس کو سزا ملے گی۔

ماں کی نافرمانی کی وجہ سے کلمہ طیبہ کا زبان سے نہ نکلنا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی ایک بات آپ کو سنادوں، ایک صحابی نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی کا انتقال ہونے لگا تو ان سے کلمہ نہیں پڑھا جا رہا ہے، خیر کے زمانہ کی بات بتلا رہا ہوں، خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں، اس زمانہ کی بات بتلا رہا ہوں، موت کے وقت لوگ ان کو کلمہ کی تاکید

کرتے ہیں، مگر وہ کہہ رہے، کلمہ نہیں پڑھا جا رہا ہے، کچھ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں آدمی کا انتقال ہونے جا رہا ہے، نزع کی حالت میں ہے، اور اس کو کلمہ کی تلقین کرتے ہیں، مگر وہ کلمہ نہیں پڑھ پا رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ نماز پڑھتا ہے، تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ وہ نماز تو پڑھتا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً صحابہ کو لے کر چل دئے، اس کے گھر جا کر پوچھا کہ کلمہ کیوں نہیں پڑھ رہے ہو، تو اس نے کہا یا رسول اللہ میں کلمہ نہیں پڑھ سکتا، اتنی بات انہوں نے نزع کی حالت میں کہہ دی، حضور نے پوچھا کہ ان کی والدہ زندہ ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں والدہ زندہ ہیں، ان کی والدہ کو بلایا گیا، ان سے حضور نے فرمایا کہ تیرے بیٹے کی یہ حالت ہے اور کلمہ نہیں پڑھ رہا ہے، تو انہوں نے کہا کہ ہاں یہ میرے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتا تھا، اس نے نماز میں کبھی کمی نہیں کی، روزے میں کبھی کمی نہیں کی، عبادت میں کبھی کمی نہیں کی، سب خیر کے کام کرتا تھا، مگر ماں کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتا تھا، آپ کان کھول کر سن لیں، اگر ماں نصیحت کرے، ماں تو ماں ہے، ابا ابا ہیں، ان کا احترام لازم ہے، خیر القرون کی بات ہے کہ کلمہ ادا نہیں ہو رہا ہے، اور وہ معاف کرنے کے لیے تیار نہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو یہ تمہارا بیٹا ہے کیا تم یہ پسند کرو گی کہ میں لکڑیاں اکٹھا کراؤں، اور اس میں آگ جلا دی جائے، اور تمہارے بیٹے کو اس میں ڈال دیا جائے، اس نے کہا کہ نہیں یہ تو میں ہرگز پسند نہیں کروں گی، حضور نے فرمایا کہ یہ آخرت کی آگ سے تمہاری سفارش سے بچ سکتا ہے، اس نے کہا بالکل میں معاف کروں گی، مجھ کو اللہ کے سامنے گواہ بناؤ کہ میں نے اس کو معاف کر دیا، اس دنیا کی آگ تو برداشت نہ کر سکی کہ میرا بچہ اس میں جلے تو جہنم کی آگ میں جلنے کے لیے کیسے تیار ہو سکتی تھی، تو اس نے معاف کر دیا، جیسے ہی اس نے معاف کیا فوراً انہوں نے کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھا اور انتقال ہو گیا، اگر والدین کے ساتھ میں نافرمانی کا معاملہ کریں گے، والدین کو ستائیں گے، پھر ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم دنیا میں کامیاب

ہوں اور آخرت میں کامیاب ہوں، اس لیے دعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالی ہمیں اپنے والدین کے ساتھ احترام کے ساتھ معاملہ کرنے کی توفیق عطا فرمادے اور ان کے ساتھ میں اچھی طریقہ سے محبت کے ساتھ رحم کے ساتھ میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمادے۔

جہاں اللہ کی نافرمانی ہو وہاں بات نہیں ماننی چاہیے

لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ''والدین'' اگر کہیں بیٹا نماز پڑھنے نہ جاؤ، سردی لگ جائے گی، یہ نہ ماننا، بیٹا مسجد میں نہ جاؤ، بیٹا زکوۃ نہ دو، حج پر نہ جاؤ، یہ نہیں ماننا چاہیے ''لا طاعة لمخلوق فی معصية الله'' (۱) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مخلوق کی اطاعت، والدین کی اطاعت ایسی جگہ نہیں کرنی چاہیے، جہاں اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو، والدہ کہنے لگے کہ بیٹا مسجد نہ جاؤ، نماز مت پڑھو یہ نہیں ماننی ہے، ایسی جگہ پر ماننی ہے جہاں اللہ کے فریضہ کی خلاف ورزی نہ ہو، مثلاً رمضان کے علاوہ تم روزہ رکھنا چاہتے ہو، اور والدہ منع کر دیں کہ بیٹا تم کمزور ہو، روزہ مت رکھو، تو یہاں رک سکتے ہیں اور اگر رمضان میں کہیں کہ بیٹا روزہ مت رکھو، تو پھر نہیں ماننی ہے، نفل پڑھنا شروع کر دو تہجد میں، اگر ماں کہے نہیں بیٹا سردی ہے، وہاں تو مان سکتے ہیں؛ لیکن اگر تم فجر کی نماز پڑھنے جاؤ، تو وہ کہنے لگے کہ بیٹا مسجد میں نہ جاؤ، سردی ہے، تو یہاں نہیں ماننی ہے، جہاں اللہ کے فریضہ کی خلاف ورزی نہیں ہے، جہاں اللہ کے حکم کے خلاف نہیں ہو رہا ہے، جہاں اللہ کے حکم سے ٹکراؤ نہیں ہو رہا ہے، وہاں ماننی ہے۔

ہجرت کی اجازت سے انکار

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یمن سے ایک آدمی آیا، اور اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو بھی ہجرت کی اجازت دے دیجیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(۱) مسند احمد حدیث نمبر ۱۹۷۳۵

تمہارے والدین ہیں، انہوں نے کہا کہ میرے والدین موجود ہیں، حضور نے فرمایا والدین سے اجازت لے لی؟ تو کہا نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یمن جاؤ، پہلے اپنے گھر جاؤ اور والدین سے اجازت لو، اگر والدین اجازت دیں تو ہجرت کرو، اللہ کے راستہ میں نکلو، اگر وہ تم کو اجازت نہیں دیتے ہیں، تو تم ان کی اطاعت کو لازم پکڑو، اطاعت بھی کہاں کرنی ہے، ایسی جگہ پر جہاں اللہ کے حکم سے ٹکراؤ نہیں ہو رہا ہو، اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو رہی ہو، وہاں پر بات ماننی ہے، لیکن اگر اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو بات نہیں ماننی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سب حدود بتلا دیئے کہ کہاں ماننا ہے اور کہاں نہیں ماننا ہے، یہ دیکھو کہ کہیں اللہ کے حکم کی خلاف ورزی تو نہیں ہو رہی ہے، تب مانو، اور اگر اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہو رہی ہے، تو پھر نہیں ماننی ہے، اس طریقہ سے جب اللہ تبارک وتعالی کی خلاف ورزی نہیں کریں گے، تو اللہ تعالی کی طرف سے انعامات نازل ہوں گے، اللہ تعالی کی طرف سے برکتیں نازل ہوں گی اور اس کی زندگی بنے گی۔

والدین کی خوشی سے جنت کے دروازے کا کھلنا

حضرت عبداللہ بن عباس نے ایک روایت نقل کی ہے کہ اگر کسی کے والدین زندہ ہیں، اور آدمی اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے والدین اس سے خوش ہیں، صبح اس حالت میں اٹھتا ہے، کہ اس کے والدین اس سے خوش ہیں، تو اس کے لیے جنت کے دونوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور اگر ایک زندہ ہے والد یا والدہ، اور وہ اس سے خوش ہیں، تو ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اسی طرح شام کو کیا جاتا ہے، اور اگر اس کی صبح اس حالت میں ہوتی ہے کہ اس کے ماں باپ اس سے ناراض ہیں تو جہنم کے دونوں دروازے اس کے لیے کھول دیئے جاتے ہیں، اگر ایک زندہ ہے تو ایک جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اسی طریقہ سے شام کو کیا جاتا ہے، والدین کی برکت سے، والدین کے خوش ہونے سے جنت بھی کھل رہی

ہے، صبح کو بھی کھل رہی ہے اور شام کو بھی کھل رہی ہے اور والدین کے ناراض ہونے سے جہنم کا دروازہ کھل رہا ہے، صبح کو بھی کھل رہا ہے، شام کو بھی کھل رہا ہے، یہ ہے والدین کا مقام اور یہ ہے والدین کی عظمت، والدین کا بہت بڑا مقام ہے، اس لیے میرے دوستو! والدین کی عزت کرو، اور والدین کو غنیمت سمجھو۔

میرے لیے جنت کا دروازہ بند ہو گیا

بلکہ ایک صاحب کا واقعہ ہے کہ ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا، والدہ کا جب انتقال ہو گیا تو بہت رو رہا تھا، بہت چلا رہا تھا، لوگوں نے اس کو تسلی دی کہ بھائی اس دنیا سے سب کو جانا ہے، سب کو مرنا ہے، اتنا کیوں رو رہے ہو، ہم بھی لائن میں لگے ہوئے ہیں، تم بھی لائن میں لگے ہو، اب کس کا نمبر پہلے آئے، تو اس نے کہا کہ میں اس لیے نہیں رو رہا ہوں کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، میں تو اس لیے رو رہا ہوں کہ میرے لیے جنت کا ایک دروازہ بند ہو گیا، چونکہ ماں باپ دونوں تھے، تو دو دروازے کھلتے تھے، اب صرف ایک دروازہ کھلا کرے گا، ماں بھی تھی، ابا بھی تھے، جب وہ خوش ہوتے تھے تو جنت کے دونوں دروازے اس کے لیے کھلتے تھے، اور اب ایک ہی کھلے گا، اور ایک بند ہو گیا، میں اس لیے رو رہا ہوں کہ والدہ کے مرنے سے میرے لیے جنت کا ایک دروازہ بند ہو گیا، تو اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے والدین کی زندگی کو غنیمت جانیں، اور پھر انکی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ میں اچھا سلوک کرنا چاہئے، آپ کو یہ بھی بتلاتا چلو کہ ماں باپ کی دعا بچے کی حق میں ایسے قبول ہوتی ہے جیسے نبی کی دعا اپنی امت کے حق میں قبول ہوتی ہے، والدین کا اتنا بڑا مقام ہے، والدین جب تک زندہ ہیں ان کو غنیمت جانا جائے، اور اگر وہ وفات پا جاویں، تو ان کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے، ان کے لیے دعائیں کرنی چاہئے، ان کے لیے دعاء مغفرت کرنی چاہئے اور انہوں نے جو وعدے کئے ہیں، ان کو پورا کرنا چاہئے، ان کے جو دوست ہیں، ان کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے۔

والدین کے دوست واحباب کی عزت کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر کا ایک واقعہ ہے، حضرت عبداللہ بن دینار نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر مکہ کے راستہ سے گزرے، راستہ میں ان کو ایک دیہاتی بوڑھا آدمی ملا، تو انہوں نے اتر کر فوراً اس کو سلام کیا، اور سلام کرنے کے بعد اپنی سواری (گدھا، یہ اس زمانہ کی کار سمجھو) اور اپنے سر کا عمامہ بھی انہیں دیدیا، تو ساتھ میں جو ساتھی تھے، ان لوگوں نے کہا حضرت یہ تو دیہاتی آدمی تھا، غریب آدمی تھا، تھوڑا سا دیتے تو بھی خوش ہو جاتا، آپ نے اتنا زیادہ اکرام کیوں کیا، تو حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ دیکھو اس آدمی کا باپ میرے والد (حضرت عمر) کا دوست تھا، اور میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا، آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے ہیں کہ نیکیوں میں سب سے بڑھ کر نیکی یہ ہے کہ لڑکا اپنے باپ کے تعلق والوں سے محبت سے پیش آوے، ان کے ساتھ محبت کا معاملہ کرے، لہٰذا میں بھی اپنے باپ کے دوست کے بیٹے سے وہی تعلق کر رہا ہوں، جو اللہ کو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے۔

ہمارے ماں باپ نے اگر کوئی بات کہہ دی، تو اس کا احترام کرنا چاہئے، اس کو ماننا چاہئے، ماں باپ چلے جاویں، اور ان کے دوست واحباب محلے میں، گاؤں میں ہوں تو دیکھو کہ ہمارے ماں باپ کس سے ملتے تھے، کس کے پاس ساگ سبزی ہدیہ میں بھیجتے تھے، ان کے مرنے کے بعد ان کے دوستوں کے ساتھ وہی خیال کرو، سبزی بھی بھیجو، سالن بھی بھیجو، کوئی سامان گھر پر لاو، تو اس کو بھی بھیجو، اور اگر کبھی موقع ملے تو روپیہ پیسہ بھی بھیجو، جو بھی اللہ تعالی تمہیں توفیق دے، یہ باپ کی طرف سے ہے، چونکہ ہمارے باپ کے دوست تھے، لہٰذا اگر وہ آجاویں تو ان کا اکرام کرو، بٹھاؤ، کھانا کھلاؤ؛ کیونکہ یہ ہمارے باپ کے دوست ہیں، ہمارے باپ کے تعلق والے ہیں۔

والدین اگر خوش ہیں تو جنت پکی

دوستو! چونکہ آج کا موضوع والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا ہے، اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہئے اور والدین کو غنیمت سمجھنا چاہئے، آج آپ لوگ سمجھ جائیں کہ والدین کی کتنی اہمیت ہے، اور والدین کیا ہیں، بس یہ سمجھئے کہ اگر والدین خوش، تو ہماری جنت پکی اور والدین ناراض تو جنت کی گارنٹی نہیں، تو ہم سب کو تو جنت چاہئے، جب چاہئے تو والدین کو خوش رکھو۔

والدین کے نام پر
صدقہ خیرات کرنا بھی حسن سلوک میں داخل ہے

دوستو! اگر کوئی یہ کہے کہ اس کے والدین نہیں ہیں، تو ان کے لیے بھی راستہ ہے، ان کے لیے ایصال ثواب کرو، مسجد میں، مدرسہ میں، غریبوں کو، محتاجوں کو ان کی طرف سے صدقہ خیرات کرو، یہ بھی ان کے ساتھ میں حسن سلوک ہے، ان کے دوستوں کے ساتھ جہاں تک ہو سکے اچھا معاملہ کرو، ان کے تعلق والوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرو، اگر والدین زندہ ہیں، تو ان کو غنیمت جان کر اپنی جنت کو پکی کرا لیجئے، اس لیے والدین کو غنیمت جانو، ان کی عزت کی جاوے، ان کا احترام کیا جاوے، ان کو جھڑکا نہ جائے، ان کے ساتھ زور سے نہ بولا جائے، اف تک نہ کہا جائے اور بدتمیزی کے الفاظ نہ استعمال کئے جائیں، ماں باپ کیسے بھی ہوں، جب بڑھاپا ہوتا ہے، تو مزاج بدل جاتا ہے۔

بوڑھے کمزور شخص کی عقل بچوں جیسی ہوتی ہے

ایک لطیفہ آپ لوگوں کو سنا دوں، ایک صاحب اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے تھے، ان کا

بچہ بار بار پوچھتا ہے، ابو یہ کیا ہے، وہ کہتے یہ پنکھا ہے، تھوڑی دیر میں پھر یہ بچہ کہتا ہے کہ ابو یہ کیا ہے، بیٹا پنکھا ہے، وہ بار بار سوال کرتا ہے، اور باپ بار بار پیار سے جواب دیتا ہے، مگر جب وہ شخص بوڑھا ہوا، اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ یہ کیا ہے، تو پہلی مرتبہ بتلایا کہ ابا یہ فلاں چیز ہے، بوڑھا آدمی چونکہ بچہ کے مانند ہوجاتا ہے کیونکہ اس کی عقل بچے جیسی ہوجاتی ہے، خیر ایک مرتبہ تو بتلادیا کہ ابا یہ فلاں چیز ہے، پھر دوبارہ پوچھا، بیٹا یہ کیا ہے، ابھی تو بتلایا تھا، بھول گئے، آنکھیں نہیں ہے، تھوڑی دیر بعد پھر پوچھا کہ بیٹا یہ کیا ہے، لڑکے نے کہا تیرے کان پھوٹ گئے، آنکھ تیری پھوٹ گئی، ابھی تجھے بتلایا تھا، پھر بھول گیا، وہ کہتا ہے بیٹا جب تو چھوٹا تھا، تو کئی کئی مرتبہ پوچھتا تھا کہ ابو یہ کیا ہے؟ ابو یہ کیا ہے؟ تو میں تجھے ہر بار پیار سے بتلاتا تھا کہ بیٹا یہ فلاں چیز ہے، آج تو میرے کان اور میری آنکھ پھوڑتا ہے، یہ تو زندگی ہے، آج میں بوڑھا، تو جوان، کل تو بوڑھا، آج تو جوان کل یہ بوڑھا، تو دنیا کا نظام چل رہا ہے، اس لیے زندگی میں ماں باپ کی قدر کرلو، ورنہ ؂

چاردن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے

اس چاردن کی چاندنی کو غنیمت جان لیا جاوئے، اس جوانی کو، اس شباب کو، اس طاقت کو، اس حسن و جمال کو، اس علم کو، اس عقل کو، اس اسمارٹ زندگی کو غنیمت جان لو، یہ بوڑھے جن کی گالوں میں سلوٹ پڑ گئے ہیں، یہ بھی کل ہمارے جیسے نوجوان تھے، آج ان کے گالوں میں ہم سلوٹ دیکھ رہے ہیں، کل یہ بھی ہم سے زیادہ طاقتور اور ہم سے زیادہ حسین وجمیل بلکہ اسمارٹ تھے، ان کو دیکھ کر آدمی عش عش کرتا تھا، کیسا حسین، کیسا خوبصورت، کیسا نوجوان ہے، مگر آج دیکھئے، طبیعت ان کی طرف دیکھنے کو نہیں چاہتی، میرے دوستوں ماں باپ کی قدر کرلی جاوے، ان کا احترام کیا جاوے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ماں باپ کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے

یہ بیان ۱۹؍جون ۲۰۰۹ء
بروز جمعہ مرکز کی جامع مسجد میں نماز
جمعہ سے پہلے نمازیوں کے ایک
مجمع کے سامنے ہوا۔

اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے

اللہ تعالی بہت مہربان ہیں

میرے دینی بھائیو! اس دنیا کے اندر لوگ رہ رہے ہیں، زندگی گزار رہے ہیں، اللہ کی نافرمانیاں ہوتی ہیں، اللہ تعالی کی سرکشی ہوتی ہے، اللہ تعالی کے احکامات کو پامال کیا جاتا ہے، اور اللہ تعالی غفور رحیم ہے، رحم کرنے والا ہے، بخشش کرنے والا ہے، اپنے بندوں پر ان کے ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے، ماں باپ ناراض ہوجاویں، اگر ان کو منایا جائے تو وہ جلدی سے راضی ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتے، باپ ناراض ہوجاوے تو وہ منانے کے لیے جاوے تو باپ ڈانٹ دیتا ہے، امی ناراض ہوجاوے تو اس کو خوش کرنے کے لیے جاوے تو منھ پھیر لیتی ہے، اور بھائی ناراض ہوجائے تو اس کو منانے کے لیے جاوے، دروازہ کھولنے کے لیے تیار نہیں، خاندان کا قریب سے قریب تر فرد بھی جب ناراض ہوجاتا ہے تو سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا، کہتا ہے چل زبان مت کھول، میرے دروازے پر مت آنا۔

اللہ تعالی کی رحمت بہت وسیع ہے

اللہ تعالی جو خالق ہے سب کا، مالک ہے سب کا، جو رحم کرنے والا ہے، جس کی رحمت بہت وسیع ہے، اس کے پاس بندہ ایک مرتبہ آتا ہے، اور گڑگڑا کر کہتا ہے، اے اللہ میرے گناہ بخش دے، مجھے معاف کردے، تو وہ معاف کردیتا ہے، اللہ تعالی قرآن کریم کی ایک آیت میں فرماتا ہے "قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم" (۱) بندہ نافرمانی کرتا ہے، بیٹا نافرمانی

(۱) سورہ زمر آیت ۵۳

کرتا ہے، تو باپ کبھی نہیں کہتا میرا بیٹا، ماں کبھی نہیں کہتی میرا بیٹا، کیونکہ وہ نافرمانی کر رہا ہے؛ لیکن اللہ نافرمان کو بھی کہہ رہا ہے، اے میرے بندے! کتنا پیارا لفظ ہے، یا عبادی اپنی طرف نسبت کرکے کہہ رہا ہے، اے میرے بندو! اے میرے عزیزو! تم نے اپنے نفس پر ظلم کیا، تم نے میری نافرمانی کی، اپنے اوپر ظلم کیا، ظلم کرکے مجھ سے مایوس مت ہو "لا تقنطوا من رحمۃ اللہ" اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو "إن اللہ یغفر الذنوب جمیعاً" اللہ تبارک وتعالی گناہوں کو معاف فرماتے ہیں، اللہ تعالی بخشش کرتے ہیں، ایک آیت میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو خبر دیدو کہ "نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم" (۱) کہ تمہارے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوجاویں، زمین وآسمان کی وسعت گناہوں سے بھر جاوے اور ایک مرتبہ تم میرے دربار میں آکر معافی طلب کرلو، میں تم کو معاف کردوں گا، ڈانٹا نہیں، بھگاتا نہیں، غصہ نہیں ہوتا کہ بوڑھے، نالائق جوانی میں تو آیا نہیں، ہمارے سے کوئی ناراض ہوجائے اور چند مہینوں کے بعد آئے، ہم کہتے ہیں کہ اب آنکھیں کھلی تمہاری، اس سے پہلے کہاں تھے، اللہ کیا کہتا ہے، بڑھاپے میں آو، جوانی میں آو، جب بھی آو، میرا دروازہ تمہارے لیے کھلا ہے۔

تمام بیماریوں کا علاج استغفار ہے

حضرت حسن بصری بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں، ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ حضرت دعا کردیجئے میرے اولاد نہیں ہے، اللہ اولاد دیدے، تو کہا کہ استغفار کرو، یعنی گناہوں سے معافی مانگو، ایک دوسرا آدمی آیا، اور اس نے کہا حضرت قحط سالی ہو رہی ہے، دعا کردیں، انہوں نے فرمایا چلو استغفار کرو، گناہوں سے معافی مانگو، ایک تیسرا آدمی آیا، اس نے کہا کہ حضرت روزی کے لیے دعا کردیجئے، کہا استغفار کرو، تین طرح کے آدمی آئے، ایک نے اولاد کی دعا کے لیے کہا اور ایک نے قحط سالی کے لیے کہا اور ایک نے کھیتی باڑی اور روزی کے لیے کہا، تینوں کو ایک ہی نسخہ بتایا کہ استغفار کرو، گناہوں سے معافی مانگو، تو

(۱) سورۂ حجر آیت ۴۹

جوشخص ان کے پاس بیٹھا تھا، اس نے کہا کہ حضرت تین قسم کے مریض آئے، تینوں نے اپنی الگ الگ بات رکھی، آپ نے سب کو ایک ہی نسخہ بتایا کہ استغفار کرو، گناہوں سے معافی مانگو، انہوں نے فرمایا میں نہیں کہہ رہا ہوں، اللہ تعالی فرمارہا ہے، میرا رب قرآن کریم میں کہہ رہا ہے "فقلت استغفروا ربكم انه كان غفارا" (۱) اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو، وہ تو بخشش کرنے والا ہے، معاف کرنے والا ہے، پھراس کے بعد کیا کرے گا "يرسل السماء عليكم مدرارا" تم پر بارش برسائے گا، برسات کے بادل تم پر چھوڑ دے گا، بارش کے بادل تم پر چھوڑ دے گا "ويمددكم باموال وبنين" اور تمہارے مال کے اندر بھی برکت کرے گا اور تمہاری اولا کے اندر بھی برکت کرے گا، تمہاری اولاد کو بھی پھیلائے گا، تمہاری مال کے اندر بھی کثرت کرے گا، تمہارے مال کے اندر بھی زیادتی کرے گا "ويجعل لكم جنات ويجعلكم انهارا" اور تمہارے لیے باغات بھی بنادے گا اور نہریں بھی جاری کردے گا، یہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا، اس لیے میں نے ایک ہی نسخہ بتلادیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ترین پیغمبر ہیں، وہ فرماتے ہیں، میں اپنے رب سے ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ مغفرت طلب کرتا ہوں، حالانکہ وہ تو بخشے بخشائے ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ترغیب دی ہے، اور ابھارا ہے کہ اپنے پروردگار سے معافی طلب کرتے رہو، اس لیے ہم لوگوں کو کوشش کرنی ہے کہ ہم اپنے گناہوں سے معافی مانگیں، قدم قدم پر ہم سے گناہ ہوتے ہیں، لمحہ لمحہ میں ہم سے گناہ سرزد ہوتے ہیں، اور اللہ تعالی اتنا کریم ہے کہ وہ دینے کے لیے، بخشنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک آدمی نے پوری زندگی نافرمانی کی، پوری زندگی گناہ کئے، اور رنگ رلیوں میں رہا، آخر میں بوڑھا ہوگیا، کمانے کی ہمت نہیں رہی، کمانے کی طاقت نہیں رہی، دوسرے لوگ

(۱) سورہ نوح آیت ۱۰

بھی جو اس سے پہلے لطف اندوز ہوتے تھے، وہ بھی اس پر گھاس نہیں ڈالتے، وہ بھی قریب نہیں کرتے، جو اپنے تھے بیگانے ہوگئے۔

اللہ سے روزی کے لیے سوال

تو اس نے سوچا کہ اب زندگی کا گزارا کیسے ہوگا، وہ جنت البقیع کے اندر گیا، اور وہاں ایک درخت کی آڑ میں بیٹھ کر اللہ سے فریاد کرنے لگا، کہ اے اللہ جب میں ہٹا کٹا تھا، لوگ میری باتیں سنتے تھے، میری زبان سے باتیں سنتے تھے، تو مجھے روزی بھی ملتی تھی، اور آج میں بوڑھا ہوگیا ہوں، میرے اندر طاقت نہیں ہے، بس تجھ سے فریاد کررہا ہوں، میری روزی روٹی کا مسئلہ حل کردے، اللہ تعالی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جو امیر المومنین تھے، ان کے حال کی اطلاع خواب میں دی کہ جاؤ میرا ایک بندہ مجھ سے فریاد کررہا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے ننگے پیر، ننگے سر، بھاگے بھاگے جنت البقیع میں آئے، وہ آدمی چونکہ حضرت عمر کو پہچانتا تھا، اس نے سوچا کہ یہ تو ماریں گے، میں تو پکڑا گیا کیونکہ حضرت عمر تو میری باتوں سے واقف ہیں، کہ میں کتنا خراب آدمی ہوں، پوری زندگی اللہ کی نافرمانی کی، اس لیے وہ بھاگنے لگا، حضرت عمر نے زور سے کہا ارے بھائی بھاگو نہیں، آج تو مجھ کو بھیجا گیا ہے، تو اس نے کہا کس نے بھیجا ہے، کہا جس کو تو پکار رہا تھا، اس نے بھیجا ہے، اس طرح حضرت عمر نے اس کی ضروریات پوری کیں۔

رحمت خداوندی بہانہ تلاش کرتی ہے

دیکھو! آج بھی اس نے فریاد کی کس لیے، روٹی کے لیے، اللہ سے محبت نہیں، اللہ سے تعلق نہیں، اور اللہ سے ہمدردی نہیں، صرف اس لیے پکارا ہے کہ اے میرے اللہ میری روٹی کا مسئلہ حل کردے، مگر اللہ نے فوراً اس سے کہا، ہاں میں تیرا خالق ہوں، میں تیرا مالک ہوں، ابھی تیرا انتظام کرتا ہوں، دیکھئے اللہ کتنا رحیم ہے، اللہ کتنا غفور ہے، مانگنے والا کوئی ہو، اللہ

دینے کے لیے تیار ہے، اللہ تعالی کی رحمت تو بہانہ تلاش کرتی ہے، ہم لوگ ناراض ہوتے ہیں مانگنے سے، ہم سے کوئی مانگے تو ہم ناک منھ چڑھاتے ہیں، غصہ ہوتے ہیں، اور غلط وقت مانگنے سے بھی ناراض ہوتے ہیں، اور زیادہ لوگ آگئے تو کہتے ہیں کہ بہت سے لوگوں کو دیدیا، آپ کو کیسے دوں، اللہ تعالی سے کتنا ہی مانگو، ہر وقت مانگو، چوبیس گھنٹے مانگو اور پورے مہینے مانگو، پورے سال مانگو، پوری زندگی مانگو، جتنا بھی زیادہ مانگیں گے اللہ دے گا، اور اللہ کہے گا کہ دیکھو میرا بندہ مجھ سے مانگ رہا ہے، اکتائے گا نہیں، اس کے خزانے میں کمی نہیں آئے گی "ما عندکم ینفد و ما عند اللہ باق" (۱) تمہارے خزانے ختم ہو سکتے ہیں اللہ کے خزانے میں کمی نہیں، اس لیے میرے دوستو! اللہ سے مانگو اور اللہ سے زندگی کی تمام نعمتیں مانگو، اللہ دینے کے لیے تیار ہے، اللہ تعالی کے خزانے میں کمی نہیں آتی، بس ضرورت یہ ہے کہ ہمارے اندر سچی طلب ہو، اللہ تعالی ہم کو قدر کرنے کی توفیق عطا فرماوے، اور اپنے گناہوں سے استغفار اور توبہ کی توفیق و ہمت عطا فرماوے۔ آمین

(۱) سورۂ نحل آیت ۹۶

والدین کے ذمہ اولاد کے کیا حقوق ہیں

یہ بیان ۲۴ رجون ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

والدین کے ذمہ اولاد کے کیا حقوق ہیں

اپنے جگر گوشہ کی اچھی تربیت کریں

محترم دوستو! اور دینی بھائیو! پچھلے ہفتہ ہم نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں گفتگو کی تھی کہ والدین کے ساتھ کیسے پیش آنا چاہئے، ان کے ساتھ کس طریقہ سے زندگی گزارنی چاہئے، اس ہفتہ ہم اس موضوع پر گفتگو کریں گے کہ والدین کے ذمہ اولاد کے کیا حقوق ہیں، والدین اولاد کی کس طریقہ سے تربیت کریں، کس طریقہ سے اپنے بچوں کی زندگی کو اچھا اور قیمتی بنائیں اور کس طریقہ سے اپنے جگر گوشوں کی زندگی کو صیقل کر کے ان کی زندگی کو چمکنے والا اور خود اپنے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنائیں۔

اولاد ایک بہت بڑی نعمت ہے

آج اس سلسلہ میں بات ہوگی کہ اولاد ایک بڑی نعمت ہے، اولاد کا ہونا یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ دنیا کے ہر انسان کو اس کی تمنا ہوتی ہے، خواہش ہوتی ہے کہ اس کے اولاد ہو، اس کے بال بچے ہوں، آدمی کے پاس مال ہو، دولت ہو، زندگی کی آسائش کے لئے، اچھی زندگی گزارنے کے تمام سامان مہیا ہوں، اچھا مال ہو، اچھی دولت ہو، اچھا مکان ہو، اچھی عمارت ہو، بینک بیلنس ہو، اس کے باوجود اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالی اس کو اولاد دیدے، یہ انسانی اور بشری طبیعت اور اس کی فطرت کا تقاضہ ہے۔

نیک اولاد کے لیے پیغمبروں کی دعا

چنانچہ پیغمبروں نے اس کے سلسلہ میں دعائیں کی ہیں، بعض نبیوں نے جن کے یہاں اولاد نہیں تھیں، انہوں نے تمنا کی کہ ”رب ھب لی من الصالحین“(۱) اے اللہ! مجھے نیک اولاد عطا فرما، تو یہ اللہ تعالی کی طرف سے ہے، اور جس کو اللہ تعالی چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتا ہے ”للّٰہ ملك السموات والارض یخلق مایشاء یھب لمن یشاء اناثا ویھب لمن یشاء الذکورَ، اویزوجھم ذکراناواناثا ویجعل من یشاء عقیما، انه علیم قدیر“(۲) اللہ تعالی ہی کے بس کی بات ہے، اور اللہ تعالی ہی کی قدرت ہے کہ وہ جو چاہے پیدا کرے اور جس کو جو چاہے عطا کرے، اسی لیے اللہ تعالی کسی کو لڑکیاں عطا کرتا ہے، اور کسی کو صرف لڑکے عطا کرتا ہے، اور کسی کو جڑواں بیٹے عطا کرتا ہے اور کسی کو جڑواں بیٹیاں عطا کرتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے اللہ تعالی بانجھ بھی بنا دیتا ہے، عورت کو بانجھ بنا دیتا ہے تو اس کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوتی یا مرد کو بانجھ بنا دیتا ہے، تو اس کی اولاد نہیں ہوتی، یہ سب تو اللہ تعالی کی قدرت میں ہے، اللہ تعالی ہی جانتا ہے کہ کس کو کیا دینا ہے اور کس کو نہیں دینا ہے، اور وہی قدرت رکھنے والا ہے، اور یہ سب اس کے ہاتھ میں ہے کہ کس کو لڑکا دینا ہے، کس کو لڑکی دینی ہے، کس کو نہیں دینا ہے اور کس کو ڈبل دینے ہیں، یہ سب اس کا نظام ہے۔

اولاد کی تربیت

لیکن جب اس نے اولاد دی ہے، تو ایک انسان کی، ایک والد کی اپنے بچے کے لیے کیا کوشش ہوسکتی ہے، اس کے لیے اللہ نے ہدایت دی ہے، رہنمائی کی ہے کہ کس طریقہ سے اس کے بارے میں سوچنا چاہئے اور کس انداز سے اس کی تربیت کرنی چاہئے، قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ہے ”یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا“(۳) اے ایمان

(۱) سورۂ صافات آیت ۱۰۰ (۲) سورہ شوریٰ آیت ۴۹/۵۰ (۳) سورہ تحریم آیت ٦

والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، تو یہاں پر اللہ تبارک وتعالی باخبر کرتا ہے کہ تم اولاد کی ایسی تربیت کرو اور اولاد کو ایسے اخلاق سے آراستہ کرو کہ جس سے تمہاری اولاد جہنم کی آگ سے بچ جائے، یہ اس وقت ہوسکتا ہے کہ جب انسان اپنی اولاد کو عقیدہ کی مضبوطی اور روزہ، نماز اور دیگر ارکان کی پابندی کرنے والا بنائے، اور خدا کے سامنے سر جھکانے والا بنائے، ہر طرح کی برائیوں سے اس کو محفوظ رہنے کی تلقین کرتا رہے تا کہ اولاد غلط سوسائٹی میں لگ کر خراب نہ ہو جائے، یہ سب سے بڑی اولاد کی تربیت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بیٹے کے لیے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کے لیے دعا مانگی، قرآن کریم نقل کرتا ہے "واذقال ابراهيم رب اجعل هذا البلد آمنا واجنبني وبني أن نعبد الاصنام" (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں کہ اے میرے پروردگار، اے میرے خدا، اے میرے اللہ! اس شہر کو امن والا بنادے، مجھے اور میرے بچوں کو اس بات سے محفوظ رکھ کہ ہم بتوں کی پوجا کریں اور ہم بتوں کی عبادت کریں، میری بھی حفاظت کر اور میرے بچوں کی بھی کیونکہ "رب انهن اضللن كثيرا من الناس" ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے "فمن تبعني فانه مني" تو جس نے میری بات مانی وہ مجھ میں سے ہے "ومن عصاني فانك غفور رحيم" اور جس نے میری نافرمانی کی یا میری بات نہ مانی، بے شک تو ہی بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

"ربنا إني أسكنت من ذريتي بواد غيرذي زرع" اے میرے پروردگار! اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے بچے اسماعیل کو یہاں پر تیرے گھر کے پاس چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایسی وادی کے اندر، ایسی جگہ پر جو غیر آباد، جہاں نہ کھیتی، نہ باڑی، نہ ہریالی نہ کوئی چرند و پرند، نہ کوئی جانور اور نہ کوئی زندہ رہنے والی چیز، ایسی جگہ پر جس کو وادی غیر ذی زرع کہا جاتا ہے "عند بيتك المحرم"

(۱) سورۂ ابراہیم آیت ۳۵

تیرے محترم اور مقدس گھر کے پاس، تا کہ یہ آپ کی عبادت کریں "ربنا ليقيموا الصلاة واجعل أفئدة من الناس تهوى إليهم" اور لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف متوجہ کر دے تا کہ لوگ ان کی طرف آئیں "وارزقهم من الثمرات لعلهم يشكرون" اور تو ان کو پھل فروٹ بھی یہاں عطا فرما تا کہ یہ تیرا شکر ادا کریں، یہ سب دعائیں مانگ رہے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کس کے لیے؟ اولاد کے لیے، اپنے بیٹے کے لیے، پھر آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں، جس کو قرآن میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے "الحمدلله الذی وهب لی علی الكبر اسمعيل واسحاق ان ربی لسميع الدعاء، رب اجعلنی مقيم الصلاة ومن ذريتی ربنا وتقبل دعا" (۱) ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق دیا اور میرا رب تو سننے والا ہے، دعا کو قبول کرنے والا ہے، اے میرے پروردگار مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنیوالا بنا، اور اے اللہ ہماری دعا بھی قبول فرما، یہ سب دعائیں مانگ رہے ہیں، تو ان سب دعاؤں کا منشاء، ان سب دعاؤں کا مقصد یہ ہے کہ ان کے نزدیک اپنی اولاد اور اپنی بیوی بچوں کو راحت وسکون حاصل ہو جائے، اس لیے اپنی بیوی بچوں کے آرام کی خاطر پیغمبر ان کی ایک ایک چیز کا خیال کر کے دعائیں مانگ رہے تھے، انسان کا ایک فریضہ بنتا ہے کہ اپنی اولاد کی اچھے انداز سے تربیت کرے، تا کہ وہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اور اسلام نے اس کی تعلیم دی ہے۔

بچہ کی پیدائش کے بعد اذان وتکبیر کہی جائے

جب بچہ پیدا ہو تو پہلے اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر اقامت کہی جائے تا کہ اس کو پتہ چل جائے کہ کوئی ہے پیدا کرنیوالا، کوئی ہے اللہ جس نے بنایا ہے، جس نے پیدا کیا ہے، جو خالق ہے جو مالک ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے، چرندوں پرندوں کو پیدا کیا ہے، سمندر، دریاؤں سب کو پیدا کیا ہے، یہ پہلے

(۱) سورۂ ابراہیم آیت ۳۸ تا ۴۰

دن سے سبق اس کی گھٹی میں ڈال دیا جائے کہ کوئی ہے جس نے تجھ کو پیدا کیا، اس پورے کائنات کے نظام کو بنایا، اسی کو ماننا ہے، اسی کی عبادت کرنی ہے۔

بچہ کا بہترین نام رکھنا چاہئے

بچہ کے پیدا ہونے کے بعد اس کا نام رکھا جاوے، نام بھی کیسا رکھا جاوے؟ اچھا نام ہونا چاہئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُاللّٰہِ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ" (۱) اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ، عبدالرحمٰن ہیں، ایک دوسری روایت میں ارشاد فرمایا "اِنَّکُمْ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِاَسْمَائِکُمْ وَاَسْمَاءِ آبَائِکُمْ فَاَحْسِنُوا اَسْمَائَکُمْ" (۲) تم کو قیامت کے دن تمہارے نام اور تمہارے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا، اس لیے اچھے نام رکھو، اچھے نام رکھنے کی برکت سے اس کی زندگی میں اچھا اثر پڑے گا، بامعنی ہو اور اچھا ہو جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، فاطمہ، شاہدہ، اس طرح کے نام ہونے چاہئے جو بامعنی ہوں، لاڈ میں کسی نے کچھ کہہ دیا، کچھ بھی نام رکھ دیا مثلاً گڈو، ٹنکو، بنٹو، شبراتی، یا اسی طرح اور بھی جو بولے جاتے ہیں، ان سے پرہیز کرنا چاہئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنے بچے کے ساتھ محمد کا نام رکھا ہے، تو پھر قیامت کے دن اس کے لیے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سفارشی بنیں گے، یہ فائدہ ہے اس کا، اور جو اچھا نام ہوگا، اس کے نام کے جو معنی ہیں، اس کی تاثیر اس کی زندگی میں آئے گی، اگر عبداللہ نام ہے، تو ذہن میں یہ بیٹھے گا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، جب اللہ کا بندہ اس کا نام ہے، تو خود وہ سوچے گا، اس کی زندگی کے اندر، اس کے قلب پر، اس کی روح پر اس چیز کا اثر پڑے گا کہ کوئی پیدا کرنے والا ہے، میں کسی کا بندہ ہوں، وہ سرکشی نہیں کرے گا، اس کے اندر عبدیت آئے گی، دنیا کے اندر وہ کتنا ہی بڑا ہو جائے، وہ اللہ کا نافرمان نہیں ہوگا، پہلے ہی دن سے اس کے ذہن میں یہ بات رہے گی کہ میں کسی کا بندہ ہوں،

(۱) ترمذی ۲/۱۱۰ (۲) ابوداؤد کتاب الادب ۲/۶۷۶

اللہ کی وحدانیت کا اور اللہ کی قدرت کا اور اللہ کے ہونے کا اعتراف پہلے ہی دن سے اس کے ذہن میں رہے گا، تو اچھے نام ہونے چاہئے، خراب نام سے خراب اثر پڑے گا، اچھے نام رکھیں گے تو اچھا اثر پڑے گا اور اچھے نام محبوب بھی ہیں، پسند بھی ہیں، بعض لوگ بدھ کے دن پیدا ہوتے ہیں تو ان کا نام بدھور کھ دیا جاتا ہے، عید کے دن پیدا ہوا تو عید ور کھ دیا، منگل میں پیدا ہوا تو منگلو رکھ دیا، پیر میں پیدا ہوا تو پیرو رکھ دیا، جس دن وہ پیدا ہوا اسی کے تعلق سے نام بھی رکھ دیا جاتا ہے، شب براءت کے دن پیدا ہوا تو شبراتی رکھ دیا، رمضان میں پیدا ہوا تو رمضانی رکھ دیا، یہ نام صحیح نہیں ہیں، یہ غیر پسندیدہ نام ہیں، مہمل نام ہیں کوئی معنی نہیں ہے، ایسے نام رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں، بلکہ عبداللہ، عبدالرحمٰن رکھو، محمد رکھو، عبدالرشید رکھو، فیض اللہ، فیض الرحمٰن رکھو، اس طرح کے نام ہونے چاہئے، جس میں اللہ کا نام آوے، یہ نام اللہ کو پسند ہیں اور پھر ساتویں دن اس کا عقیقہ کرنا چاہئے اور یہ سنت ہے۔

عقیقہ اور اس کا طریقہ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مع الغلام عقیقة فأهريقوا عنه دماً وأميطوا عنه الأذى" (۱) کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہئے، اس کی طرف سے قربانی کرنی چاہئے تاکہ اس کی طرف سے مصیبتیں اور بلائیں ٹل جائیں، جو شخص اپنے بچے کا عقیقہ کرتا ہے، اس کی زندگی میں جو بلائیں، مصیبتیں، آفتیں جو پریشانیاں آنیوالی ہوتی ہیں، اللہ تعالی ان کو ٹال دیتا ہے عقیقہ کی برکت سے، عقیقہ کا طریقہ یہ ہے کہ ساتویں دن بچہ کا نام رکھا جاوے، اور اس کے سر کے بال کاٹے جائیں اور قربانی کی جائے، اگر لڑکا ہے تو دو بکرے یا دو بکریاں ذبح کی جائیں، اگر لڑکی ہے تو ایک بکرہ یا ایک بکری ذبح کریں، ورنہ تو بڑے جانور میں ایک حصہ لے لیا جاوے اور بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ جب اس کے سر کے بال کاٹے جائیں تو ان کو تولا جائے اور ان کا وزن کیا جاوے، پھر جتنا

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۵۰۴۹ / کتاب العقیقة

وزن ہو، مثلاً پچاس گرام یا دس گرام تو اس کے برابر چاندی صدقہ کی جائے، اور اگر چاندی نہیں تو اس کے عوض چاندی کے جتنے پیسے بنتے ہوں اتنے پیسے غریبوں میں صدقہ کئے جائیں۔

عقیقہ میں غریبوں کو دعوت دی جائے

عام طور سے بچوں کے عقیقہ کے موقعہ پر اپنے خاص خاص رشتہ دار مثلاً نانا، ماموں، پھوپھی، خالہ، بہن، بہنوئی اور چچا اور خاص دوستوں اور اہل تعلق کو ہی بلایا جاتا ہے، جب کہ عقیقہ کے موقعہ پر غرباء ومساکین کا خاص طور پر خیال رکھا جائے، مگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے، بس چودھری صاحب کو بلایا جاتا ہے، پردھان جی کو بلایا جاتا ہے، فلاں فلاں صاحب کو بلایا جاتا ہے، حالانکہ یہ موقعہ غریبوں کے لیے ہے، چاہے تو پکا کر کھلایا جائے یا گوشت تقسیم کرایا جائے غرباء میں، دونوں شکلیں ہیں، چنانچہ جب کوئی عقیقہ کرتا ہے، تو ایک شان ہوتی ہے، بلکہ بعض مرتبہ بیوی کہتی ہے کہ ابھی نہیں، جب میرا بھائی، میرے والد آئیں تب کرنا، سنت تو ساتویں دن ہے، وہ کہے گی، ابھی میرا بھائی کھیت میں کام کر رہا ہے، دھان لگا رہا ہے، سعودی عرب گیا ہوا ہے، بمبئی میں ہے، دلی میں ہے، یہ عذر ہے، زندگی میں کبھی بھی کریں، لیکن سنت ساتویں دن ہے، اور سنت ادا ہونی چاہئے، اور اس کے فائدے بھی بتلائے گئے ہیں کہ اس سے آفتیں بلائیں سب ٹل جاتی ہیں، اگر عقیقہ سنت کے مطابق ہو، اس میں بہت سے لوگ کوتاہی کرتے ہیں، اگر عقیقہ کو سنت کے مطابق کیا تو بچے کی مصیبتیں بلائیں وہ بھی ختم ہو جائیں گی اور وہ اللہ کی حفاظت میں ہوگا، کتنے فائدے ہیں ایک تو سنت ادا کرنے کا، غریبوں کو کھلانے کا، اور تیسرے اپنے بچے کی حفاظت کا، اللہ تعالی کی رضامندی کا، کتنے فائدے ہوئے، یہ بھی بچے کے حقوق میں سے ہے، اولاد کے حقوق میں سے ہے، اولاد کے ساتھ ایسا کرنا چاہئے، اس کے بعد کیا ہوتا ہے، بچے کی صفائی ستھرائی ہونی چاہئے، آپ لوگ نوجوان ہیں کل آپ کے بھی بچے ہوں گے، تو آپ اس بات کو اپنے بھائی، بھتیجے، بہن، بھانجے کو جا کر بتلائیں، جو میں بتلا رہا ہوں، بچے نے اگر استنجاء کر دیا تو اس کو فوراً دھویا جائے،

بوڑھی عورتیں کہتی ہیں ایسے ہی صاف کر دو، کوئی مسئلہ نہیں کہ دھونا ضروری ہے، جو نجاست بڑے کی ہے وہی چھوٹے کی ہے۔

بوڑھی عورتوں کی غلط سوچ

بوڑھی عورتوں میں اکثر دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ بچہ نے اگر پیشاب کر دیا، تو اسی حالت میں نماز پڑھتی ہیں، حالانکہ اس کا دھونا ضروری ہے، پیشاب چاہے بڑے کا ہو یا چھوٹے کا سب برابر ہے، عام طور سے عورتیں اس میں بے احتیاطی کرتی ہیں، اور ویسے ہی نماز پڑھ لیتی ہیں، اس سے ان کی نماز بھی خراب ہوتی ہے، اور دوسرے ناپاکی میں مبتلا رہتی ہیں، جس سے بچنے کی تاکید آئی ہے، قبر میں عذاب اکثر پیشاب سے نہ بچنے سے ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "استنزھوا من البول فان عامة عذاب القبر منه" (۱) اسی لیے استنجاء ضروری ہے، چونکہ چھوٹے بچہ کا پیشاب ویسے ہی ہے جیسے بڑے کا ہے، صفائی کی بہت ضرورت ہے، البتہ بچہ اور بچی کے پیشاب کے سلسلہ میں تھوڑی سی تفصیل ہے، ترمذی میں ایک روایت ہے، حضرت ام قیس بنت محصن فرماتی ہیں کہ میں اپنے بیٹے کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئی وہ کھانا نہیں کھاتا تھا (یعنی دودھ پیتا تھا) اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر پیشاب کر دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور متأثرہ حصہ پر چھڑک دیا، اس لیے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ بچی کے پیشاب کی طرح بچے کے پیشاب کا دھونا بھی ضروری ہے، البتہ دودھ پیتے بچے کے پیشاب میں دھونے میں زیادہ مبالغہ کی ضرورت نہیں بلکہ غسل خفیف کافی ہے، بچہ اگر پائخانہ کر دے فوراً اس کو دھلا جائے اور صاف کیا جائے، اگر غسل کا موقع ہو تو غسل دیا جائے، ورنہ تو اس کے متأثرہ حصے کو دھل دیا جائے، دوسرے کپڑے پہنا دئے جائیں، یہ بہت ضروری ہے، چونکہ یہ بھی اس کے حقوق میں ہیں، بچہ جب صاف ستھرا رہے گا تو اس کی طبیعت میں ابھی سے نظافت پیدا ہوگی، صفائی

(۱) معارف السنن جلد اول صفحہ ۲۶۲

پیدا ہوگی، جب صفائی کا ماحول گھر سے پیدا ہو رہا ہے، ماں کی گود سے پیدا ہو رہا ہے، تو بچہ بڑا ہو کر بھی ناپاک نہیں رہے گا، بچہ کبھی بھی بغیر طہارت کے نہیں رہے گا، یہ بچہ کبھی بھی بغیر استنجاء کے نہیں رہے گا، اگر بڑا ہوتا ہے اور اس کو کہیں بھی پائخانہ یا پیشاب لگ جائے فوراً یہ اس کو صاف کرے گا، فوراً دھوئے گا کیونکہ اس کی گھٹی میں وہ بات پڑی ہے، بچپن میں اس کی ماں نے اس کو صاف رکھا ہے، لہٰذا وہ ناپاک رہنا پسند نہیں کرے گا، چونکہ پہلا مدرسہ بچے کا ماں کی گود ہے، جیسی تربیت، جیسا ماحول وہاں مل جائے گا، وہ چیز اس کے اندر اثر کرے گی۔

بچے کا پہلا کلمہ کیا ہونا چاہئے؟

بچہ جب بولنے کے قابل ہو جائے، تو پہلا لفظ اس کے سامنے ہم لوگ کیا بولتے ہیں، تیرے ماموں کا کیا نام ہے، تیرے ابو کا کیا نام ہے، دادا کا کیا نام ہے، جب بچہ بولنے کے قابل ہو جائے تو اس کو اللہ کا نام سکھلایا جائے، جو بچہ پہلے اللہ کہتا ہے، تو اللہ کہنے کی وجہ سے اللہ تعالی اس کے ماں باپ کو بخش دیتا ہے، اس کے اللہ کہنے سے اس کے ماں باپ کی مغفرت کر دیتا ہے، اللہ ان کو نواز دیتا ہے، کیوں کہ اس نے اپنے پروردگار کا، اپنے پیدا کرنیوالا کا نام لیا ہے، جب بچے کے اندر بولنے کی صلاحیت پیدا ہو تو پہلے کلمہ پڑھاؤ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہلواؤ، قرآن کی آیتیں کہلواؤ، اللہ کا نام کہلواؤ، یہی سب سے پہلا کلمہ ہونا چاہئے۔

مگر ہمارے ماحول میں کیا ہوتا ہے

بچہ جب بولنے کے قابل ہوتا ہے تو وہ گالی دیتا ہے، اس لیے کہ بڑے لوگ اس کے سامنے گالی دیتے ہیں، اما بھی گالی دیتی ہے، بھائی بھی گالی دیتے ہیں، چچا بھی گالی دیتا ہے، تو بچہ وہی سیکھتا ہے، اس کو کچھ پتہ ہی نہیں مگر جیسے ٹیپ ریکارڈ میں بات ریکارڈ ہو جاتی ہے، ویسے ہی اس کے ذہن میں یہ بات ریکارڈ ہو جاتی ہے، ابھی وہ نہیں کہے گا، بچے گالی سنتے ہیں،

محلے میں، گھر میں، پڑوس میں، پھر موقع پر دے دیتے ہیں، ان کو پتہ ہی نہیں کیا کہنا ہے، اس کے نہ معنی پتہ ہے، نہ اس کا مطلب معلوم ہے، اس نے سنا تھا اس لیے سنا دی، نقل کر رہا ہے، یہ سب چیزیں بچے کی زندگی میں اثر انداز ہوتی ہیں، پھر اس کی تربیت پر اثر پڑتا ہے، اس کی زندگی پر بھی اثر پڑتا ہے، اس چیز کا خیال رکھنا ہے کہ بچہ جب بولنے کے قابل ہو جائے تو کیا چیزیں اس کو سکھائی جائیں، ایسی چیزیں سکھائی جائیں جس سے وہ اللہ کو پہچانے، مثلاً اللہ کا نام سکھایا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سکھایا جائے، قرآن کی آیتیں سکھائی جائیں، کلمہ سکھلایا جائے، یہ ہونا چاہئے۔

بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو نماز کا حکم دیا جائے

جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز سکھائی جائے، امی ابا اپنے سامنے کہیں کہ چلو وضو کرو، میں بھی کرتا ہوں، تم بھی کرو، وضو سکھلائیں، پھر اپنے ساتھ نماز پڑھائیں، گھر میں پڑھائیں یا مسجد میں، مگر اپنے ساتھ نماز اس کو پڑھائیں، اور اس کے لباس کا بھی خیال رکھیں، آج کل کیا ہوتا ہے، بازار میں ریڈی میٹ کپڑے ملتے ہیں، جو ناقص ہوتے ہیں، جس سے لوگ اپنے بچوں اور بچیوں کو چھوٹی آستین والا اور کھلا پینٹ شرٹ پہناتے ہیں، جو اس کی زندگی پر خراب اثر ڈالتے ہیں، جلدی سے گئے بازار میں اور بنا بنایا سوٹ لے لیا اور پہنا دیا، ابھی اس کو اللہ کا پتہ نہیں، ایمان کا پتہ نہیں، لیکن اس کو ہیرو بنا دیا، مسلمانو! ذرا عقل سے کام لو، یہ بھی حقوق ہیں والدین پر بچوں کے، اس لیے بچوں کی ایسی تربیت کی جاوے، یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ ایسے انداز میں ان کے ساتھ پیش آیا جائے اور ان کی زندگی کو سدھارا جائے، ان کے لباس کا، ان کے کھانے کا، ان کی صفائی کا خیال رکھا جائے۔

بچہ جب دس برس کا ہو جائے

بچہ جب دس سال کا ہو جائے، تو اب ڈنڈے کی ضرورت ہے، اگر نماز نہیں پڑھتا تو

ڈنڈے سے اس کی تربیت کرو، اگر نہ پڑھے تو ڈنڈا مارو، جیسے امتحان کے لیے پہلے سے تیاری کرائی جاتی ہے، کہ بھائی تمہیں مولانا بننا ہے، اور فلاں مدرسہ میں جا کر تمہیں امتحان دینا ہے، اس لیے خوب محنت کرلے، اور امتحان کی تیاری کرلے ورنہ پٹائی ہوگی، بچہ جب بالغ ہوگیا، تو اس طرح سے خیال کیا جائے، اللہ کے حقوق کو بھی بتایا جائے، تاکہ وہ اللہ کی فرمانبرداری کرے، اور اللہ کے حقوق کو جانے، تو یہ ضروری ہے، اب جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو اس کو نماز کا عادی بنا دیا جائے۔

بچہ کی تعلیم وتربیت کی فکر کیجئے!

جب کچھ شعور ہو جائے تو بچے کی تعلیم کی فکر کی جاوے، مدرسہ میں بھیجا جائے، یا قاری صاحب کے پاس بھیجا جائے، یا مولانا صاحب کے پاس بھیجا جائے تاکہ وہ قرآن سیکھے، چونکہ بڑے ہونے کے بعد، بالغ ہونے کے بعد نماز بھی پڑھنی ہے، اور نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے، تو اس کو قرآن سکھائیں، اور قرآن کہاں سکھایا جاتا ہے، یا تو گھر پر ہی سکھایا جائے یا مولانا صاحب کے پاس، قاری صاحب کے پاس، مسجد میں، یا مدرسہ میں یا مکتب میں، جہاں بھی انتظام ہے، مدرسہ میں یا اسکول میں اس کو ڈالا جائے تاکہ اس کی تعلیم ہو، اس کا عقیدہ درست ہو، چونکہ علم کے بغیر اللہ کو پہچاننا دشوار ہے، بغیر علم کے وہ اللہ کو نہیں پہچان سکتا، اللہ کے کیا حقوق ہیں، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا حقوق ہیں، گھر والوں کے کیا حقوق ہیں، ماں باپ کے کیا حقوق ہیں، ابا کے کیا حقوق ہیں، امی کے کیا حقوق ہیں، بھائی کے کیا حقوق ہے، بہن کے کیا حقوق ہیں، بیوی کے کیا حقوق ہیں، جب اس نے پڑھا ہی نہیں تو اس کو کیسے پتہ چلے گا؟ اس کے نزدیک تو ابا بھی برابر، امی بھی برابر، بھائی بھی برابر، بہن بھی برابر، اس کو نہیں پتہ کہ کس کا کیا مقام ہے، کس کا کیا مرتبہ ہے، اگر اس کو سکھلا دیں گے، تو وہ ہر چیز جان جائے گا، اس کو تعلیم دی تو بڑا ہونے کے بعد ہماری قدر کرے گا، اس کو

پتہ ہوگا کہ ابا کے کیا حقوق ہیں، ابا کا کیا مقام ہے، اس کو پتہ ہے کہ ابا جنت کا دروازہ ہے بغیر ابا کے راضی کئے جنت میں جا ہی نہیں سکتے، اس کو پتہ ہوگا کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے، تو ماں کی خدمت کرے گا، ماں کے پیر دھو دھو کر پیئے گا، جنت میں جانا ہے، تو بغیر ماں کی خدمت کے نہیں جا سکتے، ابا کی خدمت کے بغیر نہیں جا سکتے، تو ابا کو بھی راضی کرے گا، اماں کو بھی راضی کرے گا، لیکن پہلے یہ محنت کس کو کرنی ہے ماں باپ کو، اس انداز سے اس کی تربیت کریں۔

بوڑھے باپ کی شکایت بیٹے کے بارے میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بوڑھا آدمی حضرت عمر کے دربار میں آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین! میرا جوان بیٹا ہے، نہ مجھ کو کھانا دیتا ہے، نہ مجھ کو پینے کو دیتا ہے، مجھ کو پریشان کرتا ہے، میرے حقوق کو نہیں پہچانتا، نہ میری اطاعت کرتا ہے، نہ میری مانتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ میں آئے اور کہا کہ اس شخص کو دربار سے باہر نکال دو، اس بوڑھے کو دربار سے نکال دو، بھگا دو، جو آدمی وہاں پر موجود تھے کہنے لگے کہ حضرت آپ تو نرم مزاج ہیں، بوڑھے آدمی کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کرنا چاہئے، انہوں نے کہا پہلے اس نے اپنے بچے پر ظلم کیا ہے، اس نے نہیں سکھایا کہ باپ کے حقوق کیا ہیں، اس کو تعلیم ہی نہیں دی، نہ اس کو قرآن سکھایا، نہ اس کو حدیث سکھائی، نہ اس کو باپ کے حقوق بتلائے، نہ اللہ کے حقوق بتلائے، تو پہلا قصور اس کا ہے، جب اس کا زمانہ تھا تو اس نے اس کو تعلیم کیوں نہیں دی، اب بوڑھا ہوگیا وہ تو صحیح کررہا ہے، ناانصافی اس نے پہلے کی اس کے ساتھ کی، اب وہ ناانصافی اس کے ساتھ کررہا ہے، نکال دو اس کو۔

ماں باپ بچے کی اچھی تربیت کریں

اگر ماں باپ تھوڑا سا کڑوا گھونٹ پی کر، تھوڑا سا پیسہ خرچ کر کے، تھوڑا سا وقت لگا کر بچے

کی اچھی تربیت کردیں، اس کی زندگی بنادیں، تو خود اس کے بچے کوتو فائدہ ہوگا ہی، ماں باپ کوبھی فائدہ ہوگا، وہ ان کی خدمت کرے گا، ان کے حقوق پہچانے گا، اگر ہمارے بچے کی زندگی بن جائے گی، تو بڑھاپے میں ہمارے ہی کام آئے گی، اگر نہیں پڑھایا، اس کی تربیت نہیں کی، جب بوڑھے ہوں گے تو ہم کہیں گے بیٹا فلاں چیز لادو تو وہ کہے گا چل چپ، ہروقت بک بک کرتا رہتا ہے، پڑے رہو، اس کی امی کہہ رہی ہے بیٹا میرے لیے فلاں چیز لادو، تو کہے گا تم بڈھی کا بس یہی کام ہے، پڑی رہو، کیوں؟ اس کو معلوم نہیں، ماں کا کیا مرتبہ ہے؟ باپ کا کیا مقام ہے؟۔

خدا کے بعد والدین کی اطاعت

حالانکہ اللہ تعالی نے اپنی اطاعت کے بعد فوراً والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے، جب اس کو پتہ رہے گا، تبھی تو وہ کرے گا، جب اس کو معلوم ہوگا تبھی تو والدین کی فرمانبرداری کرے گا، یہ ضروری ہے، اس طرح تربیت ہونی چاہئے، اور تعلیم کا انتظام ہونا چاہئے، تاکہ یہ بچے کل بڑے ہوکر جب ہمارے برابر ہوں گے، کل کو شادی بھی ہونی ہے، کل کو خود ان کو زندگی کے مراحل کرنے ہیں، کاروبار بھی کرنا ہے اور ہم کو بوڑھا ہونا ہے، تو اگر ہمیں اپنی قدر کرانی ہے، اور اس کی بھی زندگی بنانی ہے، تو اس بچے کی تعلیم وتربیت کا انتظام کریں، ورنہ دونوں گھاٹے میں رہیں گے، بچہ ماں باپ کی نہیں مانے گا، ماں باپ کو تکلیف دے گا، ماں باپ کو خوش نہیں رکھے گا، جس سے اولاد اور ماں باپ دونوں کو نقصان ہوگا، دونوں گھاٹے میں رہیں گے، اور گھاٹے میں رہنے کا ذریعہ کون ہوا؟ ماں باپ، چونکہ ماں باپ نے اس کی تربیت صحیح ڈھنگ سے نہیں کی، اس کو نہیں بتلایا، اس کو تعلیم نہیں دی، اس لیے نقصان ہورہا ہے، اس لیے ان کی تربیت کا انتظام کرنا ضروری ہے، ان کی فکر کرنی ہے، جو لوگ ابھی بچے ہیں، کل کو باپ بننے والے ہیں، یا جو بڑے ہیں، باپ بن گئے ہیں، وہ سمجھ سکتے ہیں۔

بچی پیدا ہونے پر ناراضگی ظاہر کرنا

اللہ تعالی گھر میں اگر بچی دیتا ہے، تو ہمارے ماحول میں کیا ہوتا ہے، اگر لڑکی پیدا ہوگئی تو وہی بات ہوتی ہے جو مکہ میں ہوتی تھی، آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن نقل کررہا ہے "واذا بشر احدهم بالانثى ظل وجهه مسودا وهو كظيم" (١) اگر کسی کو خوشخبری دی جاتی کہ اس کے یہاں بیٹی ہوئی ہے، تو وہ اپنا منھ سکوڑ لیتا اور پورے دن اندر ہی اندر گھٹتا رہتا ہے "يتوارى من القوم من سوء ما بشر به" اور لوگوں سے اپنے آپ کو چھپائے رکھتا ہے، کہ لوگ مجھے کہیں گے کہ تیرے یہاں بچی پیدا ہوئی ہے، تو اپنے آپ کو چھپائے رکھتا ہے، حالانکہ بچی بھی اللہ ہی دیتا ہے اور بچہ بھی اللہ ہی دیتا ہے، کسی عورت کے یہاں بچی پیدا ہوگئی، تو بعض لوگ اس سے ناراض ہوجاتے ہیں کہ بچہ نہیں ہوا، بچہ اس کے اختیار میں تھوڑا ہی ہے، لڑکا بھی اللہ ہی دیتا ہے اور لڑکی بھی اللہ ہی دیتا ہے، اس کو کیا اختیار ہے، معاشرے میں اس کو خراب سمجھا جاتا ہے، اگر دو تین بچیاں ہوگئیں تو والدہ لڑکے کو مشورہ دیتی ہے کہ اپنی اس بیوی کو طلاق دیدے اور دوسری شادی کرلے بیٹا۔

تین بچیوں پر جنت کی خوشخبری

حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کے یہاں تین بچیاں ہوں، اور تینوں بچیوں کی اچھی تربیت کی، تعلیم کا بندوبست کیا، ان کی اچھی طرح پرورش کی، تو ان کے لیے جنت واجب ہوگئی، ماں باپ کے لیے جنت واجب ہوگئی، لڑکے کے بارے میں کہیں نہیں آیا ہے کہ جنت واجب ہوگی، مگر لڑکیوں کے بارے میں آیا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ جس کے یہاں دو ہی ہوں؟ تو حضور نے جواب دیا، اس کے لیے بھی جنت واجب، بعض نے کہا یا رسول اللہ جس کے یہاں ایک ہی لڑکی ہو تو حضور نے فرمایا کہ اس کے لیے بھی جنت

(١) سورۂ تحریم آیت ۵۸

واجب، یہ دیکھو ہم خوش ہورہے ہیں کہ بیٹا ہوا، حالانکہ بعض مرتبہ بیٹا بڑا ہوکر لٹھ برساتا ہے، نافرمان ہوتا ہے اور بیٹی بڑی ہونے کے بعد باپ کی بھی خدمت کرتی ہے، ماں کی بھی خدمت کرتی ہے، اگر والدین بیمار ہوجائیں، تو سب سے زیادہ وہی روتی ہے، وہی پریشان ہوتی ہے، اور وہی خدمت کرتی ہے، اور بیٹا ہے اس کو کھیت میں جانا ہے، دوکان پر جانا ہے، امی پڑی ہے، بیمار ہے، اس کو کھیت کی سوجھ رہی ہے کہ کھیت میں پانی دینا ہے، بجلی آگئی ہے، آفس میں جانا ہے، ڈیوٹی کا ٹائم ہوگیا ہے اور جس کو برا سمجھ رہی تھی اس کی وہی خدمت کررہی ہے، وہی آرام بھی پہنچارہی ہے، اس کے اندر نرمی اللہ نے رکھی ہے، اور خدمت کا مادہ بھی رکھا ہے، اور جنت اس کی وجہ سے مل رہی ہے، اوراس کی یہ ناقدری کررہے ہیں کہ بیٹی ہوگئی، اپنے آپ کو معاشرہ میں حقیر سمجھ رہے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اچھی تربیت کی اور اچھی تعلیم دی، تو جنت پکی، بہت ساری حدیثیں اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔

تمہیں کس جرم میں مارا گیا

زمانہ جاہلیت کے اندر ایسا ہوتا تھا کہ اگر کسی کے یہاں بچی پیدا ہوگئی، تو اس کو زندہ درگور کردیا کرتے تھے، بچی ابا ابا کہتی رہتی اور وہ گڈھا کھود کر اس کو اس میں ڈال دیتا اور اوپر سے مٹی ڈال دیتا، کیونکہ کوئی میرا داماد بنے گا، شرمندگی ہوگی، معاشرہ میں اس کو حقیر سمجھا جاتا تھا، اس وجہ سے وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے، اسی کے متعلق اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ کل قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ ”واذا المؤودة سئلت بأی ذنب قتلت“(۱) زندہ درگور کردینے والی بچی سے اللہ خود پوچھے گا، میدان محشر میں جب حساب وکتاب ہوگا، بتاؤ تم کوان لوگوں نے کس جرم کی وجہ سے قتل کیا تھا، کس غلطی پر تم کو زمین میں گاڑ دیا تھا، ذرا بتلاؤ؟ تمہیں کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا تھا؟ تو وہ جواب دے گی، اس کے بعد ایسا کرنے والوں کو اللہ تعالی جہنم میں ڈالدے گا۔

(۱) سورۂ تکویر آیت ۹/۸

زمانہ جاہلیت کا ایک واقعہ

ایک صحابی نے خود اپنا واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نقل کیا کہ یا رسول اللہ میرے لیے دعا کریں میں تو بہت خراب آدمی ہوں، میں بہت برا آدمی ہوں، ایک مرتبہ کیا ہوا میری ایک معصوم بچی تھی، وہ میری اور اپنی امی کی خوب خدمت کیا کرتی تھی، ایک دن مجھ کو نشہ میں کیا سوجھی، میں نے اپنی بچی کو دوپہر میں لیا اور جنگل کی طرف گیا، تو جنگل میں پہنچ کر وہ بچی کہہ رہی ہے، ابو کہاں لے جارہے ہو مجھ کو، میں نے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو، میں جنگل میں گڑھا کھودنے لگا، گڑھا کھودتے ہوئے مجھے پسینہ آرہا تھا، تو میری بیٹی اپنے دوپٹے کے پلے سے میرا پسینہ صاف کررہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ ابا جان کیوں آپ دوپہر میں محنت کررہے ہیں، تو میں نے کہا کہ تیری وجہ سے کررہا ہوں، جب میں نے گڈھا کھود دیا، گڈھا کھودنے کے بعد میں نے اس کو اس میں ڈال دیا وہ مجھے ابا ابا کہتی رہی، کہ ابا کیا کررہے ہو، میں اس کی ایک بھی نہ سنی اور گڈھے میں ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دی۔

یہ قبیح عمل آج بھی ہے

زمانہ جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا، اور یہ عام بات تھی، اور یہ گناہ آج کل بہت ہورہا ہے، آج ہمارا معاشرہ بھی اس قبیح عمل میں مبتلا ہے، کیسے مبتلا ہے، یہ جرم آج ہم سے کیسے ہورہا ہے، آج کل الٹراوساؤنڈ (UltraSound) چل رہا ہے، پیٹ میں بچہ ہے، ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چیک کرو، بچی ہے یا بچہ، اگر پتہ چل گیا کہ بچی ہے تو وہیں اس کی صفائی کرادیتے ہیں، تو یہ بچی کل قیامت کے دن جب اس سے اللہ پوچھے گا کہ کس وجہ سے تم کو قتل کیا گیا، چونکہ وہ زندہ ہے، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ چالیس دن کے بعد بچے کے اندر جان پیدا ہوجاتی ہے، اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ پہلے ہی دن سے جان پیدا ہوجاتی ہے، کیونکہ مادہ منویہ کو مشین سے دیکھا جاتا ہے، تو اس کے اندر کیڑے ہوتے ہیں اور وہ

جاندار ہوتے ہیں، تو اگر اس کو بھی گرائیں گے، ضائع کریں گے، تو اس سے بھی اللہ کے یہاں سوال ہوگا کہ کس وجہ سے، کس جرم کی پاداش میں قتل کیا تھا، جواب نہیں بن پائے گا، ماں باپ کے حقوق میں ہے کہ ان بچوں کی پرورش کا اور ان کے بڑے ہونے کا انتظام کریں، اور اللہ سے ڈریں کہ ایسی حرکتیں نہ کی جاویں، بچی ہو یا بچہ، سب اللہ کی نعمت ہے، ان کی تربیت کا، ان کی تعلیم کا اگر اچھا انتظام کر دیا، تو یہی ہمارے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

اولاد ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

اللہ کے نبی نے دعا کی تھی ”ربنا هب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما“ (۱) اے ہمارے پروردگار ہماری بیویوں اور ہمارے بچوں کو ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیجئے اور ہمیں متقی لوگوں کا امام بنا دیجئے، ایک تو دعا یہ ہوئی کہ ہماری اولاد کو ہماری بیوی کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے، ہماری آنکھوں کے ٹھنڈک کب بنیں گے، جب ان کے اندر تعلیم ہوگی، جب ان کی تربیت صحیح ہوگی، تب وہ اللہ کے حقوق جانیں گے، اور اللہ کی اطاعت بھی کریں گے، ماں باپ کے حقوق بھی جانیں گے، ماں باپ کو بھی راحت پہچائیں گے، پھر کیا دعا کر رہے ہیں، اللہ ہم کو متقیوں کا امام بنا دے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں متقی لوگوں کا امام بنا دے، ہمیں پرہیزگار لوگوں کا پیشوا بنا دے، ہماری نسلوں میں، ہماری اولاد میں ایسے لوگ اور متقی پیدا فرما جو آپ کو راضی کرنے والے ہوں، آپ کی اطاعت کرنیوالے ہوں، جو تیری فرمانبرداری کرنے والے ہوں اور جو تیرے دین کی نشر و اشاعت کرنے والے ہوں، جو تیرا پیغام دنیا کے اندر پھیلانے والے ہوں، ایسی اولاد ہمیں عطا فرما، ظاہر ہے جب وہ اولاد ایسی ہوگی تو ہم ان کے امام بنیں گے، اللہ تعالی ہمیں اس کی توفیق عطا فرماوے کہ ہم اپنی اولاد کی اور اپنے بچوں کی ایسی ہی تربیت کریں گے، تو دنیا بھی مزے دار اور آخرت بھی مزے دار، دنیا اس اعتبار سے مزے دار کہ ہماری خدمت کر رہے

(۱) سورۂ فرقان آیت ۷۴

ہیں اور آخرت اس وجہ سے کہ جب اللہ کے یہاں حساب و کتاب ہوگا، تو اللہ پوچھے گا کیا لائے ہو، اس وقت ہم کیا جواب دیں گے، اس وقت ہماری یہ نیک اولاد کام آجائے گی، اس لیے اللہ سے ہمیشہ دعا کیجیے! یا اللہ ہماری اولاد کو نیک اور صالح بنا، اگر ہماری اولاد نیک ہوئی تو ہمارے مرنے کے بعد ہمارے ہی کام آئے گی، ہمیں پڑھ کر بخشے گی، ہماری قبر پر بھی جاوے گی، ورنہ توفیق نہیں ہوتی۔

والدین کتنا بھی چھوڑ جائیں اولاد ناشکری ہی کرتی ہے

دنیا سے کسی کا پیٹ نہیں بھرا، اور نہ ہی بھرے گا، اولاد کے لیے باپ کتنا بھی چھوڑ جاوے، پھر بھی بیٹے کیا کہتے ہیں کہ کیا چھوڑ کر گیا ہے ہمارا باپ، حالانکہ چالیس، پچاس بیگہ زمین ہے، کئی لوگوں کو کہتے ہوئے میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ ہمارا باپ کیا چھوڑ کر گیا، مکان تو ہمارے کچے ہی ہیں، ہمارے لیے ہمارا باپ کیا چھوڑ کر گیا ہے، بینک میں کچھ پیسے چھوڑ کر نہیں گیا، مقروض ہو کر گیا ہے، ماں باپ کتنا ہی چھوڑ کر چلے جائیں، اولاد کے لیے لاکھوں روپیہ چھوڑ کر جائیں، کروڑوں روپیہ چھوڑ کر جائیں، لیکن پھر بھی بچے کیا کہیں گے کیا چھوڑ کر گیا، ہمارے لیے کچھ نہیں چھوڑ کر گیا، فلاں کا باپ تو اتنا چھوڑ کر گیا ہے، وہ فوراً مقابلہ پر آتا ہے کہ فلاں کا باپ اتنا چھوڑ کر گیا، فلاں کا باپ اتنا چھوڑ کر گیا ہے، ہمارا باپ کیا چھوڑ کر گیا ہے؟ تو اگر اولاد کی اچھے انداز میں تربیت کی ہوتی، تو کچھ بھی نہیں چھوڑ کر جائیں گے تو بھی بچے احسان مند ہوں گے، ہمارے ماں باپ نے ہماری تربیت، ہماری تعلیم کا انتظام کیا اور ہمارے ماں باپ نے ہمیں جنا یہی کیا کم ہے، ہمارے لیے وہ قابل شکر ہیں، اور ہمارے ماں باپ نے پالا پوسا، یہی انکا بڑا احسان ہے، وہ ایک ایک احسان کو گنے گا، اگر تعلیم تربیت نہیں کی تو کتنا بھی چھوڑ کر جائیں گے، پھر بھی کہیں گے کہ ہمارے لیے کچھ نہیں چھوڑا، مرنے کے بعد آدمی کے تین عمل کام آتے ہیں جن سے اس کے لیے ثواب جاری ہوتا ہے۔

مرنے کے بعد صرف تین چیزیں کام آتی ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”إذا مات الانسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة إلا من صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعوله“(۱) مرنے کے بعد تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے:

(۱) صدقۂ جاریہ، مثلاً مسجد یا مدرسہ کا تعمیر کرانا، یا کوئی رفاہی کام کرنا۔

(۲) یا ایسا علم جس سے دوسرے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں، مثلاً کوئی تصنیف یا شاگرد۔

(۳) نیک اور صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔

باقی مرنے کے بعد نماز کا ثواب بند، روزہ کا ثواب بند، خیرات کا ثواب بند، ہر چیز کا ثواب بند ہو جاتا ہے، لیکن کس چیز کا ثواب جاری رہتا ہے؟ اس چیز کا جو ہم نے دنیا میں کوئی خیر کی چھوڑی ہو، اگر اچھی نیک صالح اولاد چھوڑ دی ہے تو وہ ہمارے لیے دعا کرے گی، اے اللہ! میرے والد صاحب کو بخش دے، امی کی طرف سے بھی ابا کی طرف سے بھی غریبوں میں اور مدرسہ میں خیرات دے گا، اور ابا کے جو دوست ہیں ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا، اگر نیک صالح اولاد ہے، اگر اس کی تعلیم وتربیت کا اچھا انتظام کیا گیا ہے اور اگر یہ نہیں کیا ہے تو باپ کے دوست کو بھی نہیں پہچانے گا، بس اپنے ہاتھ میں ہے اپنی زندگی کو اچھا بنانا، اور وہ اپنی زندگی بھر قرآن پڑھ کر ہماری بخشش کی دعا کریں گے، اور روزہ رکھ کر ایصال ثواب کریں گے، ہمارے لیے دعا کریں گے، ہماری طرف سے صدقہ خیرات کریں گے اور اگر اولاد کی تعلیم وتربیت نہیں کی، تو دنیا میں بھی وہ ہمارے اوپر لٹھ بجائیں گے، روٹی تک نہیں دیں گے، مرنے کے بعد تو قبر پر تھوکیں گے بھی نہیں، ہمیں کوشش کرنی ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت کریں، اور اپنے والدین کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آویں، ان کا احترام کریں، ان کی

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر۳۰۸۴/کتاب الوصیة

عزت کریں، ان کی قدر کریں، ان کی فرمانبرداری کریں، انکی اطاعت کریں، ان کو سکون پہنچائیں، ان کو راحت پہنچائیں، جن کے والدین زندہ ہیں، ان کو غنیمت جانیں، ان کی قدر کریں، اگر جنت میں جانا ہے، تو باپ کو راضی کرلو، جنت میں جانا ہے، تو ماں کو راضی کرلو، اگر جنت میں نہیں جانا ہے، تو ان دونوں کی ناقدری کرو، سب کو جنت میں جانا ہے، تو والدین کو راضی کرلو، آج سے ماں کے ساتھ بدتمیزی نہ کرنا، روپئے، پیسے لینے میں، روٹی لینے میں، ابا کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہیں کرنا، تو انشاء اللہ جنت پکی ہے، اللہ تعالی ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی اولاد کی اور اپنی آنیوالی نسلوں کی صحیح تعلیم وتربیت کرنیکی توفیق وہمت عطا فرمائے، بس اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے

یہ بیان ۸؍جولائی ۲۰۰۹ء
بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی
جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک
مجمع میں ہوا۔

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے

ہر انسان کو اچھے برے کی تمیز ہے

محترم دینی بھائیو! ہم دنیا کے اندر زندگی گزار رہے ہیں، اپنے معاشرہ میں، اپنے محلّہ میں، اپنے پڑوس میں اور اپنے دوسرے ساتھیوں میں، مگر ہماری زندگی کے اندر کچھ ایسی باتیں آگئیں ہیں جو باتیں نہ اللہ کو پسند، نہ اللہ کے نیک بندوں کو پسند، ان کا خراب ہونا، ان کا برا ہونا سب کو پتہ ہے، ایک ادنی سے ادنی آدمی جس کے پاس تھوڑی سی بھی سمجھ ہے، وہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ باتیں اچھی ہیں، یا یہ باتیں خراب ہیں، اللہ نے چونکہ انسان کو عقل دی ہے، یہ بات کسی حیوان کو معلوم نہیں اور نہ کسی جانور کو، لیکن انسان خواہ وہ کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو، کسی بھی معاشرے میں رہنے والا ہو، چاہے وہ عیسائی ہو، یہودی ہو، مجوسی ہو، کمیونسٹ ہو، ہندو ہو، مسلمان ہو، پڑھا لکھا ہو اور چاہے وہ ان پڑھ ہو، تعلیم یافتہ ہو یا غیر تعلیم یافتہ، مہذب ہو یا غیر مہذب، دیہاتی ہو یا شہری، اتنی عقل اللہ نے اس کو ضرور دی ہے کہ یہ بات صحیح ہے یا یہ بات غلط ہے۔

دنیا کی ساری چیزیں انسان کے لیے ہیں

اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات کا خطاب دیا کہ ساری مخلوق میں سب سے زیادہ مکرم، سب سے زیادہ مشرف، سب سے زیادہ باعزت، سب سے زیادہ قابل احترام وہ انسان ہے، کیوں؟ اس کی عقل کیوجہ سے، اس کے دماغ کی وجہ سے، اس کی سمجھ کی وجہ سے، اور یہ

کائنات کا پورا نظام، زمین وآسمان، سورج اور چاند، دریا اور سمندر، یہ پہاڑ اور یہ زمین غرضیکہ دنیا میں جتنی بھی چیزیں ہیں، ساری کی ساری اس انسان کے لیے ہیں، ہوائیں اس کے لیے، بادل اس کے لیے، بلکہ جتنے بھی چرندے پرندے، شیر، چیتے، ٹائیگر، ہاتھی، گھوڑے، بیل جتنے بھی ہیں، سب انسان کے لیے ہیں، اور انسان ان کا محتاج ہے، ساری چیزیں اللہ نے انسان کے لیے پیدا کی ہیں، تاکہ انسان ان تمام چیزوں سے فائدہ اٹھائے جس طرح چاہے، اللہ نے جس کے لیے اتنا بڑا کارخانہ بنادیا، پورا نظام بنادیا، اس کا بھی تو کچھ مقصد ہوگا، اس کا بھی تو کوئی بڑا بلند واعلی مقصد ہوگا، وہ کیا ہے؟ اللہ کی عبادت کرنا اور اللہ کی پرستش کرنا اور اللہ کو پہچاننا۔

انسان دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہے

اللہ تعالی نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں دنیا کے اندر اپنا ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں "انی جاعل فی الارض خلیفة" فرشتوں نے کہا، یا اللہ! آپ جس مخلوق کو بنانے جارہے ہیں، وہ آپس میں خوں بہائیں گے، آپس میں جھگڑا کریں گے، دنیا میں فساد مچائیں گے "قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك" اے اللہ تیری تعریف کے لیے، تیری تسبیح کے لیے، تیری عظمت بیان کرنے کے لیے ہم کافی ہیں، اللہ نے کہا "انی اعلم مالاتعلمون" جو مجھے معلوم ہے وہ تمہیں معلوم نہیں ہے، دنیا کا نظام بنانا چاہ رہا ہوں، جب دنیا کے اندر اللہ نے انسانوں کا نظام بنایا، تو ان کو یہاں پر رہنے کا، ان کو یہاں پر زندگی گزارنے کا طریقہ بھی بتلایا، آج ہمارے معاشرے کے اندر، ہمارے ماحول کے اندر کچھ خرابیاں ہیں، ان خرابیوں کو چھوڑ کر ہمیں اچھائیاں اختیار کرنی چاہئے، وہ کیا چیزیں ہیں جن کو ہمیں اختیار کرنا چاہئے، قرآن کریم کی ایک سورت ہے سورۂ حجرات، اس کے اندر اللہ نے ایسے اصول اور ایسی ہدایات انسانوں کے لیے بیان فرمائی

ہیں، ایسی باتیں بیان کی ہیں کہ اگر ان پر انسان عمل کرلے، تو زندگی کے اندر راحت وآرام، سکون واطمینان نصیب ہوگا، کوئی جھگڑا، فساد، کسی قسم کی ٹینشن دنیا کے اندر نہیں ہوگی، بلکہ اللہ تعالی نے اس سورت کے اندر اصلاح معاشرہ کا ایک مکمل دستور بیان فرمادیا ہے۔

ایک مومن دوسرے مومن کا مذاق نہ اڑائے

قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتا ہے "یاایها الذین آمنوا لایسخر قوم من قوم" اے ایمان والو! تم کسی کا مذاق مت اڑاؤ، ایک انسان دوسرے انسان کا مذاق نہ اڑائے، اللہ منع کررہا ہے، ایک قوم دوسری قوم کا، ایک انسان دوسرے انسان کا، ایک دوست دوسرے دوست کا، ایک بھائی دوسرے بھائی کا، ایک پڑوسی اپنے دوسرے پڑوسی کا، ایک محلّہ والے اپنے دوسرے محلّہ والے کا مذاق مت اڑائے، اس کی توہین نہ کرے، اس کے ساتھ استہزا نہ کرے، اس کے ساتھ میں کوئی ایسی حرکت نہ کرے کہ اس کی دل آزاری ہو، اس کو تکلیف ہو، اس کا دل دکھے، اس طرح کی کوئی بات نہ کرے کیونکہ "عسى ان یکونوا خیرا منهم" شاید جس کو تم حقیر سمجھ رہے ہو، جس کا تم مذاق اڑا رہے ہو، اللہ کے نزدیک اس کا کیا مقام ہو، اللہ کے نزدیک اس کا کیا مرتبہ ہو، تم تو اس کو معمولی سمجھ رہے ہو، تم اس کو بیوقوف سمجھ رہے ہو، تم اس کو نالائق سمجھ رہے ہو، اللہ کے یہاں اس کا کیا مقام ہے، تمہیں نہیں معلوم "عسى ان یکونوا خیرا منهم" مردوں کو اللہ نے خطاب کیا، کہ بھائی سن لو، اس بات کو دھیان میں رکھو، شاید وہ آپ لوگوں سے بہتر ہو اور پھر عورتوں کو بھی کہا "ولانساء من نساء عسى ان یکن خیرا منهن" کہ ایک عورت دوسری عورت کا مذاق نہ اڑائے، کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ استہزاء نہ کرے، اس کے ساتھ کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے اس کا دل دکھے، اس کا دل ٹوٹے، شاید اللہ کے نزدیک وہ عورت زیادہ محبوب ہو، اللہ کے نزدیک اس کا کیا مقام ہو، ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے کا مذاق اڑاتے ہیں، کوئی جارہا ہے، تو اس کو دیکھ کر بے مقصد

اس کی برائی شروع کر دیتے ہیں یا کوئی ایسی پھل جھڑی چھوڑ دیتے ہیں کہ جانے والے کو تکلیف ہو، کوئی ایسی بات اس کو کہہ دیتے ہیں، اس وقت تو ہم کو مزہ آ گیا، بھائی کیا بات کہہ دی، وہ تو شرمندہ ہو کر چلا گیا، اور جس نے کہا، اس نے اپنی مونچھیں ذرا اونچی کر لی کہ کیا کہہ دیا میں نے، لیکن اللہ کہہ رہا ہے تم جس کا مذاق اڑا رہے ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک تم سے زیادہ محبوب ہو، یہ تو اس روز پتہ چلے گا کہ جب وہ جنت میں جائے گا اور آپ نہ جا پائیں گے، تو پتہ چلے گا کہ جس کا تم مذاق اڑاتے تھے، وہ اللہ کے نزدیک کس مقام کا حامل ہے۔

آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ

آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولاتلمزوا انفسکم" آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ، ایک دوسرے کی خامیاں نہ نکالو، ایک دوسرے کی غلطیوں کے چکر میں نہ پڑو، کیا کرتا ہے وہ، کہاں سے اتنا پیسہ لاتا ہے، دو ٹریکٹر لایا ہے، حرام کا لایا ہے، چار بیل اس نے لے لیے ہیں، اس کی کھیتی ایسی ہو گئی، اس کو روٹی اچھی مل رہی ہے، آپس میں ایک دوسرے کی ٹوہ میں مت پڑو، ایک دوسرے کے چکر میں مت پڑو، یہ چیز ہمارے معاشرے کے اندر بہت ہے، اللہ ہمیں منع کر رہا ہے کہ ایک دوسرے کی ٹوہ میں جب پڑو گے، ایک دوسرے کے عیب کے چکر میں جب پڑو گے تو خود کو بھی تکلیف ہو گی اور اس کو بھی تکلیف ہو گی، اس سے احتیاط کی ضرورت ہے۔

کسی کو برے القاب سے مت پکارو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولاتنابزوا بالقاب" ایک دوسرے کو برے القاب سے مت پکارو، آپس میں ایک دوسرے کو برے نام سے نہ پکارو، نام عبداللہ ہے، اس کو ٹنکو یا بنٹو کہہ رہے ہو، اس کا نام بدل رہے ہو، آپ لوگ اس کو غلط نام سے پکار رہے ہو، قرآن صاف کہہ رہا ہے، جو نام ہے اسی سے پکارو، جو اس کے ماں باپ نے اس کا نام بچپن میں رکھا ہے، اسی نام سے پکارو، اگر تم اس کو الٹا سیدھا پکارو گے، تو قرآن کریم کی خلاف ورزی ہو گی، نام بدل کر مت

159

پکارو، نام عبدالرحمٰن ہے، عبدالستار ہے، تم صرف رحمان ہی کہتے ہو، صرف ستار ہی کہتے ہو، ناقص نام لیتے ہو، اس طرح نہ کہو، بلکہ پورا نام عبدالرحمٰن کہو، عبدالستار کہو، عبدالجلیل ہے تو پورا نام عبدالجلیل کہو صرف جلیل نہ کہو، عبدالشکور ہے تو صرف شکور مت کہو، چونکہ یہ اللہ کا نام ہے، یا اس کا نام بدل کر مت پکارو، کسی کو کلو کہہ دیا، کسی کو راجو کہہ دیا، کسی کو کالو کہہ دیا، کسی کو کانا کہہ دیا، کسی کو اندھا کہہ دیا، کسی کو ناٹا کہہ دیا، کسی کو موٹا کہہ دیا، کسی کو لمبا کہہ دیا، ایسے ایسے نام رکھتے ہیں، حیرت ہوتی ہے، ہم تو ہنس کر کہہ دیتے ہیں، مگر ہم قرآن کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، اس کا احساس نہیں ہوتا، چڑانے کے لیے اس طرح پکارتے ہیں، اللہ نے منع کیا ہے کہ کسی کو اس کے دوسرے نام سے مت چڑاؤ "بئس الاسم الفسوق بعدالایمان" یعنی ایمان کے بعد فسق بدترین نام ہے، مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں سے منع کیا گیا وہ سب فسق میں شامل ہیں، اس لیے اگر ایمان کے بعد کوئی ایسی حرکت ہو تو یہ ایمان کے تقاضے کے خلاف ہے، اور اس سے اسلام پر زد پڑتی ہے۔

مستی میں ہم جو چاہے کہہ دیتے ہیں

یہ چیزیں ہمارے معاشرے میں ہو رہی ہیں، ہم اپنی زندگی میں ایسے مست رہتے ہیں کہ جو زبان پر آیا وہ کہہ دیا، جس طرح سوچا وہ کہہ دیا، سامنے والے کی توہین کر دی، اس کا مذاق اڑا دیا، اس کو تکلیف پہنچائی، اس کو تکلیف پہنچا کر خود اپنے لیے جہنم خرید لی، خود اپنے لیے اللہ کی ناراضگی خرید لی، اللہ جب منع کر رہا ہے ان چیزوں سے تو ہمیں باز آنا چاہیے، اگر ایسا کرتے رہیں گے تو ضرور ہم سزا کے مستحق ہوں گے، ہم اپنے قریبی لوگوں کو، اپنے عزیزوں کو، اپنے رشتہ داروں کو، اپنے شاگردوں کو، اپنے چھوٹوں کو اگر کسی چیز سے منع کر دیتے ہیں، اگر وہ کرے، تو پھر کیا کرتے ہیں، اس کو سزا دیتے ہیں کہ لاؤ لاٹھی ابھی بتاتے ہیں اس کو، ابھی منع کیا تھا، پھر اس نے ایسی حرکت کی، اس سے تمہیں منع کیا تھا، پھر تم نے ایسی غلطی کی اور کوشش

کرتے ہیں اس کو مارنے کی، ڈنڈا مارتے ہیں کہ ہم نے منع کیا تھا، پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟ اتنی تمہاری مجال، تو جو احکم الحاکمین ہے، خالق کائنات ہے، بادشاہوں کا بادشاہ ہے، وہ کسی کام سے منع کرے، اور ہم کریں تو کیا وہ چھوڑ دے گا، ہم دنیا کے اندر اپنے ماتحتوں کو اس کی غلطی پر نہیں چھوڑتے، تو اللہ تعالیٰ ہمیں کیسے چھوڑ دے گا۔

اللہ تعالیٰ کی پکڑ سخت ہے

ہم کو معلوم ہے کہ یہ کام برا ہے، اس کام سے بچنا چاہئے، اور اپنے پروردگار کی پکڑ سے بچنا چاہئے کیونکہ "ان بطش ربك لشديد" (۱) اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے، اللہ کی جب پکڑ آتی ہے تو کوئی نہیں بچ سکتا، اللہ کی جب پکڑ آئی تو فرعون بھی نہیں بچ سکا، ہامان، شداد، قارون بھی اپنے آپ کو نہیں بچا سکے، تو بڑے بڑے جو اللہ کی سرکشی کرتے تھے وہ بھی بچ نہ سکے، اللہ کی پکڑ سے، اس لیے اللہ کی پکڑ سے ڈرنا چاہئے، تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے، ہم اپنی پکڑ کا اظہار کرتے ہیں کہ تمہیں چھٹی کا دودھ یاد دلا دوں گا اگر ایسی غلطی کی، تو اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین ہے، سارے جہاں کا مالک ہے، ہم اس کے سامنے ایسی باتیں کریں، وہ کہہ رہا ہے، یہ نہیں کرنا ہے، اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مذاق نہیں کرنا ہے، ایسی مذاق جس سے اس کی دل آزاری ہو، جس سے اس کو تکلیف پہنچے، اس کا برا نام مت لو، اس کے عیبوں کے چکر میں مت پڑو، اس کی برائیوں کے چکر میں مت پڑو، برے نام سے مت پکارو اور جس نے یہ کر کے توبہ نہیں کی تو اس کا شمار ظالمین میں ہوگا "ومن لم يتب فاولئك هم الظالمون"۔

بدگمانی سے بچو!

مزید اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یاایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن إن بعض الظن إثم" (۲) اے ایمان والو! بہت زیادہ بدگمانی سے اجتناب کرو، پرہیز کرو، اس لیے کہ بدگمانی بڑا

(۱) سورۂ طارق آیت (۲) سورۂ حجرات آیت ۱۲

گناہ ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث" (۱) کہ بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے، بدگمانی کا مرض اتنا عام ہو گیا ہے کہ اچھے خاصے، لمبے چوغے والے، لمبے کرتے والے، لمبی داڑھی والے، لمبی لمبی لاحول پڑھنے والے اور تسبیح کرنے والے اچھے خاصے دیکھنے میں دیندار مگر وہ بھی بدگمانی کے عام مرض میں مبتلا ہیں، یہ ایک ایسا مرض اور ایک ایسی وبا ہے کہ اس نے معاشرے کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے، اچھے خاصے دوستوں میں، اہل تعلق میں، بھائی بھائی میں، بہن بھائی میں، یہاں تک کہ بعض مرتبہ میاں بیوی میں اس مرض کی وجہ سے بعد ہوتا چلا گیا، دوریاں ہوتی چلی گئیں، اور اچھے خاصے گھر اجڑ گئے، پورا نظام چلتا چلاتا بگڑ گیا، تو یہ اتنا خطرناک مرض ہے، جو اس کی لپیٹ میں آ گیا، اس کی دنیا تو برباد ہے ہی، آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے، اس لیے اپنے آپ کو، اپنے گھر والوں کو، اہل تعلق کو، بلکہ پورے معاشرے کو اس مرض سے اور اس خطرناک بیماری سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ اس مہلک بیماری سے سب لوگوں کو محفوظ رکھے۔

ایک دوسرے کی ٹوہ میں مت پڑو

"ولا تجسسوا" آپس میں ایک دوسرے کی ٹوہ میں مت پڑو، وہ کہاں جاتا ہے، وہ کیا کرتا ہے، وہ کہاں گیا، ابھی وہ سائیکل سے کہاں گیا، اسکوٹر پر پتہ نہیں کہاں گیا ہوگا، ابھی ابھی پتہ نہیں وہ کہاں نکلا ہے، ابھی تھیلے میں پتہ نہیں وہ کیا لایا ہے، ابھی پتہ نہیں وہ کیا بات کر رہا تھا، ہم ایسی باتوں کی تلاش میں رہتے ہیں، جس سے قرآن نے منع کیا ہے کہ کسی کے تجسس میں مت پڑو، ایک دوسرے کی ٹوہ میں مت پڑو، اگر ٹوہ میں پڑو گے تو ٹوہ میں پڑنے کے بعد کیا ہوگا، غیبت تک بات آئیگی۔

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۴۷۴۷/ کتاب النکاح

آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو

غیبت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولا یغتب بعضکم بعضا" آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، غیبت کرنا کیا ہوتا ہے کہ فلاں کی برائی ہم نے کردی، وہ ایسا کرتا ہے، ویسا کرتا ہے اور کوئی منع کرے کہ بھائی ایسی بات نہ کہو، تو کہتا ہے کہ سچ کہہ رہا ہوں، جھوٹ تھوڑا ہی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کے اندر وہ خامی ہے، اگر اس کے اندر وہ غلطی ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے، تو یہی تو غیبت ہے، اور اگر وہ خامی اور غلطی اس کے اندر نہ ہو اور پھر تم اس کے سلسلہ میں کوئی ایسی بات بیان کرو تو یہ تو بہتان ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کو پتہ چل جائے کہ فلاں میرے سلسلہ میں ایسی بات کہہ رہا ہے اور اس کو تکلیف ہو، حالانکہ حقیقت میں وہ ایسا کرتا ہے، جس کو آپ سچ کہہ رہے ہیں، یہی تو غیبت ہے، اگر یہ بات اس کے اندر نہیں ہے، تو پھر یہ بہتان ہے، اگر وہ خامی اس کے اندر نہ ہو جو تم الزام لگا رہے ہو، تب تو یہ بڑا گناہ ہے، بہتان عظیم ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی سخت پکڑ ہے، غیبت کرنا ایک دوسرے کی برائی کرنا، یہ بڑا گناہ ہے، اگر کسی میں کوئی خامی نظر آئے تو وہ اس کے سامنے کہہ دو کہ دیکھو یہ کام غلط ہے؛ لیکن اس کے پیچھے بیان کرنا کہ وہ ایسا ویسا کرتا ہے، تو یہ اس کو تکلیف پہنچانا ہے، یہ تو اس کی غیبت کرنا ہے۔

کیا تم میں سے کوئی اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانا پسند کرسکتا ہے؟

اور غیبت کی شناعت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے "ایحب احدکم ان یأکل لحم أخیه میتا فکرهتموه" اتنا بڑا گناہ ہے، اس کی مثال یوں دی ہے کہ کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھاؤ، یقیناً تم اس کو ناپسند کروگے، پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی

انسان کا گوشت کھانا انسان پسند ہی نہیں کرتا، اور پھر مردار کا اور مردار میں بھی اپنے بھائی کا، یہ کوئی شخص نہیں پسند کرتا، اس کو سب ناپسند کرتے ہیں، ہم لوگ روزانہ کھاتے ہیں، کیسے کھاتے ہیں، غیبت کرکے کھاتے ہیں؛ قرآن کہہ رہا ہے "أیحب أحدکم أن یأکل لحم أخیه میتا فکرهتموه" کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھاؤ، پھر اللہ خود ہی جواب دے رہا ہے "فکرهتموه" کہ تم اس کو یقیناً ناپسند کروگے، غیبت کے سلسلہ میں خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الغیبة أشد من الزنا" (۱) کہ غیبت کرنا زنا سے بھی زیادہ سخت ہے، زنا کو برا سمجھا جاتا ہے، معاشرے میں بھی برا سمجھتے ہیں، قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة" (۲) تم زنا کے قریب مت جاؤ یہ برا کام ہے، اس سے بھی زیادہ سخت کام کیا ہے، غیبت کرنا، بعض روایت میں تو یہ آتا ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی ماں کے ساتھ سو مرتبہ زنا کرے تو بھی اتنا بڑا گناہ نہیں ہے جتنا بڑا غیبت کرنا ہے، اب اندازہ لگائیں کہ کتنا خراب کام ہے غیبت کرنا، آج ہمارے معاشرے میں ہماری بیٹھکوں میں ہمارے محلوں میں ہمارے گھروں میں، ہماری مجلسوں میں یہ بات پائی جاتی ہے، یہ کام اتنا عام ہو رہا ہے کہ اس کی برائی، اس کی شناعت دلوں سے نکل گئی ہے، حالانکہ حدیث میں اس کو زنا سے بھی سخت بتلایا گیا ہے، زنا سے زیادہ سخت کام بھی کوئی اور ہے، اور وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں، اپنی ماں کے ساتھ آدمی سو مرتبہ زنا کرے، اس سے بھی زیادہ سخت کام غیبت کرنا ہے، اس سے بھی بڑا سخت گناہ ہے غیبت کا، ہمارے معاشرے کے اندر آج کل کے حالات میں شاید ہی کوئی گھر اس سے بچا ہوا ہوگا۔

اس سے ہر شخص کو بچنا چاہئے

میرے دوستو! یہ اتنا خراب گناہ ہے، اتنا بڑا گناہ ہے، اس سے بچنے کی ہر شخص کو کوشش

(۱) رواہ البیہقی فی شعب الایمان، حدیث نمبر ۶۴۶۵ (۲) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۲

کرنی چاہئے، اگر کہیں غیبت ہورہی ہو، تو وہاں سے چپ چاپ نکل جاؤ، یا تو اس کو منع کردو، کہ بھائی یہ کام نہ کرو، اچھے خاصے تم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے اور دوسرے نے آ کر غیبت شروع کردی، ابھی تو تم اکیلے بیٹھے تھے، لیکن دوسرا آیا اور اس نے آتے ہی غیبت شروع کردی، وہ آیا تھا کوئی اور بات کرنے، اپنے کھیتی باڑی کی اور غیبت بھی شروع کردی، یہ تو آپ ذریعہ بن گئے یا وہ ذریعہ بن گیا یا تو دونوں میں سے کوئی بھی بنا ہو، بہر حال دونوں گناہ کے اندر شریک ہوگئے، دیکھو گناہ کتنا بڑا ہے، میں یوں ہی نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ قرآن کہہ رہا ہے، جس پر ہمارا ایمان ہے، جس پر ہمارا عقیدہ ہے، جس کو ہم سمجھتے ہیں، سینے سے لگاتے ہیں، یہ اللہ کا آخری کلام ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہی ہمارے لیے معراج ہے، یہی ہماری بخشش کا ذریعہ ہے، جس کو ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ کا آخری کلام ہے اس میں فرمایا گیا ہے ”لا یغتب بعضکم بعضاًأیحب أحدکم أن یأکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللّٰـہ“ تو معلوم ہوا کہ غیبت کس قدر گھناؤنا کام ہے، اس لیے تنہائی میں بھی اللہ سے ڈرو، گھر میں بیٹھے ہو، تو وہاں بھی اللہ سے ڈرو، بیٹھک میں بیٹھے ہو تو بھی اللہ سے ڈرو، بازار میں ہو یا دوکان پر بیٹھے ہو وہاں بھی اللہ سے ڈرو ”ان اللّٰہ کان علیکم رقیبا“ تمہیں پتہ نہیں کہ فلاں ہمیں نہیں دیکھ رہا ہے، شکیل نہیں دیکھ رہا ہے، عبدالرحمٰن نہیں دیکھ رہا ہے، اللہ تو دیکھ رہا ہے، اللہ تم پر نگراں ہے، تم اگر اندھیری رات میں، کنویں کے اندر بھی اگر کچھ کروگے تو وہاں بھی اللہ تعالی دیکھ رہا ہے۔

غیبت کے بعد کیا ہوگا

اس لیے ہر جگہ اللہ سے ڈرتے رہو، پھر بھی اگر کوئی اس طرح کی غلطی ہوجائے تو اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو ”إن اللّٰـہ تواب الرحیم“ بے شک اللہ تعالی توبہ قبول کرنے والے ہیں، اس لیے غیبت کے بعد اس کو پتہ چلے گا، میری بات کرر ہا تھا، وہ اس کے خلاف بول

رہا تھا، اگر آپ نے اس کے خلاف بولا تو کیا ہوگا آمنے سامنے بات ہوگی، اس نے مجھے بتلایا کہ آپ نے یہ کہا تھا، پھر آپس میں لڑائی ہوگی، جھگڑا ہوگا دنیا میں، ہمارے معاشرے میں جھگڑنے کا سبب بنے گا، یہاں تک کہ سر پھوڑنے تک نوبت آجائے گی، تو نے ایسی کچی بات کیوں کہی تھی اس کی سامنے، اس نے مجھ کو بتلایا، وہ کہے گا، بھائی میں نے یہ نہیں کہا تھا، غصہ میں آئے، گا جب آدمی جوش میں آتا ہے تو ہوش کھودیتا ہے۔

غصہ کے وقت حکمت عملی سے کام لینا چاہئے

آج کل جھگڑے کیوں ہوتے ہیں، تو نے یوں کہا تھا، میں نے یوں کہا تھا، تو نے میرے بارے میں یہ کہا تھا، اس نے مجھ سے فلاں کے بارے میں یہ کہا تھا، نہیں میں نے یہ نہیں کہا تھا، بلکہ فلاں نے کہا تھا، جھگڑے ہوتے ہیں، یہ کام غیبت ہی کا ہے، اسی سے سارے فتنے پیدا ہوتے ہیں، اور غیبت کے بعد ایک اچھا انسان لال پیلا ہوجاتا ہے، اور مر مٹنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے، اس معاملے میں ہر انسان جذبہ میں آجاتا ہے، اس لیے کنٹرول سے کام کرنا چاہئے، جذبات سے نہیں، معاشرے میں جتنے بھی لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، اسی وجہ سے ہوتے ہیں، زبان قبضہ میں نہیں ہوتی، بلکہ ایسے وقت جو دماغ میں آیا، اس کے بارے میں کہہ دیتے ہیں، پھر کیا ہوتا ہے، بعد میں لڑائی ہوتی ہے، یہ معمولی معمولی باتیں ہیں؛ لیکن قرآن کتنی اہمیت سے ان کو بیان کررہا ہے، اور ہم اپنے معاشرے میں ان کو سمجھتے نہیں، سوچتے ہیں کہ یہ تو ایسے ہی مولانا نے تقریر کردی، ارے مولانا تو بکتے ہی رہتے ہیں، ارے بھائی مولانا نہیں بکتے ہیں، بلکہ قرآن کہہ رہا ہے، جس پر تمہارا ایمان ہے، وہ کہہ رہا ہے، اس بات کو تمہارا اللہ کہہ رہا ہے، جس نے تم کو پیدا کیا، تمہارا خالق کہہ رہا ہے، یہ تو اپنی زبان سے ہم اس کا مفہوم بتلا رہے ہیں، وہ ذات کوئی اور ہے جس کو تم بھی مانتے ہو اور ہم بھی مانتے ہیں، ہم تو اس کا ترجمہ اور مطلب بتا رہے ہیں، ہمارے الفاظ نہیں بلکہ اللہ کے الفاظ ہیں،

خالق کائنات کے الفاظ ہیں، جو ہمارا اور آپ کا مالک ہے، اس کے الفاظ ہیں۔

کسی کی خبر پر بغیر تحقیق کے عمل نہ کرو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یاایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا" اگر تمہارے پاس کوئی فاسق آدمی آکر کوئی خبر دے اور کہے کہ بھائی وہ عبدالرحمٰن آپ کے سلسلہ میں ایسا کہہ رہا تھا، کہ اچھا ابھی یہ کردیتا ہوں "فتبینوا" قرآن کہہ رہا ہے، کوئی بھی تم کو آکر خبر دے تو اس کی تحقیق کرلو، اگر تمہارے پاس فلاں کے خلاف کوئی ایسی بات پہنچی ہے، فوراً آگ بگولہ نہ ہوجاؤ، فوراً اس کو سزا دینے کے لیے تیار نہ ہوجاؤ، فوراً اس کے خلاف انتقامی کاروائی کرنے کی ضرورت نہیں، جذبات سے کام نہیں لینا چاہئے، فوراً ایکشن Action نہ لینا چاہئے بلکہ معاملہ کی تحقیق کرنی چاہئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا معاملہ کی تحقیق کرنا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مرتبہ سارے انسانوں کو، سارے پرندوں کو، سارے جانوروں کو جمع کیا، جب سارے جمع ہوگئے، چونکہ سب ان کے تابع تھے، اس لیے آناً فاناً حاضر ہوگئے، ہوائیں ان کے تابع تھی، چرند و پرند ان کے تابع تھے، غرضیکہ ساری چیزیں ان کے تابع تھی، سب کو میدان میں جمع کیا، حاضری لینی شروع کردی، سب موجود تھے، لیکن ہدہد حاضر نہ تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی مجھے کیا ہوگیا ہے کہ ہدہد نظر نہیں آرہا ہے "مالی لاأری الھدھد أم کان من الغائبین" (۱) مجھے کیا ہوا کہ مجھے ہدہد نہیں نظر نہیں آرہا ہے، کیا وہ غائب ہے، عربی میں ٹوک بڑھئے کو "ہدہد" کہتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام غصہ میں کہتے ہیں "لاعذبنہ عذابا شدیدا أو لأذبحنہ اَوْلَیَاْتِیَنِّی بسلطن مبین" اس کو تو چھٹی کا دودھ یاد دلا دوں گا، اتنی سخت سزا دوں گا کہ وہ بھی

(۱) سورۂ نمل آیت ۲۰

یاد کرے گا، بلکہ اگر وہ کوئی معقول جواب نہ دے گا تو اس کو ذبح کرڈالوں گا، حضرت سلیمان علیہ السلام جوش میں آگئے، نبی ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کے سب سے بڑے حکمراں اور بادشاہ تھے، اس لیے پہلے کہا کہ اس کو کاٹوں گا اور سخت سزا دونگا، اگر کوئی معقول عذر لائے گا تو چھوڑوں گا، بتانا پڑے گا کہ کس وجہ سے غیر حاضر تھا، بازار گیا تھا، یا استنجاء کرنے گیا تھا یا کہیں اور گیا تھا، یا طبیعت خراب تھی، تو چھوڑ دوں گا۔

ہمیں بھی اس سے سبق لینا چاہئے

اگر تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، کوئی پیغام لے کر آئے، تم نے آپس میں کسی کے لڑکے سے اپنی لڑکی کا رشتہ طے کردیا، اور اس کے گاؤں کا کوئی آدمی آیا کہ بھائی تم نے کہاں لڑکی پھنسا دی، وہ تو بہت کنڈم آدمی ہے، اس کی برائی تو پورے علاقے میں ہے، تو تم جلدی مت کرو، بلکہ تحقیق کرو، ٹھیک ہے آپ کی بات صحیح ہے، لیکن میں تحقیق کرلیتا ہوں اپنے حساب سے، اگر وہ آدمی اور وہ رشتہ ٹھیک ہے تو شادی کریں گے ورنہ چھوڑ دیں گے، مگر تحقیق ہم کرکے رہیں گے، پوری دنیا کے اندر کوئی بھی ایسا معاملہ ہو، جیسے آپ نے کوئی سامان کسی سے خریدا ہے، اور روپیہ کل کو دینا ہے، اور رات میں آکر کوئی کہہ دے کہ بھائی بہت مہنگا خرید لیا، یا وہ سامان تو بہت خراب ہے، تم تو مرجاؤ گے، تو پھر اپنے حساب سے تم تحقیق کرلو کہ سامان صحیح ہے یا نہیں، کسی کے بہکاوے میں، کسی کے ورغلانے میں مت آؤ، اللہ نے عقل دی ہے، اللہ نے تمہیں کھوپڑی دی ہے، اس کو لگاؤ "فتبینوا" تم تحقیق کرلو۔

تحقیق کے بغیر الجھنا شرمندگی کا باعث ہوسکتا ہے

اگر بغیر تحقیق کے کوئی غلط فیصلہ لے لیا، یا الجھ گئے، تو کیا ہوگا "ان تصیبوا قوماً بجھالة" اپنی نادانی سے بغیر تحقیق کئے ہوئے رشتہ ختم کرلو گے، یا بغیر تحقیق کے بری خبر پر کوئی ناشائستہ حرکت کرلو گے یا اس کو نقصان پہنچانے کی سوچ لو گے، جو تمہاری شرمندگی کا باعث ہوگا، تم

نے بغیر تحقیق کئے ہوئے اس پر عمل کر لیا"فتصبحوا علی مافعلتم نادمین" جب صحیح معاملہ تمہارے سامنے آئے گا، تو تمہیں شرمندہ ہونا پڑے گا کہ میں نے جلدی میں ایسا کیا، اس لیے اللہ تعالی کہہ رہا ہے "فتصبحوا علی مافعلتم نادمین" پھر اپنے کئے پر تمہیں کو پچھتانا پڑے گا، شرمندہ ہونا پڑے گا، اس لیے پہلے تحقیق کر لی جاوے، یہ قرآن کے اصول ہیں، آج جو ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے، قرآن کریم کی کھلی خلاف ورزی کی جارہی ہے، اس لیے ان باتوں کی گرہ باندھ لو، کس کو کیا کرنا ہے، ایک تو کسی کا مذاق نہ اڑائیں، کسی کا استہزاء نہ کریں، کسی کی توہین نہ کریں، کسی کی عیب جوئی نہ کریں، کسی کو برے القاب سے نہ پکارو، کسی سے بدگمانی نہ کرو، کسی کی چغل خوری نہ کرو، کسی کو حقیر نہ سمجھیں، یہ اصل کامیابی کا راز ہے۔

کسی کو حقیر سمجھنا جہنم کا باعث ہوسکتا ہے

ایک واقعہ یاد آ گیا، واقعہ یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اللہ کے نبی تھے، وہ کہیں جارہے تھے، راستہ میں ایک عبادت گزار آدمی ملا، ان سے پوچھا بھائی تمہاری خواہش کیا ہے، تمہاری کوئی خواہش ہو تو بتلاؤ، اس نے کہا جی مجھے صرف جنت کی خواہش ہے، اللہ تعالی مجھے بس جنت دیدے، پھر ایک دوسرے کے پاس سے گزرے اور اس سے پوچھا، بھائی تمہاری کیا خواہش ہے، اس نے کہا جی میں بہت گنہگار ہوں اللہ تعالی مجھے بخش دے، آپ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ مجھے بخش دے، مجھے معاف کردے، پھر ایک تیسرے آدمی کو دیکھا جو عبادت گزار تھا، اس عابد نے کہا کہ اللہ مجھے فلاں آدمی سے نہ ملادے، وہ بہت نالائق آدمی ہے، پھر اللہ کی طرف سے حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس وحی آتی ہے، کہ جس بندے نے تم سے دعا کے لیے کہا تھا، اللہ مجھے بخش دے، تو اس کو میں نے بخش دیا ہے اور معاف کردیا ہے، اور جس نے جنت مانگی تھی اس کو جنت دیدی، اور جس نے کہا تھا کہ اے اللہ مجھے فلاں سے نہ ملا، وہ اس کو حقیر سمجھ رہا تھا، اس کے لیے ہم نے جہنم لکھ دی ہے۔

مسلمان ہونے پر شکر ادا کرنا چاہئے

ہمارا وجود ایک ناپاک قطرہ سے ہے، جو عورت کی چھاتیوں سے، مرد کی پیٹھ سے نکلا ہوا ہے، پھر ہم غرور اور گھمنڈ سے رہتے ہیں، اور ناز و نخرے دکھاتے ہیں، ہم مسلمان ہیں، ہمارا نام عبداللہ ہے، عبدالرحمٰن ہے، تو یہ کس کا کمال ہے، اگر اللہ ہم کو بھی کسی کافر کے یہاں پیدا کردیتا تو ہم کیا کرتے، وہی کرتے جو ایک کافر کرتا ہے، ہم بھی مندر میں گھنٹی بجاتے، رام رام کرتے، کیا ہوتا ہم کچھ کر سکتے تھے، یہ تو بس اللہ کا فضل ہے کہ اللہ نے ہم کو مسلمان کے یہاں پیدا کیا، یہ تو اللہ کا انعام اور اس کا احسان ہے، کہ اس نے ہمیں ہدایت دی، پھر ہم اس کو کیوں حقیر سمجھیں، ٹھیک ہے وہ برا کام کر رہا ہے، اس وقت ہمیں "لاحول" پڑھنی چاہئے اور اس کے لیے دعا کرنی چاہئے، کہ اللہ تعالی اس کو ہدایت دیدے، حقیر نہیں سمجھنا چاہئے، کافر کو، مشرک کو، مجوسی کو، غرضیکہ کسی انسان کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہئے، وہ بھی اللہ کا بندہ ہے، اس لیے کہ: "الحمدالذی هدانا لهذا وما كنا لنهتدی لو لا أن هدانا الله" ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں ہدایت دی اور ہم اس قابل نہ تھے، اگر ہم کو اللہ تعالی ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے۔

خالق کو مخلوق سے پیار ہوتا ہے

کمہار کے جو برتن ہوتے ہیں، چاہے وہ صحیح ہوں یا ٹیڑھے ہوں، اس کو ان سب سے پیار ہوتا ہے، جو ٹیڑھا سا بن گیا ہے وہ بھی اس کو پیارا ہے، بھٹہ والے نے اینٹ بنائی، جو صحیح ہے، اول نمبر کی ہے، جو تھوڑا ہلکی ہے، وہ دوسرے نمبر کی اور جو ٹیڑھی ہے وہ تیسرے نمبر کی ہے، اس کے بھی پیسہ لیتا ہے، آپ اس کو اٹھا کر دیکھو، جو کالی ہے، تیسرے نمبر کی ہے، ٹرالی میں بھر کے لاؤ، پھر تم کو مار کر بھگادے گا، اس کے لیے تو سب برابر ہیں، اس نے تو بنائی ہیں، تو تم اللہ کی مخلوق کو حقیر سمجھ رہے ہو، اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں، یہ الگ معاملہ ہے کہ اللہ تعالی نے

ہمیں ایمان دیا ہے، سب کے ساتھ الگ الگ معاملہ کرے گا، جو ایمان والا ہے، ایمان والا معاملہ کرے گا، جو کافر ہے، اس کے ساتھ کافروں والا معاملہ کرے گا، اللہ کے یہاں ناانصافی نہیں ہے "وما ربك بظلام للعبيد" (۱) تیرا رب بندوں کے لیے ظالم نہیں، دنیا کے اندر اللہ کے سب بندے برابر ہیں، ہم کسی کو حقیر نہ سمجھیں، دیکھئے ذرا سا کسی کو حقیر سمجھنے سے جنتی جہنمی بن گیا اور جہنمی جنتی بن گیا، اللہ تعالی بہانہ تلاش کرتا ہے، اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے اور اپنا کام کرتے رہنا چاہئے، یہ تو چند دن کی زندگی ہے، کسی کی ساٹھ سال، کسی کی ستر سال، کسی کی سو سال، وہ بھی گارنٹی نہیں، کوئی دس سال میں جارہا ہے، کوئی پانچ سال میں جارہا ہے، بھائی زندگی کو ٹھیک کرلیں تاکہ زندگی کا سوئچ آف ہونے کے بعد ہم اللہ کی رضا کے مستحق بن جاویں۔

سب کو ایک دن مرنا ہے

ورنہ یہ دنیا جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں، اس سے پہلے کتنے بڑے بڑے لوگ آچکے ہیں، شداد کو دیکھو، نمرود کو دیکھو، فرعون کو دیکھو، قارون کو دیکھو، سب کے سب اس گلشن کو چھوڑ کر چلے گئے، زمین کا لقمہ بن گئے، رستم وسہراب کی پہلوانی نے بھی موت کے سامنے اپنے گھٹنے ٹھیک دئے، بالآخر سب موت کی نیند سو رہے ہیں:

یہ گورِ سکندر یہ ہے قبرِ دارا ❖ مٹے ہیں نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

اس طرح زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے، خوبصورتی کے اعتبار سے، طاقت کے اعتبار سے، مالداری کے اعتبار سے، پہلوانی کے اعتبار سے، بال بچوں کے اعتبار سے، جو بھی جتنا بڑا اور جتنا ممتاز تھا سب چلے گئے، یہ تو چند سال کی زندگی ہے، کوئی بھی مرتا ہے تو اس کو قبر میں چند گز ہی جگہ ملتی ہے، یا تم یہ بتاسکتے ہو کہ مالدار کو بڑی قبر ملتی ہے اور غریب کو چھوٹی قبر ملتی ہے، یا چودھری صاحب کے لیے بڑی قبر بنتی ہے اور غریب کے لیے چھوٹی سی بنتی ہے، سب کو اتنا

(۱) سورۂ حم سجدہ آیت ۴۶

ہی ملتا ہے، اصل ٹھکانہ ہمارا قبرستان ہے، ورنہ کہیں حادثات میں موت ہوجائے تو وہ بھی نہیں، اللہ حفاظت فرماوے۔

لوگوں کو نصیحت کرو تاکہ وہ خدا کو یاد کریں

ہم کو اپنی زندگی درست کرنے کی ضرورت ہے، چند سالہ زندگی ہے، اپنی زندگی کے داؤ پیچ میں پتہ ہی نہیں رہتا، اتنی مستی میں ہوتے ہیں کہ خدا تعالی کو بھول جاتے ہیں، ایک تو کسی کا مذاق نہیں اڑانا ہے، کسی کے سلسلہ میں کوئی غلط بات، کوئی غلط رائے قائم نہیں کرنی ہے، کسی کو برے القاب سے نہیں پکارنا ہے، کسی کی ٹوہ میں نہیں لگنا ہے، کسی کا تجسس نہیں کرنا ہے اور کسی کا نام نہیں بدلنا ہے، چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں، جو ہمارے معاشرے میں جذام کی طرح پھیل رہی ہیں، ان سب سے پرہیز کرنا ہے، اللہ کی رضامندی والی زندگی ہم کو حاصل کرنی ہے، یہ سب معمولی معمولی سی باتیں آپ کو بتلادی ہیں، اور یہ سب آپ کو معلوم ہیں، مگر میں نے یاد دلادی "وذكر فان الذكرى تنفع المؤمنين" (۱) قرآن کہتا ہے کہ یاد دلاتے رہو کیونکہ یاد دلانے سے مسلمان کو فائدہ ہوتا ہے۔

دوستو! دل پر کائی لگ جاتی ہے، تو اس کو صاف کیا جاتا ہے، جیسے کوئی سامان ہے، اس کی صفائی کرنے سے اس میں چمک ہوجاتی ہے، ایسے ہی ایمان والے کے سامنے تذکیر کی جاوے، یاد دھانی کی جاوے، تو اس کو فائدہ ہوتا ہے، قرآن کہہ رہا ہے "وذكر فان الذكرى تنفع المؤمنين" یاد دلاتے رہو، مسلمان کو یاد دلانا فائدہ دیتا ہے، یہ سب پہلے سے آپ لوگوں کو معلوم ہے، لیکن بتلانے سے اب یاد ہوگئیں، تھوڑی سی کپکپی سی پیدا ہوگئی، زندگی میں ایک لرزہ سا پیدا ہوگیا، کیونکہ کپکپی اللہ کی وعید اور اس کی دھمکیوں سے ہوتی ہے، اس لیے اللہ سے ڈرنا چاہئے، اللہ ہمیں صحیح اور سچی زندگی عطا فرمائے، اور ایسی زندگی عطا فرمائے جس سے اللہ راضی ہوجائے۔

(۱) سورۂ طور آیت ۵۵

تکبر ایک مہلک مرض ہے

یہ بیان ۱۵/جولائی ۲۰۰۹ء
بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی
جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک
مجمع میں ہوا۔

تکبر ایک مہلک مرض ہے

انسان بہت کمزور پیدا کیا گیا ہے

میرے دوستو! آج ہم جس موضوع پر گفتگو کرنے جا رہے ہیں وہ موضوع کبر کا، بڑائی کا، تکبر کا ہے، تکبر کرنا انسان کی شان نہیں ہے، انسان کے لائق نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ اللہ نے اس کی حقیقت کو بیان فرمادیا ہے "خلق من ماء دافق، یخرج من بین الصلب والترائب" (۱) یہ ایک ناپاک قطرہ سے پیدا ہوا ہے، جو مرد کی پیٹھ اور عورت کی چھاتیوں سے نکلتا ہے اور "خلق الانسان ضعیفا" (۲) اللہ تعالی نے انسان کو کمزور پیدا کیا ہے، اس کی حیثیت اس کی حقیقت کیا ہے، ماں کے پیٹ میں رہا تو اس کی غذا ناپاک چیز رہی، پھر جب یہ دنیا میں آیا تو بالکل ننگا آیا تھا، بڑا ہوا، پلا بڑھا، پرورش پائی، تعلیم حاصل کی، ڈگری حاصل کی، ہنر سیکھا اور اسکے بعد پھر جب اللہ نے اس کو رشد دیدی، جب اللہ تعالی نے اس کو جوانی دیدی، جب اس کو شباب دیدیا، جب اس کو قوت دیدی، تو یہ اللہ کی زمین پر اکڑ کر چلنے لگا، یہ اللہ کی زمین پر دوسروں کو حقیر سمجھنے لگا، یہ سمجھنے لگا کہ مجھ سے بڑا کوئی ہے ہی نہیں، میرے سے زیادہ کوئی مالدار نہیں، میرے سے زیادہ پڑھا لکھا کوئی نہیں، ساری چیزوں میں اس کے دعوے اور فخر و غرور کے نعرے لگنے لگے۔

بڑائی میری چادر ہے

حدیث قدسی کے اندر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتے

(۱) سورۂ طارق آیت ۶/۷ (۲) سورۂ نساء آیت ۲۸

ہیں "الکبریاء ردائی" کہ بڑائی اور کبریائی تو میری چادر ہے اور "والعظمة ازاری" عظمت، عزت وبلندی یہ میری ازار ہے" فمن نازعنی واحداً منهما" اگر ان کے سلسلہ میں کوئی میرے ساتھ منازعت کرے اور ان کو کوئی اختیار کرنا چاہے "قذفته فی النار" (۱) تو میں اس کو جہنم میں داخل کروں گا، اللہ تعالی صاف صاف فرمارہے ہیں، ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، کبریائی ساری اللہ کے لیے ہے، عظمت ساری اللہ کے لیے ہے، قرآن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں "انه لایحب المستکبرین" (۲) اللہ تعالی کبر کرنے والوں کو، گھمنڈ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اس لیے کہ کبر کرنے والا کیا کرتا ہے "من بَطِرَ الحق وغمط الناس" (۳) حق کا انکار کرتا ہے اور لوگوں کو حقیر سمجھتا ہے، اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، لوگوں کو حقیر سمجھنا، یہ انسان کی شان کے لائق نہیں ہے کیونکہ خود اس کی ایک حقیقت ہے جو حقیقت ساری دنیا میں، سارے لوگوں کے سامنے ہے، اور پوری کائنات کے اندر اس کی حقیقت واضح ہے، یہ تو پانی کا بلبلہ ہے، پانی کے بلبلے کی کیا حیثیت ہوتی ہے، ایسے ہی انسان کی حقیقت ہے، کس وقت زندگی کا سوئچ آف ہو جائے، کس وقت اس کی سانس رک جاوے، کہیں جارہا تھا، ٹھوکر لگی اور گر کر مر گیا، یہ تو اس کی حقیقت ہے، ابھی تو یہ پلان بنارہا تھا کہ میں یہ زمین خریدوں گا، مکان بناؤں گا، یا یہ دوکان بناؤں گا، یا بینک بیلنس کروں گا، ابھی میں بچوں کی شادی کروں گا، پوتوں کی شادی کروں گا، اپنا کاروبار کروں گا، یہ ساری چیزیں، سارے اس کے پروگرام، ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اگر اللہ تعالی کی طرف سے سوئچ آف ہو جائے، ایک چھوٹا سا انسان ہے، اور کہتا ہے میں یہ کردوں گا، کچھ کرسکتا ہے؟ پتہ ہے زندگی کا کہ ابھی میں یہ کردوں گا، کچھ نہیں کرسکتا، کرنے والی ذات تو اللہ کی ہے، اللہ تعالی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تکبر انسان کو ذلیل خوار بنا دیتا ہے

تکبر ایسی چیز ہے جو انسان کو ذلیل کر کے رکھ دیتا ہے، آپس میں، محلّہ میں دیکھیں گے،

(۱) سنن ابوداؤد حدیث ۳۵۶۷/ کتاب اللباس (۲) سورہ نحل آیت ۲۳ (۳) سنن ابوداؤد حدیث ۳۵۶۹/ کتاب اللباس

اپنے معاشرہ میں دیکھیں گے، جو اپنی ناک اونچی رکھتا ہو، جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہو کہ میں کچھ ہوں، کیا اس کو لوگ وقار سے دیکھتے ہیں؟ کیا اس کی عزت کرتے ہیں؟ گالی دیتے ہیں، برائی کرتے ہیں، یہ تو نالائق ہے، اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، اور شیطان کا نام آپ نے سنا ہے، اس کا نام پہلے عزازیل تھا، اس کا شمار کن لوگوں میں سے تھا، بڑے فرشتوں میں اور دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں رہی، جہاں اس نے اللہ کی عبادت نہ کی ہو، ساری زمین پر اس نے سجدہ کیا، اور اللہ کی عبادت کی، اللہ کی وحدانیت کے گن گائے، اللہ کی یکتائیت کے گن گائے، اللہ کا اقرار کیا ہے، اور اللہ کا سب سے مقرب، سب سے قریب یہ تھا، مگر اس نے کیا کیا، بس اللہ کے سامنے بڑائی دکھائی، اللہ نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا، جب اس نے اللہ کی نافرمانی کی، تکبر کیا، تو اللہ نے اس کا نام شیطان رکھدیا، ابلیس رکھ دیا، اللہ تعالی نے جب انسانوں کو بنایا اور انسانوں کو بنانے کے بعد فرشتوں سے کہا "انی جاعل فی الارض خلیفة" میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں، فرشتوں نے کہا "قالوا أتجعل فیهامن یفسد فیها ویسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك" اے اللہ! آپ جس انسان کو بنارہے ہیں، وہ دنیا میں جاکر فساد پھیلائیں گے، یہ تو دنیا میں جاکر جھگڑا کریں گے، یہ تو دنیا میں جاکر لڑائی کریں گے، خون بہائیں گے، اس کو بنا کر کیا فائدہ ہوگا، ہم تو تیری تعریف کرنے کے لیے ہر وقت حاضر ہے "نحن نسبح بحمدك ونقدس لك" ہم تیری تعریف وتسبیح کے لیے، تیری بڑائی اور تقدس کے لیے ہر وقت حاضر ہیں۔

مقصد کا جاننے والا اللہ ہے

اللہ نے کہا کہ تم نہیں جانتے ہو، میرا مقصد کیا ہے، میں تو اپنا خلیفہ بنارہا ہوں، اور خلیفہ بنانے میں کیا کیا مقاصد ہیں، یہ صرف مجھے ہی معلوم ہیں، جب دنیا کے اندر انسان اللہ کی عبادت کرتا ہے، اور جب سجدوں میں سر رکھتا ہے، اور اللہ سے دعائیں مانگتا ہے، تو اللہ تعالی فرشتوں سے بطور فخر کہتا ہے، دیکھو میرا بندہ سجدہ میں پڑا ہے، تم کہہ رہے تھے ایسا کریگا، ویسا

کرے گا، دیکھو میرے سامنے گڑگڑا رہا ہے اور رو رہا ہے، مجھ سے مانگ رہا ہے۔

شیطان کا سجدہ سے انکار کرنا

جب اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا، اس کے بعد ساری کائنات کی جتنی مخلوقات تھیں، اللہ نے سب کو حکم دیا کہ ہم نے جو انسان بنایا ہے، اس کو سجدہ کرو، سارے فرشتے سجدہ میں پڑ گئے، سبھوں نے سجدہ کیا اور اپنے رب کا حکم بجالائے "فسجد الملائكة كلهم أجمعون إلا ابليس استكبر و كان من الكافرين"(۱) سارے کے سارے فرشتے سجدے میں گر گئے، صرف ابلیس نے سجدہ نہیں کیا، اس کے علاوہ سبھوں نے سجدہ کیا، ابلیس نے تکبر کیا اور کافرین میں سے ہوگیا، اور اس نے اپنے غرور میں کہا کہ "خلقتني من نار و خلقته من طين" پروردگار میں تو آگ سے بنایا گیا ہوں اور یہ پتلہ تو مٹی کا بنایا گیا ہے اور مٹی کی صفت نیچی ہوتی ہے اور آگ کی صفت بلند ہوتی ہے، میں آگ سے بنا ہوں، لہٰذا میں تو بلند ہوں، میں کیوں اس کو سجدہ کروں، وہ یہ بھول گیا کہ حکم کس کا ہے، اپنی عقل لگائی، دماغ لگایا، حالانکہ اسے یہ دیکھنا چاہئے تھا کہ حکم کس کا ہے، تو اللہ تعالی نے اس کی نافرمانی کی وجہ سے کہا چلو ہمارے دربار سے، آج سے تم شیطان، آج سے تم ابلیس، آج سے تم مردود ہو، یہاں سے نکل جاؤ۔

تکبر عزازیل راخوار کرد ❁ بزندان لعنت گرفتار کرد

بڑائی انسان کو نیچے گرا دیتی ہے

ہمارے معاشرے میں بھی یہی ہوتا ہے، جب دو آدمیوں میں لڑائی ہوجاتی ہے، تو دوسرے لوگ سمجھاتے ہیں کہ بھائی جو کچھ ہوا، ہوا، اب صلح کرلو، تو چودھری صاحب کہتے ہیں کہ میں کیسے صلح کرسکتا ہوں، میں چودھری ہوں، یہ مزدور ہے، میں بڑا ہوں، یہ چھوٹا ہے، میں بڑی

(۱) سورۂ ص آیت ۷۳

برادری کا ہوں، یہ چھوٹی برادری کا ہے، میں اونچی قوم کا ہوں، یہ نیچی قوم کا ہے، ایسا نہیں ہوسکتا ہے، میں تو اس کو سبق سکھاؤں گا، یہ کسی کا کہنا نہیں مانتا، گاؤں کے، محلّہ کے، پڑوس کے سارے لوگ سمجھائیں گے، مگر وہ نہیں مانتا بڑائی اور تکبر کی وجہ سے، یہی چیز انسان کو گھن کی طرح کھا جاتی ہے، حالانکہ معلوم ہونا چاہئے کہ صلح کرنے کے لیے جو پہلے آئیگا، اللہ کے یہاں اس کا مقام بڑھ جائے گا، جو کہے گا، میں تو ایسا ہوں ویسا ہوں، میں پڑھا لکھا ہوں، ہمارا مکان بڑا ہے، ہم پڑھے لکھے ہیں، اس سے ہم معافی مانگے؟ اس کی کیا حیثیت ہے، بھلا یہ مزدور، کم پیسے والا، اس سے میں معافی مانگو، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تکبر بلوا رہا ہے، یہ گھمنڈ بلوا رہا ہے، کتنا بڑا مقام تھا عزازیل کا؛ لیکن تکبر کیا تو اللہ نے کہاں پھینک دیا، ہمیشہ کے لیے اپنے در سے دور کردیا، اور جہنم اس کا ٹھکانہ بنادیا، اعلی علیین سے اسفل سافلین میں پہنچادیا۔

حضرت ابوعبداللہ اندلسی کا واقعہ

ایک بزرگ کا واقعہ آپ کو سناؤں، حضرت ابوعبداللہ اندلسی ایک بہت بڑے بزرگ تھے، وہ اتنے بڑے بزرگ تھے کہ ان کے دم قدم سے، ان کی سرپرستی میں، بغداد اور اطراف میں بارہ ہزار خانقاہیں چل رہی تھیں، بڑے بڑے مولانا، بڑے بڑے علامہ اور بڑے بڑے بزرگ ان کے سامنے آکر بیعت ہوتے تھے، ان کے سامنے آکر بیٹھتے تھے، ان کی تربیت میں آکر رہتے تھے، اتنا بڑا مقام اللہ نے انہیں دیا تھا، حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلی جیسے مشائخ اولیاء آپ کے مرید تھے، ایک مرتبہ کیا ہوا، ایک دن اپنے مریدین کے ساتھ کہیں جارہے تھے، جاتے جاتے جیسے ہم لوگ جاتے ہیں اور راستہ میں مندر آجاتا ہے، اور وہاں کوئی پجاری گھنٹی بجاتا ہے، لوگ پوجا کرتے رہتے ہیں، تو ہم جیسے لوگ کیا کہتے ہیں، دیکھو وہ پاگل ہے، ہم لوگ اس کو پاگل، بیوقوف سمجھتے ہیں، اس کو حقیر سمجھتے ہیں، حالانکہ ہم مسلمان ہوگئے، مسلمان کے گھر میں پیدا ہوگئے، یہ ہمارا کمال نہیں ہے، کس نے پیدا کیا ہمیں، اللہ

نے پیدا کیا ہے، وہ ہمیں رام ناتھ کے گھر میں پیدا کرسکتا تھا، لیکن اس نے عبداللہ، عبدالرحمٰن کے گھر میں پیدا کردیا، کس کا کمال ہے، خدا کا کمال ہے۔

ساری تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں ہدایت دی

"الحمدللہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولاان ھدانا اللہ" سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے ہم کو ہدایت دی، اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت یافتہ نہ ہوتے، تو کیا ہمارا ایمان لانا، ہمارا مسلمان ہونا، کلمہ پڑھنے والا ہونا، ہمارا کمال ہے؟ یہ کس کا کمال ہے؟ اگر اللہ چاہتا تو ہمیں کسی ہندو کے یہاں پیدا کردیتا، کافر کے یہاں پیدا کردیتا، ہم کافر ہوجاتے، تو پتہ نہیں ہم اس وقت کہاں ہوتے، کس مندر میں گھنٹی بجاتے یا کس گردوارہ میں گروگووند کا پاٹ پڑھتے، یا ہم اور کوئی مخلوق ہوتے، غرضیکہ یہ تو ہمارا کمال نہیں ہوا، اللہ نے ہم پر انعام کیا ہے کہ اس نے انسان بنایا، ورنہ وہ ہمیں مچھر بنا دیتا، بچھو بنا دیتا، کوا بنا دیتا، کتا بنا دیتا، بلی بنا دیتا، چوہا بنا دیتا، کون روک سکتا تھا اس کو، لیکن اس نے ہم کو انسان بنایا، اشراف المخلوقات بنایا، پھر مومن بنایا، اللہ والا بنایا، اگر وہ چاہتا تو بھینس بنا دیتا، بیل بنا دیتا، گھوڑا بنا دیتا، لیکن اس نے ہم کو انسان بنا کر مسلمان کے گھر میں پیدا کیا، اس نے ہم کو لال سنگھ، رام سنگھ، امر سنگھ اور راج سنگھ کے یہاں پیدا نہیں کیا، بلکہ عبداللہ، عبدالرحمٰن کے یہاں پیدا کیا، مسلمان کے گھر پیدا کیا، یہ سب اسی کا کرشمہ اور اسی کا کمال اور اسی کا احسان ہے۔

ایک چھوٹی سی غلطی پر شیخ وقت کی پکڑ

تو حضرت ابوعبداللہ اندلسی جارہے تھے، راستے میں ایک گرجا نظر آیا، اس میں پوجا ہورہی تھی، پجاری گھنٹی بجارہا تھا، یہ عمل حضرت شیخ ابوعبداللہ کو ناگوار معلوم ہوا، فوراً کہہ دیا کہ دیکھو ان کی عقل ماری گئی، اللہ کو یہ بات ناپسند معلوم ہوئی، بڑائی آ گئی ان کے ذہن میں، ہم مسلمان اللہ کو مانتے ہیں، ارے دیکھو یہ غیر اللہ کی پوجا کر رہا ہے، بندے تو سب اللہ کے ہیں،

ارے بھائی کافر، یہ کس کے بندے ہیں، مسلمان کس کے بندے ہیں "ھوالذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن" (۱) اس نے تم کو پیدا کیا، اس میں سے کچھ کو کافر بنایا اور کچھ کو مسلمان بنایا "فریق فی الجنۃ وفریق السعیر" (۲) ایک فریق کو جنت کا اور ایک فریق کو جہنم کا مستحق بنایا، انہوں نے ان کو سمجھا کہ یہ نالائق ہیں، اللہ کو یہ بات ناپسند ہوئی۔

شیخ کی آزمائش

شیخ صاحب مریدین کے ساتھ تھوڑا سا آگے چلے، اللہ کو امتحان لینا مقصود تھا، ان کو پکڑنا تھا، اتنے بڑے بزرگ، سفید داڑھی اور اللہ والے، ہزاروں کا مجمع ان کے پیچھے، جوان کی اقتداء میں چل رہا ہے، یہ دوسری صدی ہجری کے آخیر کا واقعہ ہے، آگے چلتے ہیں، اس بستی میں ایک بھنگی کی لڑکی کنویں سے پانی نکال رہی ہے، اس پر ان کا دل آ گیا، اس سے پیار ہوگیا، اس کی آزمائش دیکھئے، اللہ کی آزمائش آئی، تو ان کو اس سے عشق ہوگیا، سارے مریدین ان کو دیکھ رہے ہیں، پوچھا یہ کس کی بیٹی ہے، معلوم ہوا فلاں سردار کی بیٹی ہے، اس کے گھر گئے، کہا میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں، یہ کون کہہ رہا ہے، حضرت ابوعبداللہ اندلسی جو بڑے پایہ کے ولی ہیں، حضرت جی ہیں، اللہ والے ہیں، اتنے بڑے کہ سارے بغداد میں ان کے مرید، ان کے ماننے والے، لیکن کہاں پہنچ گئے، بھنگی کے یہاں، سارے مریدین پریشان، کہا حضرت کو کیا ہوگیا، بھنگی کے یہاں گئے، بھنگی نے کہا ٹھیک ہے، ہم شادی کردیں گے، لیکن ہمارے خنزیر چرانے پڑیں گے، آپ نے کہاں ٹھیک ہے، وہ لاٹھی ان کے پاس تھی جس کے سہارے کھڑے ہوکر ممبر پر خطبہ دیتے تھے، اب اس پر ٹیک لگا کر بھنگی کے خنزیر چرانے لگے، ایمان اللہ نے سلب کرلیا، ایمان کو انھوں نے اپنا کمال سمجھا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان لے لیا۔

(۱) سورۂ تغابن آیت ۲ (۲) سورۂ شوریٰ آیت ۷

شیخ سے مریدین کا اصرار

سارے مریدین پریشان ہوگئے کہ حضرت کو کیا ہوگیا، مریدین نے کہا حضرت چلو! کہاں کا پروگرام تھا، انہوں نے کہا بھائی جاؤ، اب ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں، اب روزانہ خنزیر چرانے لگے، اسی طرح ایک سال گزر گیا، مریدین جن میں حضرت جنید بغدادی، حضرت علامہ شبلی جیسے زبردست مشائخ تھے، انہوں نے سوچا کہ جا کر حضرت شیخ کی خبر لی جاوے، تو گئے دیکھا کہ لاٹھی پر ٹیک لگا کر خنزیر چرا رہے ہیں، جس طرح چرواہا جب تھک جاتا ہے تو سہارا لے کر کھڑا ہو جاتا ہے، اسی طرح حضرت جی بھی لاٹھی سے ٹیک لگا کر کھڑے تھے، جس لاٹھی سے ممبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، اسی لاٹھی کو لئے ہوئے خنزیروں کو چرا رہے ہیں، مریدین حیران ہوگئے۔

شیخ صاحب کا سارا علم بھی ختم ہوگیا

مریدین میں سے حضرت شبلی نے جا کر سلام کیا، اور حضرت شیخ نے دبی آواز میں جواب دیا، شیخ سے پوچھا کہ حضرت کوئی قرآن کی آیت یاد ہے، کہا کہ بس دو آیتیں یاد ہیں، حالانکہ حافظ قرآن تھے، اور قرآن کو ساتوں قرأت سے پڑھا کرتے تھے، مگر پورا قرآن بھول گئے، صرف یہ دو آیتیں یاد رہیں "ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم إن اللہ یفعل مایشاء" (۱) (جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں، بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے) دوسری آیت یہ ہے "ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سواء السبیل" (۲) (جس نے ایمان کے بدلے میں کفر اختیار کیا، تحقیق کہ وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہوگیا) پھر پوچھا کہ حضرت کوئی حدیث یاد ہے، آپ کو تو تیس ہزار حدیثیں مع اسناد کے زبانی یاد تھیں، کہا

(۱) سورۂ حج آیت ۱۸۷ (۲) سورۂ بقرہ آیت ۱۰۸

بس حدیث بھی ایک ہی یاد ہے، ساری حدیثیں بھول گئے، صرف یہ حدیث یاد تھی "من بدل دینہ فاقتلوہ" (۱) (جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر ڈالو) جو ان کے مریدین تھے، بڑے بڑے بزرگ تھے، سب نے ان کے لیے دعائیں کی کہ اے اللہ اس معاملہ کو حل کردے، ہمارے شیخ کو پھر اپنی حالت پر کردے، ہمارے شیخ کو لوٹا دے اپنی حالت پر، تو شیخ بھی اور تمام مریدین بھی دھاڑیں مار کر رو رہے تھے، اور جنگل میں ایک سماں بندھ گیا تھا، تمام خنزیر بھی بھاگ بھاگ کر ان کے ارد گرد جمع ہوگئے تھے، پھر جب مریدین مایوس ہو کر واپس ہوگئے، اور تیسری منزل پر ٹھہر کر جب چلے تو اللہ تعالی نے شیخ کی توبہ قبول کی اور شیخ نے مریدین کے سامنے دریا میں ایک غوطہ لگایا اور صاف ستھرے ہو کر نکلے، جب مریدین ان کے پاس آئے تو پوچھا کہ حضرت کیا ہوا تھا، تب انہوں نے اپنا واقعہ سنایا کہ دیکھو معاملہ یہ ہوا تھا، کہ ہم فلاں بستی سے گزر رہے تھے، جہاں پر غیر اللہ کی پوجا ہو رہی تھی، میں نے ان کو حقیر سمجھ لیا تھا، میں نے ان کو سمجھ لیا تھا کہ یہ کیسے نالائق ہیں، پوجا کس کی کر رہے ہیں، اللہ کی پوجا کرنی چاہئے، یہ اس کی پوجا کر رہے ہیں، ایمان والا ہونا اپنا کمال سمجھا تھا، اس لیے اللہ تعالی نے مجھے پکڑ لیا، اور اس طرح آزمائش میں ڈال دیا، اب اللہ تعالی نے میری توبہ قبول فرمائی اور مجھے اس سے نجات ملی، چنانچہ شیخ صاحب اپنے مریدین کے ساتھ بغداد گئے، پورے بغداد شہر کے لوگ استقبال کے لیے باہر آگئے اور دوبارہ پھر وعظ وارشاد اور درس وتدریس، دعوت وتبلیغ کا سلسلہ شروع کردیا، اللہ کی آزمائش جب آتی ہے تو کوئی نہیں بچتا۔

سب کے ساتھ عاجزی وانکساری سے پیش آؤ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ما تواضع أحد للہ إلا رفعہ اللہ" (۲) جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالی اس کو بلند مرتبہ عطا فرماتا ہے،

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۲۷۹۴ / کتاب الجہاد والسیر (۲) صحیح مسلم حدیث ۴۶۸۹ / کتاب البر والصلة والآداب

اور جو گھمنڈ کرتا ہے اس کی کوئی عزت نہیں کرتا ہے ،اگر کوئی اپنی چھاتی نکال کر محلّہ میں، معاشرے میں چلے،تو کوئی اس کی عزت کرتا ہے؟ دیکھ کر سب کہیں گے، پاگل ہے، بیوقوف ہے،لیکن جو جھک کر چلے، عاجزی کے ساتھ چلے،سب کو سلام کرے، جو بھی ملا ’’السلام علیکم‘‘ تو سب اس کی عزت کریں گے،تم دو چار مرتبہ کسی آدمی کو سلام کرو، پھر وہ خود تمہیں سلام کرے گا، کیونکہ تم نے اس کو عزت دی ہے، وہ تمہاری عزت کرے گا اور تم کہوا چھا، ایسا ہے یعنی اس کو حقیر سمجھا اپنی نظروں سے تم نے اس کو گرادیا، تو وہ بھی تم کو اپنی نظروں سے گرادے گا۔

بچوں کی دعوت پر لبیک کہنا

حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے ، راستہ میں کچھ بچے ملے ،ان بچوں کے ہاتھوں میں روٹی کے ٹکڑے تھے، بچوں نے دعوت دیدی کہ حضرت آیئے کھایئے ، تو حضرت حسن بن علی اپنی سواری سے اترے اور بچوں کے ساتھ شریک ہوگئے ، یہ نہیں سمجھا کہ اچھا بچوں نے ہمیں دعوت دی ہے ، وہ بھی روٹی کے ٹکڑوں کی ، فوراً گھوڑے سے نیچے اتر گئے اور کھانے کے لیے بیٹھ گئے ، کھانے کے بعد پھران بچوں کو اپنے گھر لے گئے ،ان کو کھانا کھلایا، کھانا کھلانے کے بعدان کو کپڑے بھی دیے ،حضرت حسن فرماتے ہیں کہ احسان انہی کا ہے،انہوں نے مجھے دعوت دی ہے،اور جو میں نے انکو اپنے گھر لاکر کھلایا ہے، کپڑے بھی دیے، تو یہ کمال نہیں، کمال تو ان بچوں کا ہے کہ تھوڑا ہونے کے باوجود انہوں نے مجھے دعوت دی ہے،تھوڑے میں دعوت دینا یہ کمال ہے،اور پھر حضرت حسن کا قبول کرنا، یہ تواضع کی بات ہے، عاجزی کی بات ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع وانکساری

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت عمر کو دیکھا جب حضرت عمر خلیفہ تھے کہ امیر المومنین اپنے کندھے پر مشک لے جاتے ہیں،انہوں نے کہا حضرت لاؤ میں آپ

کی خدمت کروں گا، آپ مت لیجائیں ، آپ تو امیر المومنین ہیں ، آپ تو خلیفہ ہیں ، آپ تو وزیر اعظم ہیں ، آپ یہ کام کیوں کرتے ہیں ، یہ کام تو ہم کریں گے ، بھلا بتایئے کہ کسی چھوٹے کرمچاری کے سامنے اگر کوئی وزیر یا افسر کام کرنے لگے تو چھوٹے کرمچاری دوڑ کر اس کام کو کریں گے، اگر کوئی شیخ کوئی کام کرنے لگے تو مولانا لوگ اور ان کے شاگران کے ساتھ دوڑتے ہیں، لاؤ حضرت ہم کریں گے، دنیا کا بڑا انسان ہو تو جو اس کے متعلقین ہوتے ہیں، فوراً اس کی خدمت کے لیے دوڑتے ہیں، اسی طرح حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے امیر المومنین لاؤ یہ مشک میں اٹھاؤں،تو حضرت عمر نے جواب دیا کہ دیکھو میرے پاس بڑے بڑے لشکر آتے ہیں اور بڑے بڑے بادشاہوں کے وفد آتے ہیں، ان کے سفیر آتے ہیں، میرے دل کے اندر کچھ بڑائی محسوس ہوتی ہے،اس لیے میں اس بڑائی کو توڑنے کے لیے، اس کو خود اٹھا رہا ہوں، یہ کون تھے حضرت عمر، جو اتنے بڑے بادشاہ، کہ جن کی حکومت کئی لاکھ مربع میل تک تھی ، وہ اپنے کندھے پر پانی لے کر جا رہے ہیں، اور ایک انصاری عورت کے گھر میں گئے ، گھڑے میں لیجا کر ڈال دیا، یہ کیا چیز تھی، تواضع تھی، کبر نہیں تھا،اس لیے جو تواضع اختیار کرے گا، اللہ تعالی اس کو بلند مقام عطا فرمائیں گے، جو تکبر کرے گا، تو اس کا وہ حشر ہوگا جو عزازیل شیطان کا ہوا تھا: ؎

چوں دانی تکبر چراں می کنی ❁ خطا می کنی خطا می کنی

جب تو جانتا ہے کہ تکبر اتنا بڑا گناہ ہے تو کیوں کرتا ہے، بڑائی کیوں کرتا ہے، ذرا یاد کرو حضرت ابوعبداللہ اندلسی کا واقعہ کہ ان کے اندر تھوڑا سا کبر آیا، فوراً اللہ کی طرف سے پکڑ آ گئی، اللہ کو کبر، بڑائی کسی کی پسند نہیں، اس لیے کسی کو حقیر نہ سمجھو، آج کے بعد کافر کو بھی حقیر نہیں سمجھنا، سب اللہ کے بندے ہیں، سب اللہ کی مخلوق ہے، کبر نہیں کرنا چاہیئے، چھاتی نکال کر نہیں چلنا چاہیئے۔

ہماری حقیقت ہی کیا ہے؟

دوستو! ہماری حیثیت کیا ہے، ہم تو ایک ناپاک قطرہ سے پیدا ہوئے ہیں، پھر ساٹھ سال

ستر سال زندگی گزارنے کے بعد مٹی کے گڑھے میں ڈال دیئے جائیں گے، ایک بادشاہ کسی بزرگ سے راستہ میں مل گئے، بادشاہ نے کہا حضرت آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں، بزرگ نے کہاں ہاں پہنچانتا ہوں، آپ ایک ناپاک منی کے قطرے سے بنے ہیں، پھر آپ ناپاک جگہ سے پیدا ہوئے، نو مہینے تم اپنی ماں کے پیٹ میں رہے، ناپاک غذا رہی، اب دنیا کے اندر تم زندہ ہو تمہارے پیٹ میں گندگی ہے، پھر مرنے کے بعد تم مٹی میں چلے جاؤ گے، اس کی آنکھیں کھل گئیں، اچھا یہ میری حقیقت ہے، وہ تو سمجھ رہا تھا میں افلاطون ہوں، بادشاہ ہوں، بزرگ کو حقیر سمجھ رہا تھا، پہلے کیا تھا، اب تو کچھ دن کے لیے دنیا میں ہے، اب تیرا کیا بننے والا ہے، کہاں جائے گا، جہاں سے آیا ہے وہیں جائے گا، کس کے لیے تو اپنی ناک اونچی کرتا ہے، کس کے لیے تو تکبر اور گھمنڈ کرتا ہے، اکڑ کر کیوں چلتا ہے، زمین پر چھاتی نکال کر کیوں چلتا ہے "لاتمش فی الارض مرحا" کیوں زمین پر اکڑا کر چلتا ہے "انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا" (۱) نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ تو پہاڑوں کے برابر پہنچ سکتا ہے۔

اپنی چال میں نرمی اختیار کرو!

اللہ تعالی نے تمہیں جب ایک ناپاک قطرہ سے بنایا ہے، تو تم اپنی چال کے اندر درمیانی راہ اختیار کرو، اور اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو اور زور سے مت بولو، کیونکہ سب سے بری آواز گدھے کی ہوتی ہے "ان انکر الاصوات لصوت الحمیر" (۲) سب سے بدتر آواز گدھے کی ہوتی ہے، تم اپنی آواز کو گدھے کے مشابہ مت ہونے دو، کیونکہ گدھے کی آواز اللہ کو ناپسند ہے، چیخ کر بولنا، اپنے آپ کو یہ دکھانا ہے کہ ہم بہت کچھ ہیں، یہ بہت خراب عادت ہے جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔

(۱) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۷ (۲) سورۂ لقمان آیت ۱۹

کسی پر تنقید نہیں کرنی چاہئے

عام طور سے ہم لوگ کیا کرتے ہیں، ایک دوسرے کو حقیر سمجھتے ہیں، اس کی توہین کرنے لگتے ہیں، یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ اس کی ٹوپی سیدھی نہیں، اس کا پائجامہ سیدھا نہیں، وہ ایسے چلتا ہے، اس کی ماں ایسی چلتی ہے، وہ کھانا ایسے کھاتا ہے، ویسے کھاتا ہے، اس کا مکان ایسا ہے، اس کا مکان ویسا ہے، جہاں دس آدمی کھڑے ہوتے ہیں، اس بیچارے پر تنقیدوں کی بوچھار شروع ہوجاتی ہے، جب بھی تھوڑا پیسہ ہوتا ہے تو ہم اترا کر چلنے لگتے ہیں اور غریبوں کو دیکھ کر مٹک مٹک کر چلنے لگتے ہیں، کوئی غریب سامنے آ گیا تو ہم اس پر جملے کس دیتے ہیں، حالانکہ یہ نہیں سوچتے کہ ہم بھی کل اسی گروپ میں تھے۔ ؎

اترا رہے ہو آج پہن کر نئی قبا ❁ دامن تھا تار تار ابھی کل کی بات

اس لیے دوستو! کبھی کسی کو حقیر مت جانو، کسی کی تحقیر مت کرو، سب کو اللہ نے بنایا ہے، ہم میں کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی بندے کو حقیر سمجھیں، اگر ہم حقیر سمجھیں گے تو اللہ ناراض ہوتا ہے۔

اللہ تعالی کو عاجزی پسند ہے

حضرت بایزید بسطامیؒ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، ایک مرتبہ غیبی آواز آئی کہ اے بایزید! تو ہمارے پاس وہ چیز لا جو ہمارے پاس نہیں ہے، پھر ہم تمہیں وہ چیز دیں گے جو تیرے پاس نہیں، دوسرے دن بھی یہی آواز سنائی دی، بایزید تو ہمارے پاس وہ چیز لا جو ہمارے پاس نہیں ہے، پھر ہم تمہیں وہ چیز دیں گے جو تیرے پاس نہیں، پھر تیسرے دن یہی آواز آئی، تو انہوں نے سوال کیا، اے اللہ ایسی کیا چیز لاؤں جو تیرے پاس نہیں ہے، تیرے پاس تو سب کچھ ہے، تیرے خزانہ میں کسی چیز کی کمی نہیں، اللہ کی طرف سے آواز آئی تو ہمارے

پاس عاجزی اور تواضع لا، ہمارے پاس عاجزی نہیں ہے، وہ تو بڑا ہے، ساری کبریائی، ساری بڑائی اللہ کے لیے ہے، اللہ کے یہاں عاجزی نہیں، تو تم ہمارے یہاں عاجزی لاؤ، تم ہمارے یہاں تواضع لے کر آؤ، تب ہم تمہیں کیا دیں گے؟ جو تمہارے پاس نہیں، بڑائی، بڑائی دینا اللہ کا کام ہے، پھر ہم تمہیں بڑائی دیں گے، تمہیں بلندی دیں گے، پھر تمہیں رفعت دیں گے، اور اونچا مقام دیں گے، جس سے تمہاری عزت ہوگی، تمہاری شہرت ہوگی۔

اس لیے میرے دوستو! اگر ہم تواضع اختیار کریں گے، اپنے کو چھوٹا بندہ سمجھیں گے، اپنی نظروں میں اپنے آپ کو حقیر سمجھیں گے، بلکہ دعا بھی یہ کرنی چاہیے "اللّٰھم اجعلنی فی عینی صغیرا وفی أعین الناس کبیرا"(۱) اے اللہ مجھے میری نظر میں چھوٹا بنادے اور لوگوں کی نظروں میں بڑا بنادے، لیکن اگر آدمی یہ سوچے کہ سب میری عزت کریں، سب مجھے بڑا مانیں، تو دوسروں کو حقیر نہ سمجھے، خود آدمی اپنے آپ کو حقیر سمجھے، سب کی عزت کرے تو سارے اس کی عزت کریں گے، جو اپنے آپ کو حقیر سمجھے گا، اپنے آپ کو ذلیل سمجھے گا، اپنے آپ کو چھوٹا سمجھے گا، سارے لوگ خود اسے بڑا سمجھیں گے۔

ولی کی صفت کیا ہے؟

ایک مرتبہ ہمارے شیخ جناب الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ سے ایک ساتھی نے سوال کیا کہ حضرت ولی کسے کہتے ہیں؟ ولی کی کیا صفت ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ولی کی صفت یہ ہے کہ وہ حلف اٹھالے کہ میں دنیا کا سب سے ناکارہ اور گنہ گار شخص ہوں۔

اللہ تعالیٰ دلوں کو پھیرنے والا ہے

دلوں میں بات ڈالنے والا اللہ ہے، وہی ہر چیز پر قادر ہے، وہی دلوں کے حال کو جاننے

(۱) سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۸۴۲/ کتاب البر والصلۃ

والا ہے، اللہ تعالیٰ مصرف القلوب ہے، اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے، اللہ تعالیٰ کی حکومت سارے انسانوں کے دلوں پر ہے، اللہ تعالیٰ تو دلوں کو پھیرنے والا ہے، اگر ہم اپنے آپ کو حقیر سمجھیں گے، اپنے آپ کو چھوٹا سمجھیں گے، تو اللہ تعالیٰ ہمیں اونچا مقام عطا فرمائیں گے۔

بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کریں

حدیث کے اندر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا"(۱) کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے جو بڑوں کا احترام نہ کرے، چھوٹوں پر شفقت نہ کرے، جو چھوٹوں پر رحم کرتا ہے، چھوٹوں پر شفقت کرتا ہے، بڑوں کا احترام کرتا ہے، بڑوں کی عزت کرتا ہے، وہ ہم میں سے ہے، جب ہمارے اندر تواضع ہوگی، خاکساری ہوگی، اپنے بڑوں کا احترام ہوگا، بڑوں کی عزت ہوگی، چھوٹوں پر شفقت ہوگی، چھوٹوں پر رحمت ومحبت کا ہاتھ رکھیں گے، تو اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہوں گے اور ہم کو بلند اور بڑا مرتبہ عطا فرویں گے، اس لیے وعدہ کریں انشاء اللہ آج سے ہم توبہ کرتے ہیں، کہ کسی قسم کا کبر کسی قسم کا گھمنڈ اور کسی قسم کی ایسی بات نہیں کریں گے، جس سے دوسروں کو تکلیف ہو، اور اللہ تعالیٰ ناراض ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں کبر وغرور جیسی بیماری سے بچائے۔

(۱) سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۸۴۲/ کتاب البر والصلۃ

پڑوسیوں کے ساتھ معاملہ کیسا ہو؟

یہ بیان ۲۲/ جولائی ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

پڑوسیوں کے ساتھ معاملہ کیسا ہو؟

ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کا خیال کرے

محترم دینی بھائیو! جب سے یہ دنیا بنی ہے، لوگوں کا آپس میں رہنا اور مدنیت کا اختیار کرنا، یعنی شہری زندگی، آبادی کے طور پر زندگی گزارنا، جب سے یہ دنیا چلی ہے اسی وقت سے لوگوں میں یہ طریقہ رہا ہے، اور جیسے جیسے دنیا ترقی کرتی چلی گئی، آبادیوں کا، محلوں کا، قصبوں کا، شہروں کا اور شہروں سے ملکوں کا رواج بنتا چلا گیا، پہلے کسی ایک نے کھیت میں یا کہیں جنگل میں مکان بنایا، پھر اس کا بھائی آ کر بس گیا، پھر ان دونوں کی اولاد ہوئی، ان سب کے مکانات چاروں طرف بن گئے، آگے ان کی اولاد ہوئی، پھر ان کے مکان بن گئے، چند سال گزر گئے، پورا ایک گاؤں بن گیا، پھر پورا قصبہ بن گیا، پھر پورا شہر بن گیا، یہ اس دنیا کا نظام ہے جو اسی طرح چل رہا ہے، لیکن ایک دوسرے سے واسطہ پڑتا ہے، ابا کے چاروں بھائی ایک جگہ رہتے ہیں، اس کا مکان اس کے برابر میں، اس کا مکان اس کے برابر میں، تو کبھی ناچاقی و نااتفاقی ہو ہی جاتی ہے، ایک دوسرے کو تکلیف ہو ہی جاتی ہے، پڑوسی مسلمان ہی ہوتا ہے، ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے ہی تعلق رکھتا ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ پڑوسی مسلمان نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کا پڑوسی غیر مسلم ہوتا ہے، پھر بھی نااتفاقی ہو ہی جاتی ہے، اس لیے اللہ نے پڑوسیوں کے کچھ حقوق بیان کئے ہیں۔

پڑوسی کے کیا حقوق ہیں

پڑوسی کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے، دنیا

کے سارے لڑائی جھگڑے صرف اس بنیاد پر ہوتے ہیں کہ میری دیوار تیری دیوار میں مل گئی، تیری دیوار میری دیوار میں مل گئی، تیرا پانی میرے گھر میں گرتا ہے، میرا پانی تیرے گھر میں گرتا ہے، تم نے میرے دروازے کے سامنے ایسا کردیا، میں نے تمہارے دروازے کے سامنے یہ کردیا، میں گھر میں سویا ہوا تھا تم نے ٹیپ زور سے چلادیا، دیکھو نیند خراب کردی، اس بات پر جھگڑا شروع ہوگیا، جب ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رہ رہے ہیں، تو اونچ نیچ تو ہو ہی جاتی ہے، ایسی باتوں کو نظرانداز کردیا جاتا ہے، مگر ہاں جس چیز سے پڑوسی کو تکلیف پہنچے اس سے بچنا چاہئے اور اس کے حقوق کو پہچاننا چاہئے، ایک دوسرے کو پڑوسی کہتے ہیں تو پڑوسیوں کے کچھ حقوق بھی ہیں، ان پڑوسیوں کے حقوق کو اللہ نے قرآن میں فراموش نہیں کیا، اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی ایک آیت میں فرماتے ہیں "واعبدوا اللّٰہ ولاتشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتامی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وماملکت ایمانکم إن اللّٰہ لایحب من کان مختالا فخوراً" (۱) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمام لوگ کان کھول کر سن لیں کہ اللہ کی عبادت کرو، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو، رشتے داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ میں بھی، قریب کے پڑوسی کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرو اور دور کے پڑوسی کے ساتھ بھی، اور پاس اٹھنے بیٹھنے والوں کے ساتھ بھی، مسافر کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرو اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ بھی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ڈینگے مارنے والوں، فخر وغرور کے نعرے لگانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

سب کے حقوق الگ الگ ہیں

اللہ نے قرآن میں صاف فرمایا، پہلے اپنے بارے میں فرمایا کہ میری عبادت کرنا، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اس کے بعد سب کے حقوق بتائے "وبالوالدین احسانا" والدین

(۱) سورۂ نساء آیت ۳۶

کے ساتھ حسن سلوک کرو، والدین چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو "وبذی القربی" رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو "والیتامی والمساکین" یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرو "والجار ذی القربی" قریب کے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو "والجار الجنب" اور دور کے پڑوسی کے ساتھ بھی حسن سلوک کرو "والصاحب بالجنب" اور برابر والے کے ساتھ حسن سلوک کرو یعنی پاس اٹھنے بیٹھنے والوں کے ساتھ "وابن السبیل" اور مسافر کے ساتھ حسن سلوک کرو "وماملکت ایمانکم" اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرو 'یتامی' یتیم کی جمع ہے، یتیم وہ ہوتے ہیں، جن کے ماں باپ نہ ہوں، اس کے ساتھ قریبی پڑوسی جس کا مکان ہمارے مکان سے ملا ہے، ادھر جس کا مکان وہ بھی پڑوسی، سامنے والا بھی ہمارا پڑوسی اور دوسرا جو دور کا پڑوسی ہے، اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ کسی بھی پڑوسی کو تکلیف نہ ہو تمہاری وجہ سے، تمہارے گھر کے پانی کی وجہ سے اس کو تکلیف نہ ہو، تمہارے گھر کا جو پرنالہ گررہا ہے، وہ اس کے گھر میں نہ گرے، اس کے دروازے کے سامنے نہ گرے، اگر اس کی دیوار تمہاری دیوار سے ملی ہوئی ہے، تو اس کو نقصان نہ پہنچاؤ۔

پڑوسی کے مزاج کا خیال رکھنا چاہئے

دوسری بات یہ ہے کہ اگر تمہارا پڑوسی شریف ہے، پڑھا لکھا ہے، تو تم اس کا ادب کرو، لحاظ کرو، اس کے سامنے زور سے ٹیپ نہ چلاؤ، موبائل میں گانے نہ چلاؤ، زور سے گانے مت گاؤ، زور سے چیخ چیخ کر نہ بولو، اگر وہ دس بجے سوجاتا ہے تو بارہ بجے تک میٹنگ لگا کر مت بیٹھو، اس کی نیند خراب ہونے کا ڈر ہے، اس لیے اس کے مزاج کو سمجھو، اگر وہ اللہ والا ہے تو اس کے یہاں اپنی اصلاح کے لیے جاؤ، اس سے تمہاری عزت بڑھے گی اور اس کی بھی عزت ہوگی، تمہیں دین کی بات معلوم گی اور اسے اچھی باتوں کے بتانے کا ثواب ملے گا، برخلاف اس کے کہ آپ کا اس کے گھر آنا جانا ہے، ایک دوسرے کا لحاظ بھی ہے، مگر اس کے گھر میں ایک مہذب اور پڑھا لکھا شخص ہے، اس کا لحاظ نہیں کرتے، اس کے سامنے زبان

سے کچھ کا کچھ بول دیتے ہو، اس کے سامنے کسی کو ماں بہن کی گالی دیدیتے ہو، کسی کی چغلی کردیتے ہو، یہ وہ باتیں ہے جن سے شریف آدمی کو تکلیف ہوتی ہے، اس کو برامعلوم ہوتا ہے، تواس سے بھی بچنا چاہئے، یہ بھی حقوق میں شامل ہیں۔

جو پڑوسی کے حقوق نہ پہچانے وہ مومن نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم کوئی مومن نہیں ہوسکتا، خدا کی قسم کوئی مومن نہیں ہوسکتا، خدا کی قسم کوئی مومن نہیں ہوسکتا، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کون؟ حضور نے فرمایا کہ جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں، وہ آدمی مومن نہیں ہوسکتا"واللّٰہ لایؤمن ، واللّٰہ لایؤمن ، واللہ لایؤمن قیل ومن یارسول اللّٰہ؟ قال الذی لایأمن جارہ بوائقہ"(۱) اگرکوئی اپنے پڑوسی کو تکلیف دیتا ہے، تو وہ مسلمان نہیں، ہم میں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اپنے پڑوسی کو کھاجائیں، اس کو ہضم کرجائیں، یہ ہماری سوچ ہے، حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں کہ تم مومن ہو ہی نہیں سکتے جب تک کہ تم اپنے پڑوسی کے حقوق نہ پہچانو، اگرایک آدمی الٹے سیدھے کام کرتا ہے، جس سے اس کا پڑوسی پریشان رہتا ہے، کبھی گھر پر قوالی کرارہا ہے، کبھی ناچ گانے کرارہا ہے، کبھی شراب یا نشے کی چیز کھاکر کسی کو گالی دے رہا ہے، تو کبھی بے وقت لڑائی جھگڑا کرنے پر تلارہتا ہے، اوراپنی شرارت سے بازنہیں آتا، اسی کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو، اگروہ اپنے پڑوسی کو تکلیف دیتا ہے، پڑوسیوں کے حقوق کو نہیں پہچانتا، وہ مومن نہیں، مسلمان نہیں، کتنی سخت وعید ہے، ہم اپنے گردوپیش کا اوراپنے گھروں کا جائزہ لیں کہ ہم سے کن کو تکلیف پہنچ رہی ہے، ہماری دیوار سے، ہمارے مکان سے، ہمارے پانی سے کس کو تکلیف پہنچ رہی ہے، اگرتکلیف پہنچ رہی ہے، تو ہم مومن نہیں، ہم مسلمان نہیں، اس لیے پڑوسی کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۵۵۵۷/کتاب الادب

پڑوسی کے حقوق کے سلسلہ میں باربارتاکید

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ حضرت جبرئیل میرے پاس آئے، مجھ کو برابروصیت کرتے رہے اورزوردے کر پڑوسی کے حقوق بیان کرتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شک ہونے لگا کہ کہیں پڑوسیوں کو وراثت میں حق نہ دے دیا جائے، حضور فرماتے ہیں کہ اللہ نے اتنے حقوق بیان کئے پڑوسیوں کے، اتنے حقوق بیان کئے کہ مجھے شک ہونے لگا کہ شاید کہیں اللہ کی طرف سے یہ حکم نازل نہ ہوجائے کہ وراثت میں ان کو بھی حصہ دیا جائے، جیسے بیٹے کو، بھائی کو ان کا حق ملتا ہے، پڑوسی کو بھی حق مل جائے، اس اہمیت کے پیش نظر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حتی الامکان اپنے پڑوسیوں کو آرام پہنچانے کی کوشش کرو، اگران کو تکلیف پہنچائیں گے، ان کی ایذارسانی کا ذریعہ بنیں گے، تو اللہ کی ناراضگی کے مستحق ٹھہروگے۔

پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں

پڑوسی کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اگروہ بیمار ہوجائے، تو اس کی تیمارداری کی جائے، اوریادرکھوقرآن پاک صاف لفظوں میں کہہ رہا ہے، پڑوسی دور کا بھی ہوتا ہے اور قریب کا بھی، اس لیے پڑوسی چاہے دور کا ہو، چاہے قریب کا ہو، پڑوسی تو پڑوسی ہے، اس کے حقوق کا خیال رکھا جائے، پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں، پہلے پڑوسی کے تین طرح کے حقوق ہوتے ہیں: ایک تو اس کے پڑوس میں ہونے کا، دوسرے اس کے مسلمان ہونے کا، تیسرے اس کے رشتہ دار ہونے کا، ہمارے تایا، چاچا، ماماں، ناناں کوئی بھی ہوا ایک تو یہ ہوا۔

دوسراپڑوسی اس کے دوطرح کے حقوق ہوتے ہیں، ایک تو مسلمان ہونے کا اورایک پڑوسی ہونے کا، تیسرا جو پڑوسی ہوتا ہے اس کا ایک حق ہے پڑوسی ہونے کا اوروہ غیر مسلم وغیرہ

(۱) سورۂ نساء آیت ۳۶

ہیں، ان کے بھی حقوق کا اللہ نے خیال رکھا ہے، آپ اس کو سمجھتے ہیں کافر، غیر مسلم چاہے وہ چمار ہو، چاہے وہ برہمن ہو، کسی بھی برادری کا ہو، مجوسی ہو، عیسائی ہو، یہودی ہو، کوئی بھی ہو، اس کے بھی حقوق کا پاس ولحاظ رکھنا چاہئے، اب یہ سوچ کر کہ یہ مسلمان نہیں ہے، اللہ کی وحدانیت کا وہ اقرار نہیں کرتا، اللہ کے رسول صلی اللہ کو علیہ وسلم کو وہ نہیں مانتا، قرآن کو نہیں مانتا، یہ اس کا قول وعمل ہے، ہمیں اس کو پڑوسی ہونے کے ناطے سے دیکھنا ہے، وہ کیا کررہا ہے، کس کی پوجا کرتا ہے، اس سے ہمیں مطلب کیا؟ یہاں اتنا ضرور ہے کہ پڑوسی ہونے کی وجہ سے اس کو دین کی طرف بلاؤ، ہدایت کا راستہ دکھاؤ، اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کی تعلیم سے روشناس کرو، جنت اور جہنم کا ذکر کیا کرو، اللہ کی وحدانیت کا اس کو پاٹ پڑھاؤ۔

کھانے کی چیزوں میں بھی پڑوسی کا خیال کرو

بعض روایات کے اندر آتا ہے کہ کھانے کا کوئی سامان، غریب پڑوسی کو دکھا کر نہیں کھانا چاہئے، یہاں تک کہ اگر کھجور کی گٹھلی ہے، تو اس کو بھی پڑوسی کے دروازے پر نہیں پھینکنا چاہئے، جس سے اس کو تکلیف ہو، بلکہ اگر آپ کا پڑوسی غریب ہے، اور آپ کے گھر میں مرغ بن رہا ہے، یا دال بن رہی ہے، اور وہ غریب ہے اس کے یہاں چٹنی روٹی ہے، تو آپ کے گھر کے خوشبو اس کے گھر میں جائیگی، جس سے اس کو اور اس کے بچوں کو تکلیف ہوگی، اور وہ یہ احساس کریں گے کہ کاش اللہ ہمیں بھی دیتا تو ہم بھی مرغ بناتے، یہ بھی تکلیف دینا ہوا، پڑوسی کا حق تو یہ ہے کہ اگر آپ مرغ بنارہے ہیں تو شوربا زیادہ کرلو، بوٹی دو یا نہ دو شوربا ضرور دیدو، اس کو بھی ٹسٹ مل جائے گا، تم کتنی بھی نمازیں پڑھو، کتنی بھی عبادت کرو، اگر ہمارا پڑوسی بھوکا ہے اور ہم آسودہ ہوکر سورہے ہیں، تو یہ بات اللہ کو پسند نہیں۔

پڑوسیوں کے آپسی سلوک سے جنت اور جہنم میں جانا

ایک مرتبہ ایک صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ ایک عورت بہت نمازی، بہت دین دار ہے، رات دن اللہ کی عبادت کرتی ہے، روزہ بھی رکھتی ہے، صدقہ بھی کرتی ہے؛ لیکن اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچاتی ہے، حضور نے فرمایا کہ وہ تو جہنم میں جائے گی، ایک دوسری عورت کے بارے میں صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ایک عورت ہے وہ تو زیادہ عبادت نہیں کرتی؛ بلکہ کبھی کبھار نماز پڑھ لیتی ہے اور کبھی کبھار روزہ بھی رکھ لیتی ہے، مگر وہ اپنے پڑوسی کو ستاتی نہیں ہے، آپ نے فرمایا جنت میں جائے گی، ہم سمجھتے ہیں کہ پڑوسی کو ہضم کرجائیں، اور اس کو دفن کردیں، دیکھو اللہ کے رسول کا صاف صاف فرمان ہے، اللہ کے یہاں اجارہ داری نہیں ہے، اللہ کی مان کر جو چلتا ہے، اس کو دنیا بھی ملے گی اور دین بھی ملے گا، یہاں پر بھی مزے میں رہے گا، اور آخرت میں بھی مزہ میں رہے گا، دنیا میں تو اجارہ داری چلتی ہے، مگر اللہ کے یہاں کوئی اجارہ داری نہیں۔

پڑوسیوں کا خیال رکھنے سے مجھے جنت ملی

پڑوسی کے حقوق کو قرآن نے صاف لفظوں میں بیان کردیا ہے، اب ہر شخص اس کی فکر کرے، اس چیز کو نظر انداز نہ ہونے دے، چاہے وہ برابر کا ہو یا دور کا ہو، مسلمان ہو یا غیر مسلم، ایک بزرگ کے متعلق آتا ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کا بہت خیال کرتے تھے، تکلیف نہیں دیتے تھے، ان کا انتقال ہوا، تو وہ کسی کے خواب میں آئے انہوں نے پوچھا کہ بھائی کیسے گزری آپ پر، کہا بھائی اللہ نے فضل فرمادیا، معاف کردیا، کوئی عمل تو تھا نہیں، بس یہ تھا کہ میں اپنے کسی پڑوسی کا دل نہیں دکھاتا تھا، تو اللہ نے کہا کہ ہمارے اس بندے نے کسی پڑوسی کو تکلیف نہیں پہنچائی، لہٰذا ہم اسے معاف کرتے ہیں، بس اللہ نے اس بات پر مجھے معاف کردیا اور بخش دیا۔

پڑوسی کی ہمدردی سے ایک مجوسی کا اسلام قبول کرنا

ایک بزرگ حضرت عبداللہ ہیں، ان کا واقعہ ہے کہ ان کے برابر میں ایک مجوسی رہتا تھا، جو آگ کی پوجا کرتا تھا، جو آگ کی عبادت کرتا تھا، اس کا مکان حضرت عبداللہ کے مکان کے برابر میں تھا، جب آپ کا انتقال ہونے لگا، تو انتقال سے کچھ دیر پہلے اس مجوسی کو اپنے گھر میں بلایا، اس کو بلانے کے بعد کہا بھائی ذرا فلاں کمرے میں جاؤ، دیکھو کیا ہو رہا ہے، اس نے جا کر دیکھا کہ ایک ٹپ رکھی ہوئی ہے، اور اس میں اوپر سے پائخانہ کا پانی ٹپک رہا ہے، اس نے کہا حضرت یہ کیا ہو رہا ہے، تو حضرت نے فرمایا کہ آپ نے دوسری منزل پر جو لیٹرنگ بنا رکھی ہے، اس لیٹرنگ سے پانی رس رس کر یہاں گرتا ہے، اور میں روزانہ اس ٹپ میں اکٹھا کر لیتا ہوں، اور رات کو باہر ڈال دیتا ہوں، ایک سال سے یہ کام کر رہا ہوں، وہ کہنے لگا حضرت مجھے آپ بتلا دیتے، آج تک آپ نے بتایا نہیں، حضرت نے کہا کہ میں اس لیے نہیں بتلایا کہ تمہیں تشویش ہوتی اور تکلیف ہوتی، تمہاری تکلیف کی وجہ سے میں نے تم کو نہیں بتلایا، کہیں تم یہ نہ کہتے لو بھائی حضرت کو ہمارے مکان سے تکلیف ہو رہی ہے، اب چونکہ میرے مرنے کا وقت ہے، میرے مرنے کے بعد پتہ نہیں کوئی میرے بیٹوں میں سے اس بات کو برداشت کریں گے یا نہیں، اگر مجھے اپنی زندگی کا یقین ہوتا تو ابھی بھی میں تم کو نہ بتاتا، اب تم اس کا خیال کرو، وہ مجوسی آگ کی پوجا کرنے والا دھاڑے مار کر رونے لگا، اور روتے روتے اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے سے
اکثر جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں

اگر ہم پڑوسی کے حقوق کو سمجھ لیں، تو سارے آپس کے جھگڑے، تایا چاچا کے جھگڑے سب ختم ہو جائیں، دنیا میں ایک ایک انچ زمین پر جھگڑا ہوتا ہے، بھائی بہن میں، کیوں تم نے

زیادہ لے لی، میرے پاس کمی ہوگئی، یوں ہونا چاہئے اور یوں ہو رہا ہے، ایک ایک انچ پر جھگڑا ہوتا ہے، گھر کے ایک برتن پر جھگڑا ہوتا ہے، اگر ہم خیال کریں کہ ایک برتن سے کچھ نہیں ہونے والا ہے، یا ایک انچ جگہ سے کچھ گھٹنے والا نہیں، لیکن کل قیامت کے دن اگر اس نے تمہاری ایک انچ زمین لی ہے، تو ساتوں زمینیں طوق بنا کر اس کے گلے میں لٹکا دی جائیں گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من ظلم قيد شبر من الأرض طوقه من سبع أرضين" (۱) تمہارا تو کچھ نہیں گھٹا، تھوڑا سا صبر کرنا پڑا ہے، قیامت کے دن فیصلہ ہوگا، دانہ دانہ اور پائی پائی کا حساب ہوگا، یہاں تک کہ اگر سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری کو مارا ہے، تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کو بدلہ دلوائیں گے، اس لیے اگر اس نے تمہاری ایک انچ زمین دبا لی ہے، ہڑپ کر لی ہے، تو صبر کر لو، کل قیامت کے دن اس زمین کو طوق بنا کر اس کے گلے میں لٹکا دیا جائے گا۔

راستہ کے بارے میں پکڑ ہوگی

تمہارے راستہ کا تم پر حق ہے کہ راستہ میں چارپائی ڈال کر نہ بیٹھو، چلنے والے کو دقت ہوگی، یہ راستہ کا حق دبا رہے ہو، راستہ میں میٹنگ لگا کر مت بیٹھو، راستہ کا حق ادا نہیں کر رہے ہو، تم راستہ پر ظلم کر رہے ہو، یا راستہ میں کرسی ڈال کر بیٹھتے ہو، راستہ میں بیڑیاں پی رہے ہو، حقہ پی رہے ہو، یہ راستہ کا حق ادا نہیں کر رہے ہیں، ظلم کر رہے ہیں، اور جب ہم اپنا مکان بناتے ہیں تو راستہ کی طرف ایک انچ زمین تک نہیں چھوڑتے، بلکہ ظلم یہ کرتے ہیں کہ دیوار کی جڑ میں منڈیر بناتے ہیں اس کی حفاظت کے لیے، یا چبوترہ بناتے ہیں، تو راستہ کی زمین استعمال کرتے ہیں، راستہ کا حق لیتے ہیں، جتنی دنیا کا یہ راستہ ہے، کیا ان پر ظلم نہیں ہو رہا ہے؟ اپنا پورا رکھنے کے بعد یہ راستہ پر ظلم ہو رہا ہے، اپنی ایک انچ بھی نہیں چھوڑی، مزید ظلم یہ کر رہے ہو کہ زینہ بھی بنا رہے ہیں، پیڑی بھی بنا رہے ہیں، اگر کرنا ہی تھا تو اپنی جگہ چھوڑتے، یا اپنا دروازہ تھوڑا سا اندر کو لگاتے،

(۱) صحیح البخاری حدیث ۲۲۷۳ کتاب المظالم والغصب

جو سمجھدار ہیں، جن کو مسئلہ معلوم ہے، وہ لگاتے ہیں، وہ دیوار تو اپنی پوری کھینچتے ہیں، لیکن جب دروازہ کا مسئلہ آتا ہے تو دروازہ تھوڑا اندر کو لگاتے ہیں، تاکہ زینہ بھی بن جائے، پیڑی بھی بن جائے، ہم لوگ کیا کرتے ہیں پوری بناتے ہیں اور پھر کیا کرتے ہیں، راستہ میں نالی چلتی ہے، راہ گیروں کو تکلیف ہوتی ہے، یہ کیسے جائز ہے، یہ ظلم ہوا کہ نہیں؟ سارے پڑوسیوں پر ظلم ہوا، جو بھی راستہ سے چلے گا، ان سارے پڑوسیوں پر ظلم ہوا، تو کل قیامت کے دن کیا ہوگا، یہ تھوڑی سی زمین گلے میں ڈالی جائے گی، اور اس کو سزا دی جائے گی، تو کہے گا کہ کاش میں مرجاتا، یا دوبارہ دنیا میں لوٹایا جاتا، یا مہلت دی جاتی تاکہ دوبارہ میں اچھے کام کرکے آؤں، کافر کہیں گے ”ربنا أخرجنا نعمل صالحا غير الذی كنا نعمل“(۱) مجھے تھوڑا سا موقع دیدیا جاتا، دنیا میں ایک مرتبہ جانے کا، تو پھر میں اچھے کام کروں گا، اللہ کہیں گے، نہیں ہمارا یہ نظام ہے کہ بس ایک مرتبہ دنیا میں بھیجتے ہیں دوبارہ نہیں۔

آخرت میں فیصلہ اعمال پر ہوگا

دوستو! جب اللہ نے ایک مرتبہ دنیا میں بھیج دیا ہے، بس ایک ہی مرتبہ امتحان ہونا ہے، امتحان میں پاس یا فیل، پاس ہوگا تو جنت ملے گی، کیسی جنت ”عرضها السموات والارض“ جس کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے، اور اگر فیل ہوا تو جہنم میں ڈالا جائے گا، جہنم کے اندر سب خطرناک چیزیں ہیں، سانپ ہیں، بچھو ہیں، اور بہت سے موذی جانور ہیں، دوستو! کہنے کو تو یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں، آپ لوگوں کو عجیب سی لگ رہی ہوں گی، لیکن آخرت کے اعتبار سے سوچو کہ ہم کس پر ظلم کررہے ہیں، اور کس پر ظلم نہیں کررہے ہیں، اس لیے آج سے معاہدہ کرنا ہوگا کہ کسی پر ظلم نہیں کریں گے، کسی کا حق نہیں دبائیں گے، اور کسی پڑوسی پر زیادتی نہیں کریں گے، چاہے رشتہ دار ہو، یا غیر رشتہ دار، مسلمان ہو یا غیر مسلم، اللہ نے صاف کہہ دیا، یہ قید نہیں لگائی کہ مسلمان ہو، اللہ کے یہاں تو اللہ کے سارے

(۱) سورۂ فاطر آیت ۳۷

پیارے ہیں، اللہ نے سب کو بنایا ہے، اس لیے دنیا میں سب پیارے ہیں، مگر آخرت میں جو فیصلہ ہوگا وہ ان کے اعمال کے اعتبار سے ہوگا، اس دنیا میں کافر کی بھی حکومت چل سکتی ہے اور مسلمان کی بھی چل سکتی ہے، مگر ظالم کی حکومت نہیں چل سکتی، آپ لوگ جانتے ہوں گے کہ:

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں ❖ ناؤ کاغذ کی سدا چلتی نہیں

ظلم کا معاملہ ایسا ہی ہے، ظلم کسی پر بھی ہو، اپنے پر ہو، پرائے پر ہو، تو اس کی تو خیر نہیں ہے، اصل بات تو یہ ہے کہ پڑوسیوں کے حقوق کا خیال کرنا ہے، آپ کو بتلایا تھا کہ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے کیا ہوتا ہے، اور پڑوسی کے ساتھ زیادتی کرنے کے ساتھ کیا ہوتا ہے، حقوق کی پامالی نہیں ہونی چاہئے، انشاء اللہ آج سے آپ لوگ وعدہ کرتے ہیں، نہ کسی کے ساتھ زیادتی کریں گے، نہ کسی پڑوسی کا حق ماریں گے، اللہ تعالی نے جس طریقے سے اپنے بندوں کے حقوق، اپنے پڑوسیوں کے حقوق کا مطالبہ کیا ہے، کوشش کریں کہ اسی انداز سے ادا کریں گے، اور کسی پڑوسی پر زیادتی نہیں کریں گے، پڑوسی کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونی چاہئے، آپ لوگ اس انداز سے رہیں، ہم لوگ کیا کرتے ہیں، ہم نے اونچا مکان بنالیا، پڑوسی کا مکان چھوٹا ہے، دیوار بہت اونچی کرلی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی منع کیا ہے کہ تم اپنے پڑوسی سے اپنی دیوار اتنی اونچی نہ کرو، کہ اس کی ہوا روک لو، یہ بھی پڑوسی کے حقوق کی پامالی ہے، اسلام نے پڑوسی کے حقوق اتنے بیان کئے ہیں جس سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو وراثت میں شامل ہونے کا ڈر ہونے لگا کہ کہیں پڑوسیوں کو بھی وراثت دی جانے لگے، یہ پڑوسیوں کے حقوق کے اہم ہونے کی وجہ سے ہے۔

اپنا مکان بناتے وقت بھی پڑوسی کا خیال کرو

ہم لوگ کیا کرتے ہیں کہ ہمارا مکان تمہارے مکان کے برابر ہے، ایک آدمی چھت پر ہے،

چھت پر چارپائی بچھا کر لیٹا ہوا ہے، ہمارے مکان میں ہماری ماں ہے، ہماری بیوی ہے، ہماری بہن ہے، ہم منع کر رہے ہیں کہ بھائی ذرا ادھر کو ہو جاؤ، تو کیا کہتا ہے ہم تو اپنی جگہ پر ہیں، ہم اپنی چھت پر ہیں، ہم اپنی زمین میں ہیں، تمہیں کیا اعتراض، ہم جو چاہیں کریں، تمہیں کیا حق ہے بولنے کا، ٹھیک ہے، مکان تو آپ کا ہے، آپ اپنی ہی جگہ پر ہیں، مگر پڑوسی کو تکلیف ہو رہی ہے اس چیز سے، مکان تیرا ہے، چھت بھی تیری ہے، مگر تیرے پڑوسی کو تکلیف ہو رہی ہے، اور تکلیف دینا اللہ کو پسند نہیں ہے، جب یہ بات اللہ کو ناپسند ہے، تو اللہ تمہیں جہنم میں ڈالے گا، اللہ کے بندو! اس بات کو سمجھو، پڑوسیوں کے حقوق کو سمجھو، کسی طرح سے پڑوسیوں کو تکلیف نہ ہو، مکان کے اعتبار سے، بات کے اعتبار سے، زور سے ٹیپ چلا کر، زور سے بول کر، گالی دیکر، اگر تمہارا پڑوسی شریف آدمی ہے، تو خدا کر شکر ادا کرو کہ ہمارے پڑوس میں ایک نیک آدمی ہے، اسے ہر طرح سے سکون پہنچاؤ، گھر کے اعتبار سے، دیوار کے اعتبار سے، راستہ کے اعتبار سے، نالے کے اعتبار سے پرنالے کے اعتبار سے، آپ کبھی اس کے سامنے کسی کو گالی مت دو، کیونکہ گالی دینا اس کو ناگوار گزرے گا اور یہ بھی تکلیف کی بات ہے، اس لیے اس کا ہر لحاظ سے خیال کرو، اگر تمہارے پڑوس میں کسی کی نوجوان لڑکیاں ہیں، نوجوان بہنیں ہیں اور تم برابر میں گندے الفاظ استعمال کرتے ہو، گالیاں دیتے ہو، ناشائستہ کلمات زبان سے ادا کرتے ہو، تو اس پڑوسی کو اس کی نوجوان بیٹیوں کو، شرم کے مارے احساس ہوگا، اور ان کو برا لگے گا، یہ بھی پڑوسی کو تکلیف دینا ہوا، اللہ تعالی ہمیں پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کی اور ان کو ہر طرح سے راحت پہنچانے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔

عفو و درگذر اللہ کو پسند ہے

یہ بیان ۲۹/جولائی ۲۰۰۹ء
بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی
جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک
مجمع میں ہوا۔

عفوودرگذر اللہ کو پسند ہے

دنیا کا نظام عفوودرگزر پر قائم ہے

میرے دوستو! او رنوجوان بھائیو! آج ہم ایک ایسے موضوع پر گفتگو کریں گے، جس موضوع کا تعلق عفوودرگزر اور رحم سے ہے، یعنی معاف کرنا، درگزر کرنا اور رحم کرنا، دنیا کا سارا نظام، دنیا میں چلت پھرت یہ سب اسی پر ہے، اگر عفوودرگزر کا معاملہ ہے، تو یہ دنیا قائم، اگر یہ چیز ختم ہوجائے، رحم کا مادہ ختم ہوجائے، تو ماں اپنے بچے کو پالنے کے لیے تیار نہیں، باپ اپنے بیٹے پر شفقت کرنے کو تیار نہیں، ایک بھائی دوسرے بھائی کا خیال کرنے سے غافل، ایک دوست دوسرے دوست سے بات کرنے کو راضی نہیں، غرضیکہ رحم اور عفوودرگزر کا ہونا لازمی شئی ہے، اگر یہ نہیں ہے تو دنیا بیکار، رحم کی بنا پر اگر بیٹے سے غلطی ہوجاتی ہے تو باپ درگزر کرتا ہے، ورنہ ایک غلطی پر لٹھ مار کر اس کا سر پھوڑ سکتا ہے، مگر رحم اس کو روکتا ہے، شاگرد استاذ کے سامنے شرارت کرتا ہے، تو استاذ غصہ میں آکر اس کو مار سکتا ہے، لیکن وہ تنبیہ کے طور پر سمجھاتا ہے اور نصیحت کرتا ہے۔

غلطی پر تنبیہ بھی رحمت کی وجہ سے ہے

تنبیہ رحمت کے طور پر ہوتی ہے، تاکہ یہ صحیح ہوجائے، دنیا کا یہ سارا نظام، جتنے بھی دنیا میں جھگڑے، فساد ہوتے ہیں، سب کا علاج رحم ودرگزر رہے، مجرم کو حکومت پکڑ کر اس کو جیل میں ڈالتی ہے، رحم کی بنا پر، تاکہ یہ خود بھی صحیح ہوجائے اور اس کے ظلم سے لوگ بھی محفوظ ہوجاویں،

اگر یہ کھلا پھرتا رہا تو لوگوں کو مارے گا، کتنوں کا سر پھوڑے گا، کتنوں پر ظلم کرے گا، حکومت نے اس کو گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا، تو کیا ہوا، خود اس پر رحم ہوا، اور دوسرے لوگ بھی اس کے ظلم سے بچے، تو یہ ان پر رحم ہوا، تو یہ دنیا کا ایک نظام ہے، اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ایک آیت میں خطاب کر کے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا، قرآن میں چونکہ اللہ تعالی حضور کو مخاطب بناتا ہے تو "یاأیہا الرسول" فرماتا ہے اور کہیں "یاأیہا النبی" فرماتا ہے، کہیں لوگوں کو بھی مخاطب بناتا ہے "یاایہاالناس" کہیں مسلمانوں کو بناتا ہے "یاایہاالذین آمنوا" اور کہیں خود حضور کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تم ایسا کرو اور لوگوں کو ایسا کہو، لوگوں کو خطاب کرنے کے اللہ کے مختلف انداز ہیں، لوگوں تک بات پہنچانے کے، کبھی ڈاریکٹ (Direct) پہنچاتا ہے، اور کبھی ان ڈاریکٹ (InDirect) کبھی بالواسطہ پہنچاتا ہے اور کبھی بلاواسطہ، کبھی آمنے سامنے کہتا ہے اور کبھی دوسرے سے کہلواتا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتا ہے "خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين" (۱) معاف کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو، عفو کہتے ہیں معاف کرنے کو، اگر کسی سے غلطی ہوجاوے تو اس کو درگزر کردو، اس کو معاف کردینا عفو ہے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ کسی نے معمولی عبادت کی تو اس کی بھی قدر کرنی چاہئے، اگر کوئی اچھا کام کرے، گرچہ تھوڑا سا کیا ہے، اس کی بھی قدر کی جاوے، بڑا نہیں کیا، معمولی سا کیا؛ لیکن کیا تو اس نے، تو اس کی قدر کرنی چاہئے۔

غصہ کے وقت صبر وتحمل سے کام لینا

غلطی کو معاف کرنا اور درگذر کرنا یہ بہت بڑی صفت ہے، اور یہ نبی کی صفت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسے کتنے لوگوں کے واقعات آئیں ہیں کہ جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، مگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کو معاف فرمادیا کرتے تھے، غزوۂ

(۱) سورۂ اعراف آیت ۱۹۹

احد کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے، کافروں نے ان کو شہید کردیا، کافروں نے ان کو شہید کر کے مثلہ کردیا (مثلہ کہتے ہیں چہرے کو مسخ کردینا اور جسم کے مختلف حصوں سے بوٹی بوٹی کاٹنا) تو کافروں نے حضرت حمزہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا، حضرت حمزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا تھے، اور ایک اعتبار سے رضاعی بھائی بھی تھے، چونکہ جس عورت کا دودھ حضرت حمزہ نے پیا تھا اسی کا دودھ حضور نے بھی کچھ دن پیا تھا، اس اعتبار سے رضاعی بھائی بھی ہوئے، اسلام کو پھیلانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ سے بہت تقویت ملتی تھی، جب آپ شہید ہوئے تو حضور کو بہت تکلیف ہوئی، آپ کو اتنی تکلیف ہوئی کہ آپ جوش میں آگئے اور فرمایا کہ جن کافروں نے میرے چچا کو شہید کیا ہے، ان کافروں کے ستر آدمیوں کو ایسے ہی قتل کیا جائے گا، یہاں نبی کو جوش آرہا ہے، تو اللہ نے فوراً قرآن کی آیت نازل فرمائی "خذالعفو" اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذرا شانتی برتو، عفو کا معاملہ کرو، تمہارے پیارے چچا تو تھے مگر تم صبر کرو، تمہارے عزیز ترین، تمہیں تقویت دینے والے، تمہارے دست راست، تمہارے عزیز چچا شہید ہوئے ہیں، مگر تم برداشت کرو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فوراً ٹھنڈے ہوگئے اور درگزر کا معاملہ فرمایا، آج ہمارے سامنے کسی سے تھوڑی سی غلطی ہوجائے، کسی کا سر پھوٹ جائے، تو ہم کیا کرتے ہیں، فوراً لٹھ لے کر آجاتے ہیں، معاملہ کی تحقیق نہیں کرتے، جوش میں لال پیلے ہوجاتے ہیں، صبر وتحمل سے کام نہیں لیتے، فوراً جوش میں آجاتے ہیں، اس جگہ جوش کا آنا ایک فطری بات ہے، غصہ آنا فطری بات ہے، اس لیے کہ یہ انسان ہے، اور انسان کا خاصہ ہے غصہ آنا، مگر غصہ کے وقت تحمل کرنا چاہئے۔

موٹے دماغ والے سے اعراض کرو!

جب بھی کوئی معاملہ اس طرح سے پیش آئے کہ مخاطب موٹے دماغ کا ہو، اور کچھ کا کچھ سمجھتا ہو، اچھی بات بھی اس کو ناگوار لگتی ہو، تو اس سے اعراض کیجئے، اور اپنا راستہ لینا چاہئے،

"واعرض عن الجاهلين" اور اگر کوئی اکھڑ سرکش موٹے دماغ کا ہو، تو اس سے بحث ومباحثہ نہ کرو، چپکے سے سلام کر کے گزر جاؤ، اس لئے کہ وہ بات آپ کی سمجھنے کا نہیں، آپ اس کو بتائیں گے کہ مسئلہ اس طرح کا ہے، تو کہے گا ملاجی تم تو میرے سامنے پیدا ہوئے ہو، اور مجھے مسئلہ بتا رہے ہو، اس لیے سیدھا راستہ یہ ہے کہ سلام کر کے آگے بڑھ جائیے، اس کے ساتھ الجھنا بیکار ہے، اللہ کے محبوب بندوں کی ایک صفت قرآن کریم میں بیان کی گئی "واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما" کہ جب اجڈ دماغ کے لوگوں سے ان کا واسطہ پڑتا ہے تو چپکے سے سلام کر کے نکل جاتے ہیں، الجھنا نہیں چاہتے، الجھنے میں دونوں کا نقصان ہے، تم بھی بحث کروگے، وہ بھی کرے گا، ماننے کو کوئی بھی تیار نہیں، غصہ آئے گا، گالی گلوچ کی نوبت آجائے گی۔

غصہ کے وقت شیطان مردود سے پناہ لینی چاہئے

دو صحابہ آپس میں لڑ رہے تھے، ایک کی آواز بہت زور سے ہو رہی تھی، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا بھائی تم کو ایک کلمہ بتادوں جس سے تمہارا جوش ہلکا ہوجائے، کہا جی ہاں، فرمایا پڑھ لو "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" (۱) یعنی میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے، جھگڑا اصل میں شیطان کراتا ہے، وسوسہ کون ڈالتا ہے؟ شیطان، اچھے خاصے دو بھائی ہوتے ہیں، اس سے کہہ دیا کہ وہ ایسا کہہ رہا تھا، اس کی بیوی ایسے کہہ رہی تھی، دونوں بھائی پیار سے رہ رہے تھے، مگر کسی دوسرے نے لگا بجھا کر دونوں میں جھگڑا کرادیا، دو دوست کتنے پیار سے رہ رہے تھے، مگر اس کی اس کے خلاف لگادی، دونوں میں جھگڑا ہوگیا، تو شیطان کا کام ہی جھگڑا کرانا ہے، وسوسہ ڈالنا ہے، وہ وسوسہ ڈالتا ہے، شبہ میں ڈالتا ہے، اور اندر اندر انگلی لگاتا رہتا ہے، تو یقینی بات ہے کہ اس سے غصہ آئے گا، اس لیے غصہ کے ختم کرنے کے لیے "اعوذ باللہ" پڑھ لیا کریں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۵۶۵۰ رکتاب الادب

میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے، شیطان تو جھگڑا کراتا ہے، وسوسہ ڈالتا ہے، اور جو اللہ کی پناہ میں آجاوے، اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، وہ چھت کے نیچے آگیا، بارش سے بچ گیا، دھوپ سے بچ گیا، اللہ کی رحمت کے سایہ میں آگیا، وہ شر سے بچ گیا، جو اللہ کے سایہ میں آگیا، وہ دنیا کے نقصان سے بچ جاتا ہے، اس لیے فرمایا گیا کہ اللہ کی پناہ مانگو، کہ اے اللہ اپنی پناہ میں مجھے لے لے، شیطان کے بہکاوے سے، شیطان کے شر سے۔

غصہ کے وقت حضرت عمر کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے، ان سے ملنے کے لیے لوگ دیہات وغیرہ سے آیا کرتے تھے، اسی طرح حضرت عیینہ بھی ایک مرتبہ امیر المومنین سے ملنے آئے، اس وقت حضرت حر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر کار تھے، ان کی کابینہ کے ممبر تھے، اور یہ حر حضرت عیینہ کے بھتیجے تھے، ایک مرتبہ وہ مدینہ میں ملنے کے لیے آئے، حضرت عیینہ نے حر سے کہا کہ تم امیر المومنین کے آدمی ہو، ان کی کابینہ کے ممبر ہو، میری ملاقات امیر المومنین سے کرادو، جیسے ہم لوگ واسطہ ڈھونڈتے ہیں، بھائی تم پردھان صاحب کے سکریٹری ہو، ایم ایل اے صاحب کے سکریٹری ہو، ذرا ان سے میری ملاقات کل کرادو، بھائی بالکل کرادونگا، وہ تو میری بات مانتے ہیں، تو حضرت حر نے حضرت عمر سے ٹائم لے لیا، ٹھیک ہے، ٹائم تو لے لیا، جب حضرت عیینہ ملاقات کے لیے آئے، تو انہوں نے ایسی بات کردی جو غصہ والی تھی، وہ تو دیہات گاؤں سے آئے تھے، انہوں نے کھل کر بول دیا جو بولنا تھا، حضرت عمر کو جوش آگیا، قریب تھا کہ شیطان ان پر حاوی ہو جائے، حضرت حر نے معاملہ کی سنگینی کو سمجھ لیا تو حضرت عمر سے کہا اے امیر المومنین اللہ نے قرآن میں یہ فرمایا "خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين" کہ جاہلین سے اعراض کیجئے یہ تو بیچارہ دیہاتی ہے، اجڈ ہے، ان سے اعراض کیجئے، تو حضرت عمر قرآن پر پورا پورا عمل کرتے تھے، اب جب قرآن کی آیت سنی،

پورا جوش ٹھنڈا ہو گیا، ٹمپریچر جو ہائی تھا وہ زیرو ہو گیا۔

ہمیں بھی قرآن کی آیت پر عمل کرنا چاہئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کی آیت کو سنتے ہی فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا اور غصہ کو پی گئے، لیکن ہم لوگ ہیں کہ قرآن کی کتنی آیتیں سنتے ہیں، مگر ہمارے اندر کچھ فرق نہیں آتا، چاہے خوشی والی آیت ہو یا ڈرانے والی آیت ہو، ہماری حالت ایسے ہی رہتی ہے، ہم دن رات کتنی تقریریں کرتے ہیں، قرآن کی آیتیں سنتے ہیں، حدیث پڑھتے ہیں، کسی کا ٹمپریچر نیچا نہیں ہوتا ہے، ابھی مسجد سے باہر نکلنے کے بعد جس کو جو کرنا ہوگا کرے گا، یہاں تو سنے گا اور کہے گا واہ واہ جی کیا بات کہہ دی، کتنی مزے دار بات ہے، کیا شاندار واقعہ سنا دیا، یا ٹیپ ریکارڈ میں قاری حنیف صاحب کی تقریر سن لی اور کہہ دیا کہ کیا شاندار بات کہہ دی، بس تھوڑے ہی وقت تک اس کا اثر رہتا ہے، پھر بھول جاتا ہے، اور اثر ختم، یہ ہماری کمی ہے، شیشے میں اگر اپنا چہرہ صاف نظر نہ آئے تو ہماری کمی ہے یا شیشے کی کمی ہے، اگر شیشہ گندہ ہوگا، تو اس میں چہرہ صاف نظر نہیں آئے گا، تو ہمارا دل سیاہ ہو چکا ہے، قرآن کی آیت پڑھو، حدیث پڑھو اثر نہیں ہوتا، کائی جم گئی ہے، یہاں پر دیکھئے امیر المومنین، عظیم ترین سلطنت کے بادشاہ، مگر قرآن کی آیت سنتے ہیں، فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیتے ہیں اور غصہ کو برداشت کر لیتے ہیں۔

آج ہمارا حال کیا ہے؟

آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم مسجدوں میں، خانقاہوں میں، مدرسوں میں دینی باتیں سنتے ہیں، قرآن کی آیت سنتے ہیں، حدیث سنتے ہیں، مگر اس پر عمل نہیں کرتے، شیطان کو اپنے اوپر قابو دیدیتے ہیں، شیطان اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا ہے کراتا ہے؛ لیکن جن کے دل کے اندر کچھ نہ کچھ اللہ کا خوف ہے، اگر ان کے سامنے شیطان وسوسہ ڈالے کہ بھائی دیکھو فلاں کے مکان میں بہت اچھی چیز رکھی ہے، کھڑکی توڑ کر آسانی سے نکالی جاسکتی ہے، کوئی

دیکھ بھی نہیں رہا ہے، تو اگر اس کے دل کے اندر خدا کا خوف ہے تو فوراً چوکنا ہوجاتا ہے، آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، ارے کیا کہہ رہا ہے، اللہ تو دیکھ رہا ہے، یہ ناجائز ہے، لیکن اگر دل کے اندر خدا کا خوف نہیں ہے، تو کہے گا کہ اچھا موقع ہے، تالا تو ایک ہی جھٹکے میں ٹوٹ جائیگا، کھیت میں گیا کوئی نہیں ایک گٹھڑی گھاس کی کاٹ لی، کوئی دیکھ ہی نہیں رہا ہے، صبح کا ٹائم ہے یا دوپہر کے بارہ بج رہے ہیں، سب سورہے ہیں، یا عصر کے بعد سب لوگ بازار میں گئے ہیں، تو اپنے موقع کے حساب سے شیطان اس کو کہہ رہا ہے، ایک گٹھڑی گھاس کی کاٹ لو، کسی کے کھیت میں پانی چل رہا ہے، رات کے بارہ بج گئے، وہ ٹیوب ویل چلا کر سوگیا، وہ گیا اور اپنے کھیت میں کاٹ لیا، اگر اس کو اللہ کا خوف ہوتا تو کہتا ارے کیا کہہ رہے ہو، یہ تو ناجائز ہے، یہ تو بالکل حرام ہے۔

ہر آدمی اپنے اندر خدا کا خوف پیدا کرے

دوستو! یہ چیزیں کب پیدا ہوں گی، اگر ہمارے اندر اللہ کا خوف ہوگا کہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے مگر اللہ تو دیکھ رہا ہے "ان اللہ کان علیکم رقیبا" (۱) اللہ ہم پر نگراں ہیں، اگر ہمیں پتہ چل جائے کہ اس علاقہ میں پولیس ہے، بتاؤ ہم غلطی کریں گے، قصائیوں کو پتہ چل جائے کہ آج گاؤں میں پولیس آنے والی ہے، تو گائے کاٹے گا؟ کوئی نہیں کاٹے گا، کوئی کاٹ ہی نہیں سکتا، چوروں کو پتہ چل جائے کہ اس علاقہ میں پولس کا پہرہ ہے، کیا وہ چوری کریں گے؟ کون سی چیز ان کو روک رہی ہے چوری کرنے سے، ڈر اور خوف، اس لیے کہ اس کو معلوم ہے کہ اگر پولس کو پتہ چل جائے تو پکڑ کر سزا دے گی، اس کو یقین پکا ہے، جس طرح بجلی ہے، اس بجلی پر ہم ہاتھ لگائیں گے تو ہمیں کیا یقین ہے، پکڑ لے گی، اس کا تو سب کو یقین ہے، چراغ جل رہا ہے، موم بتی جل رہی ہے، انگلی لگائیں گے تو فوراً ہم کو جلا دے گی، کوئی نہیں

(۱) سورہ نساء آیت ۱

ہاتھ اس پر رکھتا ہے، کیونکہ پتہ ہے کہ یہ جلا دے گی، اسی طرح ہم کو یہ بھی یقین ہونا چاہئے کہ اگر ہم غلطی کریں گے، تو اللہ تعالی ہمیں سزا دے گا، تو ہم ہرگز ہرگز نہیں کریں گے، کیونکہ اللہ سے ڈرنے والے کو معلوم ہے کہ اللہ کی پکڑ سخت ہے "ان بطش ربک لشدید" (۲) تیرے رب کی پکڑ تو بہت زیادہ سخت ہے، پولس والوں سے بھی، افسروں سے بھی، بڑے بڑے کمانڈروں سے بھی، وہ کتنا ڈرے گا؟۔

ہم لوگ احکم الحاکمین سے نہیں ڈرتے

لیکن اگر وہ اپنے رب سے ڈرے گا، اس کا خوف اور اس کی پکڑ اس کے ذہن میں ہوگی، تو وہ چوری کرے گا؟ نہیں کرسکتا، کیا وہ زنا کرے گا؟ نہیں کرسکتا، غلط کاری کرے گا؟ نہیں کرسکتا، کیا وہ دنیا کے اندر اللہ کی خلاف ورزی کرے گا؟ ہرگز نہیں کرسکتا، بشرطیکہ اس کو اپنے رب کی قدرت اور پکڑ کا پکا یقین ہے، مسلمان تو ہے، مگر ہمارا ایمان کمزور ہے، ایمان پر بھروسہ نہیں ہے، پولس والے کا تو ہم سب کو یقین ہے کہ اگر پولس والے نے پکڑ لیا، تو ڈنڈا مارے گا، چوکی میں بند کردے گا، لیکن جو بادشاہوں کا بادشاہ احکم الحاکمین، خالق کائنات ہے جس کا پکا یقین ہے کہ مرنے کے بعد اس کے سامنے حاضر ہونا ہے، استاذ کے ڈنڈے سے ڈر رہے ہیں، ابا کی ایک جھڑکی سے تو ڈر رہے ہیں، دادا کی ایک دھمکی سے ڈر رہے ہیں، لیکن احکم الحاکمین کے فرمان سے نہیں ڈر رہے ہیں۔

زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا

دوستو! جب دل کے اندر ڈر ہوگا "تذکروا" فوراً یاد آ جائیگا، چوکنا ہوجائیگا، اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، غلط کام سے بچ جائے گا، جب یہ چیزیں ہوں گی، انسان پر رحم بھی کرے گا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث کے اندر فرمایا "الراحمون

(۱) سورۂ بروج آیت ۱۲

"یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء"(۱) کہ سنو جو رحم کرنے والے ہیں، ان پر اللہ بھی رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا، تمہارے دوستوں سے، تمہارے تعلق والوں سے، کسی سے اگر غلطی ہو جائے تو اس کو معاف کر دو، اس پر رحم کرو، اگر تم نے آج اس کو معاف کر دیا، خدا کی قسم کل قیامت کے دن اللہ تمہیں معاف کر دے گا، یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اللہ کا رسول کہہ رہا ہے کہ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

ہمارے اندر انتقام کا جذبہ ہے

ہمارے اندر رحم کا مادہ نہیں ہے، چھوٹی سی غلطی پر مارنا شروع کر دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس نے غلطی کی، اس کو ابھی سزا دوں گا، چھٹی کا دودھ یاد دلا دوں گا، کیونکہ یہ تمہارا خادم ہے، تمہارا غلام ہے، کیا تمہیں خدا تعالی چھٹی کا دودھ یاد نہیں دلائے گا، ایک نماز چھوڑنے پر، ایک گناہ کرنے پر، ایک نگاہ غلط اٹھانے پر، جب تم اپنے نوکر کو، اپنے ملازم کو، اپنے ماتحت کو یہ کہہ رہے ہو کہ چھٹی کا دودھ یاد دلا دونگا، تو اللہ تعالی اس بات پر قادر نہیں ہے، اللہ بھی تو چھٹی کا دودھ یاد دلا دے گا، یہاں تو تم ایک ڈنڈا مارو گے، دو تین ڈنڈا مارو گے، معاملہ ختم ہو جائے گا، مگر وہاں جب سزا ملے گی تو اس سزا کی کوئی انتہا نہیں ہوگی "ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" جو زمین پر ہے، یا زمین پر جتنی مخلوق ہیں، چاہے انسان ہو جانور ہو چاہے مسلمان ہو یا کافر ہو، ہندو ہو، یہودی ہو، مجوسی ہو، نصرانی ہو، سب پر رحم کرو، یہ نہیں کہ صرف مسلمان پر رحم کرو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب پر رحم کرنے کو کہہ رہے ہیں، رحم سب پر کرنا ہے۔

بے زبان جانوروں پر رحم کھاؤ

جب ہم رحم کریں گے بھائیوں پر، جب رحم کریں گے پڑوسیوں پر، جب رحم کریں گے

(۱) سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۸۴۷ / کتاب البر والصلة

دوستوں پر، جب رحم کریں گے ملازمین پر، جب رحم کریں گے ماتحتوں پر، جب معاف کریں گے نیچے والوں کو، تو کیا اللہ تعالی ہم کو معاف نہیں کرے گا، بالکل معاف کرے گا، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں "ارحمو من فی الارض یرحمکم من فی السماء" جانوروں پر بھی رحم کرو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے متعلق فرمایا کہ ان پر بھی رحم کرو، یہ نہیں کہ جتنی اس کی لیمٹ (Limit) ہے، اس سے زیادہ اس پر بوجھ لادو، تم نے سوچا کہ زیادہ کام ہوگا، مزدوری میں لے جائیں گے، اگر ہم جانوروں پر اس کی طاقت سے زیادہ لادیں گے، تو اللہ کے یہاں پکڑ ہوگی، جہاں تمہاری کار، ٹریکٹر، ٹرک نہیں چڑھ سکتا، تم اس کو مار مار کر چڑھا رہے ہو، یہ اس جانور پر ظلم ہوگا، اے اللہ کے بندو! جانوروں پر ظلم نہ کرو، یہ بے زبان ہیں، تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا، لیکن کل قیامت کے دن اللہ تعالی اس بات پر پکڑے گا، اس لیے تم کسی بے زبان جانور سے اتنا ہی کام لو جتنا چل جائے، اگر تم اس کی طاقت سے زیادہ کام لو گے، تو کہیں ان کی زبان سے تمہارے لیے بددعا نہ نکل جائے اور تمہیں معلوم بھی نہ ہو۔ ع

بے زبان پرندوں کی بددعا نہ لگ جائے

اس لیے جانور پر بھی رحم کرو، اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تم زمین والوں پر رحم کرو، میں تمہارے اوپر رحم کروں گا، اگر ہمارے سامنے کتا بلی آجائے، بیکار میں ڈنڈا مار دیتے ہیں، کیا وہ اللہ کی مخلوق نہیں، کیوں تم نے اس کو ڈنڈا مارا، بلی تمہارے گھر میں آگئی، تم نے اس کو ڈنڈا مار دیا، کوئی جانور آگیا تو تم اس کو مارنے لگتے ہو، ایسا نہیں کرنا چاہئے، بلکہ زمین والوں پر رحم کرنا چاہئے۔

بدکار عورت کا جنت میں جانا

ایک عورت کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بہت خراب اور بری عادتوں والی عورت تھی، زندگی میں اس نے کوئی اچھا کام کیا ہی نہیں تھا، انتقال کے بعد اللہ نے اس کو معاف کر دیا، کسی نے

خواب میں پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا، اس نے کہا اللہ نے معاف کردیا، اس نے پوچھا کیسے معاف کردیا، تم تو بدتمیز تھی، نالائق تھی، دنیا کی سب سے خراب عورت تھی، اس نے کہا، اللہ نے مجھے میری اس خوبی پر بخش دیا، ایک مرتبہ ہوا کیا کہ میں نے کنویں سے پانی نکالا تھا، اپنے پینے کے لیے اور وہاں ایک کتا پیاسا تھا، تو اس کو میں نے اپنے جوتے سے پانی پلادیا، اللہ میاں نے کہا تو نے میری مخلوق کیساتھ رحم کیا ہے، جا تجھے بخش رہا ہوں، اللہ تعالی بہانے ڈھونڈتا ہے بخشش کے لیے، ہم کتے بلی کو دیکھ کر ڈنڈا مارتے ہیں، اس پر ظلم کرتے ہیں، ظلم سے بچو، ظلم کی کوئی حکومت بھی باقی نہیں رہ سکتی ہے، یاد رکھنے کی بات ہے کہ ظلم اللہ کو پسند نہیں۔

موذی جانور کو تکلیف دینے سے پہلے مارو

اللہ تعالی نے زمین پر بہت سے جانوروں کو بھی پیدا کیا ہے، جس میں سے رینگنے والے، دوڑنے والے دو پیر والے، چار پیر والے، بغیر پیر والے، سب پر رحم کرو، ہاں جو موذی جانور ہیں، مثلاً سانپ، بچھو، بھیڑیئے یہ ایسے جانور ہیں، ان کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ "اقتلوا المؤذی قبل الایذاء" ایسے جانوروں کو ایذاء پہنچانے سے پہلے ماردینا چاہئے، اگر ان کو نہیں مارا، تو وہ تم کو کاٹ لیں گے، لیکن جو جانور ایذاء پہنچانے والے نہیں ہیں، ان پر ظلم کرنا، یہ انصاف کی بات نہیں، رحم کی بات نہیں، ان پر رحم کرنا چاہئے، اگر ان پر رحم کروگے، تو اللہ تعالی تم پر رحم کرے گا۔

بوڑھوں پر بھی رحم کرنا ضروری ہے

ہم میں سے اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ بوڑھے لوگوں پر ہنستے ہیں، ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تم کھوسٹ ہو، چپ بیٹھے رہو، یہ غیر نہیں بلکہ ان کے ہی بیٹے اور پوتے ہوتے ہیں، اس لیے ان نوجوانوں سے درخواست ہے کہ بوڑھوں پر رحم وکرم کا معاملہ کریں، یہ بوڑھے آدمی جو بیٹھے ہیں کل ہم سے زیادہ طاقتور تھے، آج ان کی داڑھی سفید ہے، آج ہم

نوجوان ہیں، کل ہماری بھی وہی حالت ہوجائے گی، دوستو چند دن کی زندگی ہے، اپنی جوانی پر، اپنی قوت پر، اپنی خوبصورتی پر گھمنڈ مت کرو، چند سال کی زندگی ہے، یہ کردوں گا، وہ کردوں گا، کوئی چیز نہیں ہے، جتنے بوڑھے اس وقت دنیا میں ہیں، جتنے سفید داڑھی والے ہیں، سب کے چہروں پر جھائیاں پڑ چکی ہیں، جن کو دیکھنے کو بھی طبیعت نہیں کرتی، وہ کل ہم سے زیادہ طاقتور اور خوبصورت تھے، مگر آج ان کے چہروں کی جھائیاں، زمانہ نے ان کو بوڑھا کردیا، کل کو ہمارا بھی یہی حشر ہونے والا ہے، جوانی پر، قوت پر فخر نہیں ہونا چاہئے، یہ وقتی چیزیں ہیں، یہ اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے، اللہ کی دی ہوئی امانت ہے، اس کو اچھی جگہ استعمال کرنا ہے، ناجائز جگہ پر استعمال نہیں کرنا ہے، اس لئے آج کے بعد انشاء اللہ ہم دنیا کے اندر کسی بھی بوڑھے کو، کمزور کو اور جانور کو تکلیف نہیں دیں گے۔

آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث میں فرماتے ہیں "ولا تحاسدوا ولا تدابروا ولا تباغضوا وکونوا عباد اللہ اخوانا" (۱) کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے حسد مت کرو، ایک دوسرے سے سازشیں مت رچو، ایک دوسرے سے بغض مت رکھو، بلکہ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو، یہ سب بھائی بھائی تو ہیں، ہماری مجلس میں جتنے بیٹھے ہوئے ہیں، ہر پانچ یا چند نسلوں کے بعد ہم لوگ آپس میں تایا چچا ہیں، مگر ایک دوسرے کو دیکھ کر برداشت نہیں ہے، حالانکہ اوپر جا کر تو سب ایک ہی ہیں، ایک باپ کی اولاد ہیں، چاہے وہ کہیں کا ہو، عربی ہو یا عجمی، اسود ہو یا ابیض، غرضیکہ سارے لوگ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔

یہ دنیا کا نظام اللہ تعالی نے چلا رکھا ہے، ایک دوسرے پر رحم کرنا ہے، ایک دوسرے پر ظلم

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۵۶۰۴ / کتاب الادب

نہیں کرنا ہے، اگر رحم کریں گے تو اللہ ہم پر رحم کرے گا" واحسن كما أحسن الله إليك" (١) اور لوگوں کے ساتھ احسان کرو، جیسا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے، دوستوں کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرو، ظلم نہ کرو، زیادتی نہ کرو، کسی کو ستاؤ نہیں، کسی کو پریشان مت کرو، اگر کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہو تو ظلم بھی نہ کرو، تو دنیا کے اندر بھی کامیاب اور آخرت میں بھی کامیاب، اللہ تعالی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(١) سورۂ قصص آیت ٧٧

توبہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

یہ بیان ۳۱/ جولائی ۲۰۰۹ء
بروز جمعہ مرکز کی جامع مسجد میں نماز
جمعہ سے پہلے نمازیوں کے ایک
مجمع میں ہوا۔

توبہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں

میرے محترم دینی بھائیو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے قرآن کریم کو بھیجا ہے، اور قرآن کریم کو "الحمدللّٰہ رب العالمین" سے شروع کیا، سب سے پہلے اللہ نے قرآن میں جب اپنا تعارف کرانا شروع کیا، تو اس نے الحمدللہ سے شروع کیا کہ ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو سارے جہانوں کا رب ہے، وہ رحمان ہے، اور رحیم ہے، سب سے زیادہ مہربان ہے، سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، وہ اپنے تعارف میں یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ وہ قہار ہے، جبار ہے، وہ زبردست پکڑنیوالا ہے، لیکن اس نے اپنا تعارف رحمٰن ورحیم کے ساتھ کرایا، جس سے بندوں پر اس کی رحمت، اس کی محبت، اس کے تعلق، اس کی ہمدردی کا اظہار ہوتا ہے، مگر انسان چونکہ قدم قدم پر گناہ کرتا ہے، قدم قدم پر اس کا پاؤں پھسل جاتا ہے، ذرا ذرا سی بات پر وہ عقیدہ کا سودا کرلیتا ہے، ذرا ذرا سی بات پر وہ ڈگمگا جاتا ہے، اور ایسی ایسی خطائیں اور ایسے ایسے گناہ کرجاتا ہے کہ بعض مرتبہ اس کو احساس تک نہیں ہوتا، اور بعض مرتبہ احساس ہوتا ہے مگر غفلت کے پردے اس کی عقل پر، اس کے دماغ پر پڑجاتے ہیں، بہرحال وہ ایسے گناہ کردیتا ہے، ایسی خطائیں کردیتا ہے کہ جن سے اللہ تعالیٰ کے مجرمین بندوں میں اس کا شمار ہونے لگتا ہے؛ لیکن اگر وہ سچے دل سے توبہ کرلیتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردیتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنا تعارف رحمان ورحیم سے کرایا ہے،

دنیا میں اس سے زیادہ رحیم، دنیا میں اس سے زیادہ رحمان، اس سے زیادہ رحم کرنے والا، اس سے زیادہ شفقت کرنے والا کوئی ہو نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی شفقت سب سے بڑی ہے

دنیا کے اندر ماں سے بڑھ کر محبت کسی کی نہیں ہوتی، ماں کی محبت کی دنیا کی زندگی میں ایک مثال دی جاتی ہے، ماں کی محبت اور اس کی شفقت کو پیار سے تعبیر کیا جاتا ہے، مگر ماں بھی کبھی بچے کو ڈانٹ دیتی ہے، اس کو جھڑک دیتی ہے، اس کے حق میں بددعا کردیتی ہے، دیکھئے جب بچہ اس کو رات میں پریشان کرے، رات میں بار بار اٹھائے، تو ماں بچہ کو برا کہہ دیتی ہے، محبت تو ہے، رحم تو اس کے اندر ہے؛ لیکن اس کی بشریت اس کی انسانیت، اس کا انسان ہونا، یہ چیز اس پر غالب آجاتی ہے، اور وہ اس وقت بچے کی طرف سے تکلیف کو دیکھ کر برداشت نہیں کرپاتی، اور ایسا کوئی کلمہ کہہ دیتی ہے جو بچے کے حق میں اچھا نہیں ہوتا، بلکہ ماں ہونے کے اعتبار سے خود اس کی زبان سے بھی اچھا نہیں ہوتا، لیکن وہ کہہ دیتی ہے، وہ کیوں کہتی ہے، اس لیے کہ وہ بشر ہے، اور دنیا میں اس کی مثال پیش کی جاتی ہے کہ ماں سے بڑا رحیم کوئی ہو نہیں سکتا، اس میں کوئی شک نہیں، مگر اللہ تعالیٰ اس ماں سے بھی زیادہ شفیق ہے، اس ماں سے زیادہ بھی رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

آپ اللہ کے دربار میں سمندر کے جھاگ کے برابر گناہ لے کر حاضر ہوں، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کریں، تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرلیتا ہے "ان اللّٰہ یحب التوابین" (۱) اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں، ان کو محبوب رکھتے ہیں، اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ خود فرمارہا ہے "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَةً نَّصُوْحاً" (۲) اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۲۲ (۲) سورہ تحریم آیت ۸

توبہ کرو، یہ خطاب عام انسانوں کو نہیں، یہ خطاب غیر مسلموں کو نہیں، یہ خطاب کافروں کو نہیں، بلکہ یہ خطاب مسلمانوں کو ہے، ایمان والوں کو ہے، جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، اللہ کی کتابوں پر ایمان لائے، اللہ کے رسولوں پر ایمان لائے، اللہ کے فرشتوں پر ایمان لائے، اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے، ان کے لیے یہ خطاب ہے، کہ اے ایمان والو! تم اپنے پروردگار کے سامنے سچے دل سے توبہ کرو، اگر تمہارے گناہ زمین وآسمان کے برابر ہیں، تو اللہ تعالی کیا کرے گا "عسی ربکم أن یکفرعنکم سیئآتکم" تمہارے جتنے بھی گناہ ہیں، چاہے وہ زمین وآسمان کے برابر ہیں، سمندر کے برابر ہیں، اللہ تعالی ان کو معاف کردیتا ہے، اگر ہم توبہ کریں، تو اللہ تعالی ہمارے ان گناہوں کو معاف کردے گا، جو ہم سے سرزد ہوئے ہیں۔

جنت میں ہر چیز خواہش کے مطابق ملے گی

اور معاف کرنے کے بعد "ویدخلکم جنت تجری من تحتها الانهار" ایسی جنتوں کے اندر داخل فرمائے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جن جنتوں اور جن باغوں کی ہر مسلمان کو تمنا ہے، کسی بھی ادنی سے ادنی انسان کو لیجیے، آپ اس سے پوچھئے کہ آپ کی جو خواہش ہو، اس کا اظہار کیجیے، وہ یہی کہے گا کہ اللہ مجھے جنت دیدے، حالانکہ اس کو معلوم نہیں کہ جنت کیا ہے، لیکن اس نے تقریروں میں سن رکھا ہے، اپنے بزرگوں سے سن رکھا ہے، بڑوں سے سن رکھا ہے، اپنی اماں سے، اپنے ابا سے سن رکھا ہے کہ اللہ کی طرف سے جنت ملے گی، جو آرام کی جگہ ہے، جنت وہ جگہ ہے جس کے اندر کوئی تکلیف نہیں ہے، جنت وہ جگہ ہے جس کے اندر کوئی احساس نہیں، احساس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے اندر کتنی ہی بڑی نعمت مل جائے، اگر ہم سامنے والے کو دیکھیں گے، تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ کاش مجھے بھی مل جاتی، جنت کا مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی آپ کو انعامات ملیں گے، جس درجہ کا بھی انعام ملے گا، جس درجہ کی بھی جنت ملے گی، دوسرے کو دیکھ کر یہ احساس نہیں ہوگا، کہ کاش ایسی میرے پاس بھی ہوتی، وہاں پر احساس نہیں ہوتا، اللہ تعالی دنیا کے اندر کسی کی خواہش کے مطابق کوئی چیز سو فیصد

پوری نہیں کرتا، چاہے وہ پوری دنیا کا بادشاہ ہو، چاہے وہ پانچوں براعظموں کا حکمراں ہو، پوری دنیا پر اس کی حکومت چلتی ہو، مگر یہاں اس کو اس کی مرضی کے مطابق کھانا نہیں مل سکتا، یہاں اس کی مرضی کے مطابق بیویاں نہیں مل سکتی، یہاں اس کی مرضی کے مطابق محل اور مکانات نہیں مل سکتے، یہاں اس کی خواہش اور مرضی کے مطابق دوست واحباب، ہم نشین اور جانشین نہیں مل سکتے، کسی نہ کسی میں کچھ نہ کچھ کمی ضرور ہوگی، اور کمی کا اس کو احساس ہوگا، جنت ایک ایسی جگہ ہے، جہاں پر مرضی کے مطابق، خواہش کے مطابق ہر چیز مہیا ہوگی، جیسے انسان ارادہ کرے گا، ویسے ہی اس کو مل جائے گی، اور دوسرے کو دیکھ کر احساس نہیں ہوگا۔

توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں

اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے، قدم قدم پر گناہ ہوتے ہیں، جب گناہ کر کے اللہ تعالی کے دربار میں وہ حاضر ہوتا ہے اور اللہ سے توبہ کرتا ہے، توبہ کا مطلب یہ نہیں کہ اے اللہ گناہوں کو معاف کردے، اے اللہ میری توبہ! جیسے ہم لوگ بچوں سے کروادیتے ہیں، توبہ کرو، اب تو نہیں کروگے، اس کا مطلب نہ اس کو معلوم، نہ اس کو احساس کہ کیا کہہ رہا ہوں۔

علماء نے فرمایا ہے کہ ہر گناہ سے توبہ ضروری ہے، اگر گناہ اللہ اور بندے کے درمیان ہے اور اس کا تعلق کسی آدمی سے نہیں ہے، تو اس کے لیے تین شرطیں ہیں: پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی اس گناہ کو چھوڑ دے، دوسری شرط یہ ہے کہ اپنے گناہ پر شرمندہ ہو، تیسری شرط یہ ہے کہ اس گناہ کے دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو، اگر ان تینوں شرطوں میں سے کوئی بھی ایک مفقود ہوجائے تو توبہ صحیح نہیں ہوگی، اور اگر اس گناہ کا تعلق کسی آدمی کے ساتھ ہے، پھر مزید ایک شرط اور ہے، وہ یہ کہ اس آدمی کا حق ادا کرے، یعنی اس کا مال یا اس کی کوئی چیز ہو تو اس کو واپس کرے یا اس کو کسی طرح کی کوئی تکلیف پہنچائی ہو تو اس سے معافی مانگے، توبہ صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں ہے، بلکہ آئندہ نہ کرنے کا عہد ہو، اور اللہ کے سامنے آہ وزاری کے ساتھ، گریہ وزاری کے ساتھ، گڑگڑا کر عاجزی اور انکساری کے ساتھ، سچے دل سے توبہ کرے، تو اللہ تعالی توبہ قبول

کر کے سارے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں، ایسی توبہ کے متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "التائب من الذنب كمن لا ذنب له" (۱) توبہ کرنے والا گناہوں سے، خطاؤں سے، لغزشوں سے، جب وہ اللہ کے دربار میں توبہ کر لیتا ہے، تو وہ ایسا ہو جاتا ہے، جیسا کہ اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں، اللہ تعالیٰ اس کو فریش Fresh کر دیتا ہے، گناہوں سے اس طرح دھل دیتا ہے جس طرح دھوبی کپڑے کو دھل کر صاف کر دیتا ہے۔

ہر انسان سے گناہ سرزد ہوتا ہے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ" (۲) کہ ہر بنی آدم، ہر انسان اس دنیا کے اندر، کوئی بچا ہوا نہیں ہے جو گناہ نہ کرتا ہو، سب خطا کار اور گنہ گار ہیں؛ لیکن بہترین گنہ گار وہ ہے جو توبہ کرتا ہے، اس لیے خطا کار تو ہر آدمی ہے، رہا انبیاء کرام کا مسئلہ، انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں، ان سے گناہ نہیں ہوتے اور صحابہ کرام سے گناہ سرزد تو ہوتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا ہی کے اندر سرٹیفکیٹ (Certificate) جاری کر دیا ہے "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا، اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، باقی دنیا کا کتنا ہی بڑا ولی، کتنا بھی بڑا اللہ والا ہو گناہ اس سے ہوتا ہے، اور ہو سکتا ہے۔

نبی بھی اپنے نفس کی براءت نہیں کر سکتا

اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام فرما رہے ہیں "وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ" (۳) کہ بھائی میں اپنے نفس کی برأت کا اعلان نہیں کر سکتا، اپنے نفس کی کوئی گارنٹی نہیں لے سکتا، میں اپنے آپ کو خطاؤں سے پاک وصاف نہیں سمجھ سکتا، خطاء ہو سکتی ہے، اس لیے کہ نفس تو برائیوں کی طرف حکم کرتا ہے، ہاں میرا رب مجھے اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپ لے تو میں لغزش سے بچ سکتا ہوں،

(۱) ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۲۴۰ / کتاب الزہد (۲) ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۲۴۱ / کتاب الزہد (۳) سورہ یوسف آیت ۵۳

اس لیے کہ میرا رب بڑا رحیم ہے، بڑا بخشنے والا ہے اور مغفرت کرنے والا ہے، نبی اس بات کو کہہ رہا ہے، خود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت ایسی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی بات فرمائی، ہاں میرا بھی مغفرت کا معاملہ نہیں ہو سکتا، میں بھی نہیں بچ سکتا "الا ما رحم ربی" ہاں اللہ تعالیٰ خود مجھے اپنی رحمت کے اندر اور اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپ لے۔

توبہ کرنے سے انسان صاف ستھرا ہو جاتا ہے

دنیا کا کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ جس سے گناہ نہ ہوئے ہوں، کسی کی کوئی گارنٹی نہیں، نبی اپنی گارنٹی نہیں لے رہا ہے جو معصوم ہوتا ہے، گناہوں سے پاک ہوتا ہے، پھر ہما شما کون ہیں، اور کس کھیت کی مولی ہیں، جو اپنے آپ کو پاک صاف سمجھیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے توبہ و استغفار کا طریقہ بتلایا ہے کہ اے لوگوں رات دن توبہ کرتے رہو، پانچوں نمازوں کے بعد ہم توبہ کریں، اے اللہ ہم توبہ کرتے ہیں، کفر سے، شرک سے، بدعت سے اور ہر چھوٹے بڑے گناہ سے، جتنے بھی گناہ ہم نے کئے ہیں، اندھیرے میں، اجالے میں، قصداً کئے یا سہواً کئے، جان بوجھ کر کئے یا انجانے میں، پروردگار عالم ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرما، سوتے وقت بھی ہم توبہ کریں، اگر اس حالت میں ہماری موت آ جاتی ہے، تو ہم اللہ کے سامنے دھلے دھلائے جائیں گے، صاف جائیں گے، کلین (Clean) جائیں گے، صاف ستھرے جائیں گے، اس طرح جیسا کہ کبھی گناہ کیا ہی نہیں "كمن لا ذنب له" میرے دوستو! ہمیں اس کا اہتمام کرنا ہوگا کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں، اللہ سے ڈرتے رہیں، توبہ کرنے میں کوئی زیادہ دیر نہیں لگتی، ایک منٹ نہیں لگتا، پانچوں نمازوں کے بعد جب دعا کرتے ہیں، تو توبہ ضرور کر لیا کریں، اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے، بخشش کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں سچے دل سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قربانی کا پیغام مسلمانوں کے نام

یہ بیان ۲۷/نومبر ۲۰۰۹ء
مطابق ۹/ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ بروز جمعہ
عیدالاضحیٰ سے ایک روز قبل مرکز کی جامع
مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے نمازیوں
کے ایک مجمع کے سامنے ہوا۔

قربانی کا پیغام مسلمانوں کے نام

عیدالاضحیٰ ایک عظیم یادگار ہے

محترم دینی بھائیو! کل ہمارے لیے ایک ایسا مبارک دن آرہا ہے، جو اہل ایمان اور اہل اسلام اور اللہ کے ماننے والوں کے لیے ایک عظیم دن ہے، ایک عظیم تیوہار ہے، ایک عظیم یادگار ہے، جس میں اللہ تبارک وتعالی کے ایک خلیل نے اپنے لختِ جگر کی قربانی پیش کی تھی، ایسا لختِ جگر جو بڑی تمناؤں، بڑی آرزؤں، بڑی آہ وزاری، بڑی تڑپ کے ساتھ بڑھاپے کی عمر میں ملا تھا، پھر جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا، آنکھوں کا تارا بن گیا، بڑھاپے کا سہارا بن گیا، دل کی محبت، دل کی ٹھنڈک بننے لگا اور دل کو وہ بھانے لگا، اس کا چلنا، اس کا پھرنا، اس کا دوڑنا، اس کا اچھل کود کرنا، اس کا بھاگنا آنکھوں کے لیے ایک عجیب سرور پیدا کرنے لگا، اسی وقت اس ہونہار کی قربانی کا حکم ہوا۔

اکلوتے بیٹے کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے

عام طور سے یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جس کے یہاں ایک ہی بچہ ہوتا ہے یا پہلا بچہ ہوتا ہے، تو اس کی دیکھ ریکھ پر کچھ زیادہ توجہ دی جاتی ہے، یہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ اولاد ہر انسان کو پیاری ہوتی ہی ہے، مگر جو اولاد تمناؤں اور آرزؤں سے ملتی ہے، اس کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے، اس کی ہر ایک ادا لبھاتی ہے، ہر ایک ادا پسند آتی ہے، اور اس کی ایک ایک ادا اس کا ایک ایک لفظ، اس کے چلنے پھرنے کا ہر ایک منظر کس قدر پیارا ہوگا، یہ وہی جانتے ہیں جو لختِ جگر

رکھتے ہیں، جو اولاد رکھتے ہیں، جو اپنے پیارے بچے رکھتے ہیں، اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالی نے ایک ایسا بچہ عطا کیا، جو بچہ آنکھوں کی ٹھنڈک تھا، پھر اللہ نے کہا کہ اس کو ہمارے راستے میں قربان کر دو، حکم سنتے ہی فوراً تعمیل میں کھڑے ہو گئے، اور اپنے بیٹے سے کہنے لگے "یٰبُنَیَّ اِنِّیۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۤ اَذۡبَحُكَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی" بیٹے سے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو قربان کر رہا ہوں، وہ تو نبی زادہ تھا، اللہ کے خلیل کا بیٹا تھا، اس نے بھی نہ تو کوئی انکار کیا، اور نہ کوئی دعوی، اور نہ کوئی ایسا لفظ کہا کہ جس سے کبر یا بڑائی کا اظہار ہو یا جس کے اندر کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو جو کسی صاحب فخر یا غرور کرنے والے کے اندر پائی جاتی ہے، بڑی عاجزی سے کہا کہ "یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ" (۱) اے ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے، آپ اسے کر گزریئے، اپنے رب کے حکم کی تعمیل کیجئے، اور آپ مجھے انشاء اللہ صابرین میں سے پائیں گے، صبر کرنے والا پائیں گے۔

بیٹے کی قربانی کا نظارہ

الغرض ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بیٹے کو لے کر مقام منی کی طرف روانہ ہوئے، اور اس حکم کی تعمیل کرنے کے لیے دونوں باپ بیٹے آمادہ ہو گئے، دونوں کی قربانی کا جذبہ اللہ کے سامنے ہے "فلما اسلما وتله للجبین" (۲) باپ بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار، اور بیٹا جو چھوٹا سا ہے، جو معصوم سی شکل کا ہے، جو بہت پیارا سا ہے، قربان کرنے کے لیے زمین پر لٹا دیا، اور حضرت ابراہیم چھری پھیرنے لگے، تو عرش تھرانے لگا، ہواؤں نے چلنا بند کر دیا، زمین سہم گئی، آسمان خاموش ہو گیا، گویا کہ چشم فلک نے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔

زمین سہمی پڑی تھی آسماں ساکن تھا بے چارہ
نہ اس سے بیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ

(۱) سورۂ صافات آیت ۱۰۲ (۲) سورۂ صافات آیت ۱۰۳

اس سے پہلے کبھی کسی نے اپنے لخت جگر کو اس طرح قربان نہیں کیا تھا، کائنات ہل رہی تھی، ایک عجیب سا منظر تھا کہ باپ چھری چلا رہا ہے اپنے پیارے بیٹے کی گردن پر، زور لگا رہا ہے، اور اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ اے چھری! اے کاٹنے والی اگر تو نے ہمارے پیارے کی ایک رگ بھی کاٹ دی، ذرا سی بھی خراش آ گئی تو جہنم کا پورا عذاب تجھ پر ڈال دوں گا، اللہ نے ہر چیز کے اندر تاثیر رکھی ہے، اور وہ اپنا اثر دکھاتی ہے، اللہ نے دوا میں تاثیر رکھی ہے، زہر کے اندر تاثیر رکھی ہے، آگ کے اندر تاثیر رکھی ہے، غرضیکہ ہر چیز اپنا اثر دکھاتی ہے، یہاں پر چھری کی تاثیر کاٹنے کی تھی، مگر اللہ نے حکم کر دیا کہ اگر اسماعیل کا ایک بال بھی کٹ گیا تو یاد رکھنا جہنم کی سزا بھگتنی پڑے گی، دنیا کی کوئی چیز خدا کے حکم کے بغیر کام نہیں کر سکتی حتی کہ درخت کا ایک پتہ بھی اس کے حکم کے بغیر ہل نہیں سکتا، جب تک اللہ تعالی کا حکم نہ ملے، وہ اپنے خدا سے حکم کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی، اسی طریقے سے تمام مخلوقات اللہ کے تابع ہیں، وہ چھری بھی اللہ کے حکم کے تابع تھی، اس نے بھی اللہ کے حکم کو سنا اور اللہ کے پیارے نبی کے پیارے بیٹے کی گردن پر چل رہی تھی مگر کچھ اثر نہیں کر رہی تھی۔

قربانی میں کامیاب

اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کی قربانی کا منظر دیکھ کر فرمایا" ونادیناه أن یا ابراهیم قد صدقت الرؤیا" اے ابراہیم تم نے اپنے خواب کو پورا کر ڈالا تم نے ہمارے حکم کو پورا کر دکھایا، تم نے ہمارے سامنے اپنی بیش بہا چیز پیش کر دی، اپنے جگر گوشے کو پیش کر دیا" إنا کذلك نجزی المحسنین" اور ہم محسنین کو ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں، چلو تمہاری قربانی قبول ہو گئی، اب تم ایک دنبہ قربان کرو "وَفَدَیۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ" (۱) اور ان کے فدیے میں ہم نے ایک ذبیحہ بھیجا، روایت میں آتا ہے کہ ان کی جگہ اللہ تعالی نے جنت سے ایک جانور بھیجا، ایک دنبہ بھیجا اور وہ ان کی جگہ پر قربان کیا گیا۔

(۱) سورۂ صافات آیت ۱۰۷

اللہ تعالیٰ کے یہاں تقویٰ پہنچتا ہے

اللہ نے دیکھا کہ میرا خلیل امتحان میں کامیاب ہوگیا، اس کو تو گوشت کی ضرورت نہ تھی، نہ گردن کے کانٹے کی ضرورت تھی، نہ اس کی جان کی ضرورت تھی، اس کو تو اس کے جذبہ دروں کی ضرورت تھی، اس کے اندر کیا جذبہ ہے، یہ میرے راستے میں کیا قربانی دے سکتا ہے، اللہ کو تو اپنے خلیل کی آزمائش مطلوب تھی، چنانچہ وہ ہوگئی "قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا، اِنَّا کَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ" (۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی قربانی قبول کی اور ان کو آزمائش میں پورا پایا، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے خلیل کی یہ قربانی جو انہوں نے دی، آج سے کئی ہزار سال پہلے پیش کی تھی اسلام کا شعار بن گئی، چودہ سو سال سے اسی طرح مسلسل چلی آرہی ہے، اللہ کے جو جتنا قریب ہوتا ہے اس کی آزمائش بھی اتنی ہی سخت ہوتی ہے، اور جو جتنا نافرمان ہوتا ہے، اس کو مہلت بھی اور سہولت بھی اور وقت بھی زیادہ ملتا ہے "فَمَهِّلِ الْكَافِرِیْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَیْدًا" (۲) اللہ نے قرآن میں اپنے نافرمان بندوں، کافروں کے سلسلہ میں کہا ہے، تو جو جتنا عزیز ہوتا ہے، اس کی آزمائش بھی اتنی کڑی ہی ہوتی ہے۔

قربانی کیا چیز ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کے اس کارنامے کو اس قدر پسند کیا کہ اسے ہمیشہ کے لیے زندہ و جاوید بنادیا، قیامت تک کے لیے سنت بنادیا، صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال فرمایا "ماهي الأضاحي يارسول الله" قربانی کیا ہے؟ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی بلیغ اور کیا ہی بہترین جواب دیا "سنة ابيكم ابراهيم" وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ اللہ کے برگزیدہ بندے کی سنت ہے، اللہ کے اولوالعزم پیغمبر کی سنت ہے، مگر اس کے اندر ایسی چیز کی نسبت کی، جس

(۱) سورۂ صافات آیت ۱۰۵ (۲) سورۂ طارق آیت ۱۷

سے آدمی چونک جائے، اور پدری جذبہ جوش مارے کہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے، چونکہ عرب کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں، جس جگہ اللہ کے نبی اس پیغام کو دے رہے ہیں، وہ حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہیں، باپ دادوں کی بات ماننے میں اور اس پر عمل کرنے میں ہر انسان ذرا جذباتی ہوتا ہے، اسی لیے نافرمانی کرنیوالوں اور غلط راہ پر چلنے والوں نے اپنے باپ دادوں کی بات کورکھتے ہوئے کہا کہ "بَلْ قَالُوْآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآئَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ" (۱) کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا، تو ہم ان کے نقش قدم پر ٹھیک ہیں، اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب میں ابویت کا حوالہ دے کر فرمایا کہ یہ تمہارے باپ کی سنت ہے، تا کہ لوگ اس پر عمل کرنے میں کوئی بار نہ سمجھیں۔

قربانی کا کیا فائدہ

صحابہ کرام نے پوچھا اس میں ہم کو کیا ملے گا "فمالنافيها يارسول الله؟"، فرمایا "لكل شعرة حسنة" (۲) یہ جو قربانی کروگے، اس کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی تم کو ملے گی، اللہ ایک یا دس نیکیوں کا پابند نہیں ہے، وہ کتنا نوازدے، یہ تو اس کی نوازش اور کرم ہے؛ لیکن انسان کی سمجھ میں نہیں آتا چونکہ وہ تو طے کرنے کا عادی ہے، وہ کہیں کام کرے گا، تو پہلے پوچھے گا کہ بھائی تنخواہ کتنی دوگے، ایک دن کی مزدوی طے کرو، بھائی ایک سو بیس لینی ہے، مارکیٹ میں جو چل رہی ہے وہی ملے گی، نہیں بھائی پہلے بتلاؤ؟ رکشے پر بیٹھتے ہیں تو طے کرتے ہیں کہ نہیں، دیدینا جو چل رہی ہے، نہیں پہلے بتلاؤ، کتنے لے گا، دس روپیہ؟ یہاں سے وہاں تک جاؤنگا، تو یہ انسان کی طبیعت ہے طے کرنے کی، اس لیے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا، ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی، ورنہ اللہ محتاج نہیں، اللہ کے خزانے کے اندر کوئی کمی نہیں ہے، وہ تو بہت بڑا ہے، اس کے اندر کوئی حد بندی نہیں ہے، اللہ

(۱) سورۂ زخرف آیت ۲۲ (۲) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۱۱۸/کتاب الاضاحی

کا خزانہ بڑا وسیع ہے، وہ ہر وقت دینے کو تیار ہے، کوئی لینے والا تو ہو، اس طریقے سے اللہ کے خلیل نے کل کے دن قربانی پیش کی تھی، اس لیے ہمیں بھی کل کے دن قربانی کرنی ہے، اللہ نے تو اپنے خلیل سے اپنے پیارے لخت جگر کی جان طلب کی تھی مگر ہم سے صرف ایک جانور بھی نہیں بلکہ جانور کا ایک حصہ طلب کیا ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک جانور قربان کردو۔

جو چیز محبوب ہو اس کو اللہ کے راستے میں قربان کرو

قربانی کے دن ہم میں سے بعض لوگ اپنے اوپر سے ایک بوجھ اتارتے ہیں کہ بھائی قربانی کردو جانور کیسا بھی ہو، دبلا پتلا جانور بھی اللہ کے راستے میں قربان کردیتے ہیں، اور پوچھتے ہیں کہ جی ہمارا جانور ایسا ہے، چل جائے گا یا نہیں؟ حالانکہ اللہ تعالی کہہ رہا ہے کہ تم اپنی محبوب چیز کو اللہ کے راستے میں قربان کرو، اللہ قرآن میں کہتا ہے ”لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ“ (۱) کہ تم اللہ سے ہرگز ہرگز نیکی حاصل نہیں کرسکتے جب تک تم اللہ کے راستے میں ایسی چیز نہ خرچ کرو جو تمہاری محبوب ہو۔

قربانی اچھے جانور کی کرنی چاہیے

اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لخت جگر کی قربانی طلب کی، تو انہوں نے بیٹے کی قربانی پیش کردی، مگر ہم ہیں کہ اللہ تعالی ہم سے قربانی مانگتا ہے تو ہم اللہ کے راستے میں کنڈم (بیکار) جانور پیش کریں، دبلا جانور پیش کریں، یہ کہاں کا انصاف ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”سَمِّنُوْا ضَحَایَاکُمْ فَاِنَّهَا عَلَى الصِّرَاطِ مَطَایَاکُمْ“ (۲) اپنی قربانی کو خوب موٹا کرو، اس کے لیے یہ کل پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی، لہذا قربانی کے جانور کو خوب کھلاؤ پلاؤ، اچھے جانور کی قربانی کرنی چاہیے، بہترین جانور اور موٹا جانور، طاقت والا اور اچھے گوشت والا، اچھی چمڑی والا، اچھے جسم والا جانور پیش کریں، کنڈم جانور نہ پیش

(۱) سورۂ آل عمران ۹۲ (۲) بخاری و مسلم

کریں، ورنہ اللہ کو کنڈم کی ضرورت نہیں، نہ موٹے کی ضرورت ہے، اللہ تعالی تو تمہارے دل کو اور اندر کے جذبہ کو دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم کس دل سے پیش کررہے ہو۔

اپنے دوستوں کو اچھی چیز دینا چاہتے ہو

جب ہماری منگنی یا شادی یا اس طرح کا کوئی معاملہ ہوتا ہے، تو بہترین قسم کا سوٹ لایا جاتا ہے، جو پوری مارکیٹ میں سب سے اچھا ہوتا ہے، اس کا بہترین سیٹ بنایا جاتا ہے، کیوں؟ تاکہ رشتہ دار خوش ہوجائیں اور اسی طریقہ سے سب کو تصور کرلیجئے کہ ہم دنیا میں اہل تعلق کو کوئی چیز پیش کریں گے، تو کیسی کریں گے، بھائی ایک ہی مرتبہ تو دے رہے ہیں، ذرا عمدہ قسم کی چیز پیش کریں یہاں پر عمدہ اور اچھی چیز پیش کی جاتی ہے، اور اللہ کے راستے میں یونہی کام چل جائے گا؟۔

جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے
تو وہ ہماری عیدگاہ نہ آئے

اللہ کے لیے بھی تو عمدہ چیز کی ضرورت ہے، تو میرے دوستو اور میرے دینی بھائیو! ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اللہ کے راستہ میں عمدہ ترین جانور پیش کریں، یہ نہ سوچیں کہ یہ دس ہزار کا ہے، ارے بہت مہنگا ہے، پانچ والا مل جاتا، پندرہ کا نہیں ہے، دس کا مل جاتا، بیس کا نہیں، حالانکہ پیسے کی کمی نہیں، اللہ نے بہت دولت دی ہے، جن کو اللہ نے مستحق بنایا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”من کان لہ سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا“ (۱) اللہ تبارک وتعالی نے جس شخص کو وسعت دی تھی قربانی کی، اللہ نے اس کو استطاعت دی تھی قربانی کی، مگر اس نے قربانی نہیں کی، تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے، وہ ہماری عیدگاہ میں آکر نماز نہ پڑھے، کیونکہ یہ شخص انعام کا مستحق نہیں، اس لیے وہ دور ہی رہے، اللہ نے اس کو استطاعت دی تھی؛ لیکن ہمارے راستے میں ایک جانور بھی

(۱) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۱۱۴/ کتاب الاضاحی

قربان نہ کرسکا۔

قربانی مستقل ایک فریضہ ہے

بعض نام نہاد، روشن خیال کہا کرتے ہیں کہ بھائی قربانی کی کیا ضرورت؟ ہمارے محلے میں بیوائیں، یتیم، غریب، فقیر رہتے ہیں، یہ رقم ان کو دیدیں گے، یہ پیسے قربانی میں پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ ان کی بھول ہے، یہ خیال غلط ہے، لوگ کہتے ہیں غریبوں کو دیدیں گے محتاجوں کو دیدیں گے، ٹھیک ہے ان کو دینا چاہئے، یہ مستقل عبادت ہے، مستقل اللہ کا حکم ہے، لیکن یہاں قربانی کا مطالبہ یہ مستقل عبادت ہے، مستقل اللہ کا حکم ہے، قربانی کرنا یہ الگ چیز ہے، یہ اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، تمہارے باپ کی الگ سنت ہے، اور اسلام کا مستقل مطالبہ ہے، اسی سنت کو زندہ کرنے کے لیے ہمارے پاس کل کا دن آرہا ہے، جس کے بدلے ہمیں اپنے پروردگار سے بہترین بدلہ ملے گا۔

ہمارے لیے کتنی سہولت ہے

اللہ تعالی نے ہمارے لیے کتنی سہولت رکھی ہے، پھر بھی ہم قربانی نہیں کرسکتے، اگر اللہ تعالی ہم سے بیٹے کی قربانی مانگتا، تو کیا ہوتا، اللہ تعالی نے ہم سے بیٹے کی قربانی نہیں مانگی، ہمارے سے کچھ اور چیز نہیں مانگی، بس یہ کہا کہ چلو تم کوئی بڑی چیز پیش نہیں کرسکتے، تم اپنا بیٹا پیش نہیں کرسکتے، اپنی جان پیش نہیں کرسکتے؛ لیکن میرے نبی کے ماننے والو! کم سے کم جانور تو پیش کرسکتے ہو، کیا اس میں بھی ڈنڈی مارو گے، نہیں اس میں تو پیش کرو، اچھے سے اچھا پیش کرو، اور اس کا بدلہ بھی تمہیں ملے گا، تمہارا رب تم سے خوش ہوجائے گا، اور اس قربانی کا گوشت بھی تم ہی کو ملے گا، کیا کوئی ایسا بھی کرسکتا ہے کہ چیز مانگ کر اس کو واپس کردے، مگر اللہ کی شان کریمی پر قربان جایئے کہ اس کا گوشت بھی تمہارے پاس، اس کی رانیں بھی تمہارے پاس،

اس کی ہڈی بھی تمہارے پاس، اس کی کھال بھی تمہارے پاس، سب کچھ تمہارے پاس چھوڑ دیا، اللہ کے نام پر قربانی اور سب کچھ تم کو کھانے کو مل رہا ہے، کیا کوئی ایسا بھی کرسکتا ہے کہ کوئی چیز لے کر اس کو تمہیں کو دیدے، دیکھئے اللہ کتنا رحیم، کتنا پیار کرنے والا، کتنا مہربان کہ تم سے قربانی کرا رہا ہے، اور تم ہی کو اجازت دے رہا ہے، کہ تم کھالو، اگرچہ تین حصے کرنے چاہئے؛ لیکن اگر پورا بھی خود ہی رکھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں، اللہ تبارک وتعالی ہم کو قربانی کے پیغام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور صحیح معیار پر اتر کر اچھے انداز سے اچھی قربانی پیش کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

زندگی انساں کی ہے مانند مرغ خوش نوا

یہ بیان ۹ر دسمبر ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

زندگی انساں کی ہے مانند مرغ خوش نوا

انسان کی طبیعت آرام طلبی کی خوگر ہے

میرے دوستو! اس دنیا میں آدمی مشغول رہتا ہے، اللہ تعالی نے انسان کے ساتھ ایسی چیزیں لگا دی ہیں کہ وہ ہر وقت مشغول رہتا ہے؛ لیکن اگر وہ ہمت کر کے وقت نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہے، یہ ہر انسان کے ساتھ ہے؛ لیکن اگر انسان کو دین کی بات بتانے اور سمجھانے کے لیے وقت نکالنے کے لیے کہا جائے، تو بہت کم آتے ہیں، اور عدم فرصت کا بہانا بناتے ہیں، اور اگر کہیں جھگڑا ہو جاوے، کہیں لڑائی ہو جاوے، تو کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں، دس آدمی خود بخود اکٹھے ہو جاتے ہیں، نہ کسی اعلان کی ضرورت ہے نہ کسی کو بلانے کی ضرورت ہے، نہ کسی تقریر کی، ایسے ہی کہیں تماشہ ہو رہا ہو تو بھی کسی بڑے اعلان اور کسی بڑے پروپیگنڈے کی ضرورت نہیں ہے، لوگ حاضر ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ انسان کی طبیعت آرام طلبی اور عیش وعشرت کی خوگر ہے، انسان کی طبیعت ایسی چیز کی طرف جلدی راغب ہوتی ہے، جس میں اس کو ظاہری طور پر لطف اور مزہ آتا ہو، لیکن جس کام میں اس کو ذرا سی مشقت ہو، اور جس کام میں اس کو ذرا سی تکلیف ہو، سردی برداشت کرنا پڑے، یا گرمی برداشت کرنا پڑے، یا برسات کا پانی برداشت کرنا پڑے، موسم کی نزاکت، یا موسم کا جو تغیر وتبدل ہے، اس کو برداشت کرنے کی ہمت کم ہی لوگ کر پاتے ہیں۔

اپنے کام کے لیے آدمی رات دن برابر کر دیتا ہے

اگر ہم کو کھیت میں جانا ہے، تو کھیت میں بلا سوچے سمجھیں چلے جائیں گے؛ کیونکہ یہ اپنا کام ہے، مگر اللہ کی طرف کوئی بلائے، دین کی بات سمجھانے کے لیے، تو دس منٹ سوچنے میں لگ جاتے ہیں، اور اپنے کام کے لیے فوراً تیار ہو جاتے ہیں، اس کے لیے نہ سردی کا خوف، نہ گرمی کا خوف، نہ بارش وغیرہ کا خوف، کھیت میں کام کرنے والے کو موسم کی پرواہ کئے بغیر کھیت میں ہل جوتنا ہے، ٹریکٹر چلانا ہے، کھیت میں اس کو کیاریاں بنانی ہے، موسم کوئی بھی ہو، اور جس کو دوکان پہ جانا ہے اس کو تو جانا ہے، راستہ میں چاہے کیچڑ بھی ہو، راستہ میں چاہے خرابی بھی ہو، وہ تو دوکان پہ پہنچے گا، اسی طریقہ سے ملازمت کرنے والا، نوکری کرنے والا، یا دنیا کا کوئی کام کرنے والا جس سے اپنی زندگی کی ظاہری ضرورتیں پوری ہوتی ہوں، اگر اس میں کچھ بھی رکاوٹ آتی ہو تو وہ کوشش کرتا ہے کہ اس رکاوٹ سے بچتے ہوئے نکل جائے، معلوم ہوا کہ راستہ میں کہیں جام ہو رہا ہے، تو وہ سوچ لے گا چلو دوسرے راستہ سے نکل جائے، لیکن پہنچے گا ضرور اپنی منزل پر، کیوں؟ اس کا ظاہری نفع اس کے سامنے ہے۔

یہ دنیا لہو ولعب ہے

ہم لوگ دنیا کے کام میں کتنے سرگرداں ہیں، حالانکہ معلوم ہے کہ یہ دنیا چند روزہ ہے، پھر بھی ہم اس کے پیچھے اس طرح بھاگتے ہیں جیسا کہ ہمیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم میں اس دنیا کو اور اس دنیا کے نظام کو فرمایا "وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ" (۱) کہ یہ دنیا کی جو زندگی ہے، یہ لہو ولعب ہے، یہ دنیا، یہ دنیا کا نظام، یہ دنیا کی چلت پھرت، یہ دنیا کی چمک دمک، یہ دنیا کا پورا جھمیلا، یہ سب کیا ہے، لہو ولعب، کھیل کود ہے، تماشہ ہے، مشغول کرنے کا ذریعہ ہے، اس لیے کہ لہو کہتے ہیں جو مشغول کردے، جو آدمی کو لبھائے اور

(۱) سورۂ عنکبوت آیت ۶۴

اپنی طرف راغب کرلے، اپنی طرف کھینچ لے، اس کو لہو کہتے ہیں، چنانچہ اس دنیا کی چمک، اس دنیا کی زیب وزینت، اس دنیا کی ضرورت انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، مشغول کر لیتی ہے، نماز کا وقت ہو رہا ہے، مگر وہ اپنی طرف مشغول رکھتی ہے، دو گاہک کھڑے ہیں ان کو نمٹا دیں، ایک رہ گیا ہے اس کو نمٹا دیں، تھوڑی سی دور ہے، جلدی سے مسجد میں چلا جاؤں گا، نماز پڑھ لوں گا، یا کوئی بھی دین کا کام کرلوں گا، یہ تھوڑا سا رہ گیا ہے، پانچ منٹ اور رہ گئے ہیں، ابھی تو وقت ہے، گھڑی دیکھ لو، تو یہ دنیا اس کو اپنی طرف مشغول رکھتی ہے، اور لعب، لعب کہتے ہیں جو عبث ہو، بیکار ہو، اس کا کوئی نتیجہ اور کوئی ثمرہ مرتب ہونے والا نہیں، دنیا کے جو کام ہیں، وہ ایسے ہیں جن کا کوئی ثمرہ اور کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہونے والا، اس لیے یہ سب لعب میں شامل ہوتے ہیں۔

یہ دنیا انسان کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے

اللہ تعالی نے قرآن کے اندر دنیا کو اس انداز میں ذکر کر کیا کہ بھائی یہ دنیا تو کھیل کود ہے، یہ دنیا تو اپنی طرف لبھاتی ہے، اور اپنی طرف للچائی ہوئی نگاہوں سے بندوں کو دکھواتی ہے، پھر وہ للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور پھر وہ اس دنیا کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، اور یہ بے کار ہے، کتنی محنت وہ کرتا ہے، ساٹھ سال تک، ستر سال تک، پھر جو مکان بنایا اور جو کھیت اس نے کمایا، دس بیگھے زمین تھی، محنت کر کر کے بیس بیگھے کی، پھر تیس کی، پھر چالیس کی، پھر پچاس کی، ایک دوکان سے دو دو دوکان بنائی، تین دوکان بنائی، ایک ٹریکٹر سے دو ٹریکٹر لیے، ایک بوگی سے دو بوگی لی، جتنے بھی زندگی کے کام بڑھائے، آخر کار ستر سال کی عمر میں سب کو یہیں چھوڑ کر چلا گیا، بچے ہوئے، پوتے ہوئے، نواسے ہوئے، وہ سب چھوڑ کر چلا گیا، جانے والا چلا گیا، جس نے پوری محنت سے، پوری محبت سے یہ سب کمایا تھا وہ سب چھوڑ کر چلا گیا:

سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ

اور جانے کے بعد پیچھے والے کیا کہہ رہے ہیں، کہ ہمارا باپ ہمارے لیے کیا چھوڑ گیا، اس

کے لیے مکان بھی چھوڑ گیا، اس کے لیے دوکان بھی چھوڑ گیا، اور اس کے لیے زمین بھی چھوڑ گیا، تیس چالیس بیگھے؛ لیکن وہ کیا کہہ رہا ہے کہ ہمارے ابا نے ہمارے لیے کیا چھوڑا؟ کار تو چھوڑ کر نہیں گیا، اسکوٹر تو چھوڑ کر نہیں گیا، کیا خاک چھوڑ کر گیا، سب پر پانی پھیر دیتا ہے۔

دنیا میں کتنا بھی مال چھوڑ کر مرے پھر بھی کم ہے

”اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا“(۱) مال اور اولاد دنیا کی زینت ہیں ”انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الأموال والاولاد“(۲) یہ دنیا لہو ولعب اور زینت ہے، تم لوگوں کو آپس میں فخر ومباہات اور مال واولاد کی کثرت پر ابھارنے والی ہے، فخر اور غرور کے معنی یہ ہیں کہ میرے دو بیٹے، میری دو بیٹیاں، میرے چار بیٹے، میری چار بیٹیاں، میرے دس نواسے، دس نواسیاں، میرے دس پوتے، پندرہ پوتیاں، یہ غرور ہے، گھمنڈ ہے، تکبر ہے، اونچی اونچی باتیں کرنا ہے، جن میں انسان مشغول ہے، اسی میں پورا وقت لگاتا ہے، حالانکہ جب جاتا ہے تو خالی ہاتھ جاتا ہے ”وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور“ اور یہ دنیاوی زندگی سوائے تھوڑی دیر کے برتنے کے اور کچھ نہیں، دھوکہ ہے، اس لیے جب یہاں سے جاتا ہے تو سب کچھ چھوڑ کر چلا جاتا ہے، جن کے لیے چھوڑ کر جاتا ہے، وہ کیا کہتے ہیں کہ ہمارے لیے تو کچھ چھوڑ کر نہیں گیا، کیوں؟ وہ دیکھتا ہے اپنے ساتھ والوں کو، وہ دیکھتا ہے اپنے پڑوس والوں کو، وہ دیکھتا ہے اپنے دوسرے دوستوں کو، دوسرے تعلق والوں کو، ان کے یہاں سب کچھ ہے، ہمارا باپ تو کچھ چھوڑ کر نہیں گیا، حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ اس کے باپ نے اس کے لیے کتنی محنتیں کیں، کتنی قربانیاں دیں، خود بھوکا رہا ہے، اس کے لیے مکان بنایا، خود فاقے کیے ہیں، اس کے لیے رہنے کا بندوبست کیا، خود روکھی سوکھی کھائی، مگر اس کے لیے دو کھوڑ زمین کے اکٹھا کیے، اور آج وہ کہتا ہے کہ ہمارا باپ ہمارے لیے کیا چھوڑ کر گیا، آپ لوگ اس دنیا کے اندر ہیں، اس دنیا کی حقیقت کو سمجھ لیں، یہ دنیا ایک

(۱) سورۂ کہف آیت ۴۶ (۲) سورۂ حدید آیت ۲۰

دن ختم ہونے والی ہے، اور اس کے اندر کوئی دوام نہیں۔

ابھی وقت ہے توبہ کرلو!

ہماری مشغولیات اس قدر ہیں کہ ہمیں توجہ نہیں ہے، ہمیں روزانہ صبح وشام، ہر ہفتہ، ہر مہینہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں آدمی کا انتقال ہوگیا، فلاں آدمی چلا گیا، ابھی وہ سوچتا تھا کہ میں یہ کروں گا وہ کروں گا، یا آدمی سوچتا ہے کہ ابھی تو میں بچہ ہوں، بڑا ہو جاؤں گا، تو نماز پڑھنے لگوں گا، بڑا ہو جاؤں گا تو اچھے کام کرنے لگونگا، ابھی یہ گناہ کرلوں، پھر اللہ سے توبہ کرلوں گا، توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، شیطان طرح طرح کے دھوکے اس کو دیتا رہتا ہے، کہ ابھی تو تیری عمر دس سال کی ہوئی، بیس سال کی ہوئی، بیس سال کی عمر میں نیک بن جاؤں گا، ابھی تو میری عمر بیس سال ہوئی ہے، جب چالیس پچاس سال کا ہوں گا، تو خوب اللہ کا ذکر کروں گا، مسجد ہی میں رہا کروں گا، ساٹھ کے بعد تو بالکل مسجد ہی کا ہو کر رہ جاؤں گا، ساری نمازیں پڑھا کروں گا، اب ساٹھ بھی ہوگئی، اب بس پینسٹھ یا ستر کے بعد تو پھر کسی چکر میں نہیں پڑوں گا، بس اللہ اللہ ہی کرتا رہا کروں گا، یہاں تک کہ وہ موت کے منہ اور قبر کے گڑھے میں چلا جائے گا، اس کو شیطان موقع ہی نہیں دے گا، پلان بناتا رہتا ہے، اور شیطان اس کو تھپکیاں دیتا ہے، اور ایسے انداز میں اس کو سلاتا ہے، کہ وہ سوتا رہتا ہے، سوتا کس اعتبار سے ہے، دنیاوی چیزوں سے تو نہیں سوتا ہے، دنیاوی چیزوں میں مشغول ہے، آخرت کے اعتبار سے سوجاتا ہے، اس دنیا میں جو بھی آیا ہے، ایک مرتبہ آیا ہے، دوسری مرتبہ کوئی نہیں آئے گا، یہ سب کو پتہ ہے کہ ہم ایک مرتبہ آئے ہیں، اچھے بن کر چلے جائیں، یا برے بن کر چلے جائیں، ساٹھ ستر سالہ زندگی ہے، زیادہ سے زیادہ سو سالہ زندگی ہوگی، یا اس سے زیادہ آخر ایک دن مرنا ہے، اور بس جس دن سانس بند ہوگیا، معاملہ ختم ہوجائے گا اس کے اعمال کا، اس کی نیکیوں کا، اس کی اچھائیوں کا، اس کی برائیوں کا، سب معاملات بند، اس کا رجسٹر بند کر دیا جائے گا۔

میرے کتے کی داڑھی آپ سے اچھی ہے

آدمی اگر اچھا ہے تو اچھا کہا جائے گا، اور برا ہے تو برا کہا جائے گا، لیکن یہ دنیا کا معیار ہے، اللہ کے یہاں معیار دوسرا ہے، لیکن پھر بھی اگر اچھا تھا، تو اچھا کہلایا جائے گا اور اگر برا تھا، وہ برا کہلائے گا؛ لیکن جو اللہ کے یہاں فیصلہ ہونے والا ہے، وہی اصل ہے، اصل تو اعتبار آخرت کا ہے، ایک بزرگ کو کسی نے مذاق میں کہا کہ آپ اچھے ہیں یا میرے کتے کی ڈاڑھی اچھی ہے، انہوں نے کہا بھائی ابھی تو میں بتلا نہیں سکتا کہ میں اچھا ہوں، یا تیرے کتے کی داڑھی، کچھ ٹائم لگے گا، جب میں مرجاؤں گا اور ایمان پر میرا خاتمہ ہوجائے گا تو پھر بتلاؤں گا، اگر ایمان پر خاتمہ ہوگیا تب تو میں اچھا ہوں آپ کے کتے سے، اور اگر ایمان پر خاتمہ نہیں ہوا تو آپ کا کتا مجھ سے اچھا ہے، لیکن ابھی کچھ نہیں بتلا سکتا، ان کا انتقال ہوجاتا ہے، انتقال کے بعد ان کا جنازہ جاتا ہے، اتفاق سے وہ آدمی جس نے ان کے ساتھ مذاق کی تھی، وہ بھی راستہ میں آرہا تھا، تو اللہ نے ان کو قوت گویائی عطا کی، اور انہوں نے ہاتھ اٹھایا کہ بھائی سن لے، میں تمہارے کتے سے اچھا ہوں، اس لیے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہوگیا، لہٰذا اب میں اچھا ہوں۔

اچھا برا تو مرنے کے بعد ہی معلوم ہوگا

اچھا برا تو مرنے کے بعد ہی ہوتا ہے، مرنے سے پہلے کوئی گارنٹی نہیں، اگر مرنے سے پہلے پوری زندگی خراب اعمال کیے، آخر میں اللہ نے توبہ کی توفیق دی، اور اس حالت میں اس کا انتقال ہوا، وہ اللہ کا محبوب بندہ بن گیا، اور پوری زندگی اچھے کام کیے اور آخر میں اللہ نے اس کو آزمائش میں ڈالا، تو اللہ کی نافرمانی پر اتر آیا، تو کفر کی حالت میں اس کی موت ہوگئی، اس سلسلہ میں ایک واقعہ ہے کہ دو بھائی تھے ان میں ایک نیک تھا اور ایک برا تھا، اچھے پیسے والے تھے، مالدار تھے، دونوں ایک جگہ رہتے تھے، دونوں کا بنگلہ اکٹھا تھا، ایک بھائی اوپر رہتا تھا اور ایک بھائی نیچے رہتا تھا، تو وہ بھائی جو نیچے رہتا تھا وہ بدکار تھا، رنگ رلیوں میں

رہتا تھا، مستی میں رہتا تھا، خراب کام کرتا تھا، اوپر والا بھائی جو تھا وہ ذرا نیک تھا، اللہ اللہ میں رہتا تھا، ایک مرتبہ اوپر والے کو کیا خیال ہوا کہ بھائی بہت دن ہوگئے اللہ اللہ کرتے، آج تو میں ذرا اپنے بھائی کے پاس چلا جاتا ہوں نیچے، میں بھی اس کے ساتھ میں آج رنگ رلیوں میں مشغول ہوجاؤں، اور پھر توبہ کرلوں گا، بہت زندگی اللہ اللہ کرتے ہوگئی، تو آج تو ایسا پروگرام بناتے ہیں، میں نیچے بھائی کے پاس جاتا ہوں، آج میں بھی تھوڑی سی مستی لے لوں، اللہ اللہ کرتے تو زندگی گزر گئی اور آگے توبہ کرلوں گا، اللہ تو معاف کرنے والا ہے، یہ پلان بنا کے اوپر سے چلا، ادھر نیچے والے کے ذہن میں یہ بات آئی کہ بھائی پوری زندگی ہوگئی نافرمانی کرتے ہوئے، آج تو میں اپنے بھائی کے پاس اوپر جاتا ہوں، میں بھی دیکھوں اللہ اللہ کرکے، توبہ کرلیتا ہوں، پوری زندگی یونہی گزر گئی، کچھ کیا ہی نہیں، اپنے لیے اور آخرت کے لیے، ادھر تو یہ اس ارادہ سے زینہ پر قدم رکھتا ہے، ادھر وہ اوپر سے، اللہ نے دونوں کے ذہن میں ڈالا تھا، دونوں کا حشر جو ہونا تھا وہ ہوا، ادھر اس ارادہ سے اترتے ہوئے چلا، اس نے زینہ پر قدم رکھا، ادھر اس نے زینہ پر قدم رکھا، اس نے تو نیچے اترنے کے لیے قدم رکھا، اتفاق سے اس کا پیر پھسل گیا اور وہ دھڑام سے نیچے گرا، اور گرا اپنے بھائی کے اوپر جو اوپر چڑھ رہا تھا، تو دونوں کے دونوں وہیں ڈھیر ہوگئے، اب جو اوپر اچھا کام کرتا تھا آج اس کا حشر کیا ہوا، انتقال کس حالت میں ہورہا ہے، غلط حالت میں ہورہا ہے، غلط نیت میں ہورہا ہے، وہ جہنم میں پہنچ گیا، اور یہ نیچے والا جو تھا زندگی بھر کالے کرتوت کیے، خراب کرتوت کیے، آج یہ نیک ارادہ سے چلا تھا، اس کا حشر کیا ہوا، اس کا حشر ٹھیک ہوا، یہ جنت میں جانیوالا بن گیا، اور اوپر والا بھائی جہنم میں چلا گیا۔

اللہ تعالیٰ اچانک آنے والے حادثات سے بچائے

اللہ سے ڈرنا چاہیے، اور اللہ سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ! میری اچانک آنے والے حادثات سے حفاظت فرما، موت تو آنا ضرور ہے، ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے "كُلُّ

"نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ"(١) بس اچانک اکسیڈینٹ سے، آسمانی مصیبت سے، اچانک حادثہ سے ہماری حفاظت فرما، سر میں درد، یا پیٹ میں درد، کوئی بھی تکلیف ہو، تو اس وقت اللہ کے دربار میں متوجہ ہو جاتا ہے، اور اللہ سے توبہ کر لیتا ہے، اگر کسی کا اچانک اکسیڈینٹ ہو جائے، یا کسی کی حادثہ سے موت ہو جائے، تو اس کو توبہ کا موقع نہیں مل پاتا، اس لیے اللہ سے پناہ مانگنا چاہئے، اللہ اچانک حادثات سے محفوظ رکھے، اس لیے ہر وقت توبہ کرنا چاہئے، ورنہ مرنے کے وقت موقع نہیں مل پاتا، اس لیے دعا کرنی چاہئے اللہ تعالی سے کہ اے اللہ اچانک موت سے میری حفاظت فرما، اور ایسی حالت میں میری موت آئے کہ تو مجھ سے راضی ہو، اے اللہ تو مجھ سے راضی ہو، اور میرے اوپر کسی کے حقوق نہ ہوں، نہ بندوں کے حقوق ہوں اور نہ تیرے، اے اللہ ایسی حالت میں ہماری موت ہو کہ آپ ہم سے راضی ہوں، اور اس طرح ہمارا استقبال ہو "یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً، فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ"(٢) اے میرے بندے! آ جا آ جا، تیرے استقبال کے لیے میرے فرشتے کھڑے ہوئے ہیں اور میں بھی تجھ سے راضی ہوں اور تو بھی راضی ہو، اور تو میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

موت کا کوئی وقت ہمیں معلوم نہیں

میرے دوستو! اب یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ بوڑھے ہی کی موت آتی ہو، کبھی جوان کی بھی موت آ جاتی ہے، کبھی بوڑھے کی آتی ہے تو کبھی بچہ کی آ جاتی ہے، موت سب کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، یہ دنیا ہے، دنیا کے جھمیلے ہیں، جن میں ہم مشغول رہتے ہیں، اور ایک نہ ایک دن اس کو چھوڑ کر جانا ہے، اصل اللہ سے محبت ہونی چاہئے، آخرت کی فکر ہونی چاہئے کیونکہ مرنے کا کوئی وقت ہمیں معلوم نہیں کہ کس وقت خدا تعالی کا پیغام آ جائے اور جانا پڑ جائے۔

(١) سورہ ال عمران آیت ١٨٥ (٢) سورۂ فجر آیت ٢٧ تا ٣٠

اللہ کے مقابلہ میں دنیا کی چیزوں کی محبت باعث خسارہ ہے

اگر دنیا ہی دنیا میں دل لگا رہا، اور آخرت کی طرف توجہ نہ ہوئی، تو بھائی دنیا میں تو جیسی کیسی گزار کے ساٹھ ستر سال کی عمر میں چلے جائیں گے، اصل جہاں ہمیشہ ہمیش رہنا ہے، وہاں کسی کی نہیں چلے گی، وہ ہماری اچھی ہو جائے، اللہ تعالی قرآن میں کہتا ہے: قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا، وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ"(١) اللہ قرآن میں کہتا ہے کہ اے محمد! ان لوگوں کو بتلا دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا، تمہاری آل واولاد، تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان اور تمہارا وہ مال جو تم نے بڑی محنت سے کمایا ہے، بڑی محنت ومشقت اور بڑی دلچسپی سے کمایا ہے اور تمہاری وہ تجارت جس کے سستا ہونے کا خطرہ ہو، وہ بزنس جس کے سستا پڑنے کا تمہیں خوف ہو، اور وہ گھر جس سے تم محبت کرتے ہو اور جو تمہیں پسند ہے، یہ ساری چیزیں تمہاری آل واولاد، تمہارے بیٹے، پوتے، تمہارے بھائی بہن، تمہارے ماں باپ، تمہارے کنبے قبیلے والے اور تمہارا بزنس، تمہارا یہ محل اور تمہاری یہ بلڈنگیں، اگر تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ محبوب ہیں اللہ کے رسول سے زیادہ محبوب ہیں، اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں، تب تو تم خسارہ میں ہو، اور اللہ کے حکم کا انتظار کرو۔

دنیا میں اسراف وفضول خرچی سے بچیں

اچھے اچھے مکان بنانا برا نہیں، صحیح ہے، عمدہ ہے، پسند ہے، آپ نے اگر اچھا مکان بنا لیا، اور آپ کی وسعت بھی ہے، کوئی بری بات نہیں، آدمی کا مکان مضبوط ہو، عمدہ ہو، بہتر ہو، بری

(١) سورۂ توبہ آیت ٢٤

بات نہیں، یہ ناپسندیدہ چیز نہیں، لیکن اگر اس کے اندر اسراف ہوجاتا ہے تو پھر گناہ کی بات ہے، اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک آدمی کی حیثیت پچاس روپیہ میٹر کا کپڑا پہننے کی ہے اور اس کا کام چل جاتا ہے، بلکہ آدمی سو روپے میٹر کا کپڑا، ڈیڑھ سو روپے میٹر کا کپڑا پہنتا ہے اور اس کی حیثیت ہے، وہ پہنتا ہے، تو کوئی بری بات نہیں، سو روپے میٹر کا کپڑا پہنتا ہے اور اس کی وسعت ہے، خریدنا چاہتا ہے اور وسعت ہے تو کوئی بری بات نہیں، لیکن ایک آدمی ہے کہ اس کی حیثیت تو کم ہے، پچاس روپے میٹر کا کپڑا خریدنا اس کے لیے مشکل ہے، وہ پچاس روپیہ والا خریدے، سو روپیہ والا خریدے تو یہ گناہ ہے، جس کی حیثیت پچیس کی بھی نہیں، پچیس بھی مشکل ہے اس کے لیے، اور وہ کہے کہ پچاس والا خریدوں گا، یا پچھتر والا یا سو والا تو یہ اس کے لیے کیا ہوگا؟ اسراف ہوگیا، گناہ ہوگیا، کیوں گناہ ہوگیا؟ اس لیے کہ اگر یہ پچیس تیس کی حیثیت کا نہیں ہے اور پھر پچاس کا، پچھتر کا یا سو کا خریدتا ہے، تو قرض لے گا، قرض لینا پڑے گا، اس لیے کہ وسعت تو ہے نہیں اور قرض اگر بغیر ضرورت کے لیتا ہے، تو گناہ ہے، اور مقروض ہونا، اپنے آپ کو پھنسانا ہے، حالانکہ اس کی وسعت اتنی نہیں ہے، مگر وہ سو روپیہ میٹر والا پہن رہا ہے، تو اس کے لیے جائز نہیں ہے، کیونکہ قرض لینا پڑ رہا ہے، تو یہ سو میٹر والا پہننا اس کے لیے جائز نہیں۔

اس کی مثال یوں بھی سمجھیں کہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں، ایک آدمی ہے کہ سردی میں اس کی ضرورت ایک لحاف سے پوری ہوجاتی ہے اور ایک دوسرا آدمی ہے کہ پانچ کلو کا لحاف ہو اور اوپر اس کے کمبل بھی ہو، اس کی ضرورت اس سے پوری ہوتی ہے، ایک آدمی کا تو ہلکا سا لحاف ہو، اس سے کام چل جاتا ہے اور ایک آدمی کا پانچ کلو کا لحاف بھی ہو اور پھر اس کے اوپر سے چادر یا کمبل بھی ہو، تو اس کی ضرورت پوری ہوتی ہے اور اس کی یہ حیثیت بھی ہے، وہ استعمال کرے تو صحیح ہے، لیکن اگر یہ آدمی جس کا ہلکے لحاف سے کام چل جاتا ہے، سردی اس کی ختم ہوجاتی ہے، پھر مزید دو کمبل یا لحاف ڈالتا ہے تو یہ فضول خرچی ہے۔

وسعت کے مطابق مکان بنانا فضول خرچی نہیں

ہر انسان کو آرام چاہیے، سکون چاہیے، ظاہر سی بات ہے کہ سکون کے لیے، آرام کے لیے گھر ہونا ضروری ہے، گھر میں راحت کا ضروری سامان ہو، یہ مباح ہے، جس کو پورا کرنے کے لیے پیسہ خرچ کرنا پڑے اور اس سے اس کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے یہ مباح ہے، زیبائش بھی درست ہے، اگر اس میں فخر نہ ہو، غرور نہ ہو، گھمنڈ نہ ہو، قرض نہ لینا پڑے، زیبائش کرے، اچھا عمدہ مکان بنائے، اچھا رہے سہے، اچھا کھائے پیئے، یہ برا نہیں ہے، اگر اس میں فخر نہیں، غرور نہیں، گھمنڈ نہیں تو درست ہے، ایک ہے نمائش کہ اس میں دکھاوا ہو، فخر ہو، غرور ہو، آدمی مونچھیں کھڑی کرے، میرا بنگلہ، میرا مکان، میری مسجد، یہ جائز نہیں، نمائش جائز نہیں ہے، مکان عمدہ بنائے، بہترین بنائے، مضبوط بنائے، ایک منزلہ کی بجائے دس منزلہ بنائے، مگر اس کے اندر فخر نہ ہو، اس کے اندر عجب نہ ہو، اس کے اندر تکبر نہ ہو، اس کے اندر نمائش نہ ہو، اس کے اندر دکھاوا نہ ہو، تب تو صحیح ہے اور اگر یہ چیزیں ہوجاتی ہیں تو پھر صحیح بھی غلط ہوجاتا ہے، اس طرح کی مثال سے اس کو سمجھنا آسان ہوجاتا ہے، تو اس سے ہر آدمی اپنی زندگی کے معیار کو خود سمجھ سکتا ہے کہ ہم کس راستہ پر چلیں اور کتنا استعمال کریں، ظاہر ہے کہ ساٹھ ستر سال کی زندگی ہے، گزارہ تو کرنا ہی ہے، لیکن جتنا سامان ہماری زندگی کے لیے کافی ہے، اتنا ہی کریں گے، اور پوری زندگی اور پوری دنیا کی بغل بھرنا چاہے تو یہ نہیں ہو پائے گا، یا اگر ہمارے پاس تھوڑا ہی ہے اور اس میں بھی ہمارا فخر اور غرور ہے، اس میں بھی ہمارے اندر عجب ہے، اس میں بھی ہمارے اندر گھمنڈ ہے، بڑائی ہے، اللہ کو یہ بھی پسند نہیں ہے۔

دنیا سے فائدہ حاصل ضرور کرو مگر اس کو دل میں مت بساؤ!

میرے دوستو! اس دنیا کو کام میں لاؤ، استعمال کرو، مگر اتنی جتنی اس کی ضرورت ہے،

کیونکہ یہ دنیا لہوولعب ہے؛ لیکن اس دنیا کے اندر جو عمل تم کر رہے ہو اگر وہ لہو ولعب نہیں ہے، تو وہ ملعون اور برا نہیں ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "إن الدنيا ملعونة ملعون مافيها، الاذكر الله وما والاه وعالم اومتعلم" (۱) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے، وہ سب کا سب اللہ کی رحمت سے دور ہے، مگر اللہ کا ذکر، اللہ سے تعلق، اللہ کی طرف متوجہ ہونا، یہ جس کے ساتھ ہے وہ رحمت سے دور نہیں ہے، یا اس سے متعلق جو چیزیں ہیں، جو اللہ کی یاد دلاتی ہے، یا جو علم حاصل کرنے والا ہے، یا جو علم پھیلانے والا ہے، یہ ملعون نہیں ہیں، بلکہ جو چیزیں دنیا کی طرف متوجہ کرنے والی ہوں، اللہ کی طرف سے ہٹانے والی ہوں وہ ملعون ہیں۔

دنیا کے ساتھ فرائض کی پابندی

اگر آدمی دکان چلا رہا ہے، اس کی دوکان بہترین چل رہی ہے، اور اذان ہوتے ہی مسجد چلا جاتا ہے، دوکان اچھی ہے اس کی، اسی طرح اس کا کھیت ہے، اس کی کھیتی بہت بڑی ہے، لمبی چوڑی ہے، کئی سو بیگھے کا مالک ہے، مگر اذان ہوتے ہی یہ فوراً مسجد چلا جاتا ہے، زکوۃ کا وقت آتا ہے، تو زکوۃ دیدیتا ہے، رمضان کے روزے پابندی سے رکھتا ہے، حج بھی کرتا ہے، یہ تو برا نہیں ہے، یہ کہاں برا ہوا، ایسے ہی اگر اچھا بزنس ہے، اچھا کاروبار اور اچھی نوکری ہے اس کی، اور پھر وہ اللہ کی طرف پورا پورا متوجہ ہو رہا ہے، تو اس کی دنیا خراب نہیں ہے، اچھی ہے، وہ اللہ کا شکر گزار بندہ ہے، اس لیے کہ جتنا وقت ادھر لگانا ہے، وہ لگا رہا ہے، اور اذان ہوتے ہی مسجد کی طرف چلا جاتا ہے، رمضان آتا ہے روزے رکھتا ہے، کوئی سائل دروازہ پر آ گیا اس کو دیدیتا ہے، صدقہ خیرات بھی خوب کرتا ہے، اس کی دنیا تو بری نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ کو یاد کرتا ہے، جب اللہ کو یاد کرتا ہے تو دنیا اس کی ملعون نہیں ہے۔

(۱) سنن ترمذی حدیث نمبر ۲۲۴۴ رکتاب الزہد

دنیا کی محبت اللہ اور رسول سے زیادہ

لیکن دنیا کی طرف متوجہ ہو، یہ ملعون ہے، اللہ تعالی نے قرآن کریم میں جو چیزیں بتلائی کہ تمہارے باپ، تمہاری آل واولاد، تمہاری تجارت، تمہارا بزنس، یہ سب اگر تمہارے نزدیک زیادہ محبوب ہو جائیں "أحب اليكم من الله ورسوله" یہ پورا دنیا کا نظام، یہ آل واولاد، یہ خاندان، قبیلہ کا نظام، پورا بزنس، پورا کاروبار، پورا دنیا کا دھندہ اگر اللہ سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کے رسول سے زیادہ محبوب ہے، اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے، تو "فتربصوا" پھر تو تم انتظار کرو اللہ تعالی کے حکم کا "حتى يأتي الله بأمره" یہاں تک کہ اللہ اپنا معاملہ لے آئے، اللہ تعالی اپنی پکڑ لے آئے، اس آیت میں اس شخص کی مذمت کی گئی جس نے دنیا کی محبت کو اللہ اور رسول کی محبت پر فوقیت دی، اگر دنیا کی محبت اللہ اور اللہ کے رسول سے زیادہ محبوب ہو جائیں، تو انسان خسارہ میں ہے۔

دنیا کا کوئی بھی کام
اللہ اور رسول سے زیادہ محبوب نہیں ہونا چاہئے

دنیا کے جتنے بھی کام ہیں، مثلاً یہ کاروبار، یہ دوکان، دھندا، یہ بزنس، یہ کھیت کے کام، یہ ملازمت، یہ نوکری، یہ محنت ومزدوری غرضیکہ جتنے بھی کام ہیں، اگر یہ اللہ کی طرف سے ہٹانے والے ہیں، یا اللہ سے زیادہ محبوب ہیں، یا پسندیدہ ہیں، تب اللہ کی طرف سے مذمت کی گئی ہے، اور اللہ کی طرف سے اس پر پکڑ آئے گی، لیکن اگر یہ سب ہو کر بھی اللہ کی محبت کم نہیں ہوتی ہے، تو یہ چیزیں بری نہیں ہیں، اور اگر کم ہے تو سب بری، چاہے کاروبار چھوٹا ہو یا بڑا، دھندھا چھوٹا ہو یا بڑا، اگر اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس کے مقابلہ میں کم ہو جاتی ہے اور کاروبار کی، دھندے کی محبت بڑھ جاتی ہے، اگر اللہ کے رسول کی محبت میں کمی ہے تو ایمان

کامل نہیں ہوسکتا، اللہ کا رسول فرما رہا ہے، تو اللہ کی اور اللہ کے رسول کی محبت اگر آگے آجاتی ہے، یہ بڑھ جاتی ہے تو دنیا کا پورا نظام، پورا کاروبار ٹھیک، مقبول، پسندیدہ، اور کاروبار تمہارا چھوٹا ہو یا بڑا، اگر اللہ کے رسول کی محبت زیادہ ہے، اللہ کی محبت زیادہ ہے، تو کتنا بھی بڑا کاروبار ہے، تمہارا کوئی نقصان نہیں، نہ دنیا میں نہ آخرت میں، یہاں بھی کامیاب اور آخرت میں بھی کامیاب، ایک تو دھندہ چھوٹا سا ہے اور پھر اللہ کی نافرمانی، یا دھندا بہت بڑا ہے، کاروبار بہت بڑا ہے، لیکن اس کی محبت زیادہ ہے اور اللہ کے رسول کی محبت کم ہے، تو پھر یہ دھندہ بے کار، یہ کاروبار بے کار۔

دوستو! دنیا اور آخرت کی بات کو اس لیے بتلایا ہے چونکہ ہم لوگوں کی طبیعت دنیا کی طرف زیادہ چلتی ہے، جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ کھیل تماشے کی طرف بلانے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے، خود بخود انسان کی طبیعت چلتی ہے، چونکہ انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے، جو اس کو بہلاتا رہتا ہے اور دنیا کی چیزوں کو اس کے نزدیک پرکشش بناتا ہے، تاکہ وہ للچائے اور اس کی طرف راغب ہوجائے، اور اللہ کے راستہ کی طرف سے ہٹ جائے "وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ" (۱) اپنی طرف راغب کرلے، اس لیے دنیا میں، اجنبی جیسا رہے، یہاں پر دل نہ لگائے۔

زندگی انساں کی ہے مانند مرغ خوش نوا
شاخ پر بیٹھا کوئی دم چہچہایا اڑ گیا

(۱) سورۂ عنکبوت آیت ۳۸

کب تیرے ہمراہ یہ دنیا کا میلہ جائے گا

یہ بیان ۱۷؍جنوری ۲۰۱۰ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

کب تیرے ہمراہ یہ دنیا کا میلہ جائے گا

جنت میں انسان جس چیز کی تمنا کرے گا مل جائیگی

میرے دوستو! اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو بنایا، اور اس کو زندگی گزارنے کا سلیقہ بتلایا، انبیاء علیہم السلام بھیجے، نبی بھیجے، اللہ نے اپنے پیغمبر بھیجے، جو انسانوں کو سیدھے راستہ اور صحیح ڈگر پر لانے کے لیے دعوت دیتے ہیں، اور کوشش کرتے ہیں، تاکہ وہ اس دنیا کے اندر ایسی زندگی گزاریں، جس سے اللہ راضی ہو جائے، اللہ کا رسول راضی ہو جائے، اور وہ جنت کے مستحق ہو جاویں، جو جنت اللہ تبارک وتعالی نے ایمان والوں کے لیے، مسلمانوں کے لیے بنا رکھی ہے، وہ ایسی جنت ہے جو کسی کے خواب میں بھی نہیں آئی، ایسی جنت جس کے اندر راحت کے تمام سامان موجود، ایسی جنت جس کے اندر جس چیز کی خواہش ہو، فوراً حاضر، دنیا میں تو اگر ہمیں اچھا کھانا بنانا ہے، مرغ بنانا ہے، تو مرغ خرید کر لانا پڑے گا اور اس کو پکانا پڑے گا، پھر اس کو کھایا جائے گا، یا اگر طبیعت چاہ رہی ہے سیب کھانے کو، تو پیسہ لے کر بازار جانا پڑے گا، یا مٹھائی کھانے کی طبیعت چاہ رہی ہے تو حلوائی کی دکان پر جانا پڑے گا، یا منگوانا پڑے گا، لیکن جنت ایسی جگہ ہے جہاں پر آپ نے ارادہ کیا کہ مجھے فلاں چیز چاہئے تو فوراً حاضر ہو جائے گی، کوئی محنت، کوئی کوشش، اس کے لیے کرنے کی ضرورت نہیں، ادھر ارادہ کیا اور ادھر وہ چیز حاضر، اس کا نام جنت ہے۔

دنیا میں کسی کی خواہش پوری نہیں ہو سکتی

دنیا کے اندر تو کوئی کتنا بھی بڑا انسان ہو، کتنا بھی بڑا آدمی ہو، کتنی بھی سہولیات کی چیزیں اس کے پاس ہوں، اس کو ساری راحت نہیں مل سکتی، کتنا ہی بڑا مالدار ہو، کھانا اس کے آگے آیا اور کھانے میں نمک زیادہ ہو گیا، یا کم ہو گیا، مرچ زیادہ ہو گئی یا کم ہو گئی، کپڑا اچھے سے اچھا لایا، مگر اس کو سلوایا اونچا ہو گیا، یا بڑا ہو گیا، یا تنگ ہو گیا، ہر چیز کے امکانات ہیں، جوتے منگائے بازار سے وہ چھوٹے ہو گئے، یا بڑے ہو گئے، خواہش تھی کالے رنگ کے پہننے کی، مگر پیلے رنگ کے ملے، اس سائز کا ملا ہی نہیں، مثلاً جو چاہتا تھا، وہ بازار سے نہیں ملا، لیکن جنت ایسی جگہ ہے کہ آپ نے وہاں پر جس چیز کا ارادہ کیا، وہ فوراً آپ کے سامنے حاضر ہو جائے گی، اور دنیا میں تو کوئی کتنا ہی بڑا انسان ہو، اس کے لیے سب چیزیں حاضر نہیں ہو سکتیں، حاضر ہو سکتی ہیں؛ لیکن اس کی طبیعت کے مطابق نہ ہوں، ہم لوگ رات دن اس کا تجربہ کرتے ہیں، تو اللہ تبارک وتعالی نے وہ جنت ایسے لوگوں کے لیے بنائی جو اللہ کی رضا کے مطابق زندگی گزاریں۔

بعض دفعہ انسان اپنی موت کی تمنا کرتا ہے

اس دنیا کے اندر جو ہماری چند سالہ زندگی ہے، کسی کی ساٹھ سال، کسی کی ستر سال، کسی کی اسّی سال، زیادہ سے زیادہ سو سال، ایک سو دس سال، ایک سو بیس سال اور کتنا جیئے گا، یہاں تک کہ آدمی خود تمنا کرنے لگتا ہے کہ میں مر جاؤں تو اچھا ہے، جب وہ پریشان ہوتا ہے، جب اس کی اولاد اس کو تنگ کرتی ہے، یا اولاد نہیں ہے، وہ زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے، پچاس ساٹھ سال کے اندر بلکہ بعض تو بیس سال کے اندر یہ تمنا کرنے لگتا ہے کہ میں مر جاؤں، میرا مرنا ہی اچھا ہے، کیوں؟ اس کے گھریلو حالات تنگ ہیں، وہ اپنے گھر والوں سے تنگ ہے، اپنے خاندان والوں سے تنگ ہے، اپنے اہل تعلق سے تنگ اور پریشان ہے، تو بہت جلد تمنا کرنے

لگتا ہے کہ کاش میں مرجاؤں اور چھٹکارامل جائے، چاردن کی زندگی ہے، اس سے تو چھٹکارامل ہی جائے گا، مگر ایک زندگی جو آخرت والی ہے، اس میں کبھی چھٹکارا نہیں ملے گا، اگر دنیا کے اندر اچھے کام کیے، اللہ والے کام کیے، تو ہمیشہ ہمیش مزے میں رہیں گے، اور اگر برے کام کیے، تو پھر بعد والی زندگی میں نقصان ہی نقصان ہے، تکلیف ہی تکلیف ہے۔

وہاں کی تکلیف ہمیشہ رہنے والی ہے

دنیا میں اگر کوئی آدمی کسی کے سر میں اینٹ مارے، تو اس کا سر پھوٹ جائے گا، اور وہ مرجائے گا، معاملہ ختم ہوجائے گا، آگ میں ڈالدے تو جل جائے گا، بھن جائے گا، کباب ہوجائیں گے، راکھ بن جائے گا، لیکن اللہ کے یہاں جو تکلیف ہے، وہ جہنم کی تکلیف ہے، اس میں تو پتھر سر میں مارے جائیں گے، تو سر پاش پاش ہوجائے گا، اس کو کتنی تکلیف ہوگی، پھر دوبارہ وہ سر جڑ جائے گا، پھر فرشتہ پتھر مارے گا، پھر وہ ٹوٹ پھوٹ کر چکنا چور ہوجائے گا، پھر اس کو جوڑا جائے گا، یہی سلسلہ چلتا رہے گا، یہاں تو آدمی مرگیا، پھانسی دیدی اس کو، تو ختم معاملہ، آخری سزا کیا ہوتی ہے دنیا میں، گولی ماردی ختم، پھانسی دیدی ختم، یہ دنیا کی سزا ہے، قتل کردیا، لیکن اللہ کے یہاں جہنم میں جو تکلیفیں ہوں گی، اس کو برداشت نہیں کرسکتا، آپ اندازہ لگایئے کہ اگر جہنم کا ایک سانپ، جہنم کا ایک بچھو، یا جہنمیوں کے پینے کا پانی، یا اس کے پیپ کا ایک قطرہ بھی آپ کے سمندر میں یا دنیا میں گرجاوے، یا جہنم کا ایک سانپ ایک پھنکار دنیا میں ماردے، تو پوری دنیا زہرآلود ہوجائے گی، پوری دنیا بھسم ہوجائے گی، تو ایسے سخت عذاب کے اندر اللہ تعالی اس کو ڈالیں گے، جس نے اللہ کی نافرمانی کی، اس دنیا کے اندر، ایسی زندگی گزاری جس سے اللہ راضی نہ ہو، لوگ ایسا کرتے ہیں، تھوڑی سی زندگی ہے، اس میں سب عیش کرنا چاہتے ہیں، مستی کرنا چاہتے ہیں، آخرت کو بھول جاتے ہیں، یہاں زندگی گزارنے میں عیش کرنا، بری بات نہیں ہے لیکن اگر وہ عیش، وہ مستی اللہ سے

ہٹانے والی ہو تو بری ہے، اگر آپ مستی کررہے ہیں، اپنے گھر میں عیش کے ساتھ زندگی گزاررہے ہیں، اور اللہ کی بھی فرمانبرداری کررہے ہیں، نماز بھی پڑھ رہے ہیں، روزہ بھی رکھ رہے ہیں، زکوۃ بھی دے رہے ہیں اور حج بھی کررہے ہیں، اچھے کام بھی کررہے ہیں، تو یہ مستی، یہ عیش کوئی بری بات نہیں ہے، بری بات تو یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر انسان اللہ کو بھول جائے، اپنی روزی روٹی کے چکر میں خدا کو فراموش کربیٹھے، جس کے بارے میں علامہ اقبال نے کیا خوب کہا:

خدا کو بھول گئے لوگ فکر روزی میں
خیال رزق کا ہے رزاق کا خیال نہیں

اگر ہماری زندگی ایسی زندگی ہے، تو یہ زندگی نقصان دینے والی ہے، یہ زندگی تکلیف دینے والی ہے، ایسی زندگی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جو بویا وہی کاٹیں گے

یہاں دنیا میں ہم لوگ تجربہ کرتے ہیں، اگر ہم کھیت میں مکئی بوتے ہیں تو کیا کاٹتے ہیں، مکئی ہی کاٹیں گے، یا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کھیت میں بوئی تھی مٹر مگر کاٹی مکئی، ایسا کبھی نہیں ہوتا، آپ نے لگایا تھا آم کا درخت اور اس میں لگے ہوں انگور، ایسا کبھی نہیں ہوتا، جیسا پیڑ لگائیں گے، ویسے ہی اس پر پھل آئیں گے، انگور کا پیڑ لگایا تو انگور آئیں گے، آم کا پیڑ لگایا تو آم آئیں گے، اور شلجم لگایا تو شلجم ہی آئیں گے، مولی تو نہیں آئے گی۔

یہ دنیا امتحان گاہ ہے

دنیا کا یہ نظام ہماری سمجھ میں آتا ہے، ایسے ہی ہماری زندگی کے ہر ہر پل کا گزرنا بھی ہماری سمجھ میں آتا ہے، مگر ہم یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا امتحان گاہ ہے، اس میں اللہ ہمارا امتحان لینا چاہتا ہے، اب ہم جیسا بیج اس میں بوئیں گے، جیسا کام کریں گے، ہماری آنکھ بند ہونے

کے بعد ویسا ہی پھل ملے گا، اگر ہم نے اللہ کو راضی کرنے والے اعمال کیے، تو اللہ تعالی ہمیں جنت دے گا، اور اگر اللہ تعالی کو ناراض کرنے والے اعمال کیے، تو اللہ تعالی جہنم دے گا، کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ ہم نے پوری زندگی اللہ کی نافرمانی کی اور جنت مل جائے گی، جب دنیا میں نہیں ملتی، وہ آخرت میں کیسے مل جائے گی، مثلاً دنیا میں مزدور نے صبح سے شام تک مزدوری نہیں کی تو کیا آپ پیسے دیدیں گے، آپ نے ایک مزدور کو کام پر لگایا تھا کہ بھائی یہ اینٹیں یہاں سے اٹھا کر وہاں ڈالنا ہے، یا یہ کام کھیت میں کرنا ہے، دکان پر یا آفس میں یہ کام کرنا ہے، تو اس نے نہیں کیا، تو کیا آپ اس کو مزدوری دیں گے؟ ہرگز نہیں، یا پیسے دیدیں گے، نہیں دیں گے، جب کام نہیں کیا تو پیسے کس چیز کے، اور اگر اس نے کام کر دیا تو اس کو فوراً پیسے نکال کر دیدو گے، تو اللہ نے دنیا کے اندر ہمیں جس کام پر لگایا ہے، اگر ہم نے اللہ کی مرضی کے مطابق، اور اسلامی تعلیم کے مطابق زندگی گزاری ہے، اور اس کی مرضیات پر چلے، تو اللہ ہمیں ضرور بدلہ دیں گے اور بدلہ جنت کی شکل میں دیں گے۔

اللہ جس کو چاہے جنت دیدے

ویسے تو اللہ تعالی اس بات پر بھی قادر ہے کہ پوری دنیا کے انسانوں کو جنت میں ڈالدے، کوئی اس کو روکنے والا نہیں، اور اگر چاہے تو پوری دنیا کے انسانوں کو اٹھا کر جہنم میں ڈال دے، اس کا کوئی بگاڑنے والا نہیں، اللہ پر کسی کی کوئی حکمرانی نہیں، مگر اللہ کی حکمرانی سب پر ہے، اگر میں کوئی غلط کام کروں تو آپ مجھ کو پوچھ سکتے ہیں، آپ غلط کام کریں تو میں آپ کو پوچھ سکتا ہوں، یا کوئی بھی کام کروں، اور وہ صحیح بھی ہو، تو آپ مجھ کو ٹوک سکتے ہیں، میں آپ کو ٹوک سکتا ہوں، لیکن اللہ کے کام کو "ولا یقضی علیہ" اللہ نے جو کام کر دیا اس پر کسی کو انگشت اٹھانے کی ہمت نہیں، اس پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا، اللہ نے جو کر دیا، وہ فیصلہ صحیح ہے، وہ "فعال لما یرید" جو چاہے کرے، اللہ نے بارش برسائی، تو اپنے حکم کے مطابق "فعل

الحکیم لایخلو عن الحکمة" اللہ کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے۔

اللہ نے اس دنیا میں کوئی چیز بیکار نہیں بنائی

اللہ نے اس دنیا کو بنایا دنیا کی تمام چیزیں ایک مقصد کے تحت بنائی گئیں، کوئی بے مقصد نہیں "ربنا ماخلقت هذا باطلا" یہ سرزمین، اس زمین کے اندر، اس کائنات کے اندر، جتنی بھی چیزیں بنائی، چاند بنایا، سورج بنایا، ستارے بنائے، سیارے بنائے، آسمان بنائے، کہکشائیں بنائیں، ہوائیں بنائیں، بادل بنائے، پیڑ بنائے، پودے بنائے، سمندر بنائے، جھیلیں بنائی، جتنی بھی چیزیں بنائی حتی کہ سانپ، بچھو، کیڑے، مکوڑے سب کے سب اللہ نے حکمت کے تحت بنائے، کوئی اللہ کا کام بغیر حکمت کے نہیں ہے، حکمت سے خالی نہیں ہے، ہر ایک چیز کا فائدہ ہے۔

کوئی چیز مصلحت سے خالی نہیں

اللہ نے جتنی بھی چیزیں اس دنیا میں بنائی ہیں، کوئی چیز زائد نہیں، اور اللہ کی مصلحت کے خلاف نہیں، جتنی بھی چیزیں بنائی سب کی سب سو فیصد صحیح "ربنا ماخلقت هذا باطلاً" اللہ تعالی قرآن کریم میں اس بات کی تصدیق کر رہا ہے، اور اس بات کو باور کرا رہا ہے کہ یہ بات ذہن میں بٹھالو، اللہ نے کوئی چیز اس کائنات کے اندر، اس زمین و آسمان کے اندر بیکار نہیں پیدا کی، ہم تو اس دنیا میں رہتے ہیں، یا مظفر آباد ضلع سہارنپور میں رہتے ہیں، یا اس ہندوستان میں رہتے ہیں، چھوٹی سی ہماری معلومات ہے ورنہ اللہ نے اتنی لمبی چوڑی زمین بنائی ہے، یہ یونہی نہیں بنادی۔

سورج ہماری زمین سے پندرہ کروڑ کلومیٹر دور ہے

ہماری یہ زمین جس پر ہم رہ رہے ہیں، یہاں سے سورج پندرہ کروڑ کلومیٹر دور ہے،

اورسورج کی روشنی کی رفتار ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر ہے، اور سورج زمین سے پندرہ کروڑ کلومیٹر دور ہے، اس طریقے پر زمین تک سورج کی روشنی آنے میں ساڑھے آٹھ منٹ لیتی ہے، ساڑھے آٹھ منٹ میں سورج کی روشنی زمین پر پہنچتی ہے اور رفتار کتنی ہے؟ ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر، تو اللہ تعالی نے یہ نظام بنایا ہے، ہم کو پتا نہیں ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ سورج نکلا ہے، آج تو سورج نہیں نکلا ہے، بس ایک پلیٹ اور تھالی سی ہم کو معلوم ہوتی ہے، لیکن معلوم ہے کہ یہ سورج زمین سے کتنا بڑا ہے، جیسی ہماری زمین ہے، ایسی تیرہ لاکھ زمینیں سورج میں سما سکتی ہیں، لیکن چونکہ یہ ہم سے بہت دور ہے ہم کو سمجھ میں نہیں آتا، ہمیں تو چھوٹا سا لگتا ہے، پندرہ کروڑ کلومیٹر دور ہونے کی بنا پر ایک تھالی سا معلوم ہوتا ہے اور بعض ستارے، بعض سیارے اس سے بھی اونچے ہیں، بعض بعض کی روشنی کو تو دنیا تک پہنچنے کے لیے سالہا سال لگتے ہیں، اور بعض سیاروں کی روشنی زمین تک پہنچنے کے لیے سائنسدانوں کے کہنے کے مطابق بیس کروڑ سال لگتے ہیں "وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ" (۱) اللہ اپنے معاملہ پر غالب ہے، اس کی حکمتوں کو کوئی نہیں جانتا۔

یہ تو اللہ تعالی کا نظام ہے

یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہے بلکہ اللہ نے جو نظام بنایا ہے اسی کو دیکھ کر سائنس بھی چلتی ہے، ذرا آپ لوگ موبائل کو دیکھو، آپ یہاں بیٹھے ہیں، ایک چھوٹا سا آلہ ہے، اس میں دو چار بٹن دبائے اور آپ بات کر رہے ہیں دہلی، آپ بات کر رہے ہیں ممبئی، یہی نہیں بلکہ آپ اس موبائل سے باہر ممالک میں بھی بات کرتے ہیں، یہ کیا ہے، یہ اللہ تبارک وتعالی کا نظام ہے، اللہ نے انسان کو دماغ دیا ہے، دماغ سے اس نے کام لیا ہے، کام لے کر یہ چیزیں ایجاد کیں، ہم چار پہیوں کی گاڑی میں بیٹھے ہیں، ایک آدمی اس کو چلاتا ہے، اس میں تیل

(۱) سورۂ یوسف آیت ۲۱

ڈالتا ہے، وہ بھاگتی ہے، وہ سفر جو ہم پہلے ہفتوں میں طے کرتے تھے، وہ اب ہم ایک گھنٹے میں طے کر لیتے ہیں، سہارنپور جانے کے لیے ہم سب کے دادا پردادا پیدل جاتے تھے، تو پورا دن لگ جاتا تھا، مگر آج ہم لوگ سہارنپور صرف ایک ڈیڑھ گھنٹہ میں پہنچ جاتے ہیں اور اپنی سواری سے پون گھنٹہ میں پہنچ جاتے ہیں۔

سارا نظام اللہ نے ہمارے فائدہ کے لیے بنایا ہے

حاجی لوگ پہلے جب حج کرنے کے لیے پانی کے جہاز سے جاتے تھے، تو کئی کئی مہینے لگ جاتے تھے، اب صرف تین گھنٹے یا ڈھائی گھنٹے میں حج کرنے کے لیے جدہ پہنچ جاتے ہیں، یہ سب زمانے کی تیز رفتاری ہے، اللہ نے انسان کو دماغ دیا، عقل دی، اس نے اپنی عقل کو استعمال کیا، اور پھر ایسی ایسی چیزیں ایجاد کیں، تو کیا اللہ تبارک وتعالی نے دنیا کے اندر کوئی بھی چیز ناقص اور بے کار بنائی، نہیں ہرگز نہیں، اللہ نے اتنا بڑا نظام بنایا تاکہ لوگ فائدہ اٹھائیں، یہ سورج بنایا، سورج کیوں بنایا، تاکہ ہمیں روشنی ملے اور ہمارے کھیت میں کھیتی پکے، ابھی کئی دن سے سورج نہیں نکلا تھا تو ہمارے گھر ٹھنڈے ہو گئے تھے، ہم کو سردی زیادہ لگنے لگی تھی، جب دھوپ نکلی تو سب خوش ہو گئے، اللہ تعالی اگر سورج زمین پر نہ نکالتا تو ہماری کھیتیاں نہ پکتی، جب کھیتیاں نہ پکتی تو ہم کیا کھاتے، کھانا ہم کو نہیں ملتا، غلہ ہم کو نہیں ملتا، تو اللہ نے ہمارے فائدہ کے لیے نظام بنایا، اللہ نے سورج بنایا، پھر ہوائیں چلائی، ہواؤں سے ہم سانس لیتے ہیں، یہ کھیتیاں پکتی ہیں، بارش برسائی، بارش نہ ہو تو ہم لوگ تڑپ جاتے ہیں، زمین کے جانور، زمین کے کیڑے مکوڑے تڑپ جاتے ہیں، اگر پانی نہیں برستا، تو ہم لوگ اللہ سے دعا کرنے لگ جاتے ہیں، کہ اے اللہ باران رحمت نازل فرما، اے اللہ تو رحمت کی بارش عطا فرما، رحمت کی بارش نازل فرما، یہ سب کیا ہے، اللہ کے کرشمے ہیں، اللہ کے کرتب ہیں، اور اللہ کی نشانیاں ہیں، کس لیے؟ "لعلکم تتفکرون" تاکہ تم لوگ سوچو، تاکہ تم غور کرو، دماغ لگاؤ، عقل لگاؤ۔

اللہ نے پہاڑ کسی مقصد کے لیے بنایا

اللہ نے یہ پہاڑ بنائے، پہاڑ کس لیے بنائے، پہاڑ اس لیے بنائے تا کہ زمین ادھر سے ادھر ہلنے نہ پائے، قرآن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں "وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا" (۱) ہم نے ان پہاڑوں کو زمین پر میخیں بنا دیا ہے، ہم بھی کوئی چیز سیٹ کرنے کے لیے میخ لگاتے ہیں، اسی طرح اللہ نے یہ پہاڑ لگائے تا کہ یہ زمین ڈگمگائے نہیں، اس کا بیلنس برقرار رہے، یہ صحیح رہے، سیدھی رہے، اگر ڈگمگائے گی تو دنیا والوں کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، ہمارے یہ پنکھے ٹوٹ کر گر جائیں گے، ہمارے مکان گر جائیں گے، یہ سب اپنی رفتار سے چل رہے ہیں، یہ زمین سورج کے اردگرد گھوم رہی ہے، اور چوبیس گھنٹے میں یہ ایک چکر پورا کر لیتی ہے، اس کے گردش کرنے سے رات دن آتے ہیں، تو اللہ نے پہاڑوں کو میخیں بنا دیا "والجبال اوتادا" بڑے بڑے پہاڑ بنا دیئے، اور دنیا کے اندر اللہ تعالی نے خشکی کا حصہ ایک تہائی رکھا ہے اور تین تہائی اس پر پانی رکھا، پانی کی اس کا مطلب زیادہ ضرورت ہے انسان کو، تو اللہ نے سمندر بنا دیئے، سمندر اس لیے تا کہ ان سے انسانوں کی ضرورت پوری ہو اور اس زمین پر بسنے والے انسانوں کو فائدہ پہنچے، اگر یہ سفر کرنا چاہیں تو پانی کے جہازوں سے سفر کر سکتے ہیں، اور سمندر سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں "ربنا ماخلقت هذا باطلاً" ہمارے پروردگار نے یہ پورا نظام بیکار نہیں بنایا، اس دنیا کی کوئی چیز بے کار نہیں بنائی، یہ سب چیزیں کس کے لیے بنائی، یہ ساری کی ساری چیزیں انسان کے لیے بنائی۔

دنیا کی ساری چیزیں انسان کے فائدہ کے لیے

اللہ نے سورج کس لیے بنایا؟ تا کہ انسان فائدہ اٹھائے، چاند کس لیے بنایا؟ تا کہ انسان فائدہ اٹھائے، زمین کس لیے بنائی؟ تا کہ انسان فائدہ اٹھائے، ہوائیں کس لیے بنائی؟

(۱) سورۂ نبا آیت ۷

تا کہ انسان فائدہ اٹھائے، یہ بادل کس لیے بنائے؟ تا کہ انسان فائدہ اٹھائے اور یہ دنیا کی جتنی بھی چیزیں ہیں، اللہ نے انسان کے لیے بنائی ہیں تا کہ انسان فائدہ اٹھائے اور اللہ کی پوجا کرے، اللہ کی پرستش کرے، اللہ کی عبادت کرے، غرضیکہ ساری چیزیں بنا کر انسان کو دے دی اور کہہ دیا کہ تم میری عبادت کرو، میری مرضیات پر چلو، میرے نافذ کیے ہوئے احکام کی پابندی کرو، چونکہ ہم لوگ ابھی چھوٹے ہیں، بچے ہیں، نوجوان ہیں، ہم کوشش کریں کہ ہماری زندگی ایسی گزرے جیسی اللہ چاہتا ہے، جس سے اللہ راضی ہو جائے اور ہمیں جنت مل جائے۔

متقیوں کی حوصلہ افزائی

اللہ نے جنت کس کے لیے بنائی "اعدت للمتقين" متقی لوگوں کے لیے، اللہ والوں کے لیے، اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے، اللہ نے جنت متقیوں کے لیے بنائی، اور کیسی جنت "عرضها السموات والأرض" جس کی چوڑائی اور لمبائی آسمان وزمین کے برابر ہے، اور آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ آسمان وزمین کی لمبائی چوڑائی کتنی ہے، تو اتنی لمبائی چوڑائی والی جنت میں اللہ کے محبوب اور پسندیدہ بندے آرام وراحت سے ہوں گے بلکہ سب کے سب اپنی مسہریوں پر بیٹھے ہوں گے، تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے "متكئين على فرش بطائنها من استبرق" اور حور وغلمان ہوں گے، جو خدمت کے لیے ہمہ وقت تیار رہیں گے، وہ جنت ایسی ہوگی جو کسی کے دل میں کھٹکی نہیں، کسی کی آنکھ نے وہ دیکھی نہیں، کسی کے کان نے اس کے بارے میں سنا نہیں، ایسی راحت، ایسا آرام اور ایسی چیزیں اللہ تعالی نے جنت میں رکھی ہیں، جن کا ہم وہم وگمان بھی نہیں کر سکتے۔

اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرو

اللہ نے جو کچھ ہمیں دیا ہے اس پر شکر ادا کرنا چاہیے، اپنے اعضاء پر بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کا پیر نہیں، بے چارہ وہ لاٹھی کے سہارے چلتا ہے، فوراً اللہ کا

شکر ادا کرنا چاہئے کہ اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے پیر دیا ہے، اگر پیر نہ دیتا تو میں بھی لاٹھی لے کر چلتا، اندھے کو دیکھو تو فوراً اللہ کا شکر ادا کرو، اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ آنکھ دی ہے، اگر یہ آنکھ نہ دیتا تو میں بھی اس کی طرح اندھا ہوتا، کسی بہرہ کو دیکھو تو فوراً اللہ کا شکر ادا کرو کہ اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے کان دئے ہیں، اس کے تو کان بھی نہیں، آواز بھی نہیں سن پاتا، کوئی گونگا ہے بول نہیں سکتا، اس کو دیکھ کر فوراً شکر ادا کرو کہ اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے زبان دی ہے، کوئی جسم کے اعتبار سے اچھا نہیں ہے، بیمار ہے، آپ اسے دیکھو تو اللہ کا شکر ادا کرو، کہ اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے صحیح جسم عطا فرمایا، اگر ایسا دبلا پتلا بیمار مجھے بنا دیتا تو میں کیا کرتا، اور جب تم غیر مسلم کو دیکھو یا کسی کافر کو دیکھو کہ وہ غیر کی پوجا کر رہا ہے، تو بھی اللہ کا شکر ادا کرو کہ اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے مسلمان گھر میں پیدا کیا، ورنہ میں بھی آج کسی مندر میں گھنٹی بجاتا ہوا نظر آتا۔

ہم اللہ کی نعمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتے

اللہ تعالی کے احسانات ہمارے اوپر بہت ہیں، جن کو ہم شمار بھی نہیں کر سکتے "وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا" (۱) ہمارے جسم کے تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، ایک ایک جوڑ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اگر ہماری انگلی میں ذرا سی تکلیف ہو جائے، تو ہماری چیخیں نکل جاتی ہیں، اس لیے کسی کو تکلیف ہوتے ہوئے دیکھو، پیٹ میں درد ہوتے ہوئے دیکھو، سر میں درد ہوتے ہوئے دیکھو، دانت میں درد ہوتے ہوئے دیکھو، تو کیسا لگتا ہے، اس لیے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے، اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اللہ تعالی کے ہم پر اتنے انعام اور اتنے احسان ہیں کہ ہم اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔

(۱) سورۂ نحل آیت ۱۸

سب کچھ اللہ کی جانب سے ہوتا ہے

میرے دوستو! ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور اپنی زندگی کے اندر اس کی عادت ڈالنے کی کوشش کرنی چاہئے، ہمیں دنیا میں وہ کرنا چاہئے جو آخرت میں کام آئے، ایک تو یہ کہ اللہ کی رضا والے اعمال کرنا، اللہ پر ایمان لانا، اس کے رسولوں پر ایمان لانا، اس کی کتابوں پر ایمان لانا، اس کے فرشتوں پر ایمان لانا، اچھی بری تقدیر پر ایمان لانا، اور پھر اس کا عقیدہ ہو کہ جب میں بیمار پڑتا ہوں تو اللہ تعالی ہی مجھے شفا دیتا ہے، اور جب بھوکا ہوتا ہوں تو اللہ تعالی ہی مجھے کھلاتا ہے، گویا کہ ہر چیز من جانب اللہ ہوتی ہے "وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ" (۱) جب بیمار ہوتے ہیں تو شفا بھی اللہ دیتا ہے، بھوکے ہوتے ہیں تو اللہ تعالی ہی کھلاتا ہے، پیاسے ہوتے ہیں تو اللہ ہی پلاتا ہے "وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ" (۲) جب پیاس لگتی ہے، تو وہی پلاتا ہے، وہی سب بندوبست کرتا ہے، انسان کو جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے، وہ چیزیں اللہ ہی کرتا ہے، اس لیے صرف اللہ کے دربار میں عرضی پیش کرنی چاہئے، اور صرف اسی کو سجدہ کرنا چاہئے، اسی کے سامنے جھکنا چاہئے، غیر اللہ کی پرستش نہیں کرنی چاہئے، قبروں پر نہیں جانا چاہئے، اور کسی کو نفع ونقصان کا مالک نہیں سمجھنا چاہئے، نفع بھی اللہ ہی دیتا ہے اور نقصان بھی اللہ تعالی ہی دیتا ہے، تکلیف بھی اللہ ہی دیتا ہے اور شفا بھی اللہ تعالی ہی دیتا ہے، روزی بھی اللہ ہی دیتا ہے اور روزی میں کمی بھی اللہ ہی کرتا ہے، سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے، انسانوں کے بس کی بات نہیں۔

انسان جو کوشش کرتا ہے وہ پاتا ہے

دنیا میں انسان کی حقیقت کچھ نہیں ہے، یہ تو پانی کا ایک بلبلہ ہے، مگر انسان دنیا میں جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے، چاہے وہ جائز طریقے سے ہو یا ناجائز طریقہ سے "وَاَنْ لَّيْسَ

(۱) سورہ شعراء آیت ۸۰ (۲) سورہ شعراء آیت ۷۹

لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی "(۱) جو بھی انسان کوشش کرتا ہے، اللہ تعالی اس کو دیتا ہے، وہ چور جو رات بھر جاگ کے چوری کرتا ہے، اللہ تعالی اس کو بھی روزی پہنچاتا ہے، ایک مزدور صبح سے شام تک مزدوری کرتا ہے، اللہ تعالی اس کو بھی روزی دیتا ہے، وہ جائز طریقہ سے کما کر اپنے بچوں کا پیٹ پال رہا ہے، اور اپنا پیٹ پال رہا ہے، ایک آدمی دھوکہ سے، دغابازی سے کمارہا ہے، ایک کم ناپ تول کے کمارہا ہے اور ایک صحیح ناپ تول کے کمارہا ہے، روزی اللہ تبارک وتعالی سب کو دے رہا ہے، طریقہ مختلف اور کام ایک ہی، راستہ ایک، منزل ایک۔

اس لیے دوستو! ہمیں کوشش کرنی ہے کہ اللہ تعالی ہمیں صراط مستقیم پر گامزن فرمادے اور نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمادے، روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمادے، صحیح اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمادے، گالی گلوچ سے، دھوکہ دہی سے، چغل خوری سے، بری باتوں سے، بدنگاہی سے اور غلط کاموں سے ہم سب کی حفاظت فرمادے، انشاء اللہ ہماری یہ دنیا بھی اچھی ہوجائے گی اور ہماری آخرت بھی اچھی ہوجائے گی "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ "(۲) اے اللہ ہمیں اس دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت والی زندگی میں بھی اچھائی عطا فرما، اور جہنم کی آگ سے ہم سب کی حفاظت فرما، اور ہمارا خاتمہ ایسے موقع پر ہو جب تو راضی ہو، مرنا تو ہم سب کو ہے ہی، کوئی دس سال بعد اور کوئی بیس سال بعد، کوئی پچاس سال بعد، بہر حال مرنا سب کو ہے، یہاں کا مال وزر، آل اولاد سب یہیں رہ جائیں گے، تمہارے ساتھ کوئی نہیں جائے گا، تم تن تنہا جاؤ گے، اس لیے اپنی آخرت کو سنوارو، اور اپنی آخرت کو اپنے اعمال سے روشن کرو، اللہ تعالی نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کب تیرے ہمراہ یہ دنیا کا میلہ جائے گا
اے اکیلے آنے والے تو اکیلا جائے گا

(۱) سورہ نجم آیت ۳۹ (۲) سورۂ بقرہ آیت ۲۰۱

اللہ تعالی کے شکر گزار بندے

یہ بیان ۵/فروری ۲۰۱۰ء بروز جمعہ مرکز کی جامع مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے نمازیوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوا۔

اللہ تعالی کے شکر گزار بندے

اللہ نے یہ کارخانہ بیکار نہیں بنایا

محترم دینی بھائیو! اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو پیدا فرمایا، اور کائنات کی جتنی بھی چیزیں ہیں، ساری کی ساری انسان کے لیے پیدا کی ہیں، زمین وآسمان، چاندستارے، چرندوپرند، ندی ونالے، دریا اور ندیاں جتنی بھی چیزیں ہیں حتی کی جانوروں کو بھی اللہ نے انسانوں کے فائدہ کے لیے پیدا فرمایا "ربنا ماخلقت ھذا باطلا" پروردگار نے ان سب کو بے کار نہیں پیدا کیا، دنیا کا یہ کارخانہ اللہ نے انسانوں کے فائدہ کے لیے بنایا، تا کہ حضرت انسان اس سے فائدہ اٹھائے اور اپنی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق گزارے اور اپنے پروردگار کا شکر ادا کرے۔

شکر کس چیز کا نام ہے

شکر اصل میں ایک دولت اور ایک ایسی نعمت ہے کہ اگر انسان کسی کا شکر ادا کرتا ہے، تو وہ اس کی نظروں میں معزز ہو جاتا ہے، جیسے کسی نے اس پر کوئی احسان کیا، کسی کے ساتھ کوئی اچھا برتاؤ کیا، کسی کو کوئی چیز ہدیہ میں یا تحفہ میں دی، یا کسی کی مصیبت میں یا برے وقت میں کام آیا تو جس کے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا ہے، اگر وہ اس کے بدلہ میں اس کے ساتھ میں احسان کا اور اچھائی کا معاملہ کرے، اور شکر یہ کے کلمات ادا کرے، اس کے اس احسان کو پہچانے، تو وہ جو بھلائی کرنے والا انسان ہے، جس نے اس کے ساتھ میں اچھا برتاؤ کیا، وہ

خوش ہو جاتا ہے، اور پھول جاتا ہے، یہ ایک انسان کی طبیعت اور ایک فطری اور طبعی چیز ہے، یہ تو انسان کی حالت ہے، جس کی صلاحیتیں محدود، جس کی طاقت محدود اور جس میں کام کرنے کی صلاحیت محدود، اس کے اندر ایک عجیب انفعالی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور وہ پھولا نہیں سماتا۔

اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے والے کم ہی لوگ ہیں

اللہ تبارک وتعالی نے یہ کائنات اور کائنات کی ہر چیز انسان کے لیے پیدا کی ہے، تو انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے، چاہے وہ خوشی میں ہو یا غمی میں، مصیبت میں ہو یا پریشانی میں، غرضیکہ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے، بندہ کی طرف سے جب ناشکری زیادہ ہونے لگی تو اللہ کو قرآن کریم میں کہنا پڑا کہ "وقلیل من عبادی الشکور" میرے بندوں میں بہت ہی کم شکر گزار ہیں، جو احسان شناسی کرتے ہیں، جو میرے احسان کو پہچانتے ہیں، میں نے اس کو جسم دیا، جس کے اندر روح ڈالی، اور روح کے اندر صلاحیت رکھی، اچھی اور بری چیزوں کو پرکھنے کی، اس کے اندر طاقت رکھی کام کرنے کی، اس کے اندر صلاحیت رکھی چیزوں کو حاصل کرنے کی، چیزوں کو سمجھنے کی، اور اس کے اندر طاقت دی ہر اچھے اور برے کام کرنے کی، اور ہر برے کام سے بچنے کی، اور ہر اچھے کام کی طرف راغب ہونے کی، یہ اس کو ایک اختیاری فعل دیا، جس کی بنا پر اس کا نام اشرف المخلوقات رکھا۔

حضرت انسان سب سے مشرف ہے

ساری مخلوقات میں اللہ تعالی نے انسان کو ہی اتنا اچھا بنایا ہے، کہ دنیا کی ساری چیزیں اس کی طرف راغب ہوتی ہیں، یہ فعل اس کو اختیاری دیا گیا ہے، جس کی بنا پر اس کا نام اشرف المخلوقات رکھا، کہ ساری مخلوقات میں یہ سب سے اچھا، سب سے مشرف اور سب سے مکرم، سب سے باعزت اور سب سے زیادہ شرافت والا، بزرگی والا، سعادت والا، نیک بختی والا،

اور سب سے اچھا جو ہے وہ حضرت انسان ہے، اس کو یہ ساری چیزیں دی، صحیح صحیح اصول بتلائے اور پھر اس سے مطالبہ کیا کہ وہ زندگی کی ہر ڈگر پر، زندگی کے ہر موڑ پر، زندگی کے ہر گوشے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکے۔

اللہ تعالی نے انسان کی رہنمائی کے لیے پیغمبروں کو بھیجا

اللہ تبارک وتعالی کو انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لیے پیغمبروں کو بھیجنا پڑا، اگر وہ پیغمبروں کو نہ بھی بھیجتا، اگر وہ رہنمائی کرنے والوں کو نہ بھی بھیجتا تو بھی یہ انسان اپنی عقل اور دماغ سے سوچتا کہ اس کا اور اس کائنات کا بنانیوالا کوئی ہے، لیکن اگر انسان کہتا کہ ہمارے پاس تو کوئی بتانے والا نہیں آیا، ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا، اسی لیے اللہ تعالی نے حضرت انسان کے پاس انہی کے طریقہ کے مطابق، انہی کی لغت کے مطابق رہنمائی کرنے والے پیغمبر کو بھیجا، ڈرانے والے کو بھیجا"وإن من أمة إلاخلا فيها نذير"(۱) ہر جگہ ہر قوم میں ہر خاندان اور ہر قبیلہ میں، ہر جگہ اللہ تعالی نے ڈرانے والے پیغمبر کو بھیجا ہے، لیکن اگر وہ نہ بھی بھیجتا پھر بھی انسان کو اللہ تبارک وتعالی نے قدرت اور صلاحیت دی تھی کہ وہ سمجھ سکے کہ اس سنسار کا پیدا کرنے والا، اس جہاں کو چلانے والا، اس پورے کارخانہ حیات اور کارخانہ زندگی کو چلانے والا کوئی نہ کوئی ایسی ذات ضرور ہے، جس کے اندر اتنی شکتی، اتنی طاقت اور قوت ہے کہ وہ وقت پر سورج کو نکال رہا ہے، وقت پر سورج کو غروب کررہا ہے، رات کے اندھیرے کو لا رہا ہے اور صبح کی چمک کو وقت پر طلوع کررہا ہے، اور موسم اپنے وقت پر آرہے ہیں، موسموں کا وقت پر تغیر وتبدل، ماہ وسال کا وقت پر آنا، اور چوبیس گھنٹے کی پوری ترتیب، اور رات ودن کی تقسیم، ان تمام چیزوں میں اللہ نے جو نظام متعین کیا ہے وہ نظام جوں کا توں چل رہا ہے، اور انسان کا دل جو ہر وقت دھڑک رہا ہے، ہر وقت حرکت کررہا ہے، جس سے انسان کی گاڑی چل رہی ہے، اور وہ

(۱) سورۂ فاطر آیت ۲۴

دماغ جو اللہ تبارک وتعالی نے اس انسان کو دیا ہے، ان تمام چیزوں سے وہ کسی نہ کسی خالق کا، کسی نہ کسی کریٹر (Creator) کا اور کسی نہ کسی پیدا کرنے والا کا تصور ضرور دیتا ہے۔

اللہ تعالی کی ایک صفت کریم بھی ہے

اللہ تعالی کریم ہے، کریم کہتے ہیں اس کو جو مستحق کو بھی دے اور جو غیر مستحق ہو، اس کو بھی دے، جو فرمانبردار کو بھی دے اور نافرمان کو بھی دے، جو ماننے والے کو بھی دے اور نہ ماننے والے کو بھی، جو مانگنے والے کو بھی دے اور نہ مانگنے والے کو بھی دے، جو اس کو مانتا ہو اس کو بھی دے اور جو اس کا انکار کرتا ہے اس کو بھی دے، اسی لیے اللہ تبارک وتعالی کی یہ صفت کریم ہے، کریم کہتے ہیں"الذی يعطی من يستحق ومن لا يستحق" جو مستحق ہے اس کو بھی دے اور جو غیر مستحق ہے اس کو بھی دے، اللہ تبارک وتعالی نے اپنی کریمی شان کی بنا پر، اپنی رحم والی شان کی بنا پر پیغمبروں کو بھیجا تاکہ یہ میرا انسان، میرا خلیفہ صحیح صحیح ڈگر پر چلے، اس طریقہ سے زندگی گزارے جو مجھ کو پسند ہے، جس طریقے سے مجھ کو، میری مرضی کو، میرے جلال کو، میری عزت کو پتہ چلے کہ ہاں جس کو میں نے پیدا کیا، جس کو میں نے دنیا کے اندر خلیفہ بنایا وہ مجھ کو مانتا ہے اور وہ مجھ کو سمجھتا ہے، حالانکہ اللہ تعالی کی شان میں، اس انسان کی نافرمانی سے نہ کسی قسم کی کوئی کمی واقع ہوتی ہے اور نہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری سے اللہ کی شان میں ذرا بھی بڑائی اور ذرا بھی ترقی نہیں ہو پاتی، وہ تو سب چیزوں سے بے نیاز ہے وہ ہر حال میں کریم ہے۔

شکرگزاری نعمت کی زیادتی کا سبب ہوتی ہے

لیکن اس نے انسان پر رحم کیا، اور انسان پر رحم کر کے پیغمبروں کو بھیجا، تاکہ وہ بتلائیں کہ تمہارا پیدا کرنے والا کوئی ہے، روزی دینے والا کوئی ہے، تمہارے اوپر بارش برسانے والا کوئی ہے، تم پر آسمان کو سایہ فگن کرنے والا کوئی ہے، تم کو روزی دینے والا اور تمہاری کھیتی

باڑی کے اندر برکت دینے والا، تمہاری جان کے اندر، تمہارے جسموں کے اندر، تمہارے جسموں کی رگوں کے اندر خون دوڑانے والی کوئی ذات ہے، اور تمہارے دل کے اندر حرکت پیدا کرنے والی کوئی مہاشکتی ہے، یہ سب اللہ تبارک وتعالی نے احسان فرمایا، اور پھر کہا کہ میرے بندے بہت ہی کم شکرگزار ہیں، انسان کی ایک طبیعت ہے، انسان کی ایک فطرت ہے، جب انسان اس آدمی سے جس کے ساتھ اس نے احسان کیا ہے، اس بات کو چاہتا ہے کہ یہ مجھ کو شکریہ کا خط لکھ دے، یا اور کوئی الفاظ شکریہ کے طور پر کہہ دے، ان الفاظ کا طلب گار ہوتا ہے، تو خالق کائنات جس نے ان انسانوں کو پیدا کیا، اور ان کے لیے پوری کائنات کے نظام کو برپا کیا، وہ کہہ رہا ہے کہ اگر تم میری شکرگزاری کروگے، تو میں تمہیں زیادہ کروں گا "لئن شکرتم لأزیدنکم" (۱) اور اگر تم میری (نعمتوں کی) شکرگزاری کروگے تو میں (اور اپنی نعمتیں تم پر زیادہ کروں گا) اور میں نے تمہارے جسم کے اندر اتنے جوڑ دئے ہیں، تین سو ساٹھ جوڑ دیئے ہیں، اگر ہر جوڑ کی شکرگزاری کروتو کتنا بڑا کام ہوتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالی نے کتنا بڑا احسان کیا، ہم توبہ کریں، استغفار کریں، اور اللہ کا ہر ہر جوڑ پر، ہر ہر حصہ پر شکریہ ادا کریں۔

ایک ہلکی سی تکلیف پر بھی اللہ سے شکوہ کرتے ہیں

ہماری انگلی کے اندر، ناخن کے اندر ذرا سی تکلیف ہوجائے، اس وقت ہماری کیا کیفیت ہوتی ہے، انگلی میں ذرا سی چوٹ لگ جائے، سر کے اندر درد ہوجائے، تو دن میں ستارے نظر آنے لگتے ہیں، طبیعت میں ذرا سی خرابی پیدا ہوجائے، شکوہ شکایات شروع ہوجاتے ہیں، اللہ نے اتنی زندگی ہم کو دی، چوبیس گھنٹے صحیح اور سالم رکھا، بچپن صحیح سے گزرا، جوانی صحیح سے گزری، بڑھاپے کے اندر کسی قسم کی کوئی تکلیف ہوجائے، ہمارے جسم کی قوت دفاع کے اندر کمی آنے کی بنا پر کوئی مرض لاحق ہوجائے، فوراً ہم لوگ ناشکری کے کلمات ادا کرنے لگ

جاتے ہیں، اور اپنی بیماری کا اور اپنے حرج ومرض، اپنی کسی بھی قسم کی تکلیف کا شکوہ وشکایت کرنے لگ جاتے ہیں، اور یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ نے اتنے دن تک ہم کو صحیح رکھا، اللہ نے اتنے دن تک ہم کو شفا دی، اتنے دن تک ہمارے جسم کے اندر طاقت اور قوت دی، کبھی اس کا شکر ادا نہیں کیا، اور ایک دن ذرا سی طبیعت میں خرابی ہوگئی، جو بھی ملا السلام علیکم! وعلیکم السلام، ہاں بھائی خیریت سے ہے، ہاں خیریت کیا بتلاؤں بھائی زکام ہے، نزلہ ہورہا ہے، کئی دن سے کھانسی بھی ہے اور سر میں درد بھی ہے اور صبح سے ناشتہ بھی نہیں کیا، چائے بھی نہیں پی، یہ ہے انسان کا حال، تھوڑی سی تکلیف ہوئی فوراً شکوہ شکایت، ناشکری کے الفاظ نکلنے لگتے ہیں، اور ماضی کی خوشحالی کو بھول جاتے ہیں۔

صحت وتندرستی اور بیماری اللہ کی جانب سے ہے

ایک دن ذرا سی گڑبڑی ہوگئی اب جو بھی ملتا ہے وہ پوچھتا بھی نہیں، بھائی بہت بری حالت ہے کیا بتلاؤں، طبیعت خراب ہے، وہ پوچھ بھی نہیں رہا ہے، بس مل رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ بھائی طبیعت خراب ہے، اللہ کا شکوہ کررہا ہے، ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے "وإذا مرضت فهو یشفین والذی یطعمنی ویسقین" اللہ ہی کھلاتا ہے، اللہ ہی پلاتا ہے، اللہ ہی شفا دیتا ہے، اللہ ہی مرض دیتا ہے اور ہمارا ایمان "آمنت باللہ وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر والقدر خیره وشره من اللہ تعالی والبعث بعد الموت" اس کی کتابوں پر، اس کے فرشتوں پر ہمارا ایمان، اس کی طرف سے جو اچھی اور بری تقدیر، حرج ومرض اور جو بھی چیز انسانی زندگی میں پیش آئے اس پر ہم سب کا ایمان، تو پھر شکایت کی کیا ضرورت ہے۔

اللہ تعالی اپنے شکرگزار بندوں سے خوش ہوتا ہے

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم نے میری اطاعت کی، میرا شکریہ ادا کیا، میرے دربار میں پانچ وقت آئے، نماز پڑھی، نوافل پڑھے، اور شکر سمجھا اور احسان سمجھا، تو میں زیادتی

کروں گا، تمہاری صحت میں بھی، تمہارے جسم کے اندر بھی، تمہارے کاروبار کے اندر بھی، تمہاری جائیداد کے اندر بھی، تمہارے بزنس کے اندر بھی زیادتی کروں گا، اور برکت دوں گا، اگر تم نے شکر گزاری کی صفت کو اپنا لیا، اور یاد رکھو! اگر نہیں کروگے شکر گزاری تو جان لو میری پکڑ بھی سخت ہے "ولئن کفرتم إن عذابی لشدید" (۱) کوئی کسی کو دس روپئے دیدے، وہ پھر سامنے سے گزرے، تو دینے والا کہتا ہے کہ اچھا دس روپئے دئے تھے، اور سلام تک نہیں کیا، اب کے آنا، دیکھوں گا تجھ کو، یہ کہتے ہیں کہ شکر نہیں کیا، سلام تک نہیں کیا، ہمارے پاس سے گزر گیا، ہم نے اس کو دیا تھا، برے وقت میں اس کے کام آئے تھے، تو اللہ تبارک وتعالی اس سے بھی زیادہ غیرت مند ہے، کائنات کے اندر اس پورے دنیا کے اندر، پوری دنیوی نظام کے اندر سب سے زیادہ غیور اللہ تبارک وتعالی کی ذات ہے، تو کیا اس کا شکر ادا کرنے پر اللہ خوش نہیں ہوگا، یقیناً خوش ہوگا، اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت دے گا۔

---

(۱) سورۂ ابراہیم آیت ۷

اسلام کے ارکان

یہ بیان ۱۰ر فروری ۲۰۱۰ء
بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی
جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک
مجمع میں ہوا۔

اسلام کے ارکان

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے

عزیز ساتھیو! آج ہم اس مجلس میں اسلام کے جو ارکان ہیں، اسلام کی جو بنیادیں ہیں، ان کے سلسلہ میں گفتگو کریں گے، اور آپ کو بتلائیں گے کہ اسلام لانے اور مسلمان ہونے کے لیے کیا چیزیں ضروری ہیں، مسلمان تو ہم ہیں؛ لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ مسلمان ہونے کے لیے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے، کیا کیا چیزیں ہونی چاہئیں، جن سے صحیح مسلمانی انسان کے اندر آتی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "بنی الاسلام علی خمس، شهادة أن لااله الاالله وأن محمدا رسول الله وإقام الصلوة وايتاء الزكاة والحج وصوم رمضان" (۱) اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اگر یہ پانچ چیزیں ہوں گی تو اسلام ہے اور اگر ان پانچ چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں تو اسلام نہیں۔

بغیر ستون کے مکان کا کھڑا رہنا ناممکن ہے

اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک مکان بنائیں یا چھپر ڈالیں، یا خیمہ لگایا جائے، اس میں پانچ ستون لگائے جائیں گے، تو اگر چار یا پانچ ستون لگائے گئے ہیں، اور اگر ایک بھی گر جاوے تو وہ مکان یا چھپر رہے گا یا گر جائے گا؟ تو یہی مثال اسلام کی ہے، اسلام کے جو پانچ ارکان

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۷ر کتاب الایمان

ہیں، اسلام کے جو پانچ ستون ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک بھی ستون گر جائے، تو ہمارا اسلام باقی رہے گا، یا گر جائے گا؟ تو یہ ایسے ہی گر جائے گا جیسے ہماری عمارت، ہمارا چھپر ایک ستون کے گرنے سے، ایک کڑی کے گرنے سے یا ایک لکڑی کے گرنے سے گر جاتا ہے۔

اسلام کا پہلا ستون

سب سے پہلی جو چیز ہے، جس پر اسلام کی بنیاد ہے، وہ اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، یعنی روزی کون دیتا ہے؟ اللہ، کھانے میں برکت کون پیدا کرتا ہے؟ اللہ، بیماری کس کی طرف سے ہوتی ہے، اللہ کی طرف سے، اور شفا بھی اللہ دیتا ہے، انسان ہوا پر اڑے، سمندر میں تیرے، چاند پر کمندیں ڈالے، ہوائی جہاز میں اڑے یا دنیا کی بڑی سی بڑی ترقی کرے، اگر اس کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو سمجھئے کہ وہ کامیاب ہے، ورنہ اس کا ہوا میں اڑنا، سمندر میں تیرنا یا سمندر کی تہہ میں ڈبکیاں لگانا، اس کے لیے کوئی سود مند اور کوئی فائدہ کی چیز نہیں، اگر اس کا عقیدہ یہ ہے کہ سب کچھ کائنات کے اندر اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، پریشانیاں اللہ کے حکم سے آتی ہیں، اور جتنے بھی اس کائنات کے اندر حادثے، مصیبتیں اور پریشانیاں، اچھائیاں اور برائیاں جتنی بھی آتی ہیں، ساری کی ساری اللہ کی طرف سے آتی ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسان کامل اللہ پر ایمان رکھنے والا ہے، اور وہ ایمان کی ایک بنیاد کو، ایمان کے ایک ستون کو صحیح صحیح قائم کرنے والا ہے، اگر اس کے اندر گڑبڑی ہوجاتی ہے، عقیدۂ کی بنیاد کے اندر ذرا بھی کمی واقع ہوجاتی ہے تو اس کی مسلمانیت، اس کی اسلامیت خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔

اللہ کے حکم کے بغیر کوئی چیز نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتی

جیسے آدمی کہے کہ بھائی میں نے یہ چیز کھالی تھی جس سے بیمار ہوگیا، یعنی دودھ پی لیا تھا تو پیٹ میں درد ہوگیا، مچھلی کھالی تو یوں ہوگیا، تو ان سب چیزوں کے اندر کوئی طاقت نہیں، کوئی

قوت نہیں، جو آپ کو نقصان پہنچا سکے، ڈاکٹر صاحب نے ایسا انجکشن لگایا کہ آرام ہو گیا، اللہ تبارک وتعالی نے تمام چیزوں کے اندر خاصیت رکھی ہے، صفت رکھی ہے، چھری کا کام کاٹنا ہے، اس سے کاٹو گے تو کٹ جائے گا، آگ کا کام جلانا ہے، جب اس کو لگاؤ گے تو وہ لگ جائے گی اور جلا دے گی، پانی کا کام پیاس کا بجھانا ہے، اگر اس کو پیاسا پیئے تو پیاس بجھ جائے گی، یہ خاصیت رکھی اللہ تعالی نے ہر چیز کے اندر، جو خاصیت اللہ کے حکم سے جس چیز میں رکھی گئی ہے، وہ اس کی خاصیت چلتی رہتی ہے؛ لیکن یہ خاصیت، ہوا کا اڑانا، پانی کا بہانا، چھری کا کاٹنا، آگ کا جلانا، انجکشن کا آرام کرنا، دوائی کا راحت پہنچانا، یہ سب کس کے حکم سے ہے؟ اللہ کے حکم سے ہے۔

سب خاصیتیں اللہ کے حکم کی منتظر ہیں

اگر اللہ کا حکم نہیں ہے، تو چھری آپ کو کاٹ نہیں سکتی، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چھری سے اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے تھے لیکن چھری اسماعیل علیہ السلام کا کچھ نہ بگاڑ سکی، ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ ہر چیز کے اندر خاصیت ہوتی ہے، مگر وہ سب کی سب خاصیتیں اللہ کے حکم سے ہیں، اگر اللہ کا حکم نہ ہو تو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی، کوئی جادو، کوئی ٹوٹکا، کوئی ٹونا آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، کوئی انسان آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، ہاں اللہ کا حکم ہے تو سب چیزوں کے اندر تاثیر ہے، آگ کے اندر جلانے کی ہے، اور ہوا کے اندر اڑانے کی، تو تاثیر اپنا کام کرتی ہے، مگر اللہ کے حکم سے۔

ساری چیزیں اللہ کے حکم کی تابع ہیں

تو یہ عقیدہ ہمارا مضبوط ہو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کائنات کو چلانے والا، اس دھرتی کے اوپر، کائنات کے اندر جتنے بھی نظام چل رہے ہیں، جتنی بھی کہکشائیں ہیں، یہ سورج، یہ چاند اور یہ زمین، اس کے ساتھ جتنے بھی سیارے ہیں، زہرہ ہے، عطارد ہے، مریخ ہے، مشتری

ہے، زحل ہے، یورینس ہے، نیپچون ہے، پلوٹو ہے، پورا کا پورا نظام شمسی، پورا کا پورا نظام کائنات سب کا سب اللہ تبارک وتعالی کے حکم کے تابع ہے، اور انسان کو نفع پہنچا رہا ہے، تو یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی خالق، وہی مالک، اسی نے پیدا کیا ہے، اور وہی اس کائنات کو اور دنیا کے نظام کو چلا رہا ہے "الالہ الخلق والامر" دوسرے اس کے ساتھ ساتھ میں یہ عقیدہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں، اگر اس عقیدہ میں کمی آتی ہے، آدمی کتنی بھی ترقی کر لے، اگر اس کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں، تو اس کا ایمان کامل نہیں، اس کا ایمان مضبوط نہیں، اس لیے ضروری ہے کہ یہ عقیدہ بھی رکھیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، آپ کی شریعت آخری شریعت ہے، اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اور آپ کی اتباع کے بغیر نجات نہیں ہوگی، جب یہ عقیدہ ہوگا تب اس کے ایک ستون پر عمل ہوگا۔

اسلام کا دوسرا ستون

دوسری چیز یہ ہے کہ نماز کو قائم کرو، نماز پڑھنے کو اللہ تبارک وتعالی نے ہر مسلمان پر پانچ وقت فرض کیا ہے، جیسا کہ کھانا ہمارے لیے ضروری ہے، اگر کھانا نہیں کھائیں گے تو ہم کچھ نہیں کر پائیں گے، چائے نہیں پئیں گے، ناشتہ نہیں کریں گے، چل پائیں گے؟ ہمارے ٹریکٹر میں تیل نہیں ہے تو کیا ہمارا ٹریکٹر چلے گا، ہم اپنے بھینس بکریوں پر اگر گھاس نہیں ڈالیں گے تو وہ دودھ دیں گی؟ یا وہ کھیت میں کام کریں گے؟ نہیں کر سکتے، تو اللہ تبارک وتعالی نے جیسے انسان کے لیے روزی اور روٹی کو ضروری بنایا، جس سے وہ چلتا ہے، جس سے اس کے اندر طاقت پیدا ہوتی ہے۔

نماز مومن کی روحانی غذا ہے

اسی طریقہ سے اللہ تبارک وتعالی نے اس کے اندر ایک روحانی غذا رکھی ہے، نماز ہر مومن

کے لیے ایک روحانی غذا ہے، جس طرح اللہ تعالی نے ایک جسمانی غذا رکھی ہے، جسمانی غذا تو یہ ہے کہ ہم روٹی کھاتے ہیں، روٹی کھاتے ہیں تو چلتے ہیں، روٹی نہیں کھائیں گے تو نہیں چلیں گے، اسی طریقہ سے ایک ہماری روحانی غذا ہے، روحانی غذا کیا ہے؟ کہ ہم اللہ کو یاد کریں، اللہ کا ذکر کریں، اللہ کی اطاعت کریں، اللہ کی فرمانبرداری کریں، تو یہ ہماری روح کی غذا ہے، جیسے ہم اگر جسم کے اندر کھانا نہیں پہنچائیں گے، تو ہمارا جسم سوکھ جائے گا، ہمارا جسم بھوکا مرجائے گا، اسی طریقہ سے اگر ہم اللہ کا ذکر نہیں کریں گے، اللہ کے احکامات کی پابندی نہیں کریں گے، تو ہماری جو روحانیت ہے، ہمارے جسم کے اندر جو روح ہے، وہ خشک ہو جائے گی، سوکھ جائے گی اور مرجائے گی، اور جیسے جسم کے مرنے سے انسان کو نقصان ہوتا ہے ایسے ہی روح کے مرنے سے بھی انسان کو نقصان ہوتا ہے، تو جسمانی غذا تو ہماری دال روٹی ہے، گوشت ہے، مرغ ہے، بریانی ہے، پلاؤ ہے، چائے ہے، دودھ ہے، گھی ہے، پنیر ہے، مکھن ہے، اسی طریقہ سے ہماری روحانی غذا جو ہے وہ نماز ہے، روزہ ہے، حج ہے، زکوۃ ہے، نوافل ہے، تہجد ہے، صدقہ خیرات ہے، اچھے کام ہیں، قرآن کریم کی تلاوت ہے، اللہ کا ذکر ہے، یہ ہماری روحانی غذا ہے۔

دوسرے رکن کی مزید تفصیل

اسلام کا جو دوسرا رکن ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ ایک تو یہ ہے کہ اذان ہوگئی، ہم لوگوں نے آکر نماز پڑھ لی، نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو آکر خود مسجد میں پڑھیں، دوسرے نمبر پر جماعت کے ساتھ پڑھیں اور تیسرے وقت پر پڑھیں، تب اقامت صلاۃ ہوگی، نماز کو قائم کرنے کا کیا مطلب؟ "ان الصلاۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً" (۱) اللہ نے نماز مسلمانوں پر متعینہ وقت پر فرض کی ہے، وقت پر پڑھنا ہے، مسجد کے اندر پڑھنا ہے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا ہے، اگر تینوں میں کمی ہوتی ہے، مثلاً

(۱) سورۂ نساء آیت ۱۰۳

پڑھتا تو ہے مگر گھر پر پڑھتا ہے، یا پڑھتا تو ہے مسجد میں مگر جب جماعت ہوچکی ہوتی ہے تب پڑھتا ہے، مسجد میں بھی پڑھنا اور جماعت کے ساتھ بھی پڑھنا ہے اور وقت پر بھی پڑھنا ہے، تینوں چیزیں ضروری ہیں، تب اقامت صلاۃ ہوگی، اگر اس میں کمی آجاتی ہے تو اقامت صلاۃ نہیں، تو اسلام کا دوسرا رکن خطرہ میں پڑ جائے گا جیسے کہ مکان یا چھپر کے کسی ستون کے ٹوٹنے سے مکان خطرہ میں پڑ جاتا ہے، اگر نماز کے اس رکن کے اندر کمی کی، اقامت کے اندر کمی کی، مسجد میں نہیں پڑھی، یا مسجد میں پڑھی لیکن وقت پر نہیں پڑھی یا وقت پر پڑھی لیکن جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی، تو اس کے اندر کمی واقع ہوجائے گی، ایک تو یہ ہے کہ خود پڑھنا، دوسرے اقامت کے اندر ایک یہ بھی چیز شامل ہے، کہ اپنے ساتھیوں کو بھی لے کر مسجد میں آئے، تب ہی تو نماز قائم ہوگی، خود تو پڑھ رہا ہے، پر اپنے ساتھیوں کو نہیں لا رہا ہے، اپنے محلے والوں اور اپنے پڑوسیوں کو نہیں لا رہا ہے، اس سے بھی اقامت کے اندر کمی واقع ہوجائے گی۔

جماعت کا مطلب کیا ہے؟

جماعت کا مطلب یہ ہے کہ نماز جماعت کے ساتھ ہو، جب جماعت کے ساتھ ہوگی تو سب دوست آجائیں گے، سارے محلے والے آجائیں گے اور اگر جماعت کے ساتھ نہیں ہوگی، تو کوئی بھی نہیں آئے گا، تو یہ چیز آگئی، الگ سے اس بات کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ دوستوں کو لاؤ، تاکہ سمجھ میں آجائے اس لیے عرض کر رہا ہوں، حالانکہ اصل تو یہ ہے کہ سب ساتھیوں کو لے کر آئے، جب سب ساتھی آئیں گے تب ہی تو جماعت قائم ہوگی، جماعت کا مطلب یہ ہے کہ سارے لوگ آجائیں گے، تب ہی تو جماعت ہوگی، اس لیے سارے مسجد میں آویں، سارے امام کے ساتھ نماز پڑھیں، جماعت کے ساتھ اور وقت پر پڑھیں اور مسجد میں پڑھیں، تو نماز قائم ہوگی۔

اسلام کا تیسرا استون

اللہ تعالی نے ہر مسلمان مرد وعورت پر زکوۃ فرض کی ہے، اگر اللہ تبارک وتعالی نے اتنا مال اور اتنی دولت اس کو دی ہے کہ وہ نصاب کے مطابق ہو جاتی ہے، نصاب کی مقدار کیا ہے؟ اگر کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا اس کے بقدر مالیت ہو، یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے بقدر مالیت ہو، تو ایسا شخص صاحب نصاب ہے، اس پر زکوۃ فرض ہے، اس کو چالیس پر ایک نکالنا ہوتا ہے، اسیّ پر دو نکالنا ہوتا ہے، اور سو پر ڈھائی پرسنٹ نکالنا ہوتا ہے، اللہ کے راستہ میں یہ زکوۃ ہوتی ہے، زکوۃ سے کیا ہوتا ہے؟ مال کے اندر جو میل کچیل یا گندگی ہوتی ہے وہ نکل جاتی ہے اور مال صاف ہو جاتا ہے، جیسے ہم کپڑا صاف کرتے ہیں، تو صابن لگانے سے کپڑے کا میل ختم ہو جاتا ہے، برش کرنے سے دانتوں کی گندگی دور ہو جاتی ہے، اسی طریقہ سے کوئی برتن اس کو مانجنے سے، صاف کرنے سے اس کے اندر صفائی آ جاتی ہے، سونا چاندی کے اندر کمی ہوتی ہے، تو سنار اس کو پگھلا کر اس کے زنگ کو دور کرتا ہے، اس کو صیقل کر دیتا ہے، اسی طریقہ سے مال کی صفائی بھی اللہ تعالی نے رکھی ہے زکوۃ کے ذریعہ سے، زکوۃ دیں گے تو مال صاف ستھرا ہو جائے گا، یہ اسلام کا تیسرا استون ہے۔

زکوۃ نہ دینے سے ہمارا ہی نقصان ہے

اگر ہم زکوۃ نہیں دیتے ہیں، تو ہمارا سارا مال گندہ کا گندہ رہ جائے گا، اور جو مال گندہ ہوتا ہے، اس پر اللہ کی پکڑ آتی ہے، جس طرح قارون دنیا کا سب سے بڑا مالدار تھا، اس پر پکڑ کس لیے آئی تھی، اس نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا تھا، حضرت موسی علیہ السلام نے قارون سے کہا کہ بھائی زکوۃ دیدو، اللہ نے تجھ کو اتنا مال دیا ہے، اس نے کہا میں کیوں دوں، یہ تو میری کمائی ہے، اللہ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا، نیست و نابود کر دیا، اس لیے مال کی صفائی انتہائی ضروری ہے، مثال کے طور پر آپ کی گاڑی ہے، اگر اس کی صفائی نہیں کرائیں گے، تو

انجن کے اندر کچڑا پیدا ہو جائے گا، تیل زیادہ کھائے گا، یا یوں سمجھ لیجئے کہ پیٹ میں اگر گڑ بڑی پیدا ہو گئی اور غذا ہضم نہیں ہوتی، تو منھ سے بو نکلنی شروع ہو جاتی ہے، اسی طریقہ سے صفائی کا نظام اللہ نے ہر چیز میں رکھا ہے، مال کی صفائی بھی ضروری ہے، چونکہ جب مال صاف ہوگا، اور صاف مال جب ہم کھائیں گے، تو ظاہر ہے کہ ہم جو اعمال کریں گے تو اس میں نور پیدا ہوگا، اور اگر گندہ مال کھائیں گے، زکوۃ نہیں دیں گے، اللہ کے راستہ میں ڈھائی فیصد نہیں دیں گے تو یہ مال گندہ ہوگا، اور جب گندی چیز ہم کھائیں گے تو گندگی پیدا ہوگی، اس لیے جو اسلام کا تیسرا استون ہے، وہ خطرہ میں پڑ جائے گا، اس لیے مال کو پاک کرنے کے لیے اللہ تعالی نے زکوۃ کو فرض کیا ہے، اللہ کے رسول نے فرمایا کہ "إِنَ اللّٰـهَ افْتَـرَضَ عَلَيُهِمُ صَدَقَةً تُـؤخَـذُ مِـنُ اَغْنِيَاءِ هِمُ وَتُرَدُّعَلىٰ فُقَرَاءِ هِمُ" (۱) کہ یہ ایسا فریضہ ہے جو مالداروں سے وصول کیا جاتا ہے اور امت کے محتاج اور ضرورت مند لوگوں کو دیا جاتا ہے اور زکوۃ کے علاوہ صدقہ خیرات بھی کرتے رہنا چاہئے۔

اسلام کا چوتھا ستون

اسلام کا چوتھا ستون رمضان کا روزہ ہے "صوم رمضان" رمضان کے روزہ رکھنا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے رمضان کے روزے رکھنا، امت محمدیہ کے لیے فرض کئے ہیں، اللہ تبارک وتعالی فرمارہے ہیں "كُتِبَ عَلَيُكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنُ قَبُلِكُم لَعَلَّكُمُ تَتَّقُوُنَ" (۲) یہ روزے تم پر فرض کئے گئے ہیں، ایسے ہی جیسے کہ پچھلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم اللہ سے ڈرو، اللہ کا تقوی اختیار کرو، یہ اسلام کا چوتھا ستون ہے، یہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ انسان گیارہ مہینہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، نفس کی خواہش کے مطابق چلتا ہے، طرح طرح کی چیزیں کھاتا ہے، اور اللہ تعالی نے اس مہینہ کے اندر حکم دیا ہے "اَتِمُّوُا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيُلِ" (۳) کہ اپنے روزہ کو پورا کرو صبح سے لے کر شام تک، اللہ کے حکم کے مطابق تم

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۱۳۰۸/ کتاب الزکاۃ (۲) سورہ بقرہ آیت ۱۸۳ (۳) سورہ بقرہ آیت ۱۸۷

کچھ نہ کھاؤ، نہ پانی پیؤ، نہ کھانا کھاؤ، اور نہ اپنی بیوی سے ملو، کوئی ایسا کام نہ کرو، جس سے روزہ ٹوٹ جاوے۔

رمضان کا مہینہ اللہ کا مہینہ ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے گیارہ مہینہ اس امت کو چھوٹ دی، صرف ایک مہینہ اپنے لیے رکھا ہے، اور اس میں اپنے بندوں کو کھانے پینے سے روکا ہے، اور وہ بھی صبح سے شام تک، باقی رات میں آپ جتنا چاہیں کھائیں، جتنے کام کرنا ہے، سب کر سکتے ہیں، لیکن اتنا روکا ہے تا کہ آپ کے نفس کے اندر صفائی پیدا ہو، اور آپ کے اندر اللہ کا لحاظ اور اللہ کا ڈر پیدا ہو، اس لیے کہ روزہ کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے، کہ اس سے نفس کے اندر صفائی ہوتی ہے، اور نفس کے اندر تواضع ہوتی ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی غریب آدمی کو کھانا نہ ملے تو کیسے اس کی گزر ہوتی ہے، جیسے ہم لوگ کھانا کھاتے ہیں، اور روزہ میں اللہ کے حکم کے مطابق کھانا نہیں کھاتے تو ہم کو بھوک لگتی ہے، تو اللہ نے روزہ رکھوا کر ہم کو یہ بھی احساس کرا دیا ہے کہ جن کو کھانا نہیں مل رہا ہے، جن کو روزی روٹی نہیں مل رہی ہے، تمہیں پتہ چل جاوے کہ وہ کیسے پریشان ہوتے ہیں، تا کہ تم غریبوں کا خیال رکھو! اس لیے کہ جس نے روشنی نہیں دیکھی اس کو روشنی کا کیا لطف، اندھا آدمی ہوتا ہے اس نے نہ روشنی دیکھی اور نہ اندھیرا دیکھا، اس کے لیے تو برابر ہے، سورج کا نکلنا بھی برابر اور رات کا آنا بھی برابر، اس کو کیا معلوم، تو اسی کو تو معلوم ہوگا جو آنکھ والا ہے کہ دن کے کیا فائدے ہیں، سورج نکلنے سے کیا فائدے ہیں، رات کے آنے کے کیا فائدے ہیں۔

جس چیز کا انسان کو احساس نہیں اس سے ناواقف ہوتا ہے

جس کی نگاہ نہیں ہے، اس کو کیا معلوم کہ اجالا کیا چیز ہے، اسی طریقہ سے اگر کسی نے کوئی کڑوی چیز کھائی ہی نہ ہو ہمیشہ میٹھا ہی میٹھا کھایا ہو، اس کو کیا معلوم کہ کڑوا کیا ہوتا ہے، غرض یہ

ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نفس کو تھوڑا سا چست کر کے، بھوکا رکھ کے انسان کو احساس دلا دیا کہ دیکھو تم کو پتہ چل جاوے، ویسے تو تم اللہ کے حکم کی فرمانبرداری میں روزہ رکھ رہے ہو، لیکن جن لوگوں کے پاس کھانے کے لیے رزق نہیں ہے، تم کو کیسے پریشانی ہو رہی ہے، ان کو بھی ایسے پریشانی ہوتی ہوگی تا کہ تم ان کا خیال رکھو، غریبوں کا خیال رکھو، غریبوں کو دو، ان کی مدد کرو۔

روزہ ایک قسم کی ورزش ہے

اس کے اندر ایک نقطہ بھی محفوظ ہے، ویسے تو یہ اللہ کا حکم ہے اور اس سے دوسرے بھی بہت سارے فائدے حاصل ہوتے ہیں، اس لیے کہ انسان کی جو مشین ہے، یہ بھی صاف ہوتی ہے، اور اس کے اندر برداشت کرنے کی قوت بھی پیدا ہوتی ہے، یہ بھی ایک قسم کا مجاہدہ ہے، ایک قسم کی ورزش ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اور یہ عبادت ہے اور اسلام کا چوتھا رکن ہے، اسلام کی عمارت اس پر کھڑی ہوئی ہے، اس روزہ کی یہ اہمیت ہے۔

روزہ میں ہر بری چیزوں سے دور رہے

اس روزہ کو باقی رکھنے کے لیے صرف یہی نہیں کہ صبح سے شام تک بھوکا رہے، بلکہ روزہ میں اس کی بھی کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کے اندر نمازوں کی پابندی بھی ہو، اس کے اندر اللہ کے ذکر کی کثرت بھی ہو، اس کے اندر بہتان سے برائیوں سے، چغل خوری سے، غیبت سے، گندی باتوں سے، بدنگاہی سے، برے خیالات سے بچنا چاہیئے، اس لئے کہ روزہ کے اندر ہم بھوکا رہ رہے ہیں، اللہ کی عبادت کر رہے ہیں اور پھر ہماری نگاہیں محفوظ نہیں، تو پھر بھوکا مرنے سے کیا فائدہ، روزہ رکھ رہے ہیں شام تک، اور پھر غیبت کر رہے ہیں، برائی کر رہے ہیں، گالی زبان سے نکال رہے ہیں، تو بھوکا رہنے سے کیا فائدہ، اس بھوکا رہنے کا فائدہ تب ہی ہے، جب ہم صبح سے شام تک اللہ کا ذکر کریں، قرآن پڑھیں، ذکر کریں، تسبیح پڑھیں، نہ تو غیبت کریں، نہ چغلخوری کریں، اور نہ اس زبان سے غلط الفاظ نکالیں، ورنہ تو بھوکا رہنے کا

کیا فائدہ ہے، بجائے ثواب کے یہ عذاب ہم لوگ کمارہے ہیں، اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ روزہ کو اسی طرح رکھیں جیسا کہ اس کا حق ہے۔

روزہ میں تراویح کا بھی اہتمام ضروری

روزہ میں تراویح بھی ضروری ہے، یعنی پورے دن تو روزہ رکھا، افطار میں بھی اچھی اچھی چیزیں کھائیں، پورا دسترخوان بھرا ہوا تھا، ہر طرح کا پھل فروٹ اور ہر قسم کے کھانے تھے، اتنا کھایا، اتنا کھایا کہ کھا کر اٹھا ہی نہیں گیا کہ مغرب کی نماز بھی گول اور پھر تراویح بھی گول، تو پھر بتاؤ بھوکے رہنے کا کوئی فائدہ ہوا، اللہ کی اطاعت میں کوتاہی نہ ہو، تب روزہ رکھنے کا فائدہ ہے، روزہ رکھنے کے لیے سحری کھائی اور فجر کی نماز گول، کیا فائدہ؟ شروع میں ہی فجر کی نماز نہیں پڑھی، کھائی سحری، دودھ بھی پیا، جلیبی بھی کھائی، سوئیاں بھی کھائی، سبھی چیزیں کھائیں، اور بستر پر پڑ گیا، تو فائدہ کیا اس سحری کا، دن میں بھوکا رہنے کا، اس نے تو اسٹارٹنگ میں ہی اللہ کی نافرمانی کردی، تو شام تک بھوکا رہنے کا بولو کیا فائدہ ہوا، اسی لیے اس روزہ کو صحیح قائم کرنے کے لیے؛ بلکہ چوتھے ستون کو صحیح باقی رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے روزہ کو اسی طریقہ سے رکھے، جیسا کہ اللہ چاہتا ہے، اللہ کا ذکر ہو، اللہ کی عبادت ہو، زبان کی غلط چیزوں سے حفاظت ہو، برائی سے، غیبت سے چغل خوری سے، گالی گلوچ سے، لڑنے جھگڑنے سے بچے، اللہ کی اطاعت کرے، زیادہ سے زیادہ مسجد میں رہے، قرآن پڑھے، یہ ضروری ہے، فائدہ تبھی تو ہوگا، اور نفس کی بھی اصلاح ہوگی، ورنہ روزہ سے کیا فائدہ، یہ اسلام کا چوتھا رکن ہے، اگر روزہ اس کے مطابق نہیں رکھا جائے گا تو یہ اسلام کا ستون خطرہ میں ہے، اس لیے روزہ کی حالت میں ہر بری چیز سے بچا جائے۔

اسلام کا پانچواں ستون

اسلام کا پانچواں ستون حج ہے، اللہ تبارک وتعالی نے اگر توفیق دی ہے اور حج کے خرچ

کے بقدر مال ہے تو حج ادا کرو، اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں" وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً" (۱) اگر اللہ نے اتنا مال، اتنی دولت اور اتنی روزی دی ہے کہ آدمی اپنے گھر سے مکہ مکرمہ تک پہنچ جاوے، راستہ کا خرچہ اور وہاں کا خرچہ اور اس کے پیچھے اس کی بیوی بچے اور ماں باپ ہیں اس کی واپسی تک ان کا خرچ ہو، تو اس پر حج فرض ہے۔

حج کرنے میں ہم کوتاہی کرتے ہیں

یہ غلط بات ہے کہ ہمارے پاس اتنا مال ہوجاتا ہے پھر بھی ہم کوتاہی کرتے ہیں، دو دو ٹریکٹر ہے، دس بیگہ زمین ہے، بیس بیگہ زمین ہے، کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر تو حج فرض ہی نہیں ہے، کیونکہ ابھی دو تین بچے ہیں ان کی شادیاں کردیں، اس کے بعد حج کریں گے، بعد سے اس کا کوئی تعلق نہیں، آپ کے بچوں کی شادی سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اس کے پاس اتنی زمین ہے کہ اتنی زمین اگر آپ اس کو بیچو یا استعمال کرو تو اس میں اتنے پیسے آجاویں کہ مکہ جاسکتے ہو، اور واپس آسکتے ہو، تو آپ پر حج فرض ہے، اس میں لوگ بہت کوتاہی کرتے ہیں کہ جی ہمارے پاس تو بس دس پچاس ہی بیگہ تو زمین ہے، پانچ بچے ہیں ان کی شادیاں بھی کرنی ہیں، تو شادی کا سوال نہیں ہوگا، پہلے حج فرض ہوگیا آپ پر، پچاس بیگہ، بیس بیگہ یا تیس بیگہ زمین تھی، تو حج فرض ہوگیا، کتنے میں حج ہو رہا ہے، ایک ڈیڑھ لاکھ میں ہوجاتا ہے، دولاکھ مان لو، جیسا کہ مہنگائی ہورہی ہے اور ہمارے پاس ہے دس بیگہ زمین مثلاً، تو آج کل گئی گذری زمین بھی کتنے کی ہے؟ ایک لاکھ کی مانو، دس بیگہ زمین کتنے کی ہوئی؟ دس لاکھ کی ہوگئی، اور حج میں ہمارے خرچ کتنے ہورہے ہیں، صرف دولاکھ، حج فرض ہوا یا نہیں ہوا؟ حج فرض ہونے کے لیے ہمارے پاس کتنے پیسے ضروری ہیں، مکہ تک پہنچ سکیں، آنے جانے کا خرچہ ہو، چالیس دن یا ایک مہینہ اور جتنے دن وہاں رہے اتنا خرچ ہوجائے اور پیچھے ماں باپ

(۱) سورہ آل عمران آیت ۹۷

اور بیوی بچوں کا خرچہ ہو جائے، دس بیگہ تو دس لاکھ کی ہوئی، ڈیڑھ لاکھ میں آپ کا حج ہو جائے گا، تو آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ مجھ پر حج فرض نہیں، دس ہی بیگہ تو زمین ہے، ارے آپ کی پانچ بیگہ زمین ہے، تب بھی حج فرض ہے، پانچ بیگہ بھی تو پانچ لاکھ کی ہو رہی ہے، پانچ بیگہ کو بیچو، تو کتنے کی بنے گی، پانچ لاکھ کی بنے گی اور حج ہو رہا ہے آپ کا ڈیڑھ لاکھ میں، ساڑھے تین لاکھ آپ کے باقی رہے پھر بھی، یہ سوچ ہماری غلط ہو گئی، پتہ نہیں کہاں سے یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے، کہ بھائی زمین نہیں ہے، یا زمین ہے پانچ بیگہ پچاس بیگہ سو بیگہ اور پانچ بچے، ان کی شادی کرنی ہے۔

شادی کرنا الگ فریضہ اور حج کرنا الگ فریضہ

یہ بات ٹھیک ہے کہ بچوں کی شادی کرنی ہے، شادی شوق سے کرو، لیکن حج بیت اللہ بھی کرو، لیکن اس میں فضول خرچی کس نے بتلائی ہے، آپ کو کہاں کہا گیا ہے کہ ڈیڑھ لاکھ شادی میں لگاؤ، اسکوٹر بھی دو، کار بھی دو، نکاح پڑھاؤ، صحیح صحیح طریقہ سے، اور شادی کر دو، جہیز میں اسکوٹر بھی چاہیے، کار بھی چاہیے، ایک ٹریکٹر بھی چاہیے اور ایک اچھا سا بیڈ بھی چاہیے اور کرسیاں بھی چاہیے، یہ کہاں سے آئی، یہ تو نکاح میں نہیں ہے، نکاح تو سنت کے طریقہ سے ہونا چاہیے، مگر ہم نے نکاح کو مصیبت بنا لیا ہے، مصیبت ہم نے خود خرید لی ہے، اب بتاؤ غریب کی لڑکیوں کی کیسے شادی ہو؟ اس کے پاس تو اسکوٹر دینے کے لیے پیسے نہیں، معلوم نہیں سائیکل دینے کے لیے کہاں کہاں سے پیسے اکٹھے کرتا ہے، اگر اللہ کا حکم صحیح صحیح ہم مانیں، تو ہر آدمی حج کر سکتا ہے، اس زمانے میں اور آسانی سے کر سکتا ہے، بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ سو آدمیوں میں اسی نوے پر حج فرض ہوگا، دس غریب ہوں گے، جن پر حج فرض نہیں ہوگا؛ لیکن ہو رہا ہے ایسا کہ سو میں ایک آدھ جاتا ہے، حالانکہ سو میں اسی نوے پر حج فرض ہے، دس پانچ ایسے ہوں گے جن پر حج فرض نہیں، جیسا کہ میں نے مثال دی، یہ پانچواں رکن حج کا ہے، اس

کے اندر کوتاہی کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے اندر فرماتا ہے کہ لوگوں پر حج فرض ہے، جس کے اندر وہاں پہنچنے کی ہمت ہو، طاقت ہو اور صلاحیت ہو، اتنا روپیہ پیسہ ہو، کہ وہاں تک آسانی سے پہنچ جائے اور واپس آ جاوے تو اس کے لیے حج کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

یہ سب باتیں شریعت میں نہیں ہیں

لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اولاً لوگ حج کرنے سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور حج کے لیے روپیہ خرچ کرنا بہت گراں گزرتا ہے، اس کے برخلاف شادی بیاہ میں اندھادھند روپیہ خرچ ہو جائے کوئی پرواہ نہیں، اگر کوئی شخص حج کرنے جاتا ہے تو وہ باتیں کرتا ہے جو شریعت میں نہیں ہے، مثلاً حج میں جانے سے پہلے دعوتیں دی جاتی ہیں، پھر آنے کے بعد بھی دعوتیں ہوتی ہیں، اور ہار ڈالے جاتے ہیں، نوتنے کے لیے گھر گھر جاتے ہیں، تمام رشتے داروں کو اطلاع دیتے ہیں کہ بھائی پچیس تاریخ کو ہم حج پر جا رہے ہیں۔

حج تو نماز کی طرح اللہ کا ایک فریضہ ہے

میرے دوستو! ذرا بتاؤ کہ ہم جب نماز پڑھنے جاتے ہیں، تو کسی کو اطلاع دیتے ہیں، یا مسجد میں نماز پڑھنے جاتے ہو تو رشتہ داروں کو کہتے ہو کہ بھائی میں نماز پڑھنے کے لیے جا رہا ہوں، چلنا میرے ساتھ، زکوۃ دیتے وقت کس کو اطلاع دیتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، اعلان کرتے ہیں کہ بھائی میں روزہ رکھ رہا ہوں، سب لوگ آ جانا، کون اعلان کرتا ہے، یہ حج بھی تو اللہ کا فریضہ ہے، اللہ کی عبادت ہے، اس کے لیے نوتنے کی کیا ضرورت ہے، رشتہ داروں کی بلانے کی کیا ضرورت، اعلان کرانے کی کیا ضرورت، بھلا بتاؤ یہ کیسی بے تکی باتیں ہیں، کوئی زکوۃ دینے جائے تو اعلان کر کے جاتا ہے، روزہ رکھے تو اعلان کر کے رکھتا ہے، نماز پڑھے تو اعلان کر کے پڑھنے جاتا ہے، بھائی یہ تو ایسی عبادت ہے جو فرض ہے، اس کو ہر حال میں کرنا ہے، کسی کو بتانے یا بلانے کی کیا ضرورت ہے، مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اگر

رشتہ داروں کو نہ بلائیں تو کہتے ہیں کہ ارے بڑا نالائق ہے، ہم کو بتلایا تک بھی نہیں۔

حاجی اللہ کا مہمان ہوتا ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ جس کو مہمان بنانا چاہتا ہے، تو اس کو اپنے گھر بلاتا ہے، پیسے والے بھی وہاں جاتے ہیں، بغیر پیسے والے بھی وہاں جاتے ہیں، اللہ کس کو بلالے یہ اس کا کرم ہے، پردھان کسی کی دعوت کردے، تو پھولا نہیں سماتا ہے کہ ہماری دعوت پردھان جی نے کی، پرکھ جی نے کی، ایم پی صاحب نے کی، ایم ایل اے صاحب نے کی، چودھری صاحب نے ہماری دعوت کی ہے، بڑا آدمی ہماری دعوت کردے تو ہم پھولے نہیں سماتے ہیں، اپنے گھر پر آ کر کہتے ہیں کہ کھانے سے پہلے چائے بھی پلائی اور چائے کہ ساتھ بسکٹ، برفی، نمکین اور قسم قسم کی مٹھائیاں تھیں، اور پھر کھانے میں ٹھنڈا پانی تھا، بریانی، مرغ بھی تھا، قورمہ بھی تھا، نان بھی تھے، یہ سب تعریف کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور لوگوں سے بتلاتے ہیں۔

سب سے بڑا میزبان اللہ ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ جس کو اپنے دربار میں بلالے، احکم الحاکمین، خالق کائنات، پوری انسانیت کا پیدا کرنے والا، کسی کی دعوت و میزبانی کرے، وہ کتنا خوش نصیب ہے، اس کو کتنا خوش ہونا چاہئے، جس کو اللہ تعالیٰ اپنے دربار میں بلالے، ہم چھوٹے سے پردھان کی دعوت پر پھولے نہیں سماتے، مونچھیں ہماری کھڑی ہوجاتی ہیں، کہتے پھرتے ہیں کہ آج پردھان جی کے یہاں دعوت تھی، آج دوپہر میں، دس دفعہ بتلائے گا کوئی پوچھے کا بھی نہیں، ارے بھائی آج پردھان جی نے لٹھ گاڑ دیا، مزہ آ گیا، واقعی بہت اچھا کھانا تھا، اس کی تعریف کرے گا اور کھانے کی بھی تعریف کرے گا، یہ معلوم بھی نہیں کہ پردھان جی نے وہ حلال کا کھانا کھلایا یا حرام کا، جائز تھا یا ناجائز، اس کی کوئی پرواہ نہیں، لیکن کھلا دیا اس نے، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دربار میں جس کو بلائے یہ اس کا کرم اور اس کا احسان ہے، یہ بہت خوش نصیبی کی

بات ہے، بڑے اعزاز کی بات ہے، کہ خالق کائنات نے ہماری میزبانی کی، احکم الحاکمین شہنشاہوں کے شہنشاہ نے ہماری دعوت کی اور اپنے دربار میں بلالیا، اس سے اس کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے کم ہے، تو میرے دوستو! حج اللہ کا پانچواں فریضہ ہے اور پانچواں ستون ہے، اس کو اچھے انداز میں کیا جائے، بالکل سنت کے طریقے پر کیا جائے تو یقیناً ہمیں بہت فائدہ ہوگا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اسلام کے ان پانچوں ارکان کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے عقیدہ کو مضبوط کرنے کی توفیق عطا فرمائے، عملی زندگی میں ان پانچوں ستونوں کو قائم رکھنے کی اور ان پر جمے رہنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔

خواہش نفس اور لمبی آرزوئیں

یہ بیان ۲۳رفروری ۲۰۱۰ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا۔

خواہش نفس اور لمبی آرزوئیں

میری امت پر دو چیزوں کا زیادہ خوف

عزیز دوستو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی بے ثباتی کو ظاہر کرنے اور آخرت کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے امت کے سامنے اللہ جل جلالہ کے ارشادات اور اسلامی تعلیمات مختلف انداز سے پیش فرمائیں، جن کو سن کر قلب و دماغ میں بٹھانے والوں اور عمل کے میدان میں ان کو قبول کرنے والوں نے دونوں جہاں کی کامیابیاں حاصل کیں ہیں، ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ دو چیزوں کا خوف ہے، خواہش نفس کا اور لمبی آرزوؤں کا، خواہش نفس تو قبول حق سے روک دیتی ہے اور لمبی آرزوؤں کی وجہ سے انسان آخرت کو بھول جاتا ہے، یہ دنیا جارہی ہے اور آخرت آرہی ہے، ان دونوں جہانوں میں سے ہر ایک کی اولادیں ہیں، اگر تم دنیا کی اولاد یعنی دنیادار بننے سے بچ سکو تو ضرور بچو، بے شک تم آج عمل کی جگہ ہو، جہاں حساب نہیں ہوگا اور کل تم آخرت میں ہوں گے، جہاں عمل کی کوئی گنجائش نہ ہوگی۔(۱)

دوستو! ایک تو انسان کا نفس ہے، انسان کی طبیعت ہے، اس کے اندر خواہشات ہوتی ہیں، اور ظاہر ہے کہ خواہشات حق سے منکر بنادیتی ہیں، حق بات سے غافل بناتی ہیں، اور یہ تمام خواہشات انسان کے نفس کے اندر موجود ہیں، اور بڑی بڑی تمنائیں انسان کو آخرت سے غافل بناتی ہیں، اور اس کا نفس اس کو بھٹکانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

(۱) رواہ بیہقی و مشکوۃ ۴۴۴

انسان کا نفس تین طرح کا ہوتا ہے

مفسرین نے کہا ہے کہ انسان کا جو نفس ہے وہ تین طرح کا ہوتا ہے:

(۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ (۳) نفس مطمئنہ

نفس امارہ

پہلا نفس، نفس امارہ ہے، جو ہمیشہ انسان کو برائی کی طرف راغب کرتا ہے، لذات ومرغوبات میں غرق کرتا ہے، اور شریعت مطہرہ کی تابعداری سے روکتا ہے، نفس کی یہ حالت انتہائی خطرناک اور تشویشناک ہوتی ہے، جس میں ابتداءً فطری طور پر ہر انسان مبتلا ہوتا ہے اور بغیر فضل خداوندی کے کوئی اس سے محفوظ نہیں رہ سکتا، اللہ نے قرآن کریم میں اس نفس کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کیا ہے "وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَارَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ" (۱) کہ میں اپنے نفس کو بری نہیں کرسکتا برائی سے، نفس کا کام تو برائی کا حکم دینا ہے، وہ تو بہت زیادہ برائی کا حکم کرتا ہے " إِلَّا مَارَحِمَ رَبِّي" ہاں میرا رب اگر مجھے بچانا چاہے اور اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپنا چاہے، تو میں بچ سکتا ہوں، بلاشبہ میرا رب معاف کرنے والا ہے، رحم کرنے والا ہے، تو یہ نفس اُمارہ ہے جو ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے، اسی نفس کے بارے میں ایک شاعر نے کیا خوب کہا: ؎

بھروسہ کچھ نہیں ہے نفس امارہ پہ اے سالک
فرشتہ بھی اگر ہوجائے تو اس سے بدگماں رہنا

یہ نفس ہمیشہ برائی کا حکم کرتا ہے، جتنے بھی دنیا کے خراب کام ہیں، یا خرافات کے کام ہیں، یہ نفس ان کی طرف لے جاتا ہے، اس لیے ناچ گانے میں اس کی طبیعت لگتی ہے، چوری میں اس کی طبیعت لگتی ہے، جھوٹ بولنے میں اس کی طبیعت لگتی ہے، زنا میں اس کی طبیعت لگتی ہے،

(۱) سورۂ یوسف آیت ۵۳

ہر برے کام میں اس کی طبیعت لگتی ہے، نماز چھوڑنے میں، روزہ چھوڑنے میں جتنے بھی اللہ کی رضا والے کام ہیں، ان سب کو چھوڑنے میں اس کو مزہ آتا ہے، یہ اس کی طبیعت ہے۔

جانوروں سے بھی بدتر کون لوگ؟

ایسی طبیعتوں کے متعلق اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے "وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيراً مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ" (۱) کہ ہم نے جہنم کے لیے بہت سے انسانوں اور بہت سے جنوں کو بنایا ہے، ایسے جن اور ایسے انسان جن کے دل تو ہیں؛ لیکن دلوں سے سمجھتے نہیں، اللہ کی باتوں کو، دین کی باتوں کو، ان کے پاس آنکھیں ہیں، مگر ان سے دیکھتے نہیں (اللہ کی نشانیوں کو) صحیح کیا ہے، غلط کیا ہے، اور ان کے پاس کان ہیں لیکن وہ ان سے (اللہ کی باتوں کو) سنتے نہیں، اچھی بات کیا ہے بری بات کیا ہے، ایسے لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ حقیقت میں وہ ان سے بھی بدتر ہیں، اور غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

نفس انسان کی طبیعت کا چور ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ غلط کام کرلو، یہ ہر انسان کے اندر ہوتا ہے، ہر آدمی کو غلط کام کرنے کی طرف دعوت دیتا ہے، ہر وقت کہتا ہے کہ برائی ہی برائی کرو، نماز مت پڑھو، سردی ہورہی ہے، وضو کرنا پڑے گا، کوئی کہے گا نماز پڑھ لے بھائی، تو کہے گا کہ بھائی میرے کپڑے ناپاک ہیں، روزہ رکھ لے بھائی، کہے گا آج سحری نہیں کھائی تھی، بھائی زکوۃ دیدے، کہے گا جی ہاں میرے پاس تو مال ہی نہیں ہے، چل بھائی حج کرلے، کہے گا جی ہاں میرے پاس تو اتنے پیسے ہی نہیں، اچھا فلاں کام کرلے، جی ہاں کروں گا، یہ طبیعت ہے اس کی، یہ تو طبیعت آرام کی ہے، اور کہیں تماشا ہورہا ہو، تو سب سے پہلے جائے گا، کہیں کوئی غلط کام ہورہا ہو، لڑائی جھگڑا ہورہا ہو، بیٹھک میں لوگ بیٹھے ہوں، گپ شپ چل رہے

(۱) سورۂ اعراف آیت ۱۷۹

ہوں، کوئی روکے گا بھی نہیں، وہاں رک جائے گا، اور لوگوں کی باتیں سنے گا، تو ایسی چیز کی طرف خود بخود جائے گا، بغیر کہے اور بغیر کسی کے بتلائے، بغیر کسی کی اطلاع کے وہاں پہنچ جائے گا۔

دوسرا نفس لوامہ

”نفس لوامہ“ یہ نفس ایسا ہے، جو انسان کو برائی کی طرف تو لیجاتا ہے؛ لیکن برائی کی طرف جاتے ہی اس کی طبیعت، اس کا اندرون اس کو ملامت کرنے لگتا ہے، کہ ارے کیا غلط کام کررہا ہے، اللہ یاد آجاتا ہے، نفس کی یہ حالت پہلی حالت سے بدرجہا بہتر ہے، یہ ہر کس وناکس کو حاصل نہیں ہوتی؛ بلکہ یہ حالت اسی شخص کے نفس کی ہوتی ہے، جو ہر وقت نفس کی نگرانی کرے، برائیوں سے اس کو روکے، مہذب اور صالح بنانے کی جدوجہد میں لگا رہے، اس کی ہر خواہش کو پورا نہ کرے، اور خصوصاً شریعت کے خلاف دل میں جنم لینے والے ہر جذبہ کو حکمت وسنجیدگی سے ٹال دے، اور اگر کبھی کوئی گناہ نفس کے مکروفریب سے مغلوب ہو کر انجانے میں یا جان بوجھ کر ہوجائے، تو فوراً اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہوکر ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار میں مشغول ہوجائے، اور آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ عزم کرے، جیسا کہ اللہ تعالی متقی اور دیندار لوگوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ”وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللّٰهُ“ (۱) جب ان سے کوئی گناہ ہوجاتا ہے یا وہ اپنی جانوں پر کوئی ظلم کر بیٹھتے ہیں، تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں، اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو معاف کرے۔

بہر حال ہمیں اہل اللہ کی صحبت اختیار کرکے اصلاح نفس کی کوشش کرتے رہنا چاہئے، تاکہ ہمارا نفس نفس لوامہ ہوجائے، جس کی عظمت اور اہمیت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اس کی قسم کھائی ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے ”لَآ أُقْسِمُ بِيَوْمِ

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۱۳۵

الْقِيٰمَةِ وَلَآ أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ بَلٰى قَادِرِيْنَ عَلٰى أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ“ (۱) میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو ملامت کرے برائیوں پر، کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم جمع نہ کرسکیں گے اس کی ہڈیاں، کیوں نہیں، ہم ٹھیک کرسکتے ہیں اس کے پوروں کو، غرضیکہ نفس لوامہ کسی بھی برائی کے موقع پر اس کو فوراً روک دیتا ہو، اللہ کو یاد کرو، ارے کیا کررہا ہے یہ تو غلط ہے، ارے نماز کا وقت ہورہا ہے، تو کھیت میں جارہا ہے، ارے نماز کا ٹائم ہوگیا ہے، تو ابھی دوکان پر ہے، رمضان شروع ہوگیا، تو روزہ نہیں رکھتا، فوراً اس کو روک دیتا ہے، کہیں کسی کا سامان پڑا تھا، چوری کرنے کے لیے دیکھ رہا تھا، کوئی ہے یا نہیں، اٹھانے لگا، تو فوراً کہتا ہے کہ ٹھہر واللہ تو دیکھ رہا ہے، کہیں نوکری کررہا ہے، ملازمت کررہا ہے، ارے مالک نہیں دیکھ رہا ہے، لیکن اللہ تو دیکھ رہا ہے، کہیں کچھ بھی گڑ بڑ کرنے والا ہے، فوراً یہ نفس کہے گا، ارے اللہ تو دیکھ رہا ہے، فوراً اللہ یاد آ گیا، برائی سے اس کو روک دے گا، ایسا نفس مطلوب ہے، اور ایسا نفس انسان کو حاصل ہوتا ہے، اس طرح سے کہ وہ اللہ والوں کے پاس لگے، بزرگوں کے پاس لگے، علماء کے پاس لگے، ان کے پاس بیٹھے، اچھی باتیں سنے، قرآن کی باتیں سنے، حدیث کی باتیں سنے، دین کی بات سنے اور اپنے پیغمبر کی باتیں سنے، پھر نفس کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، شیطان کا کام تو یہ ہے کہ وہ وسوسے ڈالتا ہے، انگلی لگاتا ہے اور نفس کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے، تو اچھا نفس وہ ہے جو فوراً یاد دلادے کہ وہ غلط راہ پر جارہا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، تو ایسا نفس مطلوب ہے، اور ایسے نفس کی اللہ نے قرآن میں قسم کھائی ہے، ایسا نفس ہونا چاہئے، ایسے نفس کی ضرورت ہے۔

تیسرا نفس، نفس مطمئنہ

مطمئنہ ایسا نفس ہے کہ نماز کے وقت پر نماز پڑھتا ہے، روزے کے وقت پر روزہ رکھتا ہے، اچھے کاموں کے وقت اچھے کام کرتا ہے اور برے کاموں سے اس کو فطری طور پر نفرت

(۱) سورہ قیامۃ آیت ۱ تا ۴/

ہوجاتی ہے، غلط کام کی طرف کبھی چلتا ہی نہیں، گالی کبھی دیتا ہی نہیں، چغل خوری کبھی کرتا ہی نہیں، کسی پر بہتان نہیں لگاتا، کسی کی غیبت نہیں کرتا ہے، اللہ کی عبادت کا وقت آیا تو عبادت کرتا ہے، کسی کے بارے میں کوئی غلط بات نہیں کہتا، صحیح رہتا ہے، گھر والوں کی خدمت کا وقت آیا تو گھر والوں کی خدمت کرتا ہے، عزیز وا قارب کی خدمت کا وقت آیا تو ان کی خدمت کرتا ہے، بس جیسا موقع آیا اس کے لیے وہ ہر وقت تیار رہتا ہے، دکان پر بیٹھا ہے تو جتنی دیر دکان پر بیٹھتا ہے تو صحیح صحیح تولتا ہے، کوئی کام کر رہا ہے، تو صحیح صحیح کر رہا ہے، یعنی خود بخود اس کا دماغ، اس کی طبیعت، اس کا نفس اس کی صحیح کاموں کی طرف رہنمائی کرتا ہے، تو ایسا نفس اچھا نفس ہے، اور قابل تعریف ہے، بلکہ اس کی قدر کی جاتی ہے۔

نفس مطمئنہ والوں کا استقبال

ہمارے گھر جب کوئی مہمان آتا ہے، کوئی افسر آتا ہے، یا کوئی بڑا آدمی آتا ہے تو ہم استقبال کرتے ہیں، اس کا سواگت کرتے ہیں، اس کو ویلکم (Wel Come) کرتے ہیں، اسی طریقہ سے جس کا نفس مطمئنہ ہوگا، وہ جب مرے گا، تو دنیا میں لوگ اس کو اچھا کہیں گے ہی کہ بھائی واقعی بہت اچھا آدمی ہے، اس سے اچھا آدمی ہم نے دیکھا ہی نہیں، وہ تو کبھی جھوٹ بولتا ہی نہیں، وہ تو کبھی غلط کام کرتا ہی نہیں، وہ تو کبھی کسی کی برائی کرتا ہی نہیں، وہ تو کسی کی غیبت کرتا ہی نہیں، آدمی ہو تو ایسا ہو، کسی سے کوئی لینا دینا نہیں، اپنے کام سے کام رکھتا ہے، تو ایسے آدمی کو دنیا والے بھی اچھا کہتے ہیں، اور آخرت والے بھی اچھا کہیں گے، جب وہ مرے گا تو فرشتے اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جائیں گے، اور اللہ کہہ رہا ہے قرآن میں کہ ایسے بندوں کو ہم کہیں گے ”یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً، فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ“ کہ ایسے بندوں کو ہم کہیں گے یہ تو ہمارا پیارا نفس ہے، یہ تو ہمارا نفس مطمئنہ ہے، آؤ بھائی، بلاؤ اس کو، تو اللہ دیکھ کر فوراً کہے گا اس کو میرے نیک بندوں میں داخل کردو، میرے جو پیارے بندے ہیں، میرے جو مقبول بندے

ہیں، اس کو ان میں داخل کرو، اور میری جنت میں داخل کردو۔

لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق عزت دو

ہم لوگوں کے گھر میں مہمان آتے ہیں، تو کیا کہتے ہیں کہ بھائی ان کو تو یہاں لٹا دینا، جو خاص ہوتے ہیں، ان کے لیے اسپیشل چار پائی لگاتے ہیں، اسپیشل گدا بچھاتے ہیں، اور جو عام ہوتا ہے، اس کے لیے وہی بچھا دیتے ہیں جو بیٹھکوں میں بچھے رہتے ہیں یا بیٹھک ہی میں لٹا دیتے ہیں، غرضیکہ انسان کی حیثیت کے مطابق اس کی خاطر و تواضع کی جاتی ہے، اور یہ بات ٹھیک بھی ہے، اس لیے کہ ”اَنْزِلُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ مَنَازِلِهِمْ“ کہ لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق عزت دو، احترام کرو، اگر اچھا مہمان ہے تو اس کے لیے مرغ، پلاؤ اور قسم قسم کے پکوان بنائے جاتے ہیں، اگر کوئی عام مہمان ہے تو اس کو ماحضر کھلا کر بھیج دیا جاتا ہے، دال، ساگ، سبزی جو بھی وقت پر میسر ہو، اس کو کھلا دیا جاتا ہے، بعض بزرگوں کے یہاں اس کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے کہ جیسا آدمی، جیسا مہمان اس کی شان اور حیثیت کے مطابق اس کی میزبانی کی جاتی ہے، اور اس لیے بھی کہ جس کا جو مزاج ہے اس کی رعایت کی جاتی ہے، بعض آدمی سادا کھانا پسند کرتے ہیں تو سادا ہی کھلانا چاہئے، بعض اچھی حیثیت والے اچھا کھانا پینا رکھتے ہیں تو ان کے لیے اسی طرح کا انتظام کرنا چاہئے یہ تو کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔

یہی طریقہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کے لئے اختیار کرتا ہے

اللہ تعالیٰ کے یہاں جب انسان کی حاضری ہوتی ہے، تو جو اچھے لوگ ہوتے ہیں، ان کے لیے بہترین قیام گاہ، سونے کے لیے مسہریاں، لذیذ کھانے، ریشم کے کپڑے، عمدہ سے عمدہ میوے، بھلا جنت میں کس چیز کی کمی ہے، مگر وہاں پر فرق مراتب کے لحاظ سے ملے گا، اللہ تعالیٰ کے یہاں مہمان نوازی کی کئی کوالٹی (Quality) ہوں گی، جو اچھے ہوں گے ان کے لیے اچھی

مہمان نوازی ہوگی، اور جو اس سے نیچے ہوں گے ان کے لیے ان سے نیچے کی مہمان نوازی ہوگی، جیسے ہم سب اس دنیا میں اپنے مہمانوں کے ساتھ کرتے ہیں، اللہ تعالی اپنے خاص مہمانوں کے لیے فرمارہے ہیں "فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ" ان کو ہمارے بندوں میں داخل کرو، ہمارے خاص بندوں میں، جس کا نفس مطمئنہ ہو، اس کے لیے اللہ کہے گا، ارے یہ تو ہمارا خاص بندہ ہے، اس کو تو ہمارے خاص بندوں میں داخل کرو اور ہماری جنت میں داخل کرو، دیکھو اس کے لیے بہترین بیڈروم بنا ہوا ہے، بہترین مکان، بہترین گیسٹ ہاؤس ہے، اس میں داخل کرو، اس کو عام اور جنرل میں نہیں رکھنا، یہ تو ہمارا خاص بندہ ہے، تو اللہ تعالی نفس مطمئنہ جس کا نفس مطمئن ہو، گناہوں سے، غلط کاموں سے، دنیا کی ہیرا پھیری سے، دنیا کی الجھنوں سے، دنیا کی آرزوں سے، دنیا کے جھمیلوں سے دور ہو، اس کے لیے یہ اعزاز ہے کہ یہ میرا خاص مہمان ہے۔

دنیا کی ہوس کبھی پوری نہیں ہوگی

دوستو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ مجھے خوف اپنی امت پر سب سے زیادہ اس بات کا ہے کہ وہ خواہشات میں مبتلا ہوجائے، اور دوسرے آرزوئیں لمبی لمبی کرنے لگے، دونوں کا اثر پڑتا ہے، جب انسان خواہش کا غلام بن جاتا ہے، تو حق بات کو ماننے سے اس کی طبیعت انکار کرتی ہے، حق بات کو مانتی ہی نہیں، کیوں کہ وہ تو اپنی ہی بات کو حق سمجھتا ہے، خود جو کرتا ہے اسی کو ٹھیک کہتا ہے، ارے میں جو کررہا ہوں ٹھیک ہے، اللہ نے فرمایا کہ یہ دنیا تو ختم ہورہی ہے، دس سال کا بیس کا ہوگیا، پچیس کا ہوگیا، تیس کا ہوگیا، چالیس کا ہوگیا، پچاس کا ہوگیا، داڑھی سفید ہوگئی، سر کے بال سفید ہوگئے، مرنے کے قریب لیکن پھر بھی خواہشات، ایک مکان بنالیا، دو مکان اور بنانے ہیں، اتنی زمین لے لی اور لینی ہے، ایک دکان بنادی، ایک دکان اور بنالیتا ہوں، ایک اسکوٹر لے لی، دوسری اور لے لیتا ہوں غرضیکہ دنیا کی ہوس کبھی پوری نہیں ہوگی، ایک گاڑی لے لی، تو دوسری لینے کی فکر میں رہتا ہے۔

دوستو! یہ دونوں چیزیں خطرناک ہیں، خواہش نفس، نفس کی غلامی، نفس امارہ کی غلامی، نفس لوامہ ہونا چاہئے یا نفس مطمئنہ ہونا چاہئے، نفس مطمئنہ والوں کے لیے اللہ نے کہا کہ یہ تو ہمارے خاص بندوں میں ہیں، ان کو ادھر بھیجو۔

ہماری آرزوئیں کس کام کی

تو دوستو! دوسری بات یہ ہے کہ آرزوئیں زیادہ نہ ہوں، تمنائیں زیادہ نہ رکھیں، دنیا میں کتنے دن رہنا ہے، بس اللہ تعالی ہمیں اتنا دیتا رہے کہ ہماری زندگی ٹھیک ٹھیک گزر جائے، کسی کے محتاج نہ ہوں اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاویں، اللہ تعالی اتنا رزق اور اتنی روزی ہم کو دیتا رہے، ہم پیٹ بھر کر اللہ کی عبادت کرتے رہیں، زیادہ کے چکر میں نہ رہیں، آج یہی ہورہا ہے کہ ہم لوگ ایک سے دو، دو سے تین اور تین سے چار بنانے بلکہ ننانوے کو سو بنانے کے چکر میں لگے ہوئے ہیں، اور آخرت سے غافل ہیں، ایک دن تو ہم کو مرنا ہی ہے یہ آرزوئیں اور تمنائیں کس کام کی ہیں۔

دنیا دارالامتحان ہے

دوستو! آخرت سے غافل ہونا یہ خطرناک بات ہے، اس لیے آج تو ہمارے پاس موقع ہے سوچنے کا، آج عمل کا دن ہے، اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اس دنیا کی سب اولادیں، تو اس وقت سے پہلے جب کہ تمہارا رجسٹر بند ہوجائے، اعمال نامے میں لکھنا بند ہوجائے، اس سے پہلے پہلے سمجھ جاؤ، اور غور کرلو، اس لیے کہ آج جو کرلیں گے اس کا ثواب کل مل جائے گا، آج تو ہمارے پاس ٹائم ہے کہ ہم اپنے رجسٹر میں اعمال لکھوالیں، نیکیاں لکھوالیں، اللہ کو راضی کرلیں، یہ دارالامتحان ہے؛ لیکن کل جو ہے، جب یہ رجسٹر بند ہوجائے گا، کل تو حساب وکتاب کا دن ہے، آنکھیں بند ہونے کے بعد حساب وکتاب کی بات آجائے گی، وہاں تو حساب ہوگا، پھر عمل کی گنجائش نہیں، آدمی کہے گا کہ اے اللہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے "ربنا أخرجنا نعمل

صالحا غیر الذی کنا نعمل "(۱) اے اللہ مجھے ایک بار دنیا میں بھیج دے، میں اچھے کام کرلوں گا، اللہ کہے گا نہیں بس ایک مرتبہ ہی بھیجتے ہیں، اب تو بس تیرا نامہ اعمال بند ہو گیا ہے، تیرا جو پیپر ہے جو پرچہ ہے، تو نے جو اپنی کاپی میں لکھا ہے، اب تو بس اس پر نمبر ملیں گے۔

خواہش کے غلام ہرگز نہ بنیں

دوستو! اس لیے ہمیں نفس کی فکر کرنی ہے، کہ جہاں تک ہو سکے دنیا کی اس رنگارنگی سے اپنے آپ کو بچا کر رکھیں، اور ہم لوگ خواہش کے غلام نہ بنیں، اور زیادہ لمبی آرزوئیں نہ کریں، یہ مختصر سی زندگی ہے، بس اس کی قدر کرلیں، چالیس پچاس سالہ زندگی ہے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں اس کی قدر کرنے کے توفیق عطا فرماوے، اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، زندگی کے جھمیلوں سے بچ کر ہمیں "نفس لوامہ" کے بعد "نفس مطمئنہ" کو حاصل کرنے کی اور اس کی تگ ودو میں لگنے کی توفیق عطا فرمائے، اور دنیا کی آرزوؤں سے، دنیا کے جھمیلوں سے ہم سب کی حفاظت فرماوے۔

---

(۱) سورۃ فاطر ۳۷

اسلام میں سو فیصد داخل ہو جاؤ

یہ بیان ۲۳/ جولائی ۲۰۱۰ء بروز جمعہ مرکز کی جامع مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے نمازیوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوا۔

اسلام میں سوفیصد داخل ہو جاؤ

اللہ تعالیٰ کا مختلف انداز سے خطاب کرنا

میرے محترم دینی بھائیو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر انسانوں کو مختلف انداز سے خطاب کیا ہے، کہیں پر کہا ہے کہ اے لوگو! اور کہیں پر کہا ہے، اے ایمان والو! مختلف انداز سے خطاب کیا ہے، اور کہیں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ اے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ امت سے یہ کہہ دیجئے، آپ لوگوں سے یہ کہہ دیجئے، اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچانے کے مختلف انداز ہیں، جہاں جس نوعیت کے پیغام کی اہمیت وضرورت ہے، وہاں اسی انداز سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خطاب کیا ہے، قرآن کریم کی اس آیت کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مؤمنوں کو خطاب کیا ہے "یاایھا الذین آمنوا" کافروں کو خطاب نہیں کیا، غیر مسلموں کو خطاب نہیں کیا، بلکہ فرمایا کہ اے ایمان والو! جو ایمان لائے اللہ پر، جو ایمان لائے اس کے رسولوں پر، جو ایمان لائے اس کی کتابوں پر، جو ایمان لائے آخرت کے دن پر، جو ایمان لائے اس کے فرشتوں پر، جو ایمان لائے اچھی بری تقدیر پر کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے، جو ایمان لائے مرنے کے بعد جی اٹھنے پر، اور جو ایمان لائے اس بات پر کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے، وہی اس کائنات کا پیدا کرنے والا ہے، وہی اس کائنات کے نظام کو چلانے والا ہے "الا له الخلق و الامر" جو اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسی نے اس کائنات کو پیدا کیا، وہی اس کے نظام کو چلاتا ہے، ان لوگوں کو خطاب کیا ہے۔

اسلام میں داخل ہونے کا مطلب

اے ایمان والو! تم اسلام کے اندر پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، سوفیصد داخل ہو جاؤ "ادخلوا فی السلم کافة" آدھا تیتر آدھا بٹیر والی بات نہ ہونے پائے، کہ صرف مسلمان کے گھر میں پیدا ہو گئے، عبداللہ، عبدالرحمٰن نام ہے، شکیل جمیل نام ہے، مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو گئے، یہ تو ٹھیک ہے، لیکن پھر بھی ایمان والوں کو الگ سے خطاب کیا گیا ہے کہ اسلام کے اندر سوفیصد داخل ہو جاؤ، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری ہر طرح کی زندگی جو اجتماعی زندگی ہے وہ بھی، جو انفرادی زندگی ہے وہ بھی، کاشت کی جو زندگی ہے وہ بھی، ہماری تجارت کی جو زندگی ہے وہ بھی، اسی طریقہ سے معاشی، سیاسی واقتصادی زندگی کے جتنے بھی میدان ہیں، ان تمام میدانوں کے اندر اسلام کو نافذ کرنا ہے، اللہ اور اللہ کے رسول کے جو احکامات ہیں ان پر عمل پیرا ہونا ہے، اگر ہم اس پر عمل پیرا ہو جائیں گے، تو پھر ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے گارنٹی ملے گی، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہم کو انعام ملے گا، کہ ہم کامیاب ہیں، اور اگر اس کے خلاف ہم زندگی گزار رہے ہیں، ہم مسلمان والے اعمال نہیں کر رہے ہیں، نام ہمارے مسلمان والے ہیں، ہماری زندگی دیکھنے میں مسلمانوں والی ہے؛ لیکن حقیقت میں اسلام والی نہیں ہے، تو پھر اس زندگی پر کوئی ضمانت نہیں ہے، اس زندگی پر کوئی گارنٹی نہیں ہے۔

حیاۃ طیبہ کا استحقاق

اگر سچی پکی زندگی ہے، ایمان والی اور عمل صالح والی زندگی ہے، تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہے "من عمل صالحا من ذکر او انثی وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة" (۱) اگر سو پرسینٹ آپ نے ایمان والی زندگی گزاری، سو پرسینٹ اللہ والی اور رسول والی زندگی

(۱) سورۂ نحل آیت ۹۷

گزاری، صحابہ کرام والی زندگی آپ لوگوں نے گزاری، تو اللہ کہتے ہیں ہم تم کو ’’حیاۃ طیبہ‘‘ دیں گے، حیات طیبہ یہاں اس دنیا والی زندگی کے اندر بھی راحت وآرام دیں گے، اور آنکھ بند ہونے کے بعد آخرت والی جو زندگی ہے، اس کے اندر بھی آرام وسکون دیں گے، اس کے اندر بھی آپ لوگوں کا استقبال کیا جائے گا۔

اللہ کی طرف سے استقبال

اور استقبال کس طریقہ سے کیا جائے گا، جب اس دنیا سے جائیں گے، اس دنیا سے جانے کے وقت اللہ تبارک وتعالی کے فرشتے کھڑے ہوئے ہوں گے، اور وہ کہیں گے آؤ، اللہ تعالی خود کہیں گے: ’’یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی إلی ربك راضیۃ مرضیۃ، فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی‘‘ (۱) اور وہ کہیں گے آؤ بھائی آؤ، اور اللہ خود کہیں گے، آنے دو بھائی آنے دو، یہ تو ہمارا خاص ہے، اس کے لیے تو ہم نے اسپیشل انتظام کیا ہے، اسپیشل روم سجایا ہے، اسپیشل اس کے لیے جنت ہے، یہ جنرل وارڈ میں نہیں جائے گا، جنرل مہمان خانے میں نہیں جائے گا، اسپیشل اس کے لیے ہم نے انتظام کیا ہے، یہاں آنے دو اس کو، کیونکہ اس نے اس طریقے سے زندگی گزاری ہے، جو طریقہ اللہ تعالی کو پسند ہے، جو طریقہ اللہ تعالی کے رسول کو پسند ہے، اور جس طریقے سے اللہ کے رسول کے صحابہ کرام نے زندگی گزاری ہے، اس طریقے سے اس نے زندگی گزاری ہے، اس لیے اس کو ہمارے اسپیشل مہمان خانے میں لے آؤ، یہاں اس کا استقبال کیا جائے گا، اور ہمارے خاص بندوں کی لسٹ میں اس کا نام شمار کیا جائے گا، اس کو ادھر لے آؤ، اور یہ کب ہوگا جب ہم پکے اور سچے مسلمان ہو جائیں گے، اور ایسے مسلمان کہ ہماری زندگی سے، ہمارے ہر عمل سے، ہمارے اجتماعی عمل سے، انفرادی عمل سے، گھر کے عمل سے، بازار کے عمل سے، کھیتی کے عمل سے کسی کو تکلیف نہیں ہوگی، اور اگر کسی کو تکلیف ہوگی تو ایمان کچا، اس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(۱) سورۂ فجر آیت ۳۰

’’المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ‘‘ (۱) کہ پکا سچا مسلمان وہ ہے جس کے شر سے، جس کی زبان سے، جس کے ہاتھ سے، جس کے کردار سے، جس کے اخلاق سے، جس کی زندگی کے شب وروز سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں، وہ پکا سچا مسلمان ہے، اور پکا سچا مسلمان وہی ہوگا جس کی زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے مطابق گزرے گی، اور وہ اسلام پر سو فیصد عامل ہوگا، اس کی زندگی ایسی ہوگی کہ اس نے کسی کو تکلیف نہیں دی ہوگی، اور اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے وہ اس انعام کا مستحق ہوگا، اور اس کو حیاۃ طیبہ ملے گی، اس دنیا کے اندر بھی اس کو آرام وسکون ملے گا اور آنے والی زندگی کے اندر بھی۔

مسلمان کثرت کے باوجود بے حیثیت

میرے دوستو! اللہ تعالی نے قرآن کریم کی اس آیت کے اندر یہی بات ارشاد فرمائی کہ اے ایمان والو! پکے سچے مسلمان بن جاؤ، ایمان میں سو فیصد داخل ہو جاؤ، صرف نام کے نہ رہو، بلکہ کام کے بن جاؤ، نام کے مسلمانوں کی تو بھیڑ ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’یوشك الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الاکلۃ إلی قصعتھا فقال قائل ومن قلۃ نحن یومئذ‘‘ کہ ایک زمانہ آئیگا، اور دنیا میں تمہاری حیثیت ایسی ہوگی جیسے دسترخوان پر روٹی اور بوٹی کی، تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ’’قال بل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل‘‘ (۲) بلکہ اس وقت تو تمہاری تعداد زیادہ ہوگی، اربوں کھربوں ہوگی؛ لیکن تمہارے ایمان کے اندر طاقت نہیں ہوگی، تمہاری روح کے اندر طاقت نہیں ہوگی، تمہارے اعمال کے اندر وہ طاقت نہیں ہوگی، اس لیے تمہاری کثرت ہونے کے باوجود بھی تم دنیا کے اندر بے حیثیت ہوگے اور پانی کے جھاگ کے مانند ہوں گے۔

(۱) صحیح البخاری کتاب الایمان حدیث ۹ (۲) سنن ابی داؤد کتاب الملاحم حدیث ۳۷۴۵

اپنے دوفٹ کے حصے پر اسلام کو نافذ کرلو

اس لیے میرے دوستو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اور خود قرآن کریم کے اس خطاب کو سنتے ہوئے، ہمیں اپنی زندگی سوفیصد اسلام کے مطابق گزارنی چاہئے، اس کی نیت کرنی چاہئے، اگر ہم نہ بھی کرسکیں، تو نیت میں تو کوئی حرج نہیں، اس لیے جس نے نیت کرلی، اور اس پر وہ عامل نہ ہوسکا، اسی وقت سے اس کا ثواب اس کے حق میں لکھا جانا شروع ہوجاتا ہے، اگر آپ لوگ اس کی نیت کرلیں کہ آج سے ہم اپنی زندگی کے اندر، ہم اپنے دوفٹ کے حصے کے اندر اسلام کو داخل کرتے ہیں، اور خود ہم اسلام کے اندر داخل ہوتے ہیں، تو ان شاء اللہ تعالی کی طرف سے ابھی سے ثواب مرتب ہونے لگ جائے گا، اور ابھی پکے سچے مؤمنین میں شمار ہونے لگے گا، اعمال کا جہاں تک تعلق ہے، کوشش کی جائے اور کرنی چاہئے، اللہ تبارک وتعالی نیتوں کو دیکھتے ہیں۔

شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو

دوستو! شیطان کے نقش قدم پر نہیں چلنا" ولا تتبعوا خطوات الشيطان انه لكم عدو مبين" (۱) قدم قدم پر شیطان کے اڈے ہیں، قدم قدم پر اس کی چوکیاں ہیں، قدم قدم پر اس کی طرف سے نمائشیں لگی ہوئی ہیں، قدم قدم پر وہ آپ کو طاق طاق کر اور جھانک کر دیکھ رہا ہے، کون ایمان والا آرہا ہے، اس کو بھٹکاؤں، کون اللہ کا نام لینے والا آرہا ہے، اس کو گمراہ کرو، کون داڑھی والا آرہا ہے، کون کلمہ پڑھنے والا آرہا ہے، اس کو گمراہ کروں اور اس کی زندگی کو برباد کروں، وہ اس ٹوہ میں رہتا ہے، اور وہ اللہ سے مہلت لے چکا ہے کہ تیرے بندوں کو بھٹکاتا رہوں گا" قال رب بما أغويتني لأزيّننّ لهم في الارض ولأغوينهم أجمعين، الا عبادك منهم المخلصين، قال فانظرني إلى يوم يبعثون، قال فانك من المنظرين" (۲)

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۰۸ (۲) سورۂ حجر آیت ۳۶ تا ۳۹)

اللہ نے اس کی بات کو قبول کیا ہے، اس لیے وہ قیامت تک کرتا رہے گا، بس اللہ کے مخلص بندے اس کے چنگل میں نہیں آسکتے، اللہ نے کہا تجھ کو مہلت ہے، اس کے لیے ہمیں کوشش کرنی ہے اور فکر کرنی ہے کہ ہم اللہ کے مخلص بندے بن جائیں" ولا تتبعوا خطوات الشيطان" شیطان کے نقش قدم پر نہ چلیں" ومن يتبع خطوات الشيطان فانه يامر بالفحشاء والمنكر" جو شیطان کے نقش قدم پر چلے گا اس کو وہ برائیوں کا، گناہوں کا، غلط کاریوں کا اور دنیا بھر کی خرافات کا حکم دے گا، اس لیے اس کی پیروی نہیں کرنا، اس کی اتباع میں اپنے چہرے کو شیطان کے انداز پر نہیں بنانا، اللہ کے رسول کے مطابق اپنی داڑھیوں کو رکھنا ہے، اس لیے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داڑھیوں کو بڑھاؤ، مونچھوں کو کٹاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو" جزوا لشوارب وارخوااللحى خالفوا المجوس" (۱) اگر اس کے مطابق کریں گے تو ہمارا چہرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوگا۔

تقوی کا لباس بہتر ہے

ہمارا لباس اللہ کے رسول کی پسند کے مطابق شریفانہ ہو، اور جس سے تقوی کی بو آتی ہو جو پرہیزگاری کا لباس معلوم ہوتا ہو، ایسا لباس ہونا چاہئے، اور وہ ہے لباس تقوی کا" ولباس التقوى ذلك خير" (۲) سب سے اچھا لباس تقوی کا ہے، عام لباس سے ہماری ظاہری زندگی کی، ظاہری جسم کی حفاظت ہوتی ہے؛ لیکن تقوی کے لباس سے ہماری روحانی زندگی کی بھی حفاظت ہوتی ہے اور اس سے ہمارے دل کی، ہمارے دماغ کی، ہمارے اعمال کی ہر چیز کی حفاظت ہوتی ہے:" ولباس التقوى ذلك خير"۔

ظاہری لباس بھی اچھا ہو اور تقوی کا لباس بھی تو ان شاء اللہ، اللہ کے حکم سے اور اللہ کے فضل سے ہماری زندگی ایسی زندگی ہوگی جو مطلوب ہے اور مقصود ہے، تو دوستو! آپ سمجھ سکتے ہیں، کہ

(۱) صحیح مسلم کتاب الطہارۃ حدیث ۳۸۳ (۲) سورۂ اعراف آیت ۲۶

کہاں کہاں پر شیطانوں کے اڈے ہیں اور کہاں کہاں پر ان کی کارروائی ہو رہی ہے، اور کہاں کہاں پر ان کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں، تو وہ اچھے انداز میں پیش کرتے ہیں "وزین لھم الشیطان اعمالھم فصد ھم عن السبیل" (۱) ایسے خوبصورت انداز سے پیش کرتے ہیں کہ آدمی عش عش کرتارہ جاتا ہے، انسان اس کی پیروی کرنے لگتا ہے اور صحیح راستے سے بھٹک جاتا ہے۔

شیطان آپ کا کھلا دشمن ہے

شیطان کی پیروی نہیں کرنی؛ کیونکہ وہ تو آپ کا کھلا ہوا دشمن ہے، باوا آدم کے زمانے سے "انہ لکم عدو مبین" اور کھلا ہوا ہے کوئی ڈھکا چھپا نہیں، تو ایسے دشمن سے حفاظت کے لیے اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اس کی پیروی نہیں کرنی ہے، اس نے تو آپ کے بڑوں کو، آپ کے باپ دادا کو بھٹکایا تھا، اور ان کو گمراہ کیا تھا، تو اس لیے ہمیں کوشش کرنی ہے، ہمیں شیطان کے نقش قدم سے، شیطان کی پیروی کرنے سے اور شیطان والے اعمال کرنے سے اپنی حفاظت کرنی ہے، اپنے نفس کی حفاظت کرنی ہے، اللہ تبارک وتعالی کے فضل وکرم سے ہمیں صحیح اسلام کو اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں داخل اور نافذ کرنا ہے، زندگی کے جتنے اعمال ہیں سب کے اندر داخل کرنا ہے، اور اپنی زندگی کو اسلام میں داخل کرنا ہے، اور اسلام کو اپنی زندگی میں داخل کرنا ہے، جس طریقے سے بھی کرسکیں، دونوں عمل کرنے ہیں، جہاں ضرورت محسوس ہو تو اپنی زندگی کو اسلام میں داخل کردیں، اور جہاں ضرورت محسوس ہو اپنی زندگی میں اسلام کو داخل کردیں، یہ محسوس کرنے کی ضرورت ہے اور اس احساس کی ضرورت ہے، کہ کہاں کمی ہو رہی ہے۔

اور یہ ہر انسان سمجھ سکتا ہے اللہ تعالی نے عقل دی ہے، دماغ دیا ہے، سوچ دی ہے، اور فکر دی ہے، اور وہ سمجھ سکتا ہے، کہ کہاں پر گڑبڑ ہے، کہاں پر نشیب وفراز ہے، کہاں پر خامی ہے،

(۱) سورۂ عنکبوت آیت ۳۸

کہاں پر کمی ہے، اس چیز کو سمجھ کر وہ اپنی زندگی کو صحیح اور درست کرسکتا ہے، اس لیے میرے دوستو! اپنی زندگی کے اندر اسلام کو سو فیصد لاگو کرو، اگر آدمی اپنے دو فٹ کے حصہ پر بھی اسلام کو لاگو کرلے، تو پوری دنیا کے اندر اسلام لاگو ہو جائے گا اور انقلاب آجائے گا۔

اپنی فکر کرنی چاہئے

اس لیے غور کرنے کا مقام ہے کہ ہمیں اپنی فکر نہیں ہے، بلکہ دوسروں کی فکر ہے، دوسروں کی کمیوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں، دوسروں کے گناہوں پر ہم آنکھیں اٹھا کر دیکھتے ہیں، اپنے گناہوں پر، اپنی کمیوں پر نظر نہیں جاتی، اگر فکر ہو جائے ہمیں اپنے نفس کی، اگر یہ احساس ہو جائے کہ ہمیں اپنی زندگی کی اور اپنے دو فٹ کے حصہ کی حفاظت کرنی ہے، اور اس کی تربیت کرنی ہے، اور اس کو شرورفتن سے محفوظ کرنا ہے، شیطان کے نقشہ قدم سے اس کو بچانا ہے، تو پھر پوری دنیا کے اندر، پوری زندگی کے اندر انقلاب آسکتا ہے "واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لایعلمون" (۱)۔

اللہ تبارک وتعالی ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی زندگی کے اندر سو فیصد اسلام داخل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اپنی زندگی کو اسلام میں داخل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

(۱) سورۂ یوسف آیت ۲۱